تاریخ اسلام

حصّہ دوم

مُصنّفہ

مؤرّخ اسلام مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی

نفیس اکیڈمی

بلاسس اسٹریٹ ____________ کراچی

قیمت فی حصہ :- بارہ روپے ۱۲

چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری

مالک نفیس اکیڈیمی و مسعود پبلشنگ ہاؤس کراچی
نے تاریخ اسلام (مکمل تین حصہ) کے جملہ حقوق طباعت و اشاعت
دائمی جناب ملک محمد الدین صاحب مالک صوفی بک ڈپو
پنڈی بہاؤالدین سے باضابطہ خرید کر شائع کیا

طبع چہارم ——— نومبر ۱۹۶۰ء

قیمت فی حصہ ——— بارہ ۱۲ روپے	}	پاکستان
مکمل تین حصے ——— چھتیس ۳۶ روپے	}	ہندوستان سے

صفحات ——— حصہ اول ——— ۵۹۲
صفحات ——— حصہ دوم ——— ۶۷۲

ممالک غیر سے

فی حصہ ——— ایک اسٹرلنگ پاؤنڈ
مکمل تین حصے ——— تین پاؤنڈ

صرف مکمل ہی مہیا کی جا سکتی ہے۔ علیحدہ علیحدہ حصے نہیں فروخت کئے جا[illegible]

(…[illegible] پریس کراچی)

مسلمانوں کی علمی و تمدّنی قیادت

از محمد اقبال سلیم گاہندری

مؤرخِ اسلام مولانا محمد اکبر شاہ خاں نجیب آبادی مرحوم کی مشہورِ عالم تاریخِ اسلام کی یہ دوسری جلد ہے جو اپنے مجوزہ پروگرام کے مطابق نفیس اکیڈمی کراچی آپ کے سامنے پیش کر رہی ہے کتاب کا یہ حصہ سنہ ۴۱ھ سے ۹۲۳ھ یعنی خلافتِ بنی عباس مصر کے اختتام تک ہے۔ کتاب کا یہ حصہ بہت ہی اہم حصہ ہے۔ اس دور میں اسلامی تمدن و تہذیب نے نشو و نما پائی۔ اسلامی علوم نے دنیا کو علوم و فنون کی روشنی عطا کی۔ اور بحیثیت مجموعی دنیا کی اجتماعی و ذہنی قیادت کا فرض انجام دیا۔

تاریخی ادوار

اگرچہ تاریخی ادوار کی تقسیم میں علما نے سنہ ۴۱ھ میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے ہاتھ پر بیعتِ عامہ ہو جانے کے بعد سے سنہ ۱۳۲ھ تک جب کہ بنی عباس کے اولین فرماں روا ابو العباس السفاح نے زمامِ حکمرانی ہاتھ میں لی۔ اس پوری مدت کو دورِ بنی اُمیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اگر خاندان کے مورثِ اعلیٰ کی نسبت ہی ضروری سمجھی جائے تو یقیناً یہ سب فرماں روا اُمیہ کی اولاد ہی تھے۔ مگر یہ تقسیم اس لئے صحیح نہیں ہے۔ کہ یزید بن معاویہ کے بعد حضرت معاویہ کی اولاد نے حکمرانی نہیں کی۔ بلکہ بغیر کسی جنگ و جدال کے یزید کے فرزند نے خود ہی خلافت و امارت سے اپنے آپ کو الگ کر لیا۔ اور حکومت و خلافت کو عوام کے سپرد کر دیا کہ وہ اپنے لئے حاکم کا انتخاب کر لیں۔

اس کے بعد مروان نے حکومت پر تسلط حاصل کر لیا۔ اور مروان کے بعد سے سنہ ۱۳۲ھ تک اسی مروان کی نسل کے خلفا حکمرانی کرتے رہے۔ جن میں حضرت عمر بن عبد العزیز جیسے نیکوکار، عادل اور ثانی عمر بن الخطاب بھی تھے۔ ولید بن عبد الملک جیسا اولو العزم، فاتح، اور لاثانی منتظم بھی تھا لیکن سلیمان جیسا ضدی، ہٹ دھرم اور مروان ثالث جیسا بے تدبیر اور ناکارہ آدمی بھی۔ اس لئے صحیح طور پر ... کہا جا سکتا ہے۔ کہ سنہ ۶۳ھ تک معاویہ و یزید، اور اس کے بعد ... حکومت رہی۔ اسی طرح بنی عباس کی حکومت کے دور کو بھی جنہیں ... بھی سارے عالمِ اسلام پر حکمرانی نصیب نہ ہو سکی۔ کئی ادوار ...

کی خصوصیت و تمدنی ارتقاء کو نہایت سہل انداز میں واضح کیا ہے۔

تلخ حقیقت حقیقت یہ ہے کہ اولادِ مروان کی ساری نالائقیوں کے باوجود جب تک حکمرانی ان کے ہاتھوں میں رہی سارا عالمِ اسلام ایک جھنڈے کے زیر سایہ رہا۔ ایک ہی مرکزی حکومت کام کرتی رہی۔ اور تمام فوجی و تمدنی قوتیں ایک جگہ اور ایک رُخ پر مرکوز رہیں لیکن جیسے ہی حکومت کی باگ ڈور بنی عباس کے ہاتھوں میں گئی، مشرق و مغرب کے دور افتادہ علاقوں میں مرکز گریز طاقتوں نے فوراً آزاد حکومتیں قائم کرلیں۔ اور وہ اتحاد جو ترقی و سربلندی کی ضمانت تھا۔ پارہ پارہ ہوگیا۔ اندلس میں علیحدہ حکومت قائم ہوگئی۔ سندھ اور ماوراء النہر علیحدہ علیحدہ حکومتیں بن گئیں۔

اسباب و علل اس صورتِ حال کے پیدا کرنے میں کن اسباب و علل نے کام کیا۔ اور کس طرح یہ صورتِ حال پیدا ہوئی۔ پھر ایک ہی صدی کے اندر خود بنی عباس کا اثر ختم ہوگیا۔ دورِ معتصم کے بعد ہی طوائف الملوکی کی ابتداء ہوگئی۔ کون کون سی حکومتیں بنیں۔ اور انھوں نے کیا کیا کارنامے انجام دیئے۔ یہ سب خود آپ ہی کی تصویریں ہیں، جو ماضی کے آئینہ میں صاف اور واضح طور پر نظر آتی ہیں۔ ان تصویروں کو مصنف مرحوم کے تبحر علمی، محنت و تحقیق اور قوتِ قلم نے بڑے واضح طور پر ان صفحات میں صحیح تنقید اور تبصرے کے ساتھ پیش کیا ہے، انھیں پڑھئے اور غور کیجئے کہ شاید آپ اسی مرض میں اب بھی تو مبتلا نہیں ہیں۔

جس فرد یا قوم نے ماضی سے سبق نہیں لیا۔ اور اپنی پچھلی غلطیوں کی اصلاح نہیں کی۔ اس کے مستقبل کے سنورنے کی کیا صورت ممکن ہوسکتی ہے۔ یاد رکھئے

ماضی سے حال اور حال سے مستقبل کا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ انھیں ایک
دوسرے سے الگ کرکے نہیں سوچا جاسکتا ہے۔

غرض یہ کہ تاریخ اسلام کی یہ جلد مسلمانوں کے دورِ کشور کشائی، تمدن آفرینی، اور قیادتِ علمی کے عروج کی مکمل تاریخ بھی ہے۔ اور زوال و اسباب زوال کی ایک عبرتناک داستان بھی، اسی جلد میں آپ کو وہ تمام محرکات واضح طور پر مل سکتی ہیں۔ جن سے کسی قوم کی زندگی بنتی اور تابناک ہو جاتی ہے اور اسی میں وہ فاش غلطیاں اور فروگذاشتیں بھی دکھائی دے سکتی ہیں۔ جن سے فرد، قومیں اور جماعت بام قیادت سے غلامی اور واماندگی کی پستیوں میں جا پڑتی ہیں۔

اب اس کے بعد تیسری جلد کا مرحلہ سامنے ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ یہ مرحلہ بھی بڑی حد تک طے ہو چکا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی ہم اسے بھی ہدیہ ناظرین کرسکیں گے وما توفیقی الا باللہ۔

تاریخِ اسلام حصّہ دوم

باب ۳

خلافت عباسیہ

باب ۵

باب ۶

فصل اول

دوسری فصل

تاریخ اسلام

جلد دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

باب ۱

خلافتِ بنو امیہ

تمہید خلافتِ راشدہ کے بعد اب سلطنتِ بنو اُمیہ کے حالات ہم کو شروع کرتے ہیں خلافتِ راشدہ میں پہلے دو خلیفہ نہ بنی اُمیہ تھے نہ بنی ہاشم۔ ان دونوں کا عہدِ خلافت، خلافتِ راشدہ کا بہترین زمانہ تھا۔؟ تیسرے بنو اُمیہ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور چوتھے بنو ہاشم سے۔ خلافتِ راشدہ کے آخری نصف زمانہ میں بنو اُمیہ اور بنو ہاشم دونوں قبیلوں کے خلیفہ تخت پر متمکن رہے۔ یہ آخری نصف زمانہ، پہلے نصف زمانہ کے مقابلے میں ناکام زمانہ کہا جا سکتا ہے۔ اگرچہ بعد کی خلافتوں سے یقیناً اچھا تھا۔ کیونکہ صحابۂ کرام ہی برسرِ حکومت تھے اور اکثر صحابۂ کرام دنیا میں زندہ موجود تھے۔ اسلام دنیا میں شرک کو مٹانے اور توحید قائم کرنے کے لئے آیا۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل توحید اور حقیقی کامرانی کا راستہ نسلِ انسان کو دکھایا۔ شرک سے بڑھ کر کوئی نقصان وزیاں اور توحید سے بڑھکر کوئی سعادت وکامیابی انسان کے لئے نہیں ہو سکتی۔ شرک درحقیقت ایک ناانصافی اور ظلم کا نام ہے اسی لئے قرآن کریم میں اس کو ظلمِ عظیم کہا گیا ہے اس سے بڑھکر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے حقیقی معبود کو چھوڑ کر ان مجبور ہستیوں کو معبود ٹھہرائے جو معبودِ حقیقی

کی مخلوق اور غلام ہیں۔پس شرک میں وہی شخص مبتلا ہو سکتا ہے جو عدل کے خلاف ناانصافی اور ظلم کو اپنا شعار بناتے۔اس ظلم و ناانصافی میں مبتلا کرنے والی سب سے بڑی چیز جہالت اور بے جا محبت ہے جس کو اصطلاحِ قرآنی میں ضلال اور گمراہی کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔اب غور کرو اور سوچو کہ اپنے خاندان اور قبیلے کے بزرگوں کی بے جا محبت میں اُن کے ناموں، اُن کی تصویروں، اُن کے مجسموں، اُن کی قبروں کی بے جا تعظیم کے ذریعہ دنیا میں سب سے زیادہ شرک نے رواج پایا اور اسی گمراہی کے ذریعہ نوعِ انسان نے اپنے خالق و مالک و معبود کو فراموش کر کے اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں گرایا۔آنحضرت صلعم نے مبعوث ہو کر جہاں شرک کے اور امکانات کو مٹا دیا وہاں اس بے جا خاندانی عصبیت اور عدل و انصاف سے دُور و مہجور کرنے والی گمراہ کُن محبتِ بے جا سے نوعِ انسان کو بچایا۔دوسری چیز جو انسان کو ظلمِ عظیم میں مبتلا کر سکتی ہے اور کرتی رہی ہے تکبّر اور بے جا تفاخر ہے۔اسی نے ابلیس کو ابلیس بنا کر شیطان الرجیم بنایا اور اسی کے ذریعہ اُس نے اکثر انسانوں کو صراطِ مستقیم سے ہٹا کر ہلاکت آفرین راہوں پر چلایا۔یہ تفاخرِ بے جا جب محبتِ بے جا کے ساتھ مل جاتا ہے تو گمراہی اور ہلاکت کا نہایت زود اثر معجون نوعِ انسان کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ہلاکت آفرین سامانِ شرک کو مٹانے اور دور کرنے کے لئے فتح مکہ کے روز خانہ کعبہ کے دروازہ میں کھڑے ہو کر تمام باشندگان مکہ اور شرفائے عرب کے اجتماعِ عظیم کو مخاطب فرمایا کہ

یامعشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ و تعظمھا بالاٰباء الناس من اٰدم و اٰدم خلق من تراب قال اللہ تعالیٰ یاایھا الناس انا خلقنا کم من ذکرٍ وانثیٰ وجعلنا کم شعوباً و قبائل لتعارفوا انّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

اے گروہِ قریش اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے تکبر اور باپ دادا کے فخر کو دور کر دیا۔تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے تھے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگو! ہم نے تم کو نر و مادہ سے پیدا کیا اور تمہاری شاخیں اور قبائل بنائے تاکہ الگ پہچان ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ تم میں وہی ہے جو متقی ہے

نسلی و قبائلی تفاخر کو مٹانا درحقیقت شرک کے امکانات کو مٹا کر توحید کی استعداد کا پیدا کرنا تھا۔ساتھ ہی قبیلوں اور شعبوں کے وجود اور اُن کے امتیازات سے کبھی انکار نہیں ہے۔لیکن بزرگی اور فضیلت کو نسل و خاندان سے متعلق نہیں رکھا گیا۔بزرگی و برتری صرف خداشناسی

وخدا ترسی سے تعلق رکھتی ہے۔ ہر ایک شخص متقی و باخدا بن کر مستحق کرامت بن سکتا اور ہر ایک قبیلہ کا ہر ایک شخص اپنی بداعمالیوں کے ذریعہ رذالت و ذلّت کما سکتا ہے۔ اس صحیح روش اور جادۂ مستقیم پر گام زن کر کے آنحضرت صلعم نے لوگوں کو فلاحِ دارین اور سعادتِ انسانی تک پہنچایا۔ خلافتِ راشدہ کے ابتدائی نصف زمانہ میں مسلمانوں کو ترک کردہ سامانِ گمراہی اور فراموش شدہ عصبیتِ خاندانی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بلال حبشی کو اکابر قریش سیّدی کہہ کر پکارتے اور اعمالِ نیک کی بنا پر اُن کو اپنے آپ سے زیادہ مکرم و معظم جانتے تھے۔ اُسامہ بن زیدؓ کی سپہ سالاری میں بڑے بڑے خاندانی مہاجرین و انصار کو محکوم بنا کر بھیجنے میں یہی حکمت تھی کہ کسی کے گوشۂ قلب میں یہ خیال باقی نہ رہ سکے کہ محض قوم یا نسل یا خاندان کی وجہ سے کوئی مکرم و معظم بن سکتا ہے۔ حکومت و خلافت اگر کسی خاص قبیلہ اور خاص خاندان کا حق ہوتا تو آنحضرت صلعم صوبوں اور ولایتوں کی حکومت میں بنی ہاشم کے سوا کسی دوسرے کو عامل بنا کر نہ بھیجتے اور فوجوں کی سپہ سالاری سوائے بنی ہاشم کے کسی دوسرے کو عطا نہ فرماتے لیکن آپ نے بہت ہی کم کسی ہاشمی کو فوج کی سپہ سالاری یا کسی ولایت کی حکومت پر مامور فرمایا۔ آپ نے ہمیشہ ذاتی قابلیت کے موافق لوگوں کو سرداریاں اور حکومتیں عطا فرمائیں اور کسی خاندان یا قبیلہ سے تعلق رکھنے کو حکومت و سرداری کے لئے جائز استحقاق نہیں سمجھا۔ یہی سبب تھا کہ دربارِ نبویؐ سے غلاموں تک کو قابلیت کے سبب اکابرِ قریش کی سرداری اور عظیم الشان فوجوں کی سپہ سالاری حاصل ہو سکتی تھی۔ توحید کامل سکھانے والے استادِ کامل سے اس کے سوا کسی دوسرے طرزِ عمل کی توقع بھی نہیں ہو سکتی تھی۔

قبیلہ بنی اُمیہ اور بنی ہاشم میں پہلے سے ایک رقابت اور مسابقت چلی آتی تھی۔ یعنی ان دونوں میں ہر ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتا تھا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلعم کی (جو بنو ہاشم میں سے تھے) بنو اُمیہ نے ابتداءً زیادہ مخالفت کی اور بنو ہاشم سے نسبتاً آپ کو امداد پہنچی جب ملکِ عرب سے مشرکوں کا استیصال ہو گیا اور ان دونوں قبائل کے عنادی مشرک بھی قتل ہو کر بقیہ خوش نصیب اسلام میں داخل ہو گئے تو اُن مسلمان ہو جانے والے بنو اُمیہ میں ایک کافی تعداد ذی حوصلہ اور قابل آدمیوں کی موجود تھی۔ جن کی قدر دانی آنحضرت صلعم نے عملی قدرِ قابلیت ضروری سمجھی چنانچہ فتح مکہ کے روز ابو سفیان کے گھر کو امان کے معاملہ میں کعبہ کا ہمسر ٹھہرا کر انھیں خوش کر دیا۔ حضرت عثمان غنیؓ جو بنو اُمیہ میں سے تھے آنحضرت صلعم کے داماد تھے۔ اُن کے لئے بیعتِ رضوان ہوئی۔ اُم المومنین اُم حبیبہؓ بھی بنو اُمیہ کے قبیلہ سے یعنی

ابو سفیانؓ کی بیٹی اور معاویہؓ کی بہن تھیں۔ ابو سفیانؓ کو آنحضرت صلعم نے نجران کا عامل مقرر فرمایا تھا۔ عثمانؓ بن ابو العاصؓ حضرت عثمان غنیؓ کے چچا تھے اُن کو آنحضرت صلعم نے طائف اور اس کے متعلقات کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ فاروق اعظمؓ نے اُن کو عمان و بحرین کا حاکم مقرر فرمایا۔ عتاب بن اسید ابو سفیان کے چچا ابو العیص کے پوتے تھے مکہ کی فتح کے دن مسلمان ہوئے اور مکہ کے حاکم مقرر کئے گئے۔ خالد بن سعید ابو سفیانؓ کے چچا عاص کے پوتے تھے اُن کو آنحضرت صلعم نے یمن کا عامل مقرر فرمایا تھا یہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔ عثمانؓ بن سعید کو آنحضرت صلعم نے خیبر کا اور اُن کے بھائی ابانؓ کو بحرین کا عامل مقرر فرمایا تھا۔ اگر آنحضرت صلعم کے دل میں ذرا بھی بنو اُمیہ اور بنو ہاشم کی قدیمی رقابت کا کوئی شائبہ ہوتا اور آپؐ ذاتی قابلیتوں پر نسلی و خاندانی تعلقات کو ترجیح دیتے تو بنی اُمیہ کے افراد کو اس طرح صوبوں کے عامل ہرگز مقرر نہ فرماتے۔ مگر نسلی امتیازات کو ذاتی قابلیت پر آپ ہرگز ترجیح نہیں دیتے تھے ہاں نسلی امتیازات کو آپ تسلیم کرتے تھے مگر اسی حد تک کہ جن خاندانوں میں انتظامی قابلیت اور سرداری کی لیاقت ہمیشہ زیادہ پائی گئی۔ آپ نے بھی انتظامی کاموں اور سپہ سالاریوں کے لئے انھیں خاندانوں کے افراد میں سے قابل آدمیوں کو زیادہ تلاش کیا۔

بنو اُمیہ اور بنو ہاشم دونوں قبیلوں کی پُرانی رقابت اسلام نے ابھی نئی نئی مٹائی تھی لہٰذا احتیاط اس کی متقاضی تھی کہ اُن کو خلافت کے معاملہ میں اور کچھ دنوں ایسا مدنع نہ دیا جائے کہ وہ اپنی فراموش شدہ رقابت کو پھر تازہ کر سکیں چنانچہ آنحضرت صلعم نے اس خطرہ کا بخوبی احساس فرمایا اور اپنے بعد محض قابلیت کی بنا پر حضرت ابو بکر صدیقؓ کو نمازوں کا امام بنا کر اُن کی خلافت کے لئے اشارہ فرمایا جس پر صحابہ کرامؓ کی فہم و فراست والی جماعت نے بخوبی عمل کیا۔ اسی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی اپنے بعد ایسا جانشیں مقرر فرمایا جو قابلیت کے اعتبار سے سب پر فائق اور مذکورۂ بالا دونوں قبیلوں میں سے کسی ایک سے بھی تعلق نہ رکھتا تھا۔ اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ کے بعد اگر حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ یا سالم مولیٰؓ میں سے کوئی ایک خلیفہ ہوتا جیسا کہ عمر فاروقؓ کی آرزو تھی تو یہ مُردہ رقابت دوبارہ زندہ نہ ہو سکتی مگر یہ دونوں بزرگ فاروق اعظمؓ سے پہلے وفات پا چکے تھے۔ پھر اگر ہر شش اصحاب شوریٰ اپنے آپ میں سے کسی کو انتخاب کرنے میں صرف اس اصول پر کاربند ہوتے کہ کوئی بنی اُمیہ اور کوئی بنو ہاشم خلیفہ نہ بنایا جائے تو آئندہ پیش آنے والے خطرات ممکن ہے کہ پیش نہ

آتے اور کم از کم ان دونوں قبیلوں کو اپنی فراموش شدہ رقابت یاد نہ آتی۔ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہ حضرت عمرؓ کے بعد خلیفہ ہوتے تب بھی بہت زیادہ ممکن تھا کہ یہ آتشِ خاموش دوبارہ مشتعل نہ ہوتی کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہ سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ بنو ہاشم کی اس طرح غیر معمولی اور قابلِ احساس رعایت کرتے جیسی کہ حضرت عثمانؓ غنی کے ہاتھوں بنو اُمیہ کی ہوئی۔ بہرحال ہم کو یہ ایمان رکھنا چاہیئے۔ جو کچھ ہوا مشیتِ ایزدی کے ماتحت ہوا اور یہی ہونا چاہیئے کیونکہ ہمارے پاس کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے۔ کہ ہم وقوع یافتہ اعمال و افعال کے نتائج پر اپنی نابودہ وغیر واقع شدہ تجاویز کے نتائج کو یقینی طور پر ترجیح دے سکیں۔ ہاں ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کی رقابت کا عہدِ اسلامی میں دوبارہ پیدا ہو کر تا دیر باقی رہنا اسلام کے لئے بے حد نقصان رساں تھا اور آج اُس رقابت کے قائم اور باقی رکھنے والے اور کسی خاندان یا قبیلہ کے تعلق کو خلافت کے لئے ضروری سمجھنے والے لوگ تعلیمِ اسلامی کے سخت مخالف اور اسلام کے لئے بے حد نقصان رساں ثابت ہو رہے ہیں۔

بنو اُمیہ اپنی ذاتی قابلیتوں کی وجہ سے پہلے ہی خلافتِ اسلامیہ کے ایک ضروری جز و بنے ہوتے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے خلیفہ مقرر ہو جانے کے بعد اُن کی نرم مزاجی اور مروان بن الحکم کے اقتدار سے فائدہ اٹھا کر بنی اُمیہ نے اپنی طاقت اور اثر کو یک لخت اس قدر بڑھا لیا کہ تمام عالمِ اسلامی پر چھا گئے۔ اور اپنی سیادت تمام ملکِ عرب پر قائم کرنے کی تدبیروں میں مصروف ہو گئے۔ جس کو وہ عہدِ جاہلیت میں بنو ہاشم کے مقابلہ میں قائم نہ کر سکے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت نیز منافقوں اور مسلم نما یہودیوں کی سازشوں نے اُن کو اور بھی امداد پہنچائی حضرت علی کرم اللہ وجہ کو اپنے عہدِ خلافت میں زیادہ پریشانیوں اور مقتول کا سامنا اس لئے بھی کرنا پڑا کہ وہ بنی ہاشم تھے۔ تمام اہلِ عرب کی نگاہوں میں بنو ہاشم اور بنو اُمیہ کی رقابتوں کے نقشے گھومنے لگے انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کی ہر اُس کوشش کو جو معاویہؓ اور بنو اُمیہ کے خلاف وہ کرتے تھے، اُسی رقابت پر محمول کر کے اُن کا پورے طور پر ساتھ نہ دیا۔ کیونکہ وہ ان دونوں قبیلوں کی پرانی رقابتوں کو دوبارہ زندہ کرنے میں کوئی حصہ لینا نہیں چاہتے تھے۔ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہ کی جگہ کوئی دوسرا غیر ہاشمی شخص خلیفہ ہوتا تو یقیناً اُس کو عرب قبائل کی زیادہ امداد حاصل ہوتی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ اگر خود خلیفہ نہ ہوتے تو حضرت امیر معاویہؓ کے شکست دینے اور بنی امیہ کو نیچا دکھانے میں

زیادہ کام کر سکتے۔ اور اُس غیر ہاشمی خلیفہ کو کامیاب بنانے میں اپنی قوت اور اثر کو بہت زیادہ پاتے۔

اس موقع پر بے اختیار حضرت امام حسن علیہ السلام کے وہ آخری الفاظ یاد آجاتے ہیں جو انھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو فوت ہوتے وقت بطورِ وصیت سنائے تھے کہ "آنحضرت محمد صلعم کے بعد حضرت علیؓ تک خلافت پہنچی تو تلواریں میانوں سے نکل آئیں اور یہ معاملہ طے نہ ہوا۔ اب میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ نبوّت اور خلافت ہمارے خاندان میں جمع نہیں رہ سکتیں"۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کے ان الفاظ کی صداقت پر مستقبل جو آج تک ماضی بن چکا ہے۔ اپنی مُہرِ صداقت ثبت کر چکا ہے۔ خلافتِ راشدہ کے بعد قریباً نوّے سال تک بنو اُمیّہ نے دمشق کو دار الخلافہ بنا کر تمام عالم اسلام پر حکومت کی۔ اندلس میں بھی کئی سو سال تک اُن کی شان دار خلافت و حکومت قائم رہی۔ خاندانِ بنو عباس کی حکومت بغداد میں پانچ سو برس سے زیادہ عرصہ تک قائم رہی۔ بنو عباس بنو ہاشم تو ضرور ہیں۔ لیکن وہ آنحضرت صلعم کے چچا کی اولاد ہیں آنحضرت صلعم کی بیٹی کی اولاد نہیں ہیں یعنی سادات کو خاندانِ نبوت کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اُن میں آنحضرت صلعم کا خون حضرت فاطمہؓ کے ذریعہ شامل ہے لیکن عباسیوں میں خاص آنحضرت صلعم کے خون کی آمیزش نہیں ہے۔ لہٰذا اُن کو خاندانِ نبوّت نہیں کہا جا سکتا۔ مصر کے ایک حکمران خاندان نے اپنے آپ کو فاطمی کہا۔ لیکن محققین نے اُن کو اپنے اس دعوے میں جھوٹا پایا۔ ہندوستان میں بھی ایک حکمران خاندان گذرا ہے جس کو خاندانِ سادات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مگر یہ حقیقت عالم آشکارا ہے۔ کہ خضر خاں حاکمِ ملتان جو اس خاندان کا مورثِ اعلیٰ تھا۔ ہرگز سیّد نہ تھا۔ اُس کے سیّد مشہور ہونے کی وجہ صرف یہ تھی کہ ایک بزرگ صوفی نے اُس کو سید (سردار) کہہ کر پکارا تھا۔ آج کل بھی لوگ مغل اور پٹھان سرداروں کو "سیدی" کہہ کر مخاطب کر لیتے ہیں۔ غرضکہ آج تک کسی مُلک میں سادات کی کوئی قابل تذکرہ خود مختار حکومت اور پادشاہت کبھی قائم نہ ہو سکی۔ ایک طرف یہ حقیقت ہمارے سامنے ہے دوسری طرف ہم امام حسن علیہ السلام کے اُن آخری الفاظ کو دیکھتے ہیں۔ تو بے اختیار ہمارا دل اُن الفاظ کی پُر عظمت صداقت کا مقر اور اُن الفاظ کی ہیبت شوکت سے مرعوب ہو جاتا ہے

حضرت امام حسن علیہ السّلام نے اپنی وفات کے وقت جو کچھ اپنے بھائی حسین علیہ السلام سے فرمایا یہ صرف انھیں کا اجتہاد یا الہام نہ تھا بلکہ صحابۂ کرام کی تمام اُس جماعت کا جس کو آنحضرت صلعم کی صحبت میں زیادہ رہنے کا موقع ملا تھا یہی خیال تھا کہ آنحضرت صلعم نے کسی ہاشمی کو نہ کسی صوبہ کی مستقل حکومت عطا فرمائی، نہ کسی بڑی فوج کا خود مختار اور ذمہ دار سپہ سالار بنایا۔ جنگِ موتہ میں آپ نے جعفر بن ابی طالب کو سپہ سالاری پر نامزد فرمایا مگر اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثؓ کو اُن پر مقدم اور فائق رکھا۔ حضرت علیؓ کو چند روز کے لئے یمن کے خراج کی وصولی پر مامور فرمایا۔ مگر یمن کی اعلیٰ حکومت و افسری معاذ بن جبلؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو تفویض کی۔ اسی طرح ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے بنو ہاشم کو ذمہ دارانہ عہدوں اور صوبوں کی حکومتوں پر مامور نہیں فرمایا۔ حالانکہ یہ دونوں اولین خلیفہ بنو ہاشم کی بڑی تعظیم و تکریم بجا لاتے اور اُن کی راحت و خوشنودی کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے۔ اپنے کاموں میں انھیں سے مشورہ طلب کرتے۔ اور عموماً انھیں کے مشوروں پر عمل بھی کرتے تھے۔ فاروقِ اعظمؓ نے ایک موقع پر صاف فرمادیا تھا کہ اگر شرف نبوّت کے ساتھ ان لوگوں کو حکومت بھی مل گئی تو وہ لوگوں کو اپنا حد سے زیادہ محکوم و مغلوب پاکر غرور قومی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور اس طرح اسلام کی حقیقی روح کو ضائع کرکے خود بھی ضائع ہو جائیں گے۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص عہدِ جاہلیت کی عصبیت کی طرف ترغیب دلائے وہ واجبُ القتل ہے۔ پھر ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی قرابت داری یا دوستی کی وجہ سے کسی کو امیر یا حاکم بنادیا حالانکہ مسلمانوں میں اُس سے بہتر شخص مل سکتا تھا تو اُس نے خدا و رسول اور تمام مسلمانوں کی خیانت کی۔ غرض صرف حضرت امام حسن علیہ السلام ہی کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ خاندان نبوت کے لئے شرف نبوّت ہی کافی ہے اور اس کے ساتھ شرفِ حکومت کو جمع نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہی عقیدہ اکثر دوسرے صحابۂ کرام کا بھی تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دنیا سے شرک کے مٹانے اور شرک کے امکانات کا استیصال کرنے کے لئے ساداتِ عظام کو جو سردار دو جہاں آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں دنیا کی حکومت اور مادی دولت کا خواہش مند کبھی نہ ہونا چاہیے۔ تاکہ وہ فرزندیٔ محمد اور اپنے آلِ رسولؐ ہونے کا پورا پورا ثبوت پیش کر سکیں۔ اگر آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ حکم نہ فرماتے کہ ساداتِ عظام کے لئے صدقہ حرام

ہے۔ تو ہم کو یہ توقع ہوسکتی تھی کہ سادات یعنی خاندانِ نبوی ہی مستحق خلافت اور شہنشاہی کا حق دار ہے۔ لیکن آپؐ کا خاندان بنوّت کے لئے یہ انتظام فرمانا سب سے بڑی دلیل اس امر کی ہے کہ دنیوی حکومت وسلطنت اور مادی دولت سے بے تعلق ہونا اپنے خاندان والوں کے لئے آپ پہلے تجویز فرما چکے۔ یا الہامِ الہٰی سے معلوم کر چکے تھے۔ ساداتِ عظام کے لئے یہ اتنا بڑا فخر ہے اور اُن کے مرتبہ کو اس قدر بلند کر دیتا ہے کہ دنیا کی دوسری قومیں جو شریعت اسلام سے تعلق رکھتی ہیں۔ اُن پر جس قدر رشک کریں کم ہے دنیوی دولت اور حکومت بھی وہ چیز ہے جو انسان کو خدا سے دُور مہجور کر دیتی ہے اور اسی لئے قرآن و حدیث میں دولتِ دنیا کو حقارت کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ تاریخ ہم کو بتاتی ہے کہ دولت وحکومت کی وجہ سے علمِ صحیح بھی اعمالِ صالحہ پر لوگوں کو آمادہ نہیں کر سکا۔ پس شریعتِ حقہ کی حفاظت انھیں لوگوں نے کی ہے جو دولت وحکومت سے کچھ زیادہ تعلق نہ رکھتے تھے اور اسی قسم کے لوگ قیامت تک اسلام کی حفاظت کا کام کرتے رہیں گے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اسلام غریبوں ہی سے جاری ہوا۔ اور غریبوں ہی میں انجام کار رہے گا۔ اب اس کے بعد اس حدیث پر غور کرو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ تم میں قرآن اور اپنی آل یعنی سادات کو چھوڑتا ہوں۔ پس یہ حدیث بھی دلیل اس بات کی ہوجاتی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام نے عین منشائے حدیث کے موافق فرمایا تھا کہ

"میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ نبوّت اور خلافت ہمارے خاندان میں جمع نہیں رہ سکتیں"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

ابتدائی حالات

حضرت امیر معاویہؓ ہجرت سے سترہ سال پہلے پیدا ہوئے تھے یعنی وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے چھ سال چھوٹے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی ماں ہند بنت عتبہ کی شادی اوّل فاکہ بن مغیرہ قریشی سے ہوئی تھی۔ فاکہ کو ایک مرتبہ اپنی بیوی ہند کی عصمت و پاک دامنی کے متعلق شبہ گذرا اُس نے ہند کو ٹھوکریں مار کر گھر سے نکال دیا۔ اس کا لوگوں میں چرچا ہوا اور ہند کے باپ عتبہ نے بیٹی سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے صاف بتاؤ۔ اگر فاکہ تم کو مُتّہم کرنے میں سچا ہے تو ہم کسی شخص سے کہہ دیں گے وہ فاکہ کو قتل کر دے گا اور ہم بدنامی سے بچ جائیں گے لیکن اگر وہ جھوٹا ہے اور بلاوجہ بدنام کرتا ہے تو ہم اس معاملہ کو کسی کاہن کی طرف رجوع کریں گے۔ ہند نے اپنی برارت وبے گناہی ثابت کرنے کے لئے قسمیں کھائیں اور الزام سے قطعی انکار کیا۔ عتبہ کو جب بیٹی کی بے گناہی کا یقین آگیا تو اُس نے فاکہ بن مغیرہ کو مجبور کیا کہ وہ اپنی قوم بنی مخزوم کے لوگوں کو ہمراہ لے کر یمن کے کسی کاہن کے پاس چلے اسی طرح عتبہ بن ربیعہ بھی اپنے ہمراہ عبد مناف کے چند لوگوں اور ہند کو معہ اُس کی ایک سہیلی کے لے کر روانہ ہوا۔ کاہن کے پاس ان لوگوں نے پہنچ کر کہا کہ اِن دونوں عورتوں کے معاملہ کی طرف توجہ کیجئے۔

کاہن اوّل ہند کی سہیلی کے پاس گیا۔ اور اُس کے دونوں مونڈھوں پر کچھ ضربیں لگا کر کہا کہ اُٹھ، پھر ہند کے پاس آیا اور اُس کو بھی مار کر کہا اُٹھ، نہ تجھ سے کوئی بدی سرزد ہوئی ہے نہ تو نے زنا کیا ہے اور تو ایک پادشاہ کو جنے گی جس کا نام معاویہؓ ہوگا۔ فاکہ نے یہ سُن کر ہند کا ہاتھ پکڑ لیا۔ مگر ہند نے اُس کا ہاتھ جھٹک دیا اور کہا کہ اگر میرے پیٹ سے کوئی بادشاہ ہونے والا ہے تو وہ تیرے نُطفہ سے نہ ہوگا۔ چنانچہ اس تصدیق بے گناہی کے بعد ہند نے فاکہ سے کوئی تعلق نہیں رکھا۔ اس کے بعد ابو سُفیان بن حرب نے ہند سے شادی کرلی اور معاویہؓ پیدا ہوئے۔

معاویہؓ کی پیدائش کے وقت ابوسفیان کی عمر چالیس سال سے کچھ زیادہ تھی۔ ابوسفیان آنحضرت صلعم سے دس سال عمر میں بڑے تھے۔ امیر معاویہؓ میں لڑکپن ہی سے ایسے علامات پائے جاتے تھے جس سے لوگ اُن کو کسرائے عرب کہتے تھے۔ اُن کی دانائی، خوش تدبیری سلامت روی اور اعتدال پسندی کی خاص طور پر شہرت تھی۔ وہ طویل القامت۔ سُرخ و سفید رنگ۔ خوبصورت اور رعب آدمی تھے۔ حضورؐ نے امیر معاویہؓ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ عرب کے کسریٰ ہیں جس روز معاویہؓ تم میں سے اُٹھ جائیں گے تو تم دیکھو گے کہ بہت سے سر جسموں سے جُدا کئے جائیں گے۔ آخر عمر میں امیر معاویہؓ کا پیٹ کسی قدر بڑھ گیا تھا اور منبر پر بیٹھ کر خطبہ سُناتے تھے۔ بیٹھ کر خُطبہ سُنانے کی ابتدا امیر معاویہؓ ہی سے ہوئی۔ امیر معاویہؓ خوب پڑھے لکھے آدمی تھے فتح مکہ کے روز اپنے باپ ابوسُفیان کے ہمراہ آکر پچیس سال کی عمر میں مسلمان ہوئے اور پھر وفات نبوی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، جنگ حنین اور محاصرہ طائف میں بھی شریک تھے، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں تشریف لاکر عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو امیر معاویہؓ بھی آپ کے ہمراہ مدینہ میں آئے اور کاتب وحی مقرر ہوئے کتابتِ وحی کی خدمت کے علاوہ باہر سے آئے ہوئے وفود کی مدارات اور اُن کے قیام وطعام کا اہتمام بھی آنحضرت صلعم کی طرف سے امیر معاویہؓ کو سپرد تھا۔ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب امیر معاویہؓ کے بھائی یزیدؓ بن ابی سفیان کو ایک لشکر کے ساتھ شام کی طرف بھیجا تو امیر معاویہؓ کو ایک دستہ فوج دے کر اُن کا کمکی مقرر کیا۔ فتوحاتِ شام میں انھوں نے اکثر لڑائیوں کے اندر بطور مقدمتہ الجیش کارہائے نمایاں انجام دیئے اور اپنی شجاعت ومردانگی کا سکہ دلوں پر بٹھایا۔ فاروقِ اعظمؓ نے ان کو علاقہ اردن کا مستقل حاکم مقرر کیا۔ طاعون عمواس میں جب حضرت ابوعبیدہؓ اور یزید بن ابی سفیانؓ وغیرہ صحابی فوت ہوگئے تو فاروقِ اعظمؓ نے اُن کو اُن کے بھائی یزید کی ولایت دمشق کا والی مقرر فرمادیا۔ علاقہ اردن اور دوسرے اضلاع بھی ان کی حکومت میں شامل رہے۔ فاروقِ اعظم جب بیت المقدس تشریف لے گئے تو حضرت امیر معاویہؓ نے بھی ان کا استقبال کیا۔ اور فاروقِ اعظمؓ کے ہمرکاب رہے۔ فاروقِ اعظمؓ نے امیر معاویہؓ پر اعتراض کیا کہ تم نے شاہانہ شان وشکوہ اختیار کی ہے اور سُنا ہے کہ تم نے دربان بھی مقرر کئے ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے جواب دیا کہ ملکِ شام کی سرحدوں پر قیصر کی فوجوں کا اجتماع اور حملہ آوری کا ہمیشہ خطرہ رہتا ہے۔ قیصر کے

جاسوس ملکِ شام میں پھیلے ہوتے ہیں۔ قیصر اور عیسائیوں کو مرعوب رکھنے کے لئے ظاہری شان و شوکت اور قیصر کے جاسوسوں سے محفوظ رہنے کے لئے دربانوں کو ضروری سمجھتا ہوں۔

فاروق اعظمؓ نے اس جواب کو معقول سمجھ کر پھر کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فاروق اعظمؓ سے بحری حملے کی اجازت طلب کی کہ قسطنطنیہ پر بحری حملہ کیا جائے اور بحرِ روم کے جزیروں کو بھی فتح کر لیا جائے۔ لیکن فاروق اعظمؓ نے اُن کو اس کی اجازت نہیں دی۔ فاروقِ اعظمؓ کے بعد جب حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے تو اُنھوں نے امیرِ معاویہؓ کو تمام ملک شام اور اُس کے متعلقات کا حاکم بنا دیا۔ بحری فوج کے تیار کرنے کی بھی اجازت دے دی۔ اُن کے اختیارات کو بھی وسیع کر دیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے تمام مُلکِ شام پر قابض و متصرف ہو کر اُس مُلک میں حکومت اسلامیہ کو خوب مضبوط و مستحکم کیا اور ہمیشہ قیصر روم کو اپنی طرف سے خائف و مرعوب رکھ کر اس امر کا موقع نہیں دیا کہ عیسائی لوگ اِسلامی ممالک پر حملہ آوری کی جرأت کر سکیں۔ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ میں جو جو کچھ کیا اُس کا ذکر پہلی جلد میں آ چکا ہے۔ ربیع الاوّل ۴۱ھ کے آخر عشرہ میں حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے درمیان مصالحت ہوئی اور تمام عالم اسلامی نے امیرِ معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اُن کو خلیفۂ وقت تسلیم کیا۔ اس وقت یعنی ربیع الاوّل ۴۱ھ تک امیر معاویہؓ بیس سال سے ملک شام کے حاکم چلے آتے تھے۔ اس کے بعد سے وہ تمام عالم اسلامی کے خلیفہ اور شہنشاہ ہو کر بیس سال اور زندہ رہے۔ اُن کی حکمرانی کا کُل زمانہ چالیس سال ہے اس چالیس سال کے نصف اوّل میں وہ ایک صوبہ دار یا گورنر تھے اور نصفِ آخر میں خلیفہ یا شہنشاہ۔ نصفِ اوّل کے مجمل حالات اور اہم واقعات پہلی جلد میں بیان ہو چکے ہیں اس جگہ ہم کو اُن کے حالات بحیثیت خلیفہ یعنی نصفِ آخر کے واقعات بیان کرتے ہیں اور اُن کا نام بطور خلیفہ زیبِ عنوان کیا گیا ہے۔

فضائل و خصائل

حضرت امیر معاویہؓ سے ایک سو تریسٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ جن کو بعد میں ابن عباسؓ ابن عمرؓ ابن زبیرؓ ابو الدرداءؓ وغیرہ صحابہ اور ابن المسیب و حمید بن عبدالرحمٰن وغیرہ تابعین

نے روایت کیا ہے۔ آپ کے فضائل میں بھی بہت سی حدیثیں مشہور ہیں۔ ترمذی نے احادیث حسن کی ذیل میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے امیر معاویہؓ کی نسبت فرمایا کہ "الٰہی معاویہؓ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانے والا کر دے"۔ مسند امام احمد حنبل میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "الٰہی معاویہؓ کو حساب و کتاب سکھا اور عذاب سے بچا"۔ خود امیر معاویہؓ کہتے ہیں کہ مجھ کو خلافت کی اُس وقت سے اُمید تھی جب کہ آنحضرت صلعم نے مجھ سے فرمایا کہ جب تو بادشاہ ہو جائے تو لوگوں سے اچھی سلوک پیش آنا۔ حضرت امیر معاویہؓ کا حلم اور اُن کی دانائی ضرب المثل کے طور پر مشہور تھی۔ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ اپنے عہدِ خلافت میں حج سے فارغ ہو کر مدینہ میں آئے اور یہاں چند روز ٹھہرے ایک روز عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب امیر معاویہؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ ابو قتادہؓ انصاری بھی اُس طرف آنکلے۔ امیر معاویہؓ نے اُن کو دیکھ کر فرمایا کہ مجھ سے ملنے کے لئے تمام لوگ آئے مگر انصار نہیں آئے۔ ابو قتادہؓ نے فرمایا کہ ہمارے پاس سواری نہیں ہے اس لئے نہیں آسکے امیر معاویہؓ نے کہا کہ تمھارے اُونٹ کیا ہوئے انھوں نے جواب دیا کہ تمھارے اور تمھارے باپ کے تعاقب میں ہمارے سارے اونٹ تھک گئے ہیں۔ پھر کہنے لگے ہم نے آنحضرت صلعم سے سُنا ہے کہ میرے بعد ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ حق دار کے مقابلہ میں غیر حق دار کو ترجیح دیں گے۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ پھر ایسی حالت کی نسبت آنحضرت صلعم نے کچھ فرمایا ہے کہ کیا کرنا چاہیئے؟ ابو قتادہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس حالت کی نسبت ارشاد فرمایا ہے کہ صبر کرنا چاہیئے۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ بس پھر تم صبر کرو۔

قریش میں سے ایک جوان آدمی امیر معاویہؓ کے پاس گیا اور اُن کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ امیر معاویہؓ نے اُس کی بدزبانی سُن کر فرمایا کہ اے میرے بھتیجے اس حرکت سے باز آجا۔ کیونکہ بادشاہ کا غصہ بچے کا سا ہوتا ہے اور اُس کا مواخذہ شیر کا سا۔ شعبی کا قول ہے کہ عاقلانِ عرب چار ہیں۔ معاویہؓ۔ عمرو بن العاص۔ مغیرہؓ بن شعبہؓ۔ زیادؓ۔ معاویہؓ حلم و خردمندی کی وجہ سے۔ عمرو بن العاصؓ مشکلات پیش آمدہ کے سلجھا لینے کی قابلیت کے سبب۔ مغیرہؓ اوسان خطا نہ ہونے کی وجہ سے اور زیاد ہر چھوٹی بڑی بات میں۔ نیز قاضی بھی چار ہیں۔ عمرؓ۔ علیؓ۔ ابن مسعودؓ۔ زیدؓ بن ثابتؓ جابرؓ کا قول ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر قرآن و فقہ کا عالم اور طلحہؓ بن عبید اللہ سے بڑھ کر بغیر سوال کے عطا کرنے والا اور معاویہ سے بڑھ کر

علیم و عقیل اور عمرو بن العاصؓ سے بڑھ کر خالص دوست میں نے نہیں دیکھا۔ حضرت عقیل بن ابی طالب ایک روز امیر معاویہؓ کے پاس گئے۔ امیر معاویہؓ نے ان کو دیکھ کر ازراہِ خوش طبعی کہا کہ دیکھو یہ عقیل ہیں ان کے چچا ابولہب تھے۔ حضرت عقیلؓ نے فوراً جواب میں کہا کہ دیکھو یہ معاویہؓ ہیں ان کی پھوپھی حمالۃ الحطب تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کسی نے حضرت امیر معاویہؓ کی نسبت دریافت کیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ اُن کا حلم غصہ کے لئے تریاق تھا اور اُن کی سخاوت زبانوں پر قفل لگا دیتی تھی۔ اُن کو دلوں کا جوڑنا خوب آتا تھا اور یہی سبب اُن کے استحکامِ حکومت کا ہوا۔ ایک روز امیر معاویہؓ نے خود فرمایا کہ حضرت علیؓ کے مقابلے میں مجھ کو جو کامیابی حاصل ہوئی اُس کے چار سبب ہیں :۔

اوّل۔ یہ کہ میں اپنے راز کو مخفی رکھتا تھا اور حضرت علیؓ تمام باتیں لوگوں پر ظاہر کر دیتے تھے۔

دوم۔ یہ کہ میرے پاس فرماں دار فوج تھی اور علیؓ کے پاس نافرمان لوگ تھے۔

سوم۔ یہ کہ میں نے جنگ جمل میں مطلق حصہ نہیں لیا۔

چہارم۔ یہ کہ میں قریش میں مقبول تھا اور علیؓ سے لوگ ناراض تھے۔

حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کے اہم واقعات

حضرت امیر معاویہؓ تختِ خلافت پر متمکن ہوئے تو عالمِ اسلام میں عقائد و اعمال کے اعتبار سے تین قسم کے لوگ موجود تھے۔ پہلا گروہ شیعانِ علیؓ کا تھا۔ یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مستحقِ خلافت سمجھتے اور اب اُن کے بعد اُنھیں کی اولاد کو منصبِ خلافت کا حقدار مانتے تھے۔ یہ گروہ عراق و ایران وغیرہ میں زیادہ آباد تھا اور مصر میں بھی اس خیال کے لوگ بکثرت پائے جاتے تھے۔ مگر حضرت امام حسن علیہ السلام کے خلافت چھوڑ دینے اور امیر معاویہؓ کے ساتھ صلح کر لینے سے اس گروہ کی تعداد پہلے سے بہت کم ہو گئی تھی۔ دوسرا گروہ شیعانِ معاویہؓ یا شیعانِ بنو اُمیہ کا تھا۔ اس گروہ میں تمام ملکِ شام اور بنو کلب وغیرہ بعض حجازی قبائل بھی شامل تھے۔

یہ لوگ حضرت عثمان غنیؓ کے قتل کی وجہ سے امیر معاویہؓ اور بنو اُمیہ ہی کو مستحق

خلافت سمجھتے اور اُن کی امداد و اعانت کے لئے ہر طرح آمادہ تھے۔ تیسرا گروہ خوارج کا تھا
یہ لوگ شیعانِ علیؓ اور شیعانِ بنی اُمیہ دونوں کو گمراہ اور کافر یقین کرکے ان کے مقابلہ میں
ہر قسم کی قوت و شدت کام میں لاتے تھے انھیں میں منافق اور سازشی لوگ بھی جو متفقہ
طور پر عالمِ اسلامی کے دشمن تھے ملے جُلے رہتے تھے۔ ان خوارج کی تعداد زیادہ تر ملکِ عراق
یعنی بصرہ و کوفہ و ایران میں موجود تھی۔ ان تینوں گروہوں کے علاوہ ایک چوتھا گروہ بھی
ایسے لوگوں کا موجود تھا۔ جو ان تمام جھگڑوں اور ہنگاموں سے الگ تھلگ رہنا اور خاموشی
و گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنا چاہتے تھے۔ ان لوگوں میں اکثر جلیل القدر صحابہ شامل تھے
یہ لوگ زیادہ تر مدینۂ منورہ اور مکۂ معظمہ میں پائے جاتے اور حجاز کے دیہات یا اونٹوں کی
چراگاہوں میں زندگی بسر کرتے تھے امیر معاویہؓ کو خلیفہ ہوتے ہی سب سے پہلے خوارج کا
مقابلہ کرنا پڑا۔ جب ربیع الاول ۴۱ھ کے آخر عشرہ میں صلح نامہ تحریر ہوا اور کوفہ میں
حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعتِ عام ہوئی تو فردہ بن نوفل اشجعی خارجی پانچ سو خارجیوں
کی جمعیت لے کر علانیہ مخالفت پر آمادہ اور کوفہ سے نکل کر مقامِ نخلیہ میں جاکر خیمہ زن ہوا
امیر معاویہؓ نے ان لوگوں کے ساتھ زیادہ سختی و تشدد کو مناسب نہ سمجھ کر تدبیر سے
کام لیا۔ اہلِ کوفہ کو جمع کرکے نصیحت کی اور کہا کہ یہ لوگ تمھارے ہی بھائی بند ہیں۔ تم
ہی ان کو سمجھاؤ اور جنگ و مخالفت کے بد نتائج سے آگاہ کرو۔ قبیلۂ اشجع کے لوگوں پر یہ
اثر ہوا کہ وہ گئے اور فردہ بن نوفل اشجعی کو پکڑ کر باندھ لائے۔ خارجیوں نے عبداللہ بن ابی الحوساً
کو اپنا سردار بنا لیا اور صلح کی طرف قطعاً اپنا میلان ظاہر نہ کیا۔ آخر کوفیوں نے اُن کا مقابلہ
کیا اور عبداللہ لڑائی میں مارا گیا۔ اس کے بعد اُن کی تعداد صرف ڈیڑھ سو رہ گئی اور حوثرہ اسدی
کو انھوں نے اپنا سردار بنایا۔ ان بقیہ لوگوں کو بھی مصالحت کی دعوت دی گئی۔ لیکن انھوں
نے لڑ کر مر جانا پسند کیا اور مصالحت کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ آخر ابو حوثرہ اور اُس کے ہمراہی
لڑ کر مارے گئے۔ اور کچھ لوگ عراق و ایران کے مختلف شہروں میں چلے گئے۔ یہ پہلا مقابلہ
امیر معاویہؓ کو خلیفہ مقرر ہوتے ہی کوفہ میں پیش آیا اور ساتھ ہی خارجیوں کی اسی قسم کی
جمعیت کا حال معلوم ہوا کہ ہر شہر میں موجود اور تمام عراق میں پائی جاتی ہیں۔

عمال کا تقرر

حضرت امیر معاویہؓ نے مصر کی حکومت تو پہلے ہی حضرت عمرو بن العاصؓ
کو دے دی تھی۔ اب تمام عالمِ اسلام کے خلیفہ ہونے پر سعید بن

عاصؓ کو مکہ کا اور مروان بن حکم کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ سعید و مروان دونوں اُن کے رشتہ دار تھے۔ اس لئے مکہ و مدینہ میں اُنھوں نے ان دونوں کو مامور و مقرر فرمایا تاکہ عالمِ اسلامی کے ان دونوں مرکزی شہروں میں اُن کے خلاف کوئی گروہ پیدا اور کوئی سازش کامیاب نہ ہو سکے۔ وہ ہر سال حج کے لئے خود نہیں جاتے تھے۔ اس لئے انھیں دونوں میں سے کوئی ایک امیر حج بھی ہوتا تھا۔ اُن کو اس بات کا بھی خیال تھا کہ مکہ و مدینہ کی مرکزیت سے فائدہ اٹھا کر ان دونوں میں سے کوئی ایک اگر چاہے تو اُن کے خلاف طاقت و اثر پیدا کر سکتا ہے لہٰذا وہ ان دونوں کو ہر سال ایک دوسرے کی جگہ تبدیل کرتے رہتے تھے۔

کوفہ میں بیعت خلافت لینے کے بعد ہی حضرت امیر معاویہؓ نے مغیرہ بن شعبہؓ کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ اور سمجھایا کہ خوارج کے فتنے کو جس طرح ممکن ہو دُور کرو۔ باقی صوبوں اور ولایتوں کے حاکموں کے نام پروانے بھیجے اور اُن کو لکھا کہ لوگوں سے ہمارے نام پر بیعت لے لو اور اپنے آپ کو ہماری جانب سے منصوب و مامور سمجھو۔ فارس کی حکومت پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زیاد بن ابی سفیان کو مقرر و مامور کر رکھا تھا۔ زیاد شیعانِ علیؓ میں سے سمجھا جاتا تھا۔ زیاد کی عقل و دانائی تمام ملکِ عرب میں مشہور تھی۔ فارس کے صوبہ پر زیاد کی حکومت نہایت عمدگی سے قائم تھی۔ حضرت امیر معاویہؓ کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ اگر زیاد منحرف ہو کر حضرت علیؓ کی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ بنا کر اُس کی بیعت کر لے اور مجھ سے باغی ہو جائے تو بڑی مشکل پیش آئے گی اِس لئے اُنھوں نے زیاد کو قابو میں لانے کی تدبیر سب سے مقدم سمجھی۔

زیاد بن ابی سفیان

زیاد کی ماں سمیہ حارث بن کلات ثقفی کی لونڈی تھی۔ زیاد کے باپ کی نسبت لوگوں کو کچھ شبہ تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ سُمیہ کے ساتھ ابو سفیان نے زمانۂ جاہلیت میں نکاح کیا تھا اور ابو سفیان کے نُطفہ سے زیاد کی پیدائش ہوئی تھی۔ زیاد کی شکل و صورت بھی ابو سفیان سے بہت مشابہ تھی۔ لیکن ابو سفیان کے خاندان والے اور امیر معاویہؓ زیاد کو ابو سفیان کا بیٹا تسلیم نہ کرتے تھے۔ زیاد نے جب یہ سُنا کہ امیر معاویہؓ کو خلیفۂ وقت تسلیم کر لیا گیا تو اُنھوں نے بیعت کرنے اور امیر معاویہؓ کے خلیفہ تسلیم کرنے میں تامّل کیا۔ امیر معاویہؓ

نے اس موقع پر یہی مناسب سمجھا کہ مغیرہ بن شعبہؓ کو جو زیاد کے دوست بھی تھے۔ امان نامہ دے کر زیاد کے پاس بھیجیں اور اُن کو ابو سفیان کا بیٹا تسلیم کر کے اپنے خاندان اور نسب میں شامل کر لیں چنانچہ مغیرہ بن شعبہؓ امان نامہ لے کر زیاد کے پاس فارس گئے اور وہاں کے تمام حساب و کتاب اور خزانہ کی تصدیق کر کے زیاد کو اپنے ہمراہ امیر معاویہؓ کے پاس لے آئے۔ امیر معاویہؓ نے زیاد کی خوب آؤ بھگت کی اُن کو اپنا بھائی تسلیم کیا۔ تمام تحریروں میں اُن کا نام ابی سفیان لکھا جانے لگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ زیاد کو ابی سفیان کا بیٹا یقین کرتے تھے کیونکہ اُن کے سامنے ابی سفیان نے خود ایک موقع پر فاروق اعظمؓ کی مجلس میں تسلیم کیا تھا کہ زیاد میرا بیٹا ہے۔ اسی لئے انھوں نے زیاد کو فارس کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اب امیر معاویہؓ نے زیاد کی عزت اور مرتبہ بڑھا کر زیاد کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ اور اہلِ بصرہ کے دُرست کرنے اور درست رکھنے کی فرمائش کی۔ زیاد نے بصرہ میں پہنچ کر اہلِ بصرہ کو جامع مسجد میں مخاطب کر کے ایک نہایت زبردست تقریر کی۔ اہلِ بصرہ اس زمانے میں زیادہ ناہموار ہو گئے تھے اور چوریوں ڈکیتیوں اور بغاوتوں کا بہت زور تھا۔ زیاد نے بصرہ میں جاتے ہی مارشل لار جاری کر دیا اور حکم دیا کہ جو شخص رات کو اپنے گھر سے باہر راستے یا میدان میں دیکھا جائے گا وہ فوراً بلا سماعت عذر قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ اس حکم کی بڑی سختی سے تعمیل ہوئی اور چند روز کے بعد اہلِ بصرہ کے تمام بل نیکلے کی طرح نکل گئے۔

حضرت امیر معاویہؓ بصرہ میں زیاد کو اور کوفہ میں مغیرہؓ کو مقرر فرما کر عراق و فارس کی طرف سے بہت مطمئن ہو گئے تھے کیونکہ ایران کے تمام صوبے کوفے اور بصرے کے ماتحت تھے۔ زیاد کی حکومت امیر معاویہؓ نے براہِ راست فارس۔ جزیرہ اور سجستان تک وسیع کر دی تھی اور یہ تمام علاقے گورنر بصرہ کی حکومت میں شامل کر کے مشرقی فتنوں کا سدِ باب انھوں نے کر دیا تھا خوارج کے فتنے آئے دن عراق و فارس میں برپا ہوتے رہتے تھے لیکن زیاد و مغیرہؓ دونوں نے اِن فتنوں کو بڑی قابلیت اور ہمت کے ساتھ فرد کیا اور کوئی ایسی نازک حالت پیدا نہ ہونے دی جس سے امیر معاویہؓ کی پریشانیوں میں اضافہ ہو۔ زیاد نے اپنے متعلقہ علاقوں میں صرف سختی ہی سے کام نہیں لیا بلکہ جہاں کہیں نرمی اور محبت کی ضرورت ہوتی تھی وہاں نرمی اور رعایت سے بھی کام لیتے تھے۔ ایک مرتبہ اُن کو معلوم ہوا کہ ابوالخیر جو ایک بہادر اور عقلمند شخص ہے خوارج کا ہم خیال ہو گیا ہے۔ اُنھوں نے فوراً ابوالخیر کو بُلایا اور جندی سابور کا عامل

مقرر کر کے بھیج دیا اور اس طرح پیش آنے والے خطرہ کا نہایت عمدگی کے ساتھ سدِ باب ہو گیا ۔

مصر کے حاکم حضرت عمرو بن العاصؓ ۴۳ھ میں فوت ہوئے اُن کی جگہ حضرت امیر معاویہؓ نے ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرو کو مصر کا حاکم مقرر کیا۔ اسی سال کوفہ میں خوارج نے یہ دیکھ کر کہ مغیرہ بن شعبہ زیاد بن ابی سفیان کی طرح زیادہ سختی نہیں کرتے اور چشم پوشی سے بہت کام لیتے ہیں بغاوت کے لئے ایک سازش شروع کی۔ مغیرہ بن شعبہ کی جگہ اگر کوفہ میں زیاد بن ابی سفیان ہوتے تو خوارج کو اس سازش کی جُرأت نہ ہوتی زیاد بن ابی سفیان خوارج کی نبض کو خوب پہچانتے تھے۔ اور بصرہ والوں کو انھوں نے اچھی طرح سیدھا کر دیا تھا۔ مستورد بن علقمہ کی سرداری میں تین سو سے زیادہ خوارج یکم شوال ۴۳ھ کو عین عید الفطر کے روز کوفہ سے نکلے۔ مغیرہ نے اِن تین سو کی گرفتاری کے لئے تین ہزار کا لشکر بھیجا، مقابلہ ہوا اور تین سو خوارج نے تین ہزار کے لشکر کو شکست دی۔ اس کے بعد اور فوج بھیجی گئی۔ اُس کو بھی شکست ہوئی۔ بالآخر معقل بن قیس کی سرداری میں ایک زبردست لشکر مغیرہ نے روانہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ معقل بن قیس اور مستورد بن علقمہ دونوں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے اور خوارج کے پانچ آدمیوں کے سوا سب کے سب کھیت رہے۔ اس واقعہ کا یہ اثر ہوا کہ خوارج کی طرف سے مغیرہ بن شعبہ زیادہ چوکس رہنے لگے۔

قیصر روم کی طرف سے مُلک شام کی شمالی سرحدوں کو ہمیشہ خطرہ رہتا تھا۔ شام کے ساحل پر بحری حملوں کا بھی اندیشہ تھا۔ مصر و افریقہ پر بھی رومیوں کی بحری چڑھائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے مشرقی مسائل کی طرف سے مطمئن ہو کر رومی خطرہ کی طرف اپنی تمام تر ہمت صرف کی۔ بحری فوج تیار کی۔ بحری فوج کے سپاہیوں کی تنخواہیں زیادہ مقرر کیں تاکہ بحری فوج میں داخل ہونے کی لوگوں کو ترغیب ہو۔ تقریباً دو ہزار جنگی کشتیاں تیار کرائیں جنادہ بن اُمیہ کو بحری فوج کا سپہ سالار یا امیر البحر مقرر فرمایا۔ بری فوجوں کو پہلے سے زیادہ مضبوط کیا۔ انتظامی فوج کے علاوہ مصافی فوج اور جارحانہ پیش قدمی کرنے والی فوج کا جداگانہ انتظام کیا اس فوج کے دو حصے بنائے ایک کا نام شاتیہ یعنی سرمائی فوج رکھا دوسری کا نام صائفہ یعنی گرمائی لشکر تجویز کیا۔ گرمی و سردی دونوں موسموں میں بری فوج سرحدوں پر رومی لشکر کو ہٹانے اور دبانے میں مصروف رہنے لگی اُدھر بحری لشکر نے قبرص

روڈس وغیرہ جزیروں کو اپنا مستقر و مرکز بنا کر قیصر کے جہازوں کو بحر روم سے بے دخل کر کے
مصر و شام کے ساحلوں کو بحری حملے سے محفوظ کر دیا۔ ۴۳ھ میں سجستان کے ملحقہ علاقے
رخج وغیرہ فتح ہوئے اسی سال برقہ و سوڈان کی طرف اسلامی لشکر نے پیش قدمی کی اور
ان علاقوں میں حکومت اسلامیہ کا رقبہ بہت وسیع ہوا۔

قسطنطنیہ پر حملہ

۴۸ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے قیصر کی طاقتوں کا اندازہ کرنے کے بعد مناسب
سمجھا کہ اب قیصر کے دارالسلطنت قسطنطنیہ پر بحری حملہ کر کے قیصری رعب کو مٹا دیا جائے
اور آئندہ کے لئے عیسائیوں کے حوصلوں کو ایسا پست کیا جائے کہ وہ اسلامی حدود کی طرف
نظر بھر کر نہ دیکھ سکیں۔ انھوں نے قسطنطنیہ پر فوج کشی کرنے کا ارادہ مصمم فرما کر مکہ و مدینہ
میں بھی اعلان کرا دیا کہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا حملہ ہونے والا ہے۔ صحابہ کرام میں چوں کہ
آنحضرت صلعم کی یہ حدیث مشہور تھی اور سب کو معلوم تھا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ
"پہلا لشکر میری اُمت کا جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا وہ مغفرت یافتہ ہے"
لہٰذا صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ بن زبیرؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ
حسینؓ بن علیؓ۔ ابوایوب انصاریؓ وغیرہم وعدۂ مغفرت کے شوق میں آ آ کر شریک لشکر
ہوئے۔ ایک عظیم الشان لشکر مرتب ہوگیا۔ تو سفیان بن عوف کی سپہ سالاری میں قسطنطنیہ
کی جانب روانہ کیا۔ سفیان بن عوف کی ماتحتی میں اپنے بیٹے یزید کو بھی جو صائفہ فوج کا
افسر تھا۔ ایک حصہ فوج کا سپہ سالار بنا کر روانہ کیا۔ یہ لشکر بحری راستے سے روانہ ہوا اور
ایک حصہ بری راستے سے بھی قسطنطنیہ کی جانب روانہ کیا گیا۔ مسلمانوں نے قسطنطنیہ
کا محاصرہ کیا۔ چونکہ فصیل شہر مضبوط اور شہر کا محلِ وقوع قدرتی طور پر بے حد محفوظ تھا۔
لہٰذا یہ محاصرہ اور مسلمانوں کا حملہ کامیاب نہ ہوسکا۔ بعض بڑے بڑے جاں باز شیر مرد اسلامی
لشکر کے شہید ہوئے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ نے اثنا محاصرہ ہی میں وفات پائی اور
فصیلِ شہر کے نیچے دفن کئے گئے۔ سردی کی شدت اور قدرتی موانع کے سبب مسلمان قسطنطنیہ
کو فتح کئے بغیر واپس چلے آئے۔ بظاہر یہ حملہ ناکام ثابت ہوا کیونکہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا قبضہ
نہ ہوسکا۔ لیکن نتائج کے اعتبار سے مسلمانوں کو بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی یعنی

قیصر اور قیصری لشکر نے مسلمانوں کے واپس چلے جانے کو بہت ہی غنیمت سمجھا۔ اور اس کے بعد قیصر کی طرف سے کسی حملہ آوری کا خطرہ بالکل دور ہو گیا۔ وہ تمام علاقے جو اب تک مسلمانوں اور عیسائیوں کے متنازعہ فیہ چلے آتے تھے۔ مستقل طور پر مسلمانوں کے قبضہ و تصرف میں آ گئے۔

۵۰ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے عقبہ بن نافع کو مصر و برقہ و سوڈان کا سپہ سالار بنا کر بھیجا اور بعد میں دس ہزار کا لشکر اُن کے پاس بھیج کر حکم دیا کہ مغرب کی جانب براعظم افریقہ کو فتح کرتے ہوئے چلے جائیں۔ بربری لوگوں کی اب تک یہ حالت رہی تھی کہ جب کبھی اسلامی لشکر اُن کے علاقے میں پہنچتا وہ مسلمانوں کے فرماں بردار بن جاتے جب مسلمانوں کو غافل اور دوسری طرف مصروف دیکھتے، باغی ہو کر اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیتے۔ عقبہ بن نافع نے مصر و برقہ سے گذر کر مغرب الادنیٰ یعنی ٹیونس و طرابلس پر حملہ کیا اور اس تمام علاقہ کو فتح کرنے کے بعد مغرب الاوسط یعنی تلمسان والجزائر (الجیریا) کی طرف بڑھے۔ اسی سال مکران و بلوچستان کے عامل عبداللہ بن سوار نے سندھیوں کی تادیب کے لئے سندھ پر حملہ کیا اور سندھیوں نے جو پہلے سے جنگ کی تیاری کئے ہوئے تھے مقام کیکان میں جم کر مقابلہ کیا۔ عبداللہ بن سوار میدان جنگ میں شہید ہوتے اُن کے بعد مہلب بن ابی صفرہ نے سندھ پر انتقاماً چڑھائی کی اور سندھ کا ایک بڑا حصہ فتح کیا۔

یزید کی ولیعہدی

اسی سال یعنی ۵۰ھ میں مغیرہ بن شعبہ کوفہ سے دمشق گئے اور انھوں نے حضرت امیر معاویہؓ سے کہا کہ میں نے حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا واقعہ مدینہ میں دیکھا ہے۔ اور تمام نظارے میری آنکھوں میں گھوم رہے ہیں کہ خلافت کے متعلق مسلمانوں میں کیسی کیسی ہنگامہ آرائیاں ہوئی ہیں۔ پس میرے نزدیک مناسب یہ ہے۔ کہ آپ اپنے بیٹے یزید کو اپنے بعد خلیفہ نامزد فرما دیں۔ اسی میں مسلمانوں کی بہتری اور رفاہیت ہے۔ امیر معاویہؓ کو اب تک اس کا خیال بھی نہ گذرا تھا کہ اپنے بیٹے کو خلیفہ بنانے کی تمنا کریں۔ مغیرہ بن شعبہ سے یہ الفاظ سُن کر پہلی مرتبہ اُن کی توجہ اس طرف مائل ہوئی۔ انھوں نے مغیرہ سے کہا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ لوگ میرے بعد میرے بیٹے کی خلافت کے لئے بیعت کر لیں؟

مغیرہ نے کہا کہ یہ بات بڑی آسانی سے ممکن ہے۔ کوفہ والوں کو میں آمادہ کرلوں گا بصرہ والوں کو زیاد بن ابی سفیان مجبور کردیں گے۔ مکہ و مدینہ میں مروان بن حکم اور سعید بن عاص لوگوں کو ہموار کرسکیں گے۔ ملکِ شام میں کسی قسم کی مخالفت کا امکان ہی نہیں یہ سُن کر امیر معاویہؓ نے مغیرہ کو کوفہ کی جانب واپس بھیجا کہ وہاں جاکر اس کام کو انجام دو۔ اسی واقعہ کو ایک دوسری روایت میں اس طرح لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے مغیرہ بن شعبہ حاکمِ کوفہ کو لکھا کہ تم میرا یہ خط پڑھتے ہی اپنے آپ کو معزول سمجھو مگر جب یہ خط مغیرہ کے پاس پہنچا تو اُنھوں نے اس کی تعمیل میں دیر کی۔ جب وہ امیر معاویہؓ کے پاس گئے تو اُنھوں نے تعمیلِ حکم میں دیر کرنے کی وجہ دریافت کی۔ مغیرہ نے کہا کہ دیر کی وجہ یہ تھی کہ میں ایک خاص کام کی تیاری میں مصروف تھا۔ امیر معاویہؓ نے پوچھا کہ وہ کیا کام تھا۔ مغیرہ نے کہا کہ میں لوگوں سے تمھارے بیٹے یزید کی آئندہ خلافت کے لئے بیعت لے رہا تھا۔ امیر معاویہؓ یہ سُن کر خوش ہوگئے اور انھوں نے مغیرہ کو پھر بحال کرکے کوفہ کی جانب روانہ کردیا۔ جب دمشق سے کوفہ میں واپس آئے تو کوفہ والوں نے پوچھا کہ کہئے کیا گذری؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ میں معاویہؓ کو ایک ایسی دلدل میں پھنسا آیا ہوں کہ وہ اُس سے قیامت تک نہیں نکل سکتا بہر حال اس میں شک نہیں کہ امیر معاویہؓ کو مغیرہ بن شعبہ ہی نے ایک ایسے کام پر آمادہ کیا جس سے آئندہ مسلمانوں میں باپ کے بعد بیٹا بادشاہ ہونے لگا۔ اور مشورہ و انتخاب کا دستور جاتا رہا۔ یزید امیر معاویہؓ کا بیٹا تھا۔ باپ کو بیٹے کے ساتھ محبت ہونا اور باپ کا بیٹے کی حکومت و عزت بڑھانے کے لئے کوشش کرنا ایک فطری تقاضا ہے۔ اس لئے امیر معاویہؓ کچھ نہ کچھ معذور بھی سمجھے جا سکتے ہیں۔ لیکن مغیرہ بن شعبہ کی طرف سے کوئی معذرت پیش نہیں ہوسکتی۔

مغیرہ نے کوفہ میں آکر وہاں کے شرفا و روسا۔ کو بُلا کر اس بات پر آمادہ کیا کہ یزید کی ولی عہدی پر رضامند ہوجائیں۔ جب کوفہ کے بااثر لوگ اس بات پر رضامند ہوگئے اور انھوں نے اس بات کو تسلیم کرلیا کہ آئندہ مسلمانوں کو فتنہ و فساد اور خوں ریزی سے اسی طرح نجات مل سکتی ہے کہ امیر المومنین اپنے بیٹے کو اپنا ولی عہد نامزد فرمادیں تو مغیرہ نے اپنے بیٹے موسٰی کے ہمراہ اکابر کوفہ کا ایک وفد امیر معاویہؓ کے پاس روانہ کیا۔ ان لوگوں نے دمشق میں حاضر ہوکر امیر معاویہؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم اس رائے کو پسند کرتے ہیں کہ یزید کی ولی عہدی

کے لئے بیعت لے لی جائے۔ اس وفد کے آنے سے امیر معاویہؓ کے ارادے اور خواہش میں جو مغیرہ پیدا کر گئے تھے اور بھی قوت پیدا ہو گئی۔ انھوں نے وفدِ مذکور کو عزت کے ساتھ رخصت کیا اور کہا کہ جب وقت آئے گا تو تم لوگوں سے بیعت لے لی جائے گی۔ امیر معاویہؓ بہت دور اندیش اور احتیاط کو کام میں لانے والے شخص تھے۔ وہ یہ اندازہ کرنا چاہتے تھے کہ عالمِ اسلام کی کثرت آرا ان کی خواہش کے موافق ہے یا نہیں۔ اب انھوں نے ایک طرف مروان بن حکم والیٔ مدینہ کو دوسری طرف زیاد بن ابی سفیان والیٔ بصرہ کو لکھا کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں مجھ کو خوف ہے کہ میرے بعد مسلمانوں میں خلافت کے لئے فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں کسی شخص کو نامزد کر دوں کہ وہ میرے بعد خلیفہ ہو۔ بوڑھے لوگوں میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا نوجوانوں میں میرا بیٹا یزید سب سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔ تم کو چاہیئے کہ لوگوں سے احتیاط کے ساتھ اس معاملہ میں مشورہ کرو۔ اور ان کو یزید کی آئندہ خلافت کے لئے بیعت کرنے پر آمادہ کرو۔ زیاد بن ابی سفیان والیٔ بصرہ کے پاس خط پہنچا تو انھوں نے بصرہ کے ایک رئیس عبید بن کعب نمیری کو بلا کر امیر معاویہؓ کا خط دکھایا اور کہا کہ میرے نزدیک امیر المومنینؓ نے اس معاملہ میں عجلت سے کام لیا ہے اور اچھی طرح غور نہیں فرمایا کیونکہ یزید ایک لہو و لعب میں مصروف رہنے والا نوجوان ہے۔ لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ سیر و شکار میں بہت مشغول رہتا ہے۔ وہ ضرور اس کی بیعت میں پس و پیش کریں گے۔ عبید بن کعب نے کہا کہ آپ کو امیر المومنینؓ کی رائے کے خلاف اظہار رائے کی ضرورت نہیں آپ مجھ کو دمشق بھیج دیجئے۔ میں یزید سے جا کر ملوں گا۔ اور اس کو سمجھاؤں گا کہ تم اپنی حالت میں اصلاح پیدا کرو تاکہ تمھاری بیعت میں کوئی دقت اور رکاوٹ پیدا نہ ہو یقین ہے کہ یزید ضرور اس نصیحت کو مان لے گا۔ جب اس کی حالت میں خوش گوار تبدیلی پیدا ہو گی تو پھر لوگوں کو بھی بیعت میں کوئی تامل نہ ہوگا اور امیر المومنینؓ کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ زیاد نے اس رائے کو پسند کر کے فوراً عبید کو دمشق کی جانب روانہ کر دیا۔ عبید نے یزید کو تمام نشیب و فراز سمجھائے اور یزید نے اپنی حالت میں نمایاں تبدیلی پیدا کر کے لوگوں کی زبانوں کو بند کیا۔

مدینہ منورہ میں جب مروان کے پاس یہ خط پہنچا تو اس نے شرفائے مدینہ کو جمع کر کے اول صرف اس قدر سنایا کہ امیر المومنین کا ارادہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں مسلمانوں کو فتنہ و فساد سے محفوظ رکھنے کے لئے کسی شخص کو اپنے بعد خلافت کے لئے نامزد فرما دیں۔ یہ سن کر سب نے

کہا کہ یہ رائے بہت پسندیدہ ہے ہم سب اس کے مؤید ہیں۔ چند روز کے بعد مروان بن حکم نے پھر لوگوں کو جمع کیا اور سنایا کہ دمشق سے امیر المومنینؓ کا دوسرا خط آیا ہے انھوں نے لکھا ہے کہ ہم نے مسلمانوں کی بہتری کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یزید کو ولی عہدی کے لئے منتخب کیا ہے یہ سُن کر عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ بن زبیرؓ اور حسین بن علیؓ نے سخت مخالفت کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ انتخاب مسلمانوں کی بہتری کے لئے نہیں بلکہ بربادی کے لئے کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس طرح تو خلافتِ اسلامیہ قیصر و کسریٰ کی سلطنت سے مشابہ ہو جائے گی کہ باپ کے بعد بیٹا تخت نشین ہوا کرے۔ یہ انتخاب منشائے اسلام کے مخالف ہے۔

اس جگہ جملۂ معترضہ کے طور پر اس طرف توجہ دلاتی ضروری ہے کہ جب مدینۂ منورہ میں مروان بن حکم نے امیر معاویہؓ کے منشاء کا اعلان کیا ہے تو حضرت امام حسنؓ کے انتقال کو چند ہی مہینے گذرے تھے۔ لوگوں کو عام طور پر اس بات کا بھی علم تھا کہ امام حسنؓ سے مصالحت کرتے وقت عبداللہ بن عامر کی کوشش کے موافق امیر معاویہؓ معاہدہ صلح میں اس اقرار کو اپنی طرف سے درج کرانے پر آمادہ تھے کہ اُن کے بعد امام حسنؓ خلیفہ بنائے جائیں لیکن حضرت امام حسنؓ نے یہ بات صلح نامہ میں درج نہیں کرائی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اگرچہ امام حسن علیہ السّلام کی آئندہ خلافت کا کوئی تذکرہ عہد نامہ میں نہیں ہوا مگر عالم اسلام حضرت امام حسنؓ کی خلافت پر متفق ہو جائے گا۔ مروان بن حکم نے مدینہ میں جب پہلی مرتبہ امیر معاویہؓ کے خط کا مضمون سنایا تو اکثر کا خیال اسی طرف گیا کہ امام حسنؓ کی وفات کے سبب حضرت امیر معاویہؓ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ کسی کو خلافت کے لئے نامزد کریں کیونکہ جب تک امام حسنؓ زندہ تھے اُس وقت تک وہ امام حسنؓ ہی کو نامزد شدہ آئندہ خلیفہ سمجھتے تھے۔ اس تصور میں ایک طرف حضرت امیر معاویہؓ کی پاک طینتی و انصاف پسندی مضمر تھی تو دوسری طرف اُن لوگوں کے دلوں میں جو اپنے آپ کو تختِ خلافت کا مستحق سمجھتے تھے اُمید کی جھلک پیدا ہو گئی تھی۔ مروان نے جب دوسری مرتبہ یزید کی نسبت اعلان کیا تو وہ دونوں باتیں جو پہلے اعلان سے پیدا ہوئی تھیں یک لخت منہدم ہو گئیں۔ اور حسن علیہ السّلام کی وفات کے بعد ہی اس کارروائی کے متعلق قسم قسم کے شبہات پیدا ہونے لگے۔ بعض لوگوں نے تو یہاں تک مضمون آفرینی کی کہ حضرت امیر معاویہؓ ہی نے حضرت امام حسن علیہ السّلام کو زہر دلوایا تھا۔ یزید کی ولی عہدی کے ابتدائی اعلان سے پیشتر کسی قسم کا وہم و گمان بھی اس طرف منتقل نہیں ہوا تھا

کہ امام حسنؓ کی وفات اور امیر معاویہؓ کی خواہش و کوشش میں کوئی تعلق ہے یا نہیں۔ اس جگہ قارئین کرام کو اس طرف توجہ دلانی مناسب ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کا دامن زہر خورانی امام حسنؓ سے قطعاً پاک ہے اور مغیرہ بن شعبہؓ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کو یزید کی ولی عہدی کے متعلق توجہ دلائی تھی خود اُن کو تو پہلے سے کوئی خیال ہی نہ تھا۔

مغیرہ بن شعبہؓ جس طرح یزید کی ولی عہدی میں محرک تھے۔ اسی طرح وہ اس کام کے سرانجام دلانے کے مہتمم اور سب سے زیادہ کوشش کرنے والے بھی تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ اہلِ مدینہ اور اہلِ حجاز کی مخالفت کا حال مروان بن حکم کے خط سے معلوم کرنے کے بعد کچھ خاموش تھے اور سوچ رہے تھے۔ کہ اہلِ مدینہ کو کس طرح رضامند کیا جائے کہ اتنے میں خبر پہنچی کہ کوفہ میں مغیرہ بن شعبہ نے وفات پائی۔ یہ ۵۱ھ کا واقعہ ہے۔ مغیرہ بن شعبہ کی خبر وفات سُن کر اُنھوں نے زیاد بن ابی سفیان کو کوفہ کی حکومت بھی سپرد کر دی اور زیاد حاکم عراقین کہلائے۔

زیاد بن ابی سفیان کوفہ میں

زیاد بن ابی سفیان کو بصرہ و کوفہ دونوں جگہ کی حکومت سپرد کرنے میں یہ بھی مصلحت تھی کہ جس طرح وہ تمام اہلِ عراق کو بیعت یزید پر آمادہ کرنے کی خدمت انجام دے سکتے تھے کوئی دوسرا اس کام کو بہ حسن و خوبی پورا نہیں کر سکتا تھا۔ مغیرہ بن شعبہؓ کے مزاج میں کسی قدر نرمی اور درگذر بھی تھی لیکن زیاد بن ابی سفیان عراقیوں کے مزاج سے خوب واقف تھے وہ جانتے تھے کہ جب تک اِن کے ساتھ سختی نہ برتی جائے۔ یہ راہ راست پر قائم نہیں رہ سکتے اسی لیے اُن کی حکومت کا زمانہ بہت کامیاب رہا اور وہ سب سے پہلے شخص ہیں جو کوفہ و بصرہ دونوں کے حاکم مقرر ہوئے اور بعد میں تمام ایران و خراسان بھی ترکستان تک اُن کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ زیاد بن ابی سفیان نے بصرہ میں سمرہ بن جندب کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اور خود کوفہ کو دو ہزار آدمی لے کر روانہ ہوئے۔ کوفہ کی جامع مسجد میں جا کر جب پہلی مرتبہ اُنھوں نے خطبہ سُنانا شروع کیا تو اہلِ کوفہ نے جو اپنے حاکموں کی تحقیر اور حکومتِ وقت کی خلاف ورزی کے عادی تھے۔ اُن کے ساتھ بھی تمسخرانہ برتاؤ شروع کیا یعنی چاروں طرف

سے اُن کی جانب سنگریزے آنے لگے۔ زیاد نے فوراً خطبہ بند کر کے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ مسجد کا محاصرہ کر کے کسی شخص کو باہر نہ نکلنے دیں پھر مسجد کے دروازے پر کرسی بچھا کر بیٹھ گئے اور چار چار شخصوں کو بُلا کر قسمیں لینے لگے کہ انھوں نے سنگریزے پھینکے ہیں یا نہیں۔ کُل تیس آدمی ایسے نکلے جنھوں نے سنگریزے پھینکے تھے باقیوں کو چھوڑ کر ان تیس کے ہاتھ کٹوا دیئے۔ اسی طرح اور بعض سخت سزائیں اہلِ کوفہ کو ان کی غلطیوں پر دی گئیں تو چند روز میں وہ بالکل سیدھے ہو گئے۔ زیاد چھ مہینے کوفے میں اور چھ مہینے بصرے میں رہنے لگے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے عُمّال کے نام ایک حکمِ عام جاری کیا کہ لوگوں سے یزید کی خوبیاں بیان کرو۔ اور اپنے اپنے علاقوں کے با اثر لوگوں کا ایک ایک وفد میرے پاس بھیجو کہ میں بیعتِ یزید کی نسبت لوگوں سے خود بھی گفتگو کروں۔ چنانچہ ہر صوبہ سے ایک ایک وفد دمشق میں آیا۔ امیر معاویہؓ نے ان سے الگ الگ بھی گفتگو کی۔ پھر ایک مجلس ترتیب دے کر سب کو اس میں جمع کیا اور کھڑے ہو کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں حمد و ثنا کے بعد اسلام کی خوبیاں۔ خلفاء کے فرائض و حقوق حکام کی اطاعت اور عوام کے فرائض بیان فرما کر یزید کی شجاعت، سخاوت، عقل و تدبر اور انتظامی قابلیت کا ذکر کر کے اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ یزید کی ولی عہدی پر بیعت کر لینی چاہیئے۔ ان وفود میں مدینے سے محمد بن عمرو بن حزم گئے تھے۔ انھوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ امیر المومنین! آپ یزید کو خلیفہ تو بنائے جاتے ہیں لیکن ذرا اس بات پر بھی غور فرما لیں کہ قیامت کے دن آپ کو اپنے اس فعل کا خدائے تعالیٰ کی جناب میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔ امیر معاویہؓ نے سُن کر فرمایا کہ میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے اپنی رائے کے موافق میری خیر خواہی کی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس وقت لڑکے ہی لڑکے رہ گئے ہیں۔ اور میرا بیٹا اُن میں زیادہ مستحق ہے۔ اس کے بعد ضحاک بن قیس کھڑے ہوئے اُنھوں نے اپنی زبردست تقریر میں حضرت امیر معاویہؓ کے خیال کی خوب زور شور سے تائید کی اُن کے بعد اور لوگ یکے بعد دیگرے کھڑے ہوئے اور سب نے تائید ہی کی۔ مصر سے احنف بن قیس گئے تھے اور وہ خاموش تھے۔ جب سب کی تقریریں ہو چکیں تو امیر معاویہؓ نے احنف بن قیس کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ آپ کیوں خاموش ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر جھوٹ بولوں تو خدا سے ڈر لگتا ہے۔ اور سچ بولوں تو آپ کا خوف ہے۔ آپ ہم سے اس معاملہ میں مشورہ کیوں لیتے ہیں۔ آپ ہم سے زیادہ یزید کی حالت کے واقف ہیں آپ کی ذمہ داری پر ہم بیعت

کرنے کو تیار ہیں حضرت امیر معاویہؓ نے احنف بن قیس کے ان الفاظ کو بھی بہت غنیمت سمجھا اور بعد میں اُن کو بھاری انعام دے کر خوش کیا۔ اسی طرح باہر سے آئے ہوئے وفود کو خوب انعام واکرام سے مالا مال وخوش حال کر کے واپس بھیجا۔ امیر معاویہؓ کو سب سے زیادہ حجاز یعنی مکہ و مدینہ کے لوگوں کا خیال تھا اور وہیں ایسے لوگ موجود تھے جو جرأت کے ساتھ اظہار مخالفت کر سکتے تھے۔ اُنھوں نے ۵۱ھ کے آخر ایام میں حج بیت اللہ کا ارادہ کیا مصلحت اس میں یہ بھی تھی کہ وہ اہلِ حجاز کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب ہوں۔ چنانچہ وہ اول مدینہ منورہ پہنچے۔ اُن کی آمد کی خبر سن کر عبداللہ بن زبیرؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ اور حسین علیہ السلام مدینہ سے مکہ کو چلے گئے۔ اُنھوں نے مدینہ میں پہنچ کر لوگوں کو خوب انعام واکرام دیئے۔ اور اُن کے دلوں پر قبضہ پاکر اپنا ہم خیال بنایا اور مروان بن حکم کو سمجھایا کہ مدینہ والوں کے روزینے بڑھادو۔ ان کو قرض کی ضرورت ہو تو بلا دریغ بیت المال سے قرض دو اور قرض کی وصولی کا تقاضا نہ کرو جس سے مخالفت کا زیادہ اندیشہ ہو۔ اس طرح ان کو زیر بار احسان بناؤ۔ اس کے بعد مکہ کی طرف روانہ ہوئے وہاں مذکورہ بالا چاروں حضرات کو اپنے پاس بلایا اور یزید کی بیعت کے معاملہ میں گفتگو کی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ میں صرف اس قدر اقرار کرسکتا ہوں کہ تمھارے بعد جس شخص کی خلافت پر لوگ متفق ہو جائیں گے میں اس کو خلیفہ تسلیم کرلوں گا۔ اگر ایک حبشی غلام کو بھی لوگ خلیفہ بنالیں گے تو میں اس کی بھی اطاعت کروں گا اور جماعت کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ ہم آپ کے سامنے چند باتیں پیش کرتے ہیں۔ آپ ان میں سے جس کو چاہیں اختیار فرمالیں۔ اوّل یہ کہ آپ آنحضرت صلعم کی سنّت پر عمل کریں اور خلافت کے معاملہ کو ویسے ہی بلا نامزدگی مسلمانوں کے انتخاب پر چھوڑ جائیں کہ وہ جس کو چاہیں خلیفہ بنالیں اور اگر آپ کو یہ پسند نہیں ہے تو سنّتِ صدیقی پر عمل کریں کہ ایسے شخص کو اپنا قائم مقام مقرر فرما جائیں جو نہ آپ کی قوم کا ہو نہ خاندان کا۔ یہ بھی پسند نہ ہو تو پھر آپ سنّتِ فاروقی پر عامل ہوں کہ ایسے چھ شخصوں کو نامزد کر جائیں۔ جو نہ آپ کے خاندان و قبیلے کے ہوں، نہ اُن میں آپ کا بیٹا ہو۔ وہ چھ شخص اپنے آپ میں سے جس کو چاہیں خلیفہ منتخب کرلیں۔ ان تینوں صورتوں کے سوا اور کوئی چوتھی صورت نہیں جس پر ہم رضامند ہوسکیں۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی اِن باتوں کی تائید باقی صاحبوں نے بھی کی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حج سے فارغ ہوکر مذکورہ حضرات کے سوا باقی تمام اہلِ مکہ سے یزید کی ولی عہدی

کے متعلق بیعت لی اور لوگوں کو اپنی جود و عطا سے مالا مال کیا۔ اس میں شک نہیں کہ لوگوں کو یزید کے معاملے میں اپنا ہم خیال و ہم نوا بنانے کے لئے حضرت امیر معاویہؓ نے مال و دولت سے زیادہ کام لیا اور ممکن ہے کہ وہ یزید کی نامزدگی و ولی عہدی کو حقیقتاً عالمِ اسلام کے لئے زیادہ مفید اور مسلمانوں کی فلاح و صلاح کا موجب یقین کرتے ہوں اور اس کے مضر پہلو قطعاً اُن کی نگاہ کے سامنے نہ آئے ہوں حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر وہ واپس دمشق میں آئے تو خبر سُنی کہ کوفہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری فوت ہو گئے۔ امیر معاویہؓ نے زیاد کو بصرہ و کوفہ کا حاکم تو پہلے ہی بنا دیا تھا۔ اور سجستان تک کا علاقہ اُن کے ماتحت تھا۔ اب اُنھوں نے مناسب سمجھا کہ سندھ و کابل و بلخ و جیحون و ترکستان تک کے تمام مشرقی ممالک زیاد کے ماتحت مقرر کر دیئے جائیں۔ چنانچہ زیاد کا مرتبہ اب اس قدر بلند ہو گیا کہ وہ خود فارس و خراسان وغیرہ صوبوں کے گورنر اپنے اختیار سے مقرر کرتے اور جس کو چاہتے معزول کر دیتے۔ زیاد نے ان تمام مشرقی ممالک کا انتظام بڑی قابلیت اور خوبی کے ساتھ قائم رکھا اور خوارج کو کبھی سر اُبھارنے کا موقع نہیں دیا۔ امیر معاویہؓ کو زیاد کی وجہ سے بہت بڑی امداد ملی اور ایسے لائق اور قابل شخص کا ہاتھ آ جانا اُن کی خوش قسمتی تھی۔ اگر زیاد ان مشرقی ممالک میں امن و امان قائم نہ رکھ سکتے تو خوارج کے خروج اور منافقوں کے فتنے برپا ہو ہو کر امیر معاویہؓ کو اتنا ہوش ہی نہ لینے دیتے کہ وہ یزید کی بیعت کے اہتمام و انصرام میں اطمینان سے مصروف ہو سکتے۔ اُدھر مشرقی ممالک کے ہنگاموں کا مغربی ممالک پر کبھی بہت بُرا اثر پڑتا اور قیصری حملوں سے کبھی حضرت امیر معاویہؓ کو اطمینان و سکون حاصل نہ ہوتا۔

مصر و افریقہ وغیرہ کا حاکم حضرت امیر معاویہؓ نے مسلمہ بن مخلد کو عبد اللہ بن عمرو کے بعد مقرر فرمایا تھا عقبہ بن نافع فہری جو طرابلس الغرب اور الجیریا و مراکو کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔ اور جن کو حضرت امیر معاویہؓ نے خود اس مہم پر نامزد و مامور فرما کر روانہ کیا تھا۔ اب مسلمہ بن مخلد گورنر مصر کے ماتحت کر دیئے گئے تھے۔ مدینہ میں مروان بن حکم اور مکہ میں سعید بن العاص حاکم تھے۔ شام و فلسطین براہ راست حضرت امیر معاویہؓ کے زیرِ انتظام تھے۔ اُدھر عقبہ بن نافع فہری نے شمالی افریقہ کی ضرورتوں کو مدِنظر رکھ کر شہر قیروان کی آبادی کا سنگِ بنیاد ایک جنگل کو صاف کر کے رکھا۔ افریقہ کے لئے قیروان کی فوجی چھاؤنی ایسی ہی ضروری تھی جیسی عراق کے لئے بصرہ و کوفہ۔ ۵۵ھ میں قیروان کی آبادی پایۂ تکمیل کو پہنچی تھی کہ مسلمہ بن مخلد نے عقبہ بن نافع کو معزول

کر کے اُن کی جگہ اپنے ایک غلام ابوالمہاجر کو سپہ سالار مقرر کر دیا۔ عقبہ بن نافع دمشق میں حضرت امیر معاویہؓ کے پاس چلے آئے۔ مروان وسعید وعقبہ وغیرہ کئی صاحب الرائے اور صاحبِ عزم وہمت سرداروں کے دمشق میں موجود ہو جانے اور زیاد بن ابی سفیان کے اکثر بلادِ اسلامیہ پر مستولی ہو جانے کے بعد ۵۶ھ میں یزید کی ولی عہدی کے لئے تمام عالمِ اسلام میں عاملوں کی معرفت بیعتِ عام لی گئی۔ صرف تین چار شخص یعنی عبداللہ بن زبیرؓ وحسینؓ بن علیؓ وغیرہ نے بیعت نہیں کی۔ ان لوگوں کو حضرت امیر معاویہؓ نے اُن کے حال پر چھوڑ دیا اور زیادہ مجبور کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

زیاد بن ابی سفیان کی موت

۵۳ھ میں زیاد بن ابی سفیان مرضِ طاعون سے فوت ہوئے اور حضرت امیر معاویہؓ کو اُن کے فوت ہونے کا سخت ملال ہوا۔ زیاد نے امیر معاویہؓ سے فرمائش کی تھی کہ مجھ کو عراق وفارس کے علاوہ حجاز وعرب کی حکومت سپرد کی جائے۔ امیر معاویہؓ نے اس فرمائش اور خواہش کو منظور کر لیا تھا۔ لیکن اہلِ حجاز اس خبر کو سُن کر خائف ہوئے اور عبداللہ بن عمرؓ کے پاس گئے کہ زیاد کی حکومت سے کس طرح محفوظ رہیں اُنھوں نے قبلہ رُو ہو کر دعا کی سب نے آمین کہی اس دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ زیاد کی اُنگلی میں ایک دانہ نکلا اور اُسی میں وہ فوت ہوئے زیاد نے کوفہ کے اندر ماہ رمضان المبارک میں وفات پائی۔ زیاد نے کوفہ کی حکومت اپنی طرف سے عبداللہ بن خالد بن اسید کو سپرد کر رکھی تھی۔ زیاد کی وفات کے بعد اُن کا بیٹا عبیداللہ بن زیاد کی عمر پچیس سال کی تھی امیر معاویہؓ نے کہا کہ تمھارے باپ نے کس کس کو کہاں کہاں کی حکومت عطا کی۔ عبیداللہ نے کہا کہ بصرہ کی حکومت سمرہ بن جندب کو اور کوفہ کی حکومت عبیداللہ بن خالد بن اسید کو۔ امیر معاویہؓ نے کہا تمھیں کہاں کی حکومت دی تھی۔ عبیداللہ نے کہا مجھ کو کہیں کی حکومت سپرد نہیں کی۔ معاویہؓ نے فرمایا کہ جب تمھارے باپ نے تم کو کہیں کی حکومت نہیں دی تو پھر میں بھی تم کو کہیں کا حاکم مقرر نہ کروں گا۔ عبیداللہ نے کہا کہ میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت وبدنامی ہوگی کہ میرے باپ نے بھی مجھ کو کہیں کا حاکم مقرر نہیں فرمایا اور اب آپ میرے چچا ہیں آپ بھی مجھ کو کوئی سرداری عطا نہیں فرماتے۔ امیر معاویہؓ نے کچھ سوچ کر اور عبیداللہ کو قابل پا کر بصرہ وخراسان وفارس کا اعلیٰ حاکم مقرر فرما دیا سعید بن

عثمان بن عفانؓ نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت کرلی تھی۔ جب اُن کو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن زبیرؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ حسین بن علیؓ وغیرہ نے بیعت نہیں کی تو اُنھوں نے کہا کہ میرا باپ ان لوگوں کے باپ سے کم نہ تھا۔ میں نے ناحق یزید کے لئے بیعت کی پھر اُنھوں نے امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میرے باپ نے آپ کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی تھی۔ آپ بتائیے کہ آپ نے مجھ پر کیا احسان کیا۔ امیر معاویہؓ نے خراسان کا صوبہ عبیداللہ بن زیاد سے نکال کر سعید بن عثمانؓ کو دے دیا اور مہلب بن ابی صفرہ کو سعید کا کمکی اور سپہ سالار مقرر کیا۔ زیاد کے بعد اُنھوں نے مروان و سعید کو پھر مدینہ و مکہ کی حکومت پر بھیج دیا۔

زیاد بن ابی سفیان کے فوت ہوتے ہی خارجیوں نے پھر سر اُبھارا اور عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ کا حاکم مقرر ہوتے ہی اوّل خارجیوں سے معرکہ آرا ہونا پڑا۔ خارجیوں کی جماعتوں نے متواتر خروج شروع کردیا اور امیر معاویہؓ کی وفات تک عبیداللہ بن زیاد خارجیوں کی سرکوبی میں مصروف رہا۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی وفات

۵۸ھ میں حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ فوت ہوکر جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ آپ مروان کی مخالفت کیا کرتی تھیں کیونکہ اُس کے اعمال اچھے نہ تھے۔ مروان نے ایک روز دھوکے سے دعوت کے بہانے بُلا کر ایک گڑھے میں جس میں ننگی تلواریں اور خنجر وغیرہ رکھ دیئے تھے آپ کو گرادیا آپ بہت ضعیف اور بوڑھی تھیں زخمی ہوئیں اور اُنھیں زخموں کے صدمہ سے فوت ہوگئیں۔

۵۹ھ میں حضرت ابوہریرہؓ نے وفات پائی۔ حضرت ابوہریرہؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی میں لڑکوں کی حکومت اور ۶۰ھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ چنانچہ اُن کی یہ دعا قبول ہوئی اور وہ ۶۰ھ سے پہلے ہی فوت ہوگئے۔

شروع ماہ رجب ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ بیمار ہوئے اس بیماری میں جب اُن کو

یقین ہونے لگا۔ کہ اب آخری وقت قریب آگیا ہے تو اُنھوں نے یزید کو بلوایا۔یزید اُس وقت دمشق سے باہر شکار میں یا کسی مہم پر گیا ہوا تھا۔ فوراً قاصد روانہ ہوا اور یزید کو بلاکر لایا۔ یزید حاضر ہوا تو اُنھوں نے اُس کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا، کہ

"اے بیٹے میری وصیت کو توجہ سے سُن اور میرے سوالوں کا جواب دے اب خدائے تعالیٰ کا فرمان یعنی میری موت کا وقت قریب آچکا ہے۔ تو بتا کہ میرے بعد مسلمانوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہتا ہے۔"

یزید نے جواب دیا کہ

"میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہؐ کی پیروی کروں گا۔"

حضرت معاویہؓ نے کہا کہ

"سنتِ صدیقی پر بھی عامل ہونا چاہیے کہ اُنھوں نے مُرتدین سے جنگ کی اور اس حالت میں فوت ہوئے کہ اُمت اُن سے خوش تھی۔"

یزید نے کہا کہ

"نہیں صرف کتاب اللہ اور سُنتِ رسول اللہؐ کی پیروی کافی ہے۔"

امیر معاویہؓ نے پھر کہا کہ:۔

"اے بیٹے سیرتِ عمرؓ کی پیروی کر کہ اُنھوں نے شہروں کو آباد کیا اور فوج کو قوی کیا کہ اور مالِ غنیمت فوج پر تقسیم کیا۔"

یزید نے جواب دیا کہ:۔

"نہیں صرف کتاب اللہ اور سُنتِ رسول اللہؐ کی پیروی کافی ہے۔"

امیر معاویہؓ نے کہا کہ:۔

"اے بیٹے سیرتِ عثمان غنیؓ پر عامل ہونا کہ اُنھوں نے لوگوں کو زندگی میں فائدہ پہنچایا اور سخاوت کی۔"

یزید نے کہا کہ:۔

نہیں صرف کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہؐ ہی میرے لئے کافی ہے۔"

امیر معاویہؓ نے یہ سُن کر فرمایا کہ:۔

"اے بیٹے! تیری ان باتوں سے مجھ کو یقین ہوگیا ہے کہ تو میری باتوں پر

عمل درآمد نہ کرے گا بلکہ میری وصیت اور نصیحت کے خلاف ہی کرے گا۔
اے یزید تو اس بات پر مغرور نہ ہونا کہ میں نے تجھ کو اپنا ولی عہد بنا دیا ہے اور تمام مخلوق نے تیری فرماں برداری کا اقرار کر لیا ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کی طرف سے تو زیادہ اندیشہ نہیں ہے کیونکہ وہ دُنیا سے بیزار ہیں حسین بن علیؓ کو اہلِ عراق ضرور تیرے مقابلے کے لئے میدان میں نکالیں گے تو اگر اُن پر فتح پائے تو اُن کو قتل ہرگز نہ کرنا اور قرابت و رشتہ داری کا پاس و لحاظ رکھنا عبداللہ بن زبیرؓ بھی روباہ باز شخص ہیں اُن پر اگر تو قابو پائے تو اُن کو قتل کر دینا مکہ اور مدینہ کے رہنے والوں پر ہمیشہ احسان کرنا اور اہلِ عراق اگر ہر روز عامل کے تبدیل کرنے کی فرمائش کریں تو ہر روز عامل کو اُن کی خوشی کے لئے تبدیل کرتے رہنا۔ اہلِ شام کو ہمیشہ اپنا مددگار سمجھنا اور اُن کی دوستی پر بھروسہ کرنا۔
اس کے بعد یزید پھر شکار میں چلا گیا۔ امیر معاویہؓ کی حالت دم بدم نازک ہوتی گئی۔ آخر بروز جمعرات بتاریخ ۲۲ رجب ۶۰ھ کو اس جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی کی جانب رخصت ہوئے ستتر سال کی عمر پائی۔

اُن کے پاس آنحضرت صلعم کے بال اور ناخن تھے۔ مرتے وقت اُنھوں نے وصیت کی کہ یہ بال اور ناخن میرے مُنہ اور آنکھوں میں رکھ دینا۔ ضحاک بن قیس نے جنازہ کی نماز پڑھائی دمشق میں باب جابیہ اور باب صغیر کے درمیان مدفون ہوئے۔

حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت پر ایک نظر

حضرت امیر معاویہؓ کی سلطنت کو جس کا زمانہ بیس سال ہے۔ ضرور کامیاب سلطنت کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اُن کے زمانہ خلافت میں کوئی مُدعی سلطنت اور اُن کا رقیب اُن پر خروج نہیں کر سکا۔ اُن کے زمانہ میں مشرق۔ مغرب، شمال، جنوب ہر طرف اسلامی حکومت کے رقبہ نے وُسعت پائی۔ کوئی مُلک اور کوئی علاقہ سلطنتِ اسلامیہ سے خارج نہیں ہوا کوئی ایسی بغاوت اس عرصہ میں نہیں پھوٹی جو قابلِ تذکرہ ہو۔ مُلک میں ڈاکہ زنی اور شورش جیسی کہ حضرت علیؓ کے زمانے میں عراق و ایران کے اندر پائی جاتی تھی باقی نہیں رہی مسلمانوں نے بحری لڑائیاں لڑنی شروع کیں اور مسلمانوں کی بحری طاقت کا لوہا بھی رومیوں اور عیسائیوں نے مانا۔ اُن کے زمانے

میں زیاد بن ابی سفیان اور بعض دوسرے عاملوں نے عراقیوں اور ایرانیوں پر کسی قدر سختی اور تشدد کو روا رکھا لیکن ان عراقیوں اور ایرانیوں پر اگر یہ سختی اور تشدد نہ ہوتا تو ظلم تھا اور امیر معاویہؓ کی حکومت کا ایک نقص سمجھا جاتا۔ مسلمانوں پر سب سے پہلے امیر معاویہؓ نے برید مقرر کئے اور ان کے لئے ایک نظام اور آئین مقرر فرمایا جس کو محکمہ ڈاک کہا جاتا ہے۔ سب سے پہلے احکام پر مہر لگانے اور ہر حکم کی نقل دفتر میں محفوظ رکھنے کا طریقہ انھوں نے ایجاد کیا اور امیر معاویہؓ کی مہر پر لِکُلِّ عَمَلٍ ثَوَابٌ کندہ تھا خانۂ کعبہ پر اب تک غلاف پہلے غلافوں کے اوپر ہی چڑھائے جاتے تھے۔ انھوں نے تمام غلافوں کو اتروایا اور حکم دیا کہ جب نیا غلاف چڑھایا جائے تو پرانا غلاف اُتار لیا جائے۔ اسلام میں سب سے پہلے امیر معاویہؓ ہی نے پہرہ دار و دربان مقرر کئے۔ اُنھوں ہی نے سب سے پہلے محکمہ رجسٹری قائم کیا۔ سب سے پہلے اُنھوں ہی نے جہازات بنوائے اور بحری فوج تیار کی۔

حضرت امیر معاویہؓ اپنی حکومت قائم کرنے اور اپنی قوم اور خاندان کے اقتدار کو بنو ہاشم پر فائق کرنے کے ضرور خواہشمند تھے لیکن ساتھ ہی وہ اپنی اس خواہش کے پورا کرنے میں کسی ایسے شخص کو چیرہ دستی کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے جو بنو اُمیہ اور بنو ہاشم یا معاویہؓ اور علیؓ دونوں کا یکساں دشمن ہو یا سلطنتِ اسلامیہ کو نقصان پہنچانا چاہتا ہو۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان مخالفت کی آگ مشتعل تھی۔ عیسائیوں کی ایک زبردست فوج نے ایران کے شمالی صوبوں پر جو حضرت علیؓ کی حکومت میں شامل تھے حملہ کرنا اور مسلمانوں کی نااتفاقی سے خود فائدہ اٹھانا چاہا۔ حضرت علیؓ اُس علاقے کو جس پر عیسائیوں کا حملہ ہونے والا تھا۔ بچانے کی کوئی کوشش نہیں کر سکتے تھے اگر عیسائیوں کا یہ حملہ ہوتا تو سلطنتِ اسلامیہ کا ایک وسیع ٹکڑا کٹ کر عیسائی حکومت میں شامل ہو جاتا۔ عیسائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مشکلات سے واقف اور امیر معاویہؓ کی طرف سے مطمئن تھے کیونکہ امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کی مخالفت اور ایک دوسرے کے خلاف زور آزمائی بھی وہ دیکھ رہے تھے اُن کو توقع تھی کہ امیر معاویہؓ ہماری حملہ آوری سے خوش ہوں گے جو حضرت علیؓ کے خلاف کی جائے گی۔ لیکن حضرت امیر معاویہؓ نے اس خبر کے سُنتے ہی عیسائی قیصر کی توقع کے خلاف ایک خط قیصر کے بھیجا جس میں لکھا تھا کہ ہماری آپس کی لڑائی تم کو دھوکے میں نہ ڈالے اگر تم نے علیؓ کی طرف رُخ کیا تو علیؓ کے جھنڈے کے نیچے سب سے پہلا سردار جو تمھاری گوشمالی کے لئے آگے بڑھے گا وہ معاویہؓ ہوگا۔ اس خط کا اثر اس سے بھی زیادہ ہوا جو ایک زبردست فوج کے بھیجنے

سے ہوتا اور عیسائیوں نے اپنا ارادہ فسخ کر دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہؓ کی مخالفتوں کی وہ حیثیت اور وہ حقیقت ہرگز نہ تھی جو آج کل جہالت کی وجہ سے مسلمانوں میں مشہور ہے اُس کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے ہم کو یہ بات فراموش نہیں کر دینی چاہیئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بھائی حضرت عقیلؓ بن ابی طالب امیر معاویہؓ کے مصاحب تھے اور امیر معاویہؓ کے بھائی زیاد بن ابی سفیان حضرت علی کی طرف سے فارس کے گورنر مقرر تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو زیاد بن ابی سفیان پر پورا اعتماد تھا اور امیر معاویہؓ کو عقیل بن ابی طالب سر در بار بُرا بھلا کہہ سکتے تھے اور ہمیشہ امیر معاویہؓ کی طرف سے مورد الطاف رہتے تھے۔

ایک خدشہ کا جواب

حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کا تذکرہ ختم کرنے سے پیشتر ایک خدشہ کا جواب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ "حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلعم کے تربیت کردہ آپ کے اہلِ بیت میں شامل آپ کے ساتھ ہمیشہ رہنے والے اور آپ کے چچا زاد بھائی اور داماد

تھے حضرت امیر معاویہؓ آنحضرت صلعم کے کاتبِ وحی۔ آپ کے دوست، آپ کے سالے یعنی حضرت اُمِ حبیبہؓ کے بھائی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صحابی تھے۔ ان دونوں یعنی علیؓ و معاویہؓ میں مخالفت اور لڑائی کیوں ہوئی۔ پھر عمرو بن العاصؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، حضرت عائشہؓ وغیرہ صحابہؓ کی ایک معقول تعداد نے ان آپس کی مخالفتوں اور لڑائی جھگڑوں میں کیوں حصہ لیا۔ صحابہ کرام کے ان مشاجرات اور آج کل کے دنیاداروں کی لڑائیوں میں بظاہر کوئی فرق نظر نہیں آتا پس کیوں نہ تسلیم کیا جائے کہ ان لوگوں پر صحبتِ نبوی کا وہ اثر نہیں ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔" اس خدشہ کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک صحابیؓ یقیناً نجمِ ہدایت ہے اور اس بزرگ و برتر پاک جماعت پر صحبتِ نبوی کا بے شبہ شک و ریب وہی اثر ہوا ہے جو ہونا چاہیے تھا۔ ہماری کوتاہ فہمی اور تنگ نظری ہے کہ ہمارے قلوب اس قسم کے شکوک و شبہات کا مقام و مسکن بن جاتے ہیں۔ سنو اور غور سے سُنو کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو شریعت لے کر آئے اس میں نوعِ انسان کی بہبود و فلاح کے جمیع اصول اتم و اکمل طور پر موجود ہیں۔ آپ نے اس کامل و مکمل شریعت کی تعلیم و تبلیغ کا فرض پورے طور پر انجام دیا۔ اس شریعت کے بعد اب قیامت تک کوئی دوسری شریعت نازل ہونے والی نہیں جب کہ اس شریعت کا دامن قیامت کے دامن سے ملا ہوا ہے اور نوعِ انسان کو ابدی سعادت اور صلاح و فلاح تک پہنچنے کے لئے اسی شریعت کی احتیاج ہے تو اس جیسی عظیم الشان اور کامل شریعت کو دوسری شریعتوں کی مانند بگڑنے اور خراب ہونے سے بچانے کے لئے کوئی ایسا ہی عظیم الشان سامان اور بندوبست بھی ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ نوعِ انسان کی تسکینِ خاطر اور اطمینانِ قلب کے لئے خدائے تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا کہ انا انزلنا الذکر و انا له لحافظون۔ پس معلوم ہوا کہ اس شریعت کی حفاظت کے سامان خدائے تعالیٰ خود ہی حسبِ ضرورت پیدا کرتا رہے گا اور اس ساڑھے تیرہ سو سال کے عرصہ میں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے شریعتِ حقہ کی حفاظت کے سامان خود ہی پیدا کئے ہیں جس طرح ہم نے رحمِ مادر میں اپنی حفاظت کے سامان ہم نے خود تجویز اور فراہم نہیں کئے تھے۔ جس طرح اپنی کھیتیوں کو سرسبز رکھنے کے لئے سمندر سے بخارات اٹھانے، بادل بنانے، ہوائیں چلانے اور مینہ برسانے کا مشورہ ہم نے خدائے تعالیٰ کو نہیں دیا تھا اسی طرح ہمارا کیا حق ہے کہ ہم شریعتِ اسلام کی حفاظت کے سامان اور طریقے خود تجویز کریں اور خدائے تعالیٰ کو مجبور کرنے کی جرأت کریں کہ وہ فلاں طریقہ استعمال کرے اور فلاں سامان کو کام میں نہ لائے۔ ہمارا تو جی چاہتا ہے کہ آسمان سے پکی پکائی روٹیاں برس جایا کریں اور

سالن کی پکی پکائی دیگچیاں زمین سے خود بخود اُبل پڑا کریں۔ لیکن خدائے تعالیٰ ہماری اس خواہش کا پابند و ماتحت نہیں بن سکتا۔ اُس نے تمازت آفتاب سے سمندروں کے پانی کو بھاپ بنایا۔ کرہ ہوائی کی بلندیوں نے بادلوں کو اپنے کاندھوں پر اُٹھایا۔ ہواؤں نے چل کر ان بادلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا۔ طبقاتِ ہوا کی حرارت و برودت نے تغیرات پیدا کر کے بادلوں کو برسایا کاشت کاروں نے زمین کو اپنے بیلوں اور آلات کشاورزی کے ذریعہ نرم کیا۔ بیج بکھیرا۔ بادلوں سے بارش ہوئی۔ درخت اُگے۔ اُن کی حفاظت کی گئی۔ پک جانے کے بعد کھیتی کاٹی گئی۔ غلہ اور بھس الگ کیا گیا۔ غلہ کو چکی میں پیس کر آٹا تیار ہوا۔ پھر اس کو گوندھا گیا۔ پھر خاص صنعت کے ذریعہ روٹی پک کر تیار ہوئی۔ غور کرو اور سوچو کہ ایک روٹی کے مہیا کرنے میں خدائے تعالیٰ نے کس قدر طویل و پیچیدہ سلسلہ کاموں کا پسند فرمایا ہے۔ مگر یہ ہماری حماقت اور کج فہمی ہوگی اگر ہم خدائے تعالیٰ کو ملزم ٹھہرائیں اور اپنے مجوزہ اختصار کو ترجیح دیں۔ خدائے تعالیٰ کے کاموں کو طوالت پسندی سے متہم کرنا حقیقتاً ہماری نابینائی و بے بصیرتی ہے کیونکہ وہ لاتعداد حکمتیں جو اس سلسلہ کار و پیچیدہ راہِ عمل میں مضمر ہیں ہماری چشم کوتاہ و فہم ناتمام سے مستتر ہیں۔

اس تمہید کو ذہن میں رکھ کر سوچو گے تو یقیناً تسلیم کر لوگے کہ صحابہ کرام کے مشاجرات درحقیقت خدائے تعالیٰ کی طرف سے ایک سامان تھا حفاظت شریعت کا اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اختلاف امتی رحمۃ ایک باب تھا حق و حکمت کا۔ لیکن ہم نالائقوں نے رحمت کو اپنے لئے زحمت بنا لیا اور بجائے اس کے کہ بصیرت اندوز و عبرت آموز ہوتے گمراہی اور بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ امیر معاویہؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہٗ اور دوسرے صحابہ کرام کے تمام اختلافات اُن کے اجتہادات پر مبنی تھے۔ اُن میں سے اگر کسی سے غلطی بھی ہوئی تو وہ اجتہادی غلطی تھی نیت اور ارادے پر مبنی نہ تھی۔ اُن میں سے کوئی کبھی ایسا نہ تھا جو دیدہ و دانستہ شریعت اسلام اور احکام خداوندی و ارشادات نبویؐ کی مخالفت پر آمادہ ہو سکتا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے جو کچھ کیا اپنے نزدیک حق سمجھ کر کیا۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ جو کچھ کرتے تھے اپنے آپ کو حق و راستی پر سمجھ کر کرتے تھے۔ یہی حالت دوسرے صحابہ کرام کی تھی۔ جس نے جس کو حق پر سمجھا وہ اُسی کا طرف دار و حامی بن گیا اور یہ سب کچھ منشائے الٰہی کے ماتحت ہوا۔ خدائے تعالیٰ نے یہ اندرونی جھگڑے پیدا کر کے صحابہ کرام کی ایک

جماعت کو تو اِن کاموں میں مصروف کر دیا اور دوسری جماعت نے ان آپس کے تنازعات سے بددل ہو کر حکومت و سلطنت کے کاموں سے بالکل بے تعلقی اختیار کر کے تنہائی و گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ جب تک یہ اندرونی اختلافات پیدا نہیں ہوئے تھے صحابہ کرام کی تمام تر کوشش و ہمت کفار کا مقابلہ کرنے اور جنگ و پیکار کے میدانوں میں کامیابی حاصل کرنے میں صرف ہوتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی خلافتوں کا تمام زمانہ ایسی معرکہ آرائیوں اور جنگ آزمائیوں سے پُر ہے کہ صحابہ کرام کے تمام طبقات کی نگاہیں میدانِ کارزار اور فتوحات مُلکی کی طرف لگی رہتی تھیں۔ ان دونوں متبرک خلافتوں کے زمانہ میں بھی اگرچہ جمع قرآن کا کام انجام دیا گیا۔ جو اسی ابتدائی زمانہ میں ہونا چاہیے تھا۔ لیکن یہ ممکن نہ تھا کہ صحابہ کرام کی کوئی معقول تعداد اور بزرگ جماعت یکسو ہو کر اور فارغ بیٹھ کر اپنی تمام تر توجہ اور پوری ہمت فقہی مسائل کی ترتیب و تنظیم اور احادیثِ نبوی کی حفاظت و تبلیغ میں صرف کر سکے۔ مدینہ منورہ ایک ایسا فوجی کیمپ بنا ہوا تھا۔ جس کے شہنشاہ نشین خیمہ میں گویا میدانِ جنگ کے نقشے ہر وقت کھلے رہتے اور بڑے بڑے مدبر جنگی پالیسی متعین کرنے اور سردارانِ لشکر کی نقل و حرکت کے پروگرام تیار کرنے میں مصروف نظر آتے تھے۔ جوں جوں فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا تھا یہ جنگی مصروفیت بڑھتی جاتی تھی اور وہ لوگ جو ایک اُستاد کی حیثیت سے درسِ شریعت دیتے اور نکاتِ حکمت سمجھاتے تلواروں کے گھاٹ اور نیزوں کے پر درست کرنے میں مصروف اور نیزوں کی اَنی کے مقابلے میں اپنے سینوں کو سپر بنانے میں زیادہ مشغول ہوتے جاتے تھے۔ اس جنگی مظاہرہ کی بھی اُس زمانے کی دنیا میں اسلام کو قائم رکھنے اور مسلمانوں کو بے خوف بنانے کے لئے بے حد ضرورت تھی۔ خلافتِ عثمانی میں وہ مطلوبہ حالت پیدا ہو گئی اور اسلام تمام دنیا میں ایک غالب مذہب اور زبردست طاقت تسلیم کر لیا گیا۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ اسلام کا مکمل نظام اور شریعت کے تمام پہلو محفوظ و مامون ہو جائیں اور صحابہ کرام کی ایک محترم جماعت کو موقع و فراغت میسر ہو کہ وہ اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لئے تابعین کی ایک ایسی جماعت تیار کر سکیں جو اُن کے بعد اوروں کو تعلیم دے سکے اور یہ سلسلہ آئندہ جاری رہ کر اسلام کی حفاظت کا موجب ہو پس خدائے بزرگ و برتر نے اپنی قدرت کاملہ سے عبداللہ بن سبا اور اُس کے اتباع یعنی مسلم نما یہودیوں کی ایک جماعت پیدا کر کے حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت۔ جنگ جمل اور جنگ صفین کے سامان یکے بعد دیگرے مہیا کر دیئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے

صحابیؓ جو میدانِ جنگ میں رستم و اسفندیار کے کارناموں کو حقیر ثابت کر رہے تھے۔ اپنی اپنی کمانوں اور تلواروں کو توڑ کر گھروں میں آبیٹھے اور سپہ سالاری کے کام سے جُدا ہو کر معلمی کے کام میں مصروف ہو گئے۔ گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فاتح ایران جن کی سپہ سالاری میں جنگ قادسیہ کا خوں ریز میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا تھا

ان اندرونی اختلافات کے وقت گوشہ نشینی و گم نامی کی زندگی اپنے لئے پسند کر کے اونٹوں بکریوں کے ریوڑ کی نگہداشت میں مصروف ہو گئے تھے۔ یہی حالت اور بھی بہت سے صحابہؓ کی تھی۔ فتوحات کا سلسلہ رُکنے اور اندرونی مخالفتیں برپا ہونے کے بعد بہت سے صحابہؓ شمشیر و تیر کے استعمال کو بُرا سمجھنے لگے۔ حالانکہ اور کوئی صورت ایسی ممکن ہی نہ تھی کہ اُن کو میدانِ جنگ کی صف اوّل سے ہٹا کر پیچھے لایا جا سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ وہ شخص تھے جن کو خلیفۂ وقت تسلیم کرنے کے لئے تمام عالم اسلام متفق اور ہم آہنگ ہو سکتا تھا۔ لیکن ان اندرونی جھگڑوں نے اُن کو بالکل گوشہ گزین و زاویہ نشین بنا دیا تھا۔ اس کتاب میں جن لوگوں کے نام اب تک تم بار بار پڑھ چکے ہو ان میں زیادہ تر وہی لوگ ہیں جو کسی نہ کسی حیثیت سے اندرونی اختلافات میں شریک تھے لیکن صحابۂ کرامؓ کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی بھی تھی جنھوں نے ان جھگڑوں میں کوئی حصہ نہیں لیا اور اسی لئے اُن کا نام ان واقعات میں نہیں لیا جا سکا اس عظیم الشان جماعت نے ان اختلافات کے زمانے میں اُن لوگوں کو جو ادب و عقیدت لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے شریعت اسلام کی حقیقت سمجھائی اور سیرت نبویؐ سے اُن کو آگاہ کیا ان میں سے ہر ایک شخص ایک مدرس اور لوگوں کو حقیقتِ شرع سمجھانے میں مصروف تھا۔

مدینہ منورہ مہاجرین و انصار کا گہوارہ اور اُس کے بعد خانہ کعبہ کی وجہ سے مکہ معظمہ دوسرا مرکزِ اسلام تھا۔ جب تک صحابہ کرامؓ کو تعلیم و تدریس کی فرصت میسر نہ تھی مدینہ منورہ دارالخلافہ رہا لیکن جب خدائے تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ سے تعلیم اسلام کا کام لینا چاہا تو مدینہ منورہ سے مرکزِ خلافت ہٹا دیا اور وہ مدینہ جو کچھ دنوں پہلے جنگی طاقت کا مرکز اور فوجی کیمپ بنا ہوا تھا ایک دار العلوم کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ حدیث اور فقہ کی کتابوں کو تحقیق و تدقیق کی نگاہ سے دیکھو تو یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ حدیث و فقہ و تفسیر کا تمام تر مواد صرف اُسی زمانہ کا رہینِ منت ہے جس زمانہ میں کہ بعض صحابہ کرامؓ کے درمیان مشاجرات برپا تھے۔

اگر یہ مشاجرات برپا نہ ہوتے اگر حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کی معرکہ آرائیاں نہ ہوتیں تو ہم آج شریعتِ اسلام کے ایک بڑے اور ضروری حصے سے محروم و تہی دست ہوتے۔ مگر یہ کیوں ہونے لگا تھا۔ خدائے تعالیٰ خود اس دین کا محافظ و نگہبان ہے۔ وہ خود اس کی حفاظت کے سامان پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ اُس نے وہ سامان یعنی حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں اختلاف پیدا کیا۔ اب اسی مذکورہ مدعا کے ایک دوسرے پہلو پر نظر کرو۔ ہر ایک حکومت۔ ہر ایک سلطنت اور ہر ایک نظامِ تمدن کے لئے جس جس قسم کی رکاوٹیں دقتیں اور پیچیدگیاں پیدا ہونی ممکن ہیں اور آج تک دنیا میں دیکھی گئی ہیں ان سب کے نمونے حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مشاجرات میں موجود ہیں۔ ان مشکلات کے پیدا ہونے پر عام طور پر حکمرانوں، حکمراں خاندانوں اور بادشاہوں نے آج تک جن اخلاق اور جن کوششوں کا اظہار کیا ہے اُن سب سے بہتر اور قابلِ تحسین طرزِ عمل وہ ہے جو صحابہ کرامؓ نے ایسی حالتوں میں ظاہر کیا۔ سلطنتوں کے بننے اور بگڑنے، قوموں کے گرنے اور اُبھرنے، خاندانوں کے ناکام رہنے اور بامراد ہونے کے واقعات سے اس دنیا کی تمام تاریخ لبریز ہے۔ چالاکیوں۔ ریشہ دوانیوں اور فریب کاریوں کے واقعات سے کوئی زمانہ اور کوئی عہدِ حکومت خالی نظر نہیں آتا۔ ان سب چیزوں کے متعلق ہم جب تلاش کرتے ہیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہؓ کی مخالفتوں کی روئداد ہمارے سامنے یکجا سب کے نمونے پیش کر دیتی ہے اور ہم اپنے لئے بہترین طرزِ کار اور اعلیٰ ترین راہِ عمل تجویز کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ یہ ہماری نابینائی اور بدنصیبی ہے کہ ہم نے صحابہ کرام کی اجتہادی مخالفتوں اور حضرت امیر معاویہؓ و حضرت علیؓ کے مشاجرات کو بجائے اس کے کہ اپنے لئے موجبِ عبرت و بصیرت اور باعثِ خیر و نفع بناتے اپنی نااتفاقی و درندگی اور اپنی فلاکت و نکبت کا سامان بنا لیا ؎

ہر چہ گیرد علّتی علّت شود
آنچہ گیرد کاملے ملّت شود

مندرجہ بالا سطور کی نسبت شاید اعتراض کیا جائے کہ تاریخ نویسی کی حدود سے باہر قدم رکھا گیا ہے۔ لیکن میں پہلے ہی اقرار کر چکا ہوں کہ میں لامذہب مورخ بن کر اس کتاب کو نہیں لکھ رہا۔ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں ہی کے مطالعہ کی غرض سے میں نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا ہے لہٰذا اس اظہارِ خیال سے کوئی چیز مجھ کو روک نہیں سکتی تھی۔

اب حضرت امیر معاویہؓ کے حالات ختم کرنے سے پیشتر اُن الفاظ کا نقل کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جو آنریبل سید امیر علی صاحب سابق جج ہائی کورٹ کلکتہ نے جن کو شیعہ اور معتزلی کہا جاتا ہے اپنی کتاب تاریخ اسلام میں مسعودی کے حوالے سے درج کئے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ "حضرت امیر معاویہؓ روزانہ نماز فجر کے بعد مقامی فوج دار یا کپتان پولس کی رپورٹ سنتے اس کے بعد وزرا اور مشیران و مصاحبینِ خاص امورِ سلطنت اور مہمات ملکی کی سرانجام دہی کے لئے حاضر ہوتے۔ اسی مجلس میں پیش کار دربار اور محکمہ جات کے ناظم صوبجات سے آئی ہوئی رپورٹیں اور تحریریں سُناتے۔ ظہر کے وقت نماز ظہر کی امامت کے لئے وہ محل سے باہر نکلتے اور نماز پڑھا کر مسجد ہی میں بیٹھ جاتے وہاں لوگوں کی نالش فریادیں سنتے۔ عرضیاں لیتے۔ اس کے بعد محل میں واپس آکر رئیسوں کو شرفِ ملاقات بخشتے۔ پھر دوپہر کا کھانا کھاتے اور تھوڑی دیر قیلولہ کرتے۔ نماز عصر سے فارغ ہوکر وزیروں، مصاحبوں اور مشیروں سے ملاقات کرتے۔ شام کے وقت سب کے ساتھ دربار میں کھانا کھاتے اور ایک مرتبہ لوگوں کو ملاقات کا موقع دے کر آج کا کام ختم کر دیتے۔

بہ حیثیت مجموعی حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں سلطنت کے اندر اور باہر فتوحات کا سلسلہ قائم رہا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کا قول ہے کہ میں نے امیر معاویہؓ سے بڑھ کر مستقل مزاج و بُردبار شخص نہیں دیکھا ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ میں امیر معاویہؓ کی مجلس میں موجود تھا اور وہ مسند پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے اُن کے پاس تحریری رپورٹ پہنچی کہ قیصرِ روم اپنی پوری فوج کے ساتھ حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ امیر معاویہؓ نے اس کاغذ کو پڑھ کر میری طرف ڈال دیا۔ میں نے پڑھا اور منتظر رہا کہ دیکھوں اب یہ کیا کہتے ہیں مگر وہ اسی طرح بیٹھے رہے اور کچھ نہ کہا۔ تھوڑی دیر میں ایک اور تحریر پہنچی کہ نائل بن قیس جو خوارج کا ایک سردار ہے اُس نے ایک جمعیت فراہم کرلی ہے اور فلسطین پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔

امیر معاویہؓ نے اس تحریر کو بھی پڑھ کر میری طرف پھینک دیا اور کچھ نہ کہا۔ میں اس تحریر کو پڑھ کر اور بھی زیادہ منتظر ہوا کہ اب یہ کیا کہتے ہیں۔ مگر وہ اسی طرح بیٹھے رہے اور ان کے چہرہ سے کوئی تغیر محسوس نہ ہوا۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ ایک تیسرا خط پہنچا کہ موصل کے جیل خانہ کو توڑ کر خارج قیدی فرار ہوگئے۔ اور موصل کے قریب اُن کا اجتماع ہو رہا ہے۔ امیر معاویہؓ نے

یہ تحریر پڑھ کر بھی میری طرف پھینک دی اور اسی طرح تکیہ لگائے بیٹھے رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک اور خط پہنچا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک بڑی فوج کے ساتھ شام پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ اس خط کو بھی پڑھ کر میری طرف پھینک دیا اور اسی طرح بیٹھے رہے۔

مجھ سے صبر نہ ہو سکا میں نے کہا کہ چار طرف سے غم کی خبریں آئی ہیں آپ اب کیا کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ قیصر اگرچہ بڑی فوج رکھتا ہے۔ لیکن وہ مجھ سے صلح کر کے واپس چلا جائے گا۔ نائل بن قیس اپنے مذہب اور عقیدہ کی وجہ سے جنگ کرتا ہے وہ جس ایک شہر پر قابض ہو گیا ہے چاہتا ہے کہ اس کو اپنے قبضے میں رکھے میں اس کو چھوڑ دوں گا تاکہ وہ اسی میں مشغول رہے۔ وہ خوارج جو جیل خانہ توڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کے قید خانے سے کہاں بھاگ کر جائیں گے۔ لیکن حضرت علیؓ کے معاملہ میں ہم کو سوچنے اور تدبیر کرنے کی ضرورت ہے کہ کس طرح اُن سے خونِ عثمانؓ کا بدلہ لیا جائے۔ اس کے بعد وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ اسی وقت ہر ایک معاملہ کے متعلق بندوبست کر کے احکام جاری کر دیئے اور پھر بدستور سابق تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملکِ شام میں امیر معاویہؓ کے شان و شکوہ کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ جس طرح ایران میں کسریٰ اور روم میں قیصر ہے اسی طرح عرب میں معاویہؓ ہے۔

صحابہ کرامؓ کی حکومت کا سلسلہ اب ختم ہو گیا ہے۔ اس کے بعد عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت صحابہ کرام کی سب سے آخری حکومت و سلطنت ہوگی جس کا ذکر آئندہ صفحات میں آنے والا ہے۔

یزید بن معاویہؓ

ابو خالد یزید بن معاویہؓ بن ابی سفیان ۲۵ھ یا ۲۶ھ میں جب کہ حضرت امیر معاویہؓ تمام ملک شام کے حاکم تھے پیدا ہوا۔ اس کی ماں کا نام میسون بنت بحدل تھا جو قبیلہ بنو کلب میں سے تھی۔ نہایت موٹا تازہ آدمی تھا اور اس کے جسم پر بال بہت تھے۔ یزید نے پیدا ہوتے ہی حکومت و امارت کے گھر میں آنکھیں کھولی تھیں۔ حضرت امیر معاویہؓ بہت ذی ہوش و مآل اندیش شخص تھے انھوں نے یزید کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص طور پر اپنی توجہ منعطف رکھی تھی۔ ایک یا دو مرتبہ اس کو امیر حج بھی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ فوج و لشکر کی سرداری بھی اس کو دی تھی۔ قسطنطنیہ کے حملے اور محاصرے میں بھی وہ ایک حصۂ فوج کا سردار تھا۔ اس کو شکار کا بہت شوق تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے مرض الموت میں وہ دمشق

کے اندر موجود نہ تھا۔ آدمی بھیج کر اُس کو بلوایا گیا اور امیر معاویہؓ نے اس کو وصیت کی لیکن اس وصیت کے بعد ہی وہ باپ کے مرض کو خطرناک نہ سمجھ کر پھر شکار میں چلا گیا۔ چنانچہ جب حضرت امیر معاویہؓ فوت ہوئے تو وہ دمشق میں موجود نہ تھا کئی دن کے بعد واپس آیا اور ان کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی، شعر و شاعری میں بھی اُس کو دست گاہ کامل حاصل تھی۔ حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی میں اُس کے لئے بیعت ہو چکی تھی۔ لیکن اکثر لوگ اسی وجہ سے اور بھی زیادہ اُس کی طرف سے منقبض اور دل سے ناراض تھے۔ مدینہ منورہ کے بعض اکابر نے تو بیعت سے قطعی انکار ہی کر دیا تھا۔

حضرت امیر معاویہؓ کا اپنی زندگی میں یزید کے لئے بیعت لینا ایک سخت غلطی تھی یہ غلطی غالبًا محبت پدری کے سبب اُن سے سرزد ہوئی لیکن مغیرہ بن شعبہؓ کی غلطی ان سے بھی بڑی ہے کیونکہ اس غلطی کا خیال اور اُس پر عامل ہونے کی جرأت مغیرہ بن شعبہؓ ہی کی تحریک کا نتیجہ تھا۔ اسی لئے حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ "مغیرہ بن شعبہ نے مسلمانوں میں ایک ایسی رسم جاری ہونے کا موقع پیدا کر دیا جس سے مشورہ جاتا رہا اور باپ کے بعد بیٹا بادشاہ ہونے لگا۔"

حضرت امیر معاویہؓ کے بعد اہلِ شام نے تو بلا تامل بطیب خاطر یزید کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ دوسرے صوبوں کے لوگوں نے بھی عمال کے ذریعہ بیعت کی اور رعبِ سلطنت کے مقابلہ میں انکار کی جرأت نہ کر سکے۔ یزید نے تختِ حکومت پر بیٹھتے ہی صوبوں اور ولایتوں کے عاملوں کو لکھا کہ لوگوں سے میرے نام پر بیعت لو۔ اس زمانہ میں مدینہ کے والی ولید بن عتبہ بن ابی سفیان اور کوفہ کے والی نعمان بن بشیرؓ تھے۔ یہ دونوں عامل نیک طینت اور صلح جو انسان تھے ان دونوں کے مزاج میں سختی و درشتی دوسرے عاملوں کے مقابلے میں بالکل نہ تھی۔

جب یزید کا حکم مدینہ میں ولید بن عتبہ کے پاس پہنچا ولید نے اکابرِ مدینہ کو جمع کرکے یزید کا خط سنایا۔ امام حسینؓ نے امیر معاویہؓ کی وفات کا حال سن کر اظہار افسوس کیا اُن کے لئے دعائے مغفرت کی اور ولید سے کہا کہ ابھی میری بیعت کے لئے جلدی نہ کیجئے۔ میں سوچ کر فیصلہ کروں گا مروان بن حکم جو پہلے مدینہ کا عامل اور اب ولید بن عتبہ کی ماتحتی میں بطور مشیر موجود تھا اُس نے ولید کو ترغیب دی کہ امام حسینؓ سے اسی وقت بیعت لے لی جائے اور اُن کو جانے نہ دیا جائے۔ لیکن ولید نے مروان کے مشورہ کو قبول نہ کیا اور ان کی بیعت کو اگلے دن پر

ملتوی رکھا۔

عبداللہ بن زبیرؓ ولید کے پاس نہیں آئے تھے اُن کو بُلوایا گیا انھوں نے آنے سے انکار کیا اور ایک شب کی مہلت طلب کی اُن کو بھی ولید نے مہلت دے دی ۔ رات کو موقع پاکر عبداللہ بن زبیرؓ معہ اہل وعیال مدینہ سے نکل گئے اور مدینہ کے معروف راستہ کو چھوڑ کر کسی غیر معروف راستے سے روانہ ہوئے ۔ اگلے دن اُن کی گرفتاری کے لئے مروان اور ولید نیس آدمیوں کا ایک دستہ لے کر نکلے مگر کہیں سُراغ نہ ملا' شام کو واپس آگئے ۔ یہ تمام دن چونکہ عبداللہ بن زبیرؓ کے تجسس میں گذرا لہٰذا امام حسینؓ کی طرف کوئی توجہ نہ ہو سکی اسی دوسری شب میں امام حسینؓ بھی موقع پاکر مدینہ سے معہ اہل وعیال روانہ ہو گئے ۔ صبح کو اُن کی روانگی کا حال معلوم ہوا تو ولید نے کہا کہ میں امام حسینؓ کا تعاقب نہ کروں گا ممکن ہے کہ وہ مقابلہ کریں اور مجھ کو ان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے پڑیں جو مجھ کو کسی طرح گوارا نہیں ۔ ولید بن عتبہ نے ان دونوں صاحبوں کی روانگی کے بعد اہلِ مدینہ سے خلافتِ یزید کی بیعت لی عبداللہ بن عمرؓ سے کوئی خطرہ ہی نہ تھا کیونکہ اُنھوں نے کبھی خلافت کی خواہش ہی نہیں کی ، اُدھر یزید نے بھی لکھ دیا تھا کہ اگر عبداللہ بن عمرؓ بیعت نہ کریں تو اُن سے کوئی تعرض نہ کیا جائے ۔ لہٰذا عبداللہ بن عمرؓ سے بیعت کے لے کسی نے کچھ نہ کہا۔

عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ چند روز کے بعد مکہ کی طرف چلے گئے تھے ۔ مکہ میں حارث بن حرؓ کو یزید نے عامل بنا کر بھیج دیا تھا ۔ عبداللہ بن زبیرؓ اور حسین بن علیؓ دونوں مکہ میں ساتھ ہی داخل ہوئے ان کو دیکھتے ہی عبداللہ بن صفوان بن اُمیہ نے ، جو شرفائے مکہ میں سے تھے ان کے ہاتھ پر بیعت کی پھر اس کے بعد مکہ کے دو ہزار آدمیوں نے جو شرفا وعمائدین شمار ہوتے تھے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے حارث کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور مکہ کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی ۔ حضرت امام حسینؓ بھی مکہ میں موجود تھے نہ انھوں نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی نہ عبداللہ بن زبیرؓ نے حضرت امام حسینؓ یا اُن کے اہلِ خاندان سے بیعت لینی چاہی ، اسی طرح جب عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ مکہ میں تشریف لے آئے تو اُن سے بھی عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی بیعت کے لئے کوئی خواہش ظاہر نہیں کی ۔ عبداللہ بن زبیرؓ اپنا زیادہ وقت خانہ کعبہ میں مصروف عبادت رہ کر بسر کرتے تھے ۔ ان چند حضرات کے سوا تمام اہلِ مکہ اُن کے ہاتھ

پر بیعت ہو گئے تھے۔

امام حسینؓ سے عبداللہ بن زبیرؓ اکثر ملتے اور مشورہ بھی کرتے رہتے تھے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے لوگوں سے خلافت کی بیعت نہیں لی تھی بلکہ اس بیعت کا منشا صرف یہ تھا کہ یزید کو خلیفہ تسلیم نہ کیا جائے اور جب تک خلیفہ عالم اسلام کے لئے متفقہ طور پر متعین نہ ہو اُس وقت تک امن وامان اور انتظام قائم رکھنے کے لئے عبداللہ بن زبیرؓ مکہ کے حاکم تسلیم کئے جائیں۔ لیکن امام حسینؓ کو یہ بات کچھ گراں گذرتی تھی کہ عبداللہ بن زبیرؓ کو حکومت مکہ کیوں حاصل ہے اس لئے کہ وہ اور اُن کے اہلِ خاندان عبداللہ بن زبیرؓ کے پیچھے نماز پڑھتے اور شریکِ جماعت نہ ہوتے تھے۔

اُدھر عبداللہ بن زبیرؓ اور حسین بن علیؓ کے مدینہ سے چلے جانے اور اہلِ مدینہ کے بیعت کر لینے کی کیفیت مروان نے یزید کے پاس لکھکر بھیجی۔ یزید نے فوراً ولید بن عتبہ کو معزول کر کے اُن کی جگہ عمرو بن سعید بن عاص کو مدینہ کا حاکم مقرر کر کے بھیجا۔ عمرو بن سعید نے آکر مدینہ کی حکومت سنبھالی اور ولید بن عتبہ مدینہ سے یزید کے پاس چلے گئے۔ اُدھر مکہ پر عبداللہ بن زبیرؓ کے قابض ہو جانے اور حارث کے قید ہونے کی کیفیت حارث بن خالد نے جو مکہ میں موجود تھے اور اپنے گھر سے باہر نہ نکلتے تھے لکھ کر یزید کے پاس روانہ کی مکہ کی حالت سے واقف ہو کر یزید نے عمرو بن سعید کو لکھا کہ مکہ جا کر عبداللہ بن زبیرؓ کو گرفتار کرو اور پابزنجیر میرے پاس روانہ کرو۔ عمرو نے ایک زبردست فوج مکہ کی جانب بھیجی وہاں لڑائی ہوئی۔ عبداللہ بن زبیرؓ کو فتح حاصل ہوئی اور مدینہ سے آئی ہوئی فوج کا سپہ سالار گرفتار ہو کر قید ہوا۔

کوفہ والے حضرت امیر معاویہؓ ہی کے زمانے میں حضرت امام حسینؓ کے ساتھ خط وکتابت رکھتے اور بار بار لکھتے رہتے تھے کہ آپ کوفہ میں چلے آئیں ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے۔ کوفہ والوں کی ان خفیہ کارروائیوں اور ریشہ دوانیوں سے امیر معاویہؓ بھی واقف تھے۔ حضرت امام حسنؓ کوفہ والوں کی عادات کا نہایت صحیح اندازہ رکھتے تھے اسی لئے انھوں نے فوت ہوتے وقت امام حسینؓ کو وصیت کی تھی کہ تم کو کوفہ والوں کے فریب میں نہیں آنا چاہیے۔ اُدھر امیر معاویہؓ یزید کو بتا گئے تھے کہ کوفہ والے امام حسینؓ کو ضرور خروج پر آمادہ کریں گے۔ اگر ایسی صورت پیش آئے اور تم امام حسینؓ پر قابو پاؤ تو اُن کے ساتھ رعایت کا برتاؤ کرنا۔ چونکہ مکہ کی حکومت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ میں آگئی تھی لہٰذا حضرت امام حسینؓ کی توجہ اب کوفہ کی طرف زیادہ مبذول ہو رہی تھی۔ کوفہ میں جب وہاں کے حاکم نعمان بن بشیرؓ کے پاس یزید کا خط پہنچا اور عام طور پر امیر معاویہؓ کے انتقال کی خبر مشہور ہوئی تو شیعانِ بنو امیہ نے

فوراً نعمان بن بشیرؓ کے ہاتھ پر خلافتِ یزید کی بیعت کی لیکن شیعانِ علیؓ اور شیعانِ حسینؓ نے جو پہلے ہی سے امام حسینؓ کو کوفہ میں بلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ بیعت میں تامل کیا اور سلیمان بن صرد کے مکان میں جمع ہوئے سب نے اس قرار داد پر اتفاق کیا کہ یزید کو خلیفہ تسلیم نہ کیا جائے اور امام حسینؓ کو کوفہ میں بلایا جائے۔ ابھی یہ خفیہ مشورے ہو ہی رہے تھے کہ انھوں نے سنا کہ امام حسینؓ مدینہ سے مکہ چلے گئے ہیں مگر وہاں اہلِ مکہ نے امام حسینؓ کو نہیں بلکہ عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنا حاکم بنا لیا ہے اور امام حسینؓ مکے میں ہی موجود ہیں۔

اور امام حسینؓ نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر اب تک بیعت نہیں کی ہے چنانچہ انھوں نے امام حسینؓ کے پاس ایک خط روانہ کیا کہ

"ہم آپ کے اور آپ کے والد بزرگوار کے شیدائی اور بنو امیہ کے دشمن ہیں ہم نے آپ کے والد ماجد کی حمایت میں طلحہؓ اور زبیرؓ سے جنگ کی۔ ہم نے میدانِ صفین میں ہنگامہ کارزار گرم کیا اور شامیوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ ہم اب آپ کے ساتھ مل کر بھی جنگ کرنے کو تیار ہیں آپ فوراً اس خط کے دیکھتے ہی کوفہ کی طرف روانہ ہو جایئے یہاں آیئے تاکہ ہم نعمان بن بشیر کو قتل کر کے کوفہ آپ کے سپرد کر دیں۔ کوفہ و عراق میں ایک لاکھ سپاہ موجود ہے وہ سب کی سب آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہے۔ ہم آپ کو حق دار خلافت یقین کرتے ہیں یزید تو کسی طرح بھی آپ کے مقابلے میں خلافت کا استحقاق نہیں رکھتا۔ یہ موقع ہے دیر مطلق نہ کیجئے ہم یزید کو قتل کر کے آپ کو تمام عالمِ اسلام کا تنہا خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ ہمارے سربرآوردہ لوگوں نے یزید کے عامل یعنی نعمان بن بشیر کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھنی بھی ترک کر دی ہے۔ کیونکہ ہم امامت کا مستحق آپ کو اور آپ کے نائبین کو سمجھتے ہیں۔"

حضرت امام حسینؓ کے پاس مکہ میں اس مضمون کے خطوط مسلسل پہنچنے شروع ہوئے تو انھوں نے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو بلایا۔ یہ مسلم انھیں عقیل بن طالب کے بیٹے ہیں جو حضرت امیر معاویہؓ کے مصاحبِ خاص اور مشیر باخلاص تھے، اور فرمایا کہ تم میرے نائب بن کر کوفہ میں جاؤ۔ پوشیدہ طور پر جاؤ۔ پوشیدہ طور پر کوفہ میں رہو اور میرے نام پر لوگوں سے پوشیدہ طور پر بیعت لو۔ جو لوگ تمھارے ہاتھ پر بیعت کریں ان کی تعداد اور خاص خاص کے

نام خط میں لکھ کر میرے پاس روانہ کرو۔ تم اپنے آپ کو پنہاں رکھنے کی بہت کوشش کرو اور اُن لوگوں کو جو بیعت میں داخل ہوں سمجھاؤ کہ جب تک میں وہاں نہ پہنچوں ہرگز لڑائی نہ کریں

مسلمؓ نہایت احتیاط کے ساتھ کہ عبداللہ بن زبیرؓ کو اطلاع نہ ہو سکے ،مکہ سے روانہ ہوئے راستہ میں اُنھوں نے کچھ سوچا اور ایک خط امام حسینؓ کو لکھا کہ مجھ کو اس کا انجام کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا آپ مجھ کو معاف رکھیں اور بجائے میرے کسی دوسرے شخص کو کوفہ کی طرف بھیجیں۔ لیکن امام حسینؓ نے اُن کو خط لکھا کہ تم بُزدلی کا اظہار نہ کرو اور تم ہی کوفہ میں جاؤ چنانچہ مُسلم بن عقیلؓ روانہ ہوئے۔ اور کوفہ میں پہنچ کر مختار بن عبیدہؓ کے مکان پر اُترے اُسی وقت یہ خبر شیعانِ علی میں پھیل گئی لوگ جوق درجوق آآکر بیعت ہونے شروع ہوئے پہلے ہی دِن بارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی مسلمؓ نے حضرت امام حسینؓ کے نام اپنے بخیریت پہنچنے اور لوگوں کے بیعت کرنے کا حال لکھا اور اُن کو اطلاع دی کہ پہلے دن بارہ ہزار آدمی بیعت میں داخل ہوئے جن میں سلطان بن صرد۔ مسیب بن ناجیہ۔ رقاطہ بن شداد۔ ہانی بن عروہ بھی شامل ہیں۔ آپ جب آئیں گے اور علانیہ بیعت لینا شروع کریں گے تو لاکھوں آدمی بیعت میں داخل ہوجائیں گے۔ یہ خط امام حسینؓ کے پاس قیس و عبدالرحمٰن دو شخص لے کر روانہ ہوئے امام حسین علیہ السلام اس خط کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور دونوں نامہ بروں کو فوراً واپس کردیا۔ اور کہلا بھجوایا کہ میں بہت جلد کوفہ پہنچتا ہوں ۔ اب حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ خیال کرکے کہ بصرہ میں حضرت علیؓ کے گروہ کی کافی تعداد موجود ہے۔ اپنے ایک معتمد کو احنف بن مالک اور دوسرے شرفاء بصرہ کے نام خطوط دے کر بصرہ کی جانب روانہ کیا۔ ان خطوط میں لکھا تھا کہ آپ لوگوں کو میرے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیئے اور فوراً کوفہ پہنچ جانا چاہیئے۔

کوفہ میں مسلم بن عقیل کے پہنچنے اور لوگوں کے بیعت کرنے کا حال جب عام طور پر مشہور ہوگیا تو عبداللہ بن مسلم الحضرمی نعمان بن بشیرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر خلیفہ وقت کے کام میں ایسی سُستی نہیں کرنی چاہیئے آج کئی روز ہوئے مسلم بن عقیلؓ کوفہ میں آکر لوگوں سے حسینؓ بن علیؓ کی خلافت کے لئے بیعت لے رہے ہیں آپ کو چاہیئے کہ مُسلم کو قتل کردیں یا گرفتار کرکے یزید کے پاس بھیج دیں اور جن لوگوں نے بیعت کی ہے اُن کو بھی قرار واقعی سزا دیں۔ نعمان بن بشیرؓ نے کہا کہ یہ لوگ جس کام کو مجھ سے چھُپا کر کر رہے ہیں میں اُس کو

آشکارا کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ جب تک یہ لوگ مقابلہ کے لئے نہ نکلیں گے میں اُن پر حملہ نہ کروں گا۔ عبداللہ یہ جواب سُن کر باہر آیا اور اسُی وقت یزید کو ایک خط لکھا کہ:۔

"مسلم بن عقیلؓ کوفہ میں آکر حسین بن علیؓ کی خلافت کے لئے بیعت لے رہے ہیں اور لوگ اُن کے ہاتھ پر کثرت سے بیعت کر رہے ہیں حسین بن علیؓ کے بھی آنے کی خبر ہے نعمان اس معاملہ میں بڑی کمزوری دکھا رہے ہیں آپ اگر ولایت کوفہ کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتے ہیں تو کسی زبردست گورنر کو فوراً کوفہ میں بھیجیں تاکہ وہ آکر مسلم کو گرفتار کرے اور لوگوں سے بیعت فسخ کرائے اور حسین بن علیؓ کو کوفہ میں داخل ہونے سے روکے اس کام میں اگر دیر ہوئی تو آپ کوفہ کو اپنے قبضہ سے نکلا ہوا سمجھئے۔"

اسی مضمون کے خطوط عمارہ بن عقبہ اور ابی معیط نے بھی یزید کے نام روانہ کئے ان خطوط کو پڑھ کر یزید بہت پریشان و فکرمند ہوا۔ سرجون نامی حضرت امیر معاویہؓ کا ایک آزاد کردہ غلام تھا حضرت امیر معاویہؓ بھی بعض پیچیدہ باتوں اور اہم معاملات میں اُس سے مشورہ لیا کرتے اور اس کے مشورہ سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ یزید نے اس کو بلایا اور عبداللہ بن الحضرمی کا خط دکھا کر مشورہ طلب کیا۔ اس جگہ جملۂ معترضہ کے طور پر یہ بات قابلِ تذکرہ ہے کہ یزید ہمیشہ زیاد بن ابی سفیان سے ناراض رہتا تھا زیاد کے بعد وہ عبیداللہ بن زیاد سے بھی بہت ناخوش اور متنفر تھا۔ عبیداللہ بن زیاد کو امیر معاویہؓ نے بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔ یزید یہ ارادہ کر رہا تھا کہ بصرہ کی حکومت سے عبیداللہ بن زیاد کو معزول کرے اور کسی دوسرے شخص کو بصرہ کا حاکم بنائے۔ اب کوفہ سے یہ وحشت ناک خبر میں آنے پر یزید نے جب امیر معاویہؓ کے آزاد کردہ غلام سے مشورہ طلب کیا تو اُس نے عرض کیا کہ اس وقت عراق آپ کے قبضے سے نکلا چاہتا ہے اگر آپ عراق کو بچانا چاہتے ہیں تو عبیداللہ بن زیاد کے سوا کوئی دوسرا شخص آپ کی مدد نہیں کر سکتا میں جانتا ہوں کہ آپ کو یہ میرا مشورہ ناگوار گذرے گا مگر عبیداللہ بن زیاد کے سوا جس شخص کو بھی آپ کوفہ کی حکومت پر بھیجیں گے وہ کوفہ کو بچانے میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ ساتھ ہی میرا مشورہ یہ بھی ہے کہ جس طرح حضرت امیر معاویہؓ نے عبیداللہ کے باپ زیاد کو بصرہ و کوفہ دونوں ولایتوں کی حکومت سپرد کر رکھی تھی۔ اسی طرح آپ بھی عبیداللہ کو بصرہ و کوفہ دونوں ولایتیں سپرد کر دیں بصرہ کے لئے کسی دوسرے حاکم کو انتخاب کرنے کی ضرورت نہیں۔ یزید نے

یہ مشورہ سُن کر تھوڑی دیر تامّل کیا پھر فوراً عبیداللہ بن زیاد کے نام حکم نامہ لکھا کہ:۔

"ہم نے بصرہ کے ساتھ کوفہ کی ولایت بھی تم کو سپرد کی۔ اب تم کو چاہیئے کہ اس حکم کے پہنچتے ہی بصرہ میں کسی کو اپنا نائب بنا کر چھوڑ دو اور خود بلا توقف کوفہ میں پہنچو وہاں مُسلم بن عقیلؓ آئے ہوئے ہیں اور امام حسینؓ کے لئے بیعت لے رہے ہیں اُن کو پکڑ کر قید یا قتل کر دو اور جن لوگوں نے اُن کی بیعت کی ہے اُن کو بھی اگر فسخِ بیعت سے انکار کریں تو تلوار کے گھاٹ اُتار دو اور اس قسم کے ہر ایک خطرہ کا بند و بست کر دو"

عبیداللہ بن زیاد کو یقین تھا کہ یزید مجھ کو بصرہ کی حکومت سے معزول کئے بغیر نہ رہے گا۔ اس کو پڑھ کر وہ حیران رہ گیا پھر خوش بھی ہوا اور رنجیدہ بھی کیونکہ اس حکم کے پڑھنے سے اُس کے دل میں یہ خطرہ بھی پیدا ہوا تھا کہ یزید اس بہانہ سے مجھ کو بصرہ سے نکالنا چاہتا ہے تاہم اُس نے اس حکم کی تعمیل کو مناسب سمجھا اور اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو بصرے میں اپنا قائم مقام مقرر کر کے خود اگلے دن کوفہ کی طرف روانہ ہونے کا عزم کیا اتنے میں منذر بن الحارث اُس کے پاس دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ حسین بن علیؓ کا فرستادہ ایک شخص آیا ہے اور آپ سے چھپا کر خفیہ طور پر لوگوں سے امام حسینؓ کے لئے بیعت لے رہا ہے عبیداللہ بن زیاد نے یہ سُن کر اسی رات میں دھوکے سے حضرت امام حسینؓ کے قاصد کو گرفتار کر لیا اور اگلے دن لوگوں کو جمع کر کے ایک تقریر کی اور کہا کہ:۔

"حسین بن علیؓ کا ایک قاصد بصرہ میں آیا اور بہت سے لوگوں کے نام خطوط لایا ہے میں نے اُس قاصد کو گرفتار کر لیا ہے بصرہ میں جن جن لوگوں کے نام وہ خطوط یا پیغام لایا ہے میں نے سب کے نام اُس سے دریافت کر لئے ہیں اور جن جن لوگوں نے بیعت اُس کے ہاتھ پر کی ہے اُن کی فہرست بھی تیار کر لی ہے آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ میں زیاد بن ابی سفیان کا بیٹا ہوں مُسلم بن عقیل کوفہ میں آئے ہوئے ہیں میں اب کوفہ کو جا رہا ہوں وہاں مُسلم بن عقیل اور جن لوگوں نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی ہے سب کو قتل کر ڈالوں گا اور تمام کوفہ بیعت کر چکا ہے تو ایک شخص کو بھی وہاں زندہ نہ چھوڑوں گا۔۔۔ تمہارے ساتھ اس وقت یہ رعایت کرتا ہوں کہ بجز حسین بن علیؓ کے قاصد کے اور کسی کو کچھ نہیں کہتا لیکن یہاں سے میرے جانے کے بعد اگر

کسی نے ذرا بھی کان ہلایا تو پھر اُس کی خیر نہ ہوگی۔"

یہ کہکر امام حسینؓ کے قاصد کو بلوایا اور اُس کو تمام مجمع کے روبرو قتل کرادیا کسی نے اُف تک نہ کی اس کارروائی کے بعد مطمئن ہوکر وہ کوفہ کی طرف روانہ ہوا حضرت امام حسینؓ مکۂ معظمہ میں بیٹھے ہوئے یہ خیال کر رہے تھے کہ بصرہ میں بھی ہمارے نام پر بیعت ہو رہی ہوگی لیکن یہاں اُن کا فرستادہ قتل کیا جارہا تھا۔ عبیداللہ بن زیاد نے قادسیہ کے مقام پہنچ کر اپنی رکابی فوج کو وہیں چھوڑا اور خود اپنے باپ کے آزاد کردہ غلام کے ساتھ ایک اونٹ پر سوار ہوکر کوفہ کی جانب تیز رفتاری سے روانہ ہوکر مغرب و عشا کے درمیان کوفہ میں داخل ہوا عبیداللہ بن زیاد نے عمامہ حجازیوں کی وضع کا باندھ رکھا تھا یہاں لوگوں کو حضرت امام حسینؓ کی آمد کا انتظار تھا۔ شیعانِ علیؓ و حسینؓ کا یہاں تک زور ہو گیا تھا کہ نعمان بن بشیرؓ شام ہی سے اپنے دیوان خانے کے احاطے کا دروازہ بند کرلیتے اور اپنے خاص خاص آدمیوں کے ساتھ مجلس گرم کرتے۔ دروازے پر غلام کو بٹھا دیتے کہ ہر آنے والے کا نام و پتہ معلوم کرنے کے بعد اگر وہ اندر آنے کے قابل ہو تو دروازہ کھولے ورنہ انکار کردے۔ عبیداللہ بن زیاد جب کوفہ میں داخل ہوا تو لوگوں نے یہ سمجھا کہ امام حسینؓ جن کا انتظار تھا کوفہ میں آگئے۔ جس طرف عبیداللہ کا اونٹ گذرتا لوگ کہتے السلام علیک یا ابن رسول اللہ۔ عبیداللہ اپنا اونٹ لے سرکاری دیوان خانے تک پہنچا، وہاں دیکھا تو دروازہ بند ہے۔ عبیداللہ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور زبان سے کچھ نہ کہا۔ نعمان بن بشیرؓ اپنے دوستوں کے ساتھ چھت پر بیٹھے ہوئے تھے وہ اُٹھے اور چھت کے کنارے پر آکر دیکھا تو چونکہ امام حسینؓ کا تمام شہر میں انتظار کیا جارہا تھا عبیداللہ کو یہی سمجھے کہ امام حسینؓ آگئے ہیں چنانچہ انھوں نے اوپر ہی سے کہا کہ "اے ابنِ رسول اللہ آپ واپس چلے جایئے اور فتنہ برپا نہ کیجئے یزید ہرگز کوفہ آپ کو نہ دے گا۔" نعمان کے دوستوں نے جو چھت پر بیٹھے تھے نعمان سے کہا کہ امام حسینؓ کے ساتھ اتنی بے مروتی تو نہ کیجئے کم از کم دروازہ کھول کر اُن کو اندر آنے دیجئے کیونکہ وہ سفر سے آئے ہیں اور سیدھے آپ کے پاس مہمان بن کر آئے ہیں۔ نعمان نے کہا کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ لوگوں کو یہ کہنے کا یہ موقع ملے کہ نعمان کے عہدِ حکومت میں کوفہ کے اندر امام حسینؓ قتل کئے گئے۔ عبیداللہ نے اپنا عمامہ اُتارا اور کہا کمبخت دروازہ تو کھول۔ عبیداللہ کی آواز سُن کر لوگوں نے اُس کو پہچانا دروازہ کھولا سب اِدھر اُدھر منتشر ہوگئے۔ عبیداللہ اندر داخل ہوا

اور تھوڑی ہی دیر کے بعد عبیداللہ کا لشکر کوفہ میں داخل ہونا شروع ہوا جس کو پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ اُسی وقت مسلم بن عقیل کو خبر پہنچی کہ ابن زیاد معہ لشکر آگیا ہے وہ جس مکان میں مقیم تھے اور لوگوں کو عام طور پر اُس کا علم تھا اُسے چھوڑ دیا اور ہانی بن عروہ کے مکان میں جاکر پناہ گزیں ہوئے اس وقت تک مسلم کے ہاتھ پر بیعت ہونے والوں کی تعداد کوفہ میں اٹھارہ ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ عبیداللہ بن زیاد نے اگلے دن صبح کو مجمع عام کے روبرو تقریر کی اور یزید کا حکم نامہ جو اُس کے پاس بصرہ میں پہنچا تھا سُنایا۔ عبیداللہ نے کہا کہ:۔

"تم لوگ میرے باپ زیاد بن ابی سفیان کو خوب جانتے ہو اور تم کو معلوم ہے کہ وہ کس قسم کی سیاست برتنے کے عادی تھے مجھ میں اپنے باپ کی تمام عادات موجود ہیں تم لوگ مجھ سے بھی خوب واقف ہو اور میں بھی تمھارے ایک ایک شخص کا نام جانتا اور ہر ایک کا گھر اور محلہ پہچانتا ہوں مجھ سے تم کوئی چیز چھپا نہیں سکتے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ کوفہ میں خون کے دریا بہاؤں اور تم کو قتل کروں۔ مجھ کو معلوم ہے کہ تم نے حسینؓ بن علیؓ کے لیے مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے میں تم سب کو امان دیتا ہوں اس شرط پر کہ تم اُس بیعت سے رجوع کرلو اور جو شخص بغاوت پر آمادہ ہے اُس کو کوئی شخص اپنے مکان میں پناہ نہ دے ورنہ ہر ایک پناہ دہندہ کو اُسی کے دروازہ پر قتل کیا جائے گا"۔

اس تقریر کے بعد عبیداللہ نے مسلم بن عقیلؓ کا پتہ دریافت کیا کہ وہ کس جگہ ہیں کسی نے پتہ نہ بتایا۔ آخر عبیداللہ کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ معلوم ہوا کہ وہ ہانی بن عُروہ کے مکان میں چھپے ہوئے ہیں۔ عبیداللہ نے معقل نامی ایک شخص کو جو تمیم کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا اور اس کو کوفہ میں کوئی بھی نہیں پہچانتا تھا بلا کر تنہائی میں تین ہزار درہم کی ایک تھیلی دی اور کہا کہ فلاں محلہ میں ہانی بن عروہ کے مکان پر جاؤ جب ہانی بن عروہ سے ملاقات ہو جائے تو اُس سے کہو کہ مجھ کو آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا ہے۔ جب تنہائی میں پہنچو تو ہانی سے کہو کہ مجھ کو بصرہ کے فلاں فلاں شخصوں نے بھیجا ہے اور تین ہزار درہم دیئے ہیں کہ کوفہ میں جاکر مسلم بن عقیلؓ کے پاس پہنچا دو اور اُن سے کہو کہ ہمارے پاس مکہ سے حسین علیہ السلام کا خط آیا ہے۔ اُنھوں نے ہم کو لکھا ہے کہ تم فلاں تاریخ کوفہ پہنچ جاؤ اُسی تاریخ امام حسینؓ

بھی کوفہ میں پہنچیں گے۔ آپ بالکل مطمئن رہیں ہم سب تاریخ مقررہ کو کوفہ میں امام حسینؓ کے ساتھ داخل ہوں گے یہ تین ہزار درم اپنی ضروریات میں صرف کرو اور ہماری طرف سے بطور ہدیہ قبول کرو۔ لہٰذا آپ مجھ کو مسلم بن عقیلؓ کے پاس پہنچا دیجئے تاکہ میں تمام پیغامات اور یہ روپیہ اُن کی خدمت میں پہنچا دوں اور فوراً کوفہ سے چلا جاؤں کیونکہ عبیداللہ بن زیاد آگیا ہے اور وہ مجھ کو پہچانتا ہے ایسا نہ ہو کہ میں گرفتار ہو جاؤں۔ معقل تین ہزار درم کی تھیلی لے کر ہانی کے پاس پہنچا وہ مکان کے دروازہ پر بیٹھا تھا معقل کی باتیں سُن کر فوراً مسلم بن عقیلؓ کے پاس لے گیا۔ مسلم بن عقیلؓ نے خوش ہو کر وہ تھیلی لے لی اور پیغامات سُن کر معقل کو رخصت کر دیا۔ معقل وہاں سے چل کر سیدھا عبیداللہ کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں تھیلی مُسلم بن عقیل کو دے آیا ہوں اور خود اُن سے باتیں کی ہیں وہ ہانی کے مکان میں موجود ہیں۔ عبیداللہ بن زیاد نے ہانی بن عروہ کو بُلا کر پوچھا کہ مُسلم کہاں ہیں، ہانی نے لاعلمی بیان کی۔ عبیداللہ نے معقل کو بُلوا کر سب کے سامنے اُس کا بیان سُنوایا۔ ہانی شرمندہ ہو کر کہنے لگا کہ ہاں میرے پاس مسلم بن عقیل پناہ گزیں ہیں لیکن میں اپنی یہ بے عزتی برداشت نہیں کر سکتا کہ اب اُن کو آپ کے سپرد کر دوں عبیداللہ نے ہانی کو وہیں گرفتار کر لیا۔ شہر میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ ہانی کو عبیداللہ نے قتل کر دیا ہے۔ ہانی بن عروہ کے گھر کی عورتیں یہ سُن کر رونے لگیں۔ مسلم بن عقیلؓ نے جب یہ صورت دیکھی تو وہ ضبط نہ کر سکے اور فوراً شمشیر بدست ہانی کے گھر سے نکل کر اُن لوگوں کو آواز دی جنھوں نے مسلمؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اٹھارہ ہزار میں سے صرف چار ہزار آدمی اُن کے گرد جمع ہوئے۔ مُسلمؓ نے باقیوں کو بھی بُلایا۔ لیکن ہر ایک نے یہ جواب دیا کہ ہم سے تو بیعت کے وقت یہ اقرار لیا گیا ہے کہ جب تک امام حسینؓ نہ آجائیں کسی سے جنگ نہ کریں گے اُن کے آنے تک آپ کو بھی صبر کرنا چاہیئے۔ مسلم بن عقیل چونکہ اب باہر آچکے تھے۔ لہٰذا دوبارہ نہیں چھُپ سکتے تھے۔ انھیں چار ہزار آدمیوں کو لے کر مُسلم بن عقیلؓ نے عبیداللہ بن زیاد کا محاصرہ کیا۔ عبیداللہ اُس وقت دارالامارۃ میں تیس چالیس آدمیوں کے ساتھ تھا۔ چھتوں پر چڑھ کر محاصرین پر تیروں کی بارش شروع کی مُسلمؓ کے ہمراہیوں کو اُن کے رشتہ داروں اور دوستوں نے آآ کر سمجھانا شروع کیا کہ اپنے آپ کو کیوں ہلاکت میں ڈالتے ہو غرض رفتہ رفتہ سب جدا ہو گئے اور مُسلم بن عقیلؓ کے ساتھ صرف تیس چالیس آدمی رہ گئے۔

مسلم بن عقیل اور ہانی کا قتل

اس حالت میں مُسلم بن عقیلؓ وہاں سے بھاگے اور اہلِ کوفہ میں سے کسی شخص کے گھر میں پناہ گزین ہوئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے عمرو بن جریر مخزومی کو اُن کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ مسلم بن عقیلؓ نے کوئی مفر نہ دیکھ کر تلوار کھینچی لیکن عمرو بن جریر نے کہا کہ آپ اپنی جان ناحق کیوں ضائع کرتے ہیں آپ اپنے آپ کو میرے سپرد کر دیں۔ میں اپنی ذمہ داری پر آپ کو امیر عبیداللہ بن زیاد کے پاس لیے چلتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ اُس سے آپ کی جان بخشی کرا دوں گا۔ مسلم بن عقیل نے تلوار ہاتھ سے رکھ کر اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں دے دیا وہ مُسلم کو عبیداللہ کے پاس لے گیا۔ عبیداللہ نے مسلمؓ کو بھی اُسی کمرہ میں قید کر دیا۔ جس میں ہانی بن عروہ پہلے سے قید تھے۔ اگلے روز بیعت کرنے والوں میں سے دس ہزار آدمی جمع ہوئے اور عبیداللہ بن زیاد کے مکان کو جا کر گھیر لیا۔ اور مُسلم وہانی دونوں کی رہائی کا مطالبہ کیا کہ اگر رضامندی سے دونوں کو رہا کر دو تو بہت اچھا ہے۔ نہیں تو ہم زبردستی چھین کر لے جائیں گے۔ عبیداللہ بن زیاد نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ چھت پر لے جا کر مُسلم اور ہانی دونوں کو اِن لوگوں کے سامنے قتل کر دو۔ چنانچہ دونوں کو قتل کر دیا گیا۔ یہ دیکھ کر سب کے سب منتشر ہو گئے گویا وہ ان دونوں کو قتل ہی کرانے آئے تھے۔ عبیداللہ نے حُکم دیا کہ محل کا دروازہ کھول دو۔ اور ان دونوں کے جسموں کو دار پر لٹکا دیں اور سروں کو یزید کے پاس دمشق لے جائیں۔ یزید نے عبیداللہ کو لکھا کہ امام حسینؓ مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں اور بہت جلد کوفہ پہنچنے والے ہیں تم اچھی طرح اپنی حفاظت کرو اور فوجیں متعین کر دو کہ وہ امام حسینؓ کو پہلے ہی راستہ میں روک دیں اور کوفہ تک نہ پہنچنے دیں۔

امام حسینؓ کی مکّہ سے روانگی

حضرت امام حسین علیہ السّلام نے مکّہ سے روانگی کی تیاری کی۔ جب سامانِ سفر دُرست ہو گیا اور مکہ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ حسین بن علیؓ کوفہ کو جانے والے ہیں۔ تو امام حسینؓ سے محبت و ہمدردی رکھنے والوں نے آ کر ان کو اس ارادے سے باز رکھنا چاہا اور سمجھایا کہ آپ کا کوفہ کی طرف روانہ ہونا خطرہ سے خالی نہیں۔ اول عبدالرحمٰن بن حارث نے

آکر عرض کیا کہ آپ کوفہ کا عزم ترک کردیں کیونکہ وہاں عبیداللہ بن زیاد حاکم عراق موجود ہے کوفہ والے لالچی لوگ ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ جن لوگوں نے بلایا ہے وہی آپ کے خلاف لڑنے کے لئے میدان میں نکلیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آکر کہا کہ تم بیعت لینے اور امارت حاصل کرنے کے لئے مکہ سے باہر نہ جاؤ آنحضرت صلعم کو خدائے تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں سے ایک کے اختیار کرنے کی آزادی دی تھی۔ آپ نے آخرت کو اختیار کیا تم بھی خاندانِ نبوّت سے ہو دنیا کی طلب نہ کرو۔ اپنے دامن کو دُنیا کی آلائش سے آلودہ نہ ہونے دو۔

یہ نصیحت کرکے عبداللہ بن عمرؓ رو پڑے حضرت امام حسینؓ بھی رونے لگے، مگر اُنھوں نے عبداللہ بن عمرؓ کی رائے پر عمل کرنے سے انکار کیا، مجبوراً عبداللہ بن عمرؓ رخصت ہو کر چلے گئے۔ پھر عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ مکہ کو نہ چھوڑو اور خانہ خدا سے دوری اختیار نہ کرو۔ تمھارے والدِ محترم نے مکہ اور مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو ترجیح دی تھی مگر تم نے دیکھا کہ ان کے ساتھ کوفہ والوں نے کس قسم کا سلوک کیا یہاں تک کہ ان کو شہید ہی کرکے چھوڑا تمھارے بھائی حسنؓ کو بھی کوفیوں نے لوٹا۔ قتل کرنا چاہا۔ آخر زہر دے کر مار ہی ڈالا۔ اب تم کو اُن پر ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیئے نہ اُن کی بیعت پر اور قسم کا کوئی بھروسہ ہے نہ اُن کے خطوط اور پیغامات قابلِ اعتماد ہیں۔ ابنِ عباسؓ سے یہ باتیں سُن کر حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں سب درست ہے لیکن مسلم بن عقیلؓ کا خط آگیا ہے بارہ ہزار آدمی اُس کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اور اس سے پہلے شرفائے کوفہ کے ڈیڑھ سو خطوط میرے پاس آچکے ہیں اب کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے میرا وہاں جانا ہی مناسب ہے۔ عبداللہ بن عباسؓ نے یہ جواب سُن کر کہا کہ اچھا کم از کم اس ذوالحجہ کے مہینے کو ختم اور نئے سال کو شروع ہو لینے دو پھر عزمِ سفر کرنا۔ اب حج کے دن آگئے ہیں سارے جہان کے لوگ دور دُور سے مکہ میں آئے ہیں اور تم مکہ کو چھوڑ کر باہر جا رہے ہو محض اس لئے کہ دنیا اور دُنیا داروں پر تم کو حکومت حاصل ہو اور متاعِ دنیا تمھارے قبضہ میں آئے۔ مناسب یہ ہے کہ تم بھی حج میں شریک ہو اور لوگوں کو حج سے فارغ ہو کر واپس ہو لینے دو پھر اگر ضروری ہی سمجھتے ہو تو روانہ ہو جاؤ۔ حضرت امام حسینؓ نے کہا کہ یہ معاملہ ایسا ہے کہ اب میں تاخیر نہیں کر سکتا۔ مجھ کو فوراً روانہ ہی ہو جانا چاہیئے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ اچھا اگر تم میرا کہنا نہیں مانتے ہو تو کم از کم عورتوں اور بچوں کو تو ساتھ نہ لے جاؤ کیونکہ کوفہ والوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ بارہ ہزار شخص جب کہ تمھاری خلافت کے لئے بیعت کر چکے ہیں تو اُن کا فرض تھا کہ وہ اوّل یزید کے عامل کو

کوفہ سے نکال دیتے خزانہ پر قبضہ کرتے اور پھر آپ کو بلاتے ۔لیکن موجودہ صورت میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یزید کے عامل یعنی کوفہ کے حاکم کے خلاف وہ کچھ نہیں کر سکتے جب کہ اُن کے پاس خزانہ بھی نہیں اور عامل کو نکال دینے کی جرت بھی نہیں تو یقیناً کوفہ کا عامل اُن کو خوف دلا کر اور لالچ دے کر اپنے حسبِ منشا ۔جب چاہے گا استعمال کر سکے گا اور ہو سکتا ہے کہ یہی لوگ جو آپ کو بلا رہے ہیں آپ سے لڑنے کے لئے یزید کی طرف سے میدان میں آئیں۔ ان حالات پر غور کرنے سے آپ کی جان کا خطرہ نظر آتا ہے اگر عورتیں اور بچے بھی آپ کے ساتھ ہوئے تو جس طرح عثمان غنیؓ اپنے اہل وعیال کے روبرو قتل کئے گئے اسی طرح آپ کے اہل وعیال کو بھی آپ کا قتل ہونا دیکھنا پڑے گا اور دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر لونڈی غلام بننے کا اندیشہ رہے گا ۔جب امام حسینؓ نے عبداللہ بن عباسؓ کی اس بات کو بھی نہ مانا تو انھوں نے کہا کہ آپ کو اگر امارت وخلافت کا ایسا ہی شوق ہے تو آپ اول یمن کے ملک میں جائیے وہاں آپ کے بہت سے ہمدرد بھی موجود ہیں وہاں پہاڑی سلسلہ بھی حفاظت کے لئے خوب کام آسکتا ہے ۔حجاز کی حکومت بھی اگر آپ چاہیں تو بڑی آسانی سے آپ کو مل سکتی ہے ۔آخر عبداللہ بن عباسؓ مجبور ہو کر رہ گئے اور حضرت امام حسینؓ نے اُن کے کسی مشورہ کو بھی نہ مانا اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ آئے اور اُنھوں نے امام حسینؓ سے کہا کہ آپ ہرگز کوفہ کا عزم نہ فرمائیں آپ کی روانگی کے عزم کا حال جب سے مکہ میں مشہور ہوا ہے ،میں بعض شخصوں سے یہ بھی سُن رہا ہوں کہ عبداللہ بن زبیر اب حسین بن علیؓ کے چلے جانے سے بہت خوش ہو گا کیونکہ مکہ میں اُس کا کوئی رقیب باقی نہ رہے گا لہٰذا میں اِن بدگمان لوگوں کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے آپ سے نہایت خلوص کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ آپ مکہ کی حکومت قبول فرمائیں اور اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں اور آپ کے حکم کی تعمیل میں شمشیر زنی کے لئے میدان میں نکلوں ۔امام حسینؓ نے کہا کہ میں اب اطلاع دے چکا اور روانگی کا عزم مصمم کر چکا ہوں کسی طرح رُک نہیں سکتا۔

آخر ۳؍ ماہ ذالحجہ ۶۰ھ بروز دوشنبہ حضرت امام حسینؓ مکہ سے مع اہل خاندان روانہ ہوئے ۔اسی تاریخ یعنی بروز دوشنبہ بتاریخ ۳؍ ذالحجہ کوفہ میں مسلم بن عقیلؓ قتل کئے گئے امام حسینؓ جب مکہ سے روانہ ہونے لگے تو عمرو بن سعد بن العاصؓ اور بعض دوسرے اہلِ مکہ نے آکر اُن کو روکنا چاہا اور کہا کہ اگر آپ ویسے نہیں مانتے ہیں تو ہم آپ کو زبردستی

روکیں گے اور آپ کا مقابلہ کریں گے۔ امام حسینؓ نے کہا کہ جو کچھ تم سے ہوسکے کرگذرو اور لڑائی کا ارمان بھی نکالو، یہ سُن کر سب لوگ اُن کے سامنے سے ہٹ گئے اور وہ روانہ ہوئے۔ رُخصت کرتے وقت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ میں اُس وقت تمھارے اونٹ کے آگے لیٹ جاتا کہ وہ مجھ کو بغیر کچلے ہوئے آگے نہ بڑھ سکے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تم پھر بھی نہ رُکو گے اور عزیمت کوفہ سے باز نہ رہو گے آخر آپ مکّہ سے روانہ ہوئے مقام تبغم میں ایک قافلہ ملا جو یزید کے پاس عاملِ یمن کی طرف سے تحائف لئے جارہا تھا آپ نے اس قافلہ کو گرفتار کرلیا اور کچھ سامان اس قافلہ سے لے کر آگے روانہ ہوئے۔ مکّہ اور کوفہ کے میان مقام صفاح میں عربی کے مشہور شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی جو کوفہ سے آرہا تھا۔ فرزدق جب کوفہ سے چلا تھا تو اُس وقت تک عبیداللہ بن زیاد کوفہ میں داخل نہ ہوا تھا۔ امام حسینؓ نے فرزدق سے کوفہ اور کوفیوں کا حال پوچھا تو اُس نے کہا کہ اہلِ کوفہ کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن اُن کی تلواریں آپ کی حمایت میں عَلَم نہیں ہوسکتیں۔ کچھ دُور آگے بڑھے تھے کہ عبداللہ بن جعفر کا خط جو اُنھوں نے مدینہ سے اپنے بیٹوں عونؔ اور محمدؔ کے ہاتھ روانہ کیا تھا پہنچا۔ عبداللہ بن جعفر نے لکھا تھا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ کوفہ کے ارادے سے باز رہئے اور مدینہ میں آجایئے۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ آپ قتل نہ ہوجائیں، برائے خدا آپ اس معاملہ میں جلدی نہ کریں۔ ساتھ ہی مدینہ کے والی کا خط بھی انھیں قاصدوں نے دیا جس میں لکھا تھا کہ آپ مدینہ میں آکر رہنا چاہیں تو آپ کو امان ہے۔ مگر امام حسینؓ نے واپسی سے قطعاً انکار کیا محمدؔ اور عونؔ کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا اور اپنے دلیلِ راہ سے جو بصرہ کا ایک شخص تھا کہا کہ جس قدر جلد ممکن ہو ہم کو کوفہ میں پہنچاؤ تاکہ ہم عبیداللہ بن زیاد کے پہنچنے سے پہلے کوفہ میں داخل ہوجائیں وہاں لوگ ہمارے سخت منتظر ہوں گے۔ اتفاقاً اسی روز عبیداللہ بن زیاد کے پاس یزید کا خط پہنچا تھا کہ اپنی حفاظت کرو اور چونکہ امام حسینؓ مکّہ سے روانہ ہوچکے ہوں گے لہٰذا ہر ایک راستے پر فوجیں متعین کردو کہ اُن کو کوفہ تک نہ پہنچنے دیا جائے امام حسینؓ اپنے دل میں یہ خیال کرتے ہوئے جارہے تھے کہ مسلم بن عقیلؓ کے ہاتھ پر ہر روز لوگ بیعت کرتے ہوں گے اور جماعت اب بہت زیادہ ہوچکی ہوگی لیکن کوفہ میں عبیداللہ بن زیاد اُن کی گرفتاری یا قتل کے لئے فوجیں نامزد کررہا تھا۔ اور چند منزلیں طے کرنے کے بعد عبداللہ بن مطیع سے مُلاقات ہوئی۔ اُنھوں نے حضرت امام حسینؓ کے ارادے سے واقف ہوکر نہایت

اصرار کے ساتھ روکا اور مکہ کی طرف واپس چلنے کے لیے قسمیں دلائیں پھر اُن کو سمجھایا کہ آپ عراقیوں کے فریب میں نہ آئیں۔ اگر آپ بنواُمیہ سے خلافت چھیننے کی کوشش کریں گے تو وہ آپ کو ضرور قتل کردیں گے اور ہر ایک ہاشمی ہر ایک عرب اور ہر ایک مسلمان کے قتل پر دلیر ہوجائیں گے آپ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال کر اسلام۔ عرب اور قریش کی حُرمت کو نہ مٹائیں۔ مگر امام حسینؓ پر اُن کی بات کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور وہ بدستور کوفہ کی جانب گرم سفر رہے۔ مقام حاجر سے آپ نے قیس بن مسہر کے ہاتھ اہلِ کوفہ کے پاس ایک خط بھیجا کہ ہم قریب پہنچ گئے ہیں ہمارے منتظر ہو قیس قادسیہ میں پہنچے تھے کہ لشکر ابنِ زیاد کے ہاتھ میں گرفتار ہوگئے ابنِ زیاد کے روبرو معہ خط پیش کیے گئے اُس نے قصرِ امارت کی چھت پر چڑھاکر اوپر سے گرادیا اور قیس گرتے ہی فوت ہوگئے۔ پھر اگلی منزل سے اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر کو اسی طرح خط دے کر بھیجا وہ بھی اسی طرح گرفتار ہوکر اُسی طرح قصرِ امارت سے گراکر قتل کیے گئے۔ یہ قافلہ جب مقام ثعلبیہ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیلؓ کوفہ میں قتل کردیے گئے اور اب کوئی متنفس کوفہ میں امام حسینؓ کا حمایتی نہیں ہے۔ اس خبر کے سُننے سے تمام قافلہ پر مایوسی چھاگئی اور واپسی کا ارادہ ہوا کیونکہ کوفہ کی طرف جانے میں قوی احتمال تھا کہ جو سلوک مُسلم کے ساتھ ہوا ہے وہی اس قافلے کے ساتھ ہوگا۔ یہ سُن کر مُسلم بن عقیلؓ کے بیٹوں نے کہا کہ ہم کو ہرگز واپس نہیں ہونا چاہیے۔ اب تو ہم مسلم کا قصاص لیں گے ورنہ اُنھیں کی طرح جان دیں گے۔ دوسرے یہ کہ حسینؓ بن علیؓ مسلم بن عقیلؓ کی طرح نہیں ہیں ان کو جب کوفہ والے دیکھیں گے تو ضرور اُن کے شریک حال ہوجائیں گے اور ابنِ زیاد کو گرفتار کرلیں گے۔ اس قافلے میں کئی سو آدمی شامل تھے اور راستے میں لوگ شامل ہو ہو کر اس کی تعداد کو دم بدم بڑھاتے جاتے تھے لیکن ثعلبیہ میں اس خبر کو سُن کر جب قافلہ آگے بڑھا تو دوسرے قبائل کے لوگ بتدریج جُدا ہونے شروع ہوئے یہاں تک کہ خاص اپنے خاندان اور قبیلے کے لوگ باقی رہ گئے۔ جن کی تعداد ستر۔ اسّی کے قریب بیان کی جاتی ہے۔ بعض روایتوں میں ڈھائی سو کے قریب بیان کی گئی ہے۔

حادثۂ کربلا

عبیداللہ بن زیاد نے عمرو بن سعد بن ابی وقاص کو رَے کی حکومت پر نامزد کیا۔

اور فی الحال چار ہزار فوج دے کر مامور کیا کہ صحرا میں نکل کر تمام راستوں اور سڑکوں کی نگرانی کرواؤ حسین بن علیؓ کا کھوج لگاؤ کہ وہ کس طرف سے آرہے ہیں اور کہاں ہیں اور ایک ہزار آدمی حُربن یزید تمیمی کے سپرد کر کے اُس کو بھی گشت وگرداوری پر مامور کیا۔ عمرو بن سعد مقام قادسیہ میں ہو کر ہر سمت کی خبریں منگانے کا انتظام کرنے لگا۔ حضرت امام حسینؓ ایک عجیب شش و پنج کے عالم میں مقام شراف تک پہنچے اس سے آگے بڑھے تو حُر بن یزید تمیمی معہ اپنی ایک ہزار فوج کے سامنے آیا۔ امام حسینؓ نے آگے بڑھ کر حُر سے کہا کہ میں تم ہی لوگوں کے بلانے سے یہاں آیا ہوں اگر تم لوگ اپنے عہد و اقرار پر قائم ہو تو میں تمھارے شہر میں داخل ہوں نہیں تو جس طرف سے آیا ہوں اُسی طرف واپس چلا جاؤں گا۔ حُر نے کہا ہم کو عبیداللہ بن زیاد کا حکم ہے کہ آپ کے ساتھ ساتھ رہیں اور آپ کو اُس کے سامنے زیرِ حراست لے چلیں۔ امام حسینؓ نے کہا کہ یہ ذلت تو ہرگز گوارا نہیں ہو سکتی کہ ابنِ زیاد کے سامنے گرفتار ہو کر جائیں۔ اس کے بعد آنھوں نے واپس ہونے کا ارادہ کیا تو حُر نے ابنِ زیاد کے خوف سے اُن کو واپس ہونے سے روکا اور واپسی کے راستے میں اپنی فوج لے کر کھڑا ہو گیا۔ امام حسینؓ نے وہاں سے شمال کی جانب کوچ کیا اور قادسیہ کے قریب پہنچ گئے وہاں معلوم ہوا کہ عمرو بن سعد ایک بڑی فوج کے ساتھ مقیم ہے۔ حُر آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔ قادسیہ کے قریب پہنچ کر امام حسین علیہ السلام وہاں سے لوٹے اور دس میل چل کر مقامِ کربلا میں آکر مقیم ہوئے۔ عمرو بن سعد آپ کی خبر سُن کر معہ فوج روانہ ہوا اور سُراغ لیتا ہوا اگلے روز کربلا پہنچ گیا۔ قریب پہنچ کر عمرو بن سعد اپنی فوج سے جُدا ہو کر آگے آیا اور امام حسین علیہ السلام کو آواز دے کر اپنے قریب بُلایا۔ سلامٌ علیک کے بعد ابن سعد نے کہا کہ

"بے شک آپ یزید کے مقابلے میں زیادہ مستحقِ خلافت ہیں لیکن خدائے تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ آپ کے خاندان میں حکومت و خلافت آئے۔ حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کے حالات آپ کے سامنے گذر چکے ہیں۔ اگر آپ اس سلطنت و حکومت کے خیال کو چھوڑ دیں تو بڑی آسانی سے آزاد رہا ہو سکتے ہیں نہیں تو پھر آپ کی جان کا خطرہ ہے اور ہم لوگ آپ کی گرفتاری پر مامور ہیں۔"

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ

"میں اس وقت تین باتیں پیش کرتا ہوں تم ان تین میں سے جس کو چاہو میرے

پئے منظور کرلو۔

اوّل تو یہ کہ جس طرف سے میں آیا ہوں اُسی طرف مجھ کو واپس جانے دو تاکہ میں مکۂ معظمہ میں پہنچ کر عبادتِ الٰہی میں مصروف رہوں۔

دوم یہ کہ مجھ کو کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو کہ وہاں کفار کے ساتھ لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں۔

سوم یہ کہ تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ اور مجھ کو سیدھا یزید کے پاس دمشق کی جانب جانے دو۔ میرے پیچھے پیچھے اپنے اطمینان کی غرض سے تم بھی چل سکتے ہو۔ میں یزید کے پاس جاکر براہِ راست اُس سے اپنا معاملہ اسی طرح طے کرلوں گا جیسا کہ میرے بڑے بھائی حضرت امام حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے طے کیا تھا۔

عمرو بن سعد یہ سُن کر بہت خوش ہوا اور کہا کہ میں بطور خود کوئی پختہ جواب آپ کو اس وقت ان باتوں کے متعلق نہیں دے سکتا میں ابھی عبیداللہ بن زیاد کو اطلاع دیتا ہوں یقین ہے کہ وہ ضرور ان میں سے کسی ایک بات کو منظور کرلے گا۔ عمرو بن سعد بھی اُسی میدان میں خیمہ زن ہوگیا اور ابنِ زیاد کو یہ تمام کیفیت لکھ بھیجی۔ ۲ محرم ۶۱ھ کو کربلا میں عمرو بن سعد امام حسینؓ کے پہنچنے سے اگلے دن جاکر مقیم ہوا تھا اور اسی روز یہ گفتگو ہوئی تھی۔ عبیداللہ بن زیاد عمرو بن سعد کا خط پڑھ کر بہت خوش ہوا اور اُس نے کہا کہ امام حسینؓ نے وہ بات پیش کی ہے۔ جس سے فتنہ کا دروازہ بالکل بند ہو جائے گا اور وہ یزید کے پاس جاکر بیعت کرلیں گے تو پھر کوئی خطرہ باقی ہی نہ رہے گا لیکن شمر ذی الجوشن اُس وقت اُس کے پاس موجود تھا اُس نے کہا کہ اے امیر اس وقت تجھ کو موقع حاصل ہے کہ تو امام حسینؓ کو بلا تکلّف قتل کردے تجھ پر کوئی الزام عائد نہ ہوگا لیکن اگر امام حسینؓ یزید کے پاس چلے گئے تو پھر اُن کے مقابلہ میں تیری کوئی عزت وقدر باقی نہ رہے گی اور وہ تجھ سے زیادہ مرتبہ حاصل کریں گے یہ سُن کر ابنِ زیاد نے عمرو بن سعد کو جواب میں لکھا کہ

"یہ تینوں باتیں کسی طرح منظور نہیں ہو سکتیں ہاں صرف ایک صورت قابلِ پذیرائی ہے وہ یہ کہ امام حسینؓ اپنے آپ کو ہمارے سپرد کردیں اور یزید کی بیعت نیابتاً اوّل میرے ہاتھ پر کریں پھر میں اُن کو یزید کے پاس اپنے اہتمام سے

روانہ کردوں گا۔"

اس جواب کے آنے پر عمرو بن سعد نے حضرت امام حسینؓ کو اطلاع دی اور کہا کہ میں مجبور ہوں ابنِ زیاد خلافتِ یزید کی بیعت اوّل اپنے ہاتھ میں چاہتا ہے اور کسی دوسری بات کو منظور نہیں کرتا۔ امام حسینؓ نے کہا کہ اس سے تو مر جانا بہتر ہے، کہ میں ابنِ زیاد کے ہاتھ پر بیعت کروں۔

ابن سعد اس کوشش میں مصروف تھا کہ کسی طرح کشت وخون نہ ہو یا تو امام حسینؓ ہی ابنِ زیاد کی شرط کو مان لیں یا ابنِ زیاد امام حسینؓ کے منشا کی موافق اُن کو جانے کی اجازت دے دے۔ اسی خط وکتابت اور انکار واصرار میں ایک ہفتہ میں امام حسینؓ اور ابنِ سعد دونوں اپنے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کربلا کے میدان میں خیمہ زن رہے۔ امام حسینؓ کے ساتھی ابن سعد کے لشکریوں کے ساتھ مل کر نمازیں پڑھتے اور حضرت امام حسین علیہ السلام صفوں کو درست کرتے۔ ابنِ زیاد کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو اُس کو فکر پیدا ہوئی کہ کہیں ابنِ سعد امام حسینؓ سے سازش نہ کرلے اُس نے فوراً ایک چوب دار جویرہ بن تمیمی کو بلایا اور ابنِ سعد کے نام ایک خط لکھ کر دیا کہ

"میں نے تم کو حسین بن علیؓ کی گرفتاری پر مامور کیا تھا تمھارا فرض تھا کہ اُن کو گرفتار کرکے میرے پاس لاتے یا گرفتار نہ کرسکتے تو اُن کا سر کاٹ کر لاتے۔ میں نے تم کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ تم اُن کی مصاحبت اختیار کرکے دوستانہ تعلقات بڑھاؤ۔ اب تمھارے لئے بہتر یہی ہے کہ فوراً بلا تامّل اس خط کو پڑھتے ہی یا تو حسینؓ بن علیؓ کو میرے پاس لاؤ ورنہ جنگ کرکے اُن کا سر کاٹ کر بھیجو اگر ذرا بھی تامل تم سے سرزد ہوا تو میں نے اپنے سرہنگ کو جو یہ خط لے کر آرہا ہے حکم دیا ہے کہ وہ تم کو گرفتار کرکے میرے پاس پہنچائے اور لشکر وہیں مقیم رہ کر دوسرے سردار کا منتظر رہے جس کو میں تمھاری جگہ مامور کرکے بھیجوں گا۔"

جویرہ یہ خط لے کر جمعرات کے دن ۹ محرم ۶۱ھ کو ابن سعد کے پاس پہنچا۔ ابن سعد اُس وقت اپنے خیمہ میں بیٹھا تھا خط کو پڑھتے ہی کھڑا ہوگیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور جویرہ بن بدر سے کہا کہ تم گواہ رہنا کہ میں نے امیر کا حکم پڑھتے ہی اُس کی تعمیل

کی ہے پھر صفوف جنگ آراستہ کر کے جویرہ کو ہمراہ لے کر آگے بڑھا اور امام حسینؓ کو سامنے بلوا کر کہا کہ امیر ابن زیاد کا یہ حکم آیا ہے اگر میں اس کی تعمیل میں ذرا بھی دیر کروں تو یہ قاصد موجود ہے جس کو حکم دیا گیا ہے کہ فوراً مجھ کو قید کر لے۔ امام حسینؓ نے کہا کہ مجھ کو کل تک کے لئے اور سوچنے کی مہلت دو۔ ابن سعد نے جویرہ کی طرف دیکھا کہ اس نے کہا کہ کل کچھ دُور نہیں ہے اتنی مہلت دے دینی چاہیئے۔ ابنِ سعد میدان سے واپس آیا اور فوج کو حکم دیا کہ کمر کھول دو آج کوئی لڑائی نہ ہوگی۔

عبیداللہ بن زیاد نے جویرہ بن بدر کے ہاتھ یہ حکم روانہ کرنے کے بعد سوچا کہ اگر ابنِ سعد نے سستی کی اور جویرہ نے اُس کو قید کر لیا تو فوج بغیر افسر کے رہ کر منتشر ہو جائے گی اور ممکن ہے کہ امام حسینؓ ہی سے جا ملے اس صورت میں ضرور وقت و پریشانی کا سامنا ہوگا اور امام حسینؓ کو موقع مل جائے گا کہ وہ مکہ کی طرف فرار ہو جائیں اور قابو میں آئے ہوئے نکل جائیں چنانچہ اُس نے فوراً شمر ذی الجوشن کو بلوایا اور کہا کہ میں جویرہ کو بھیج چکا ہوں اور اُس کو حکم دے دیا ہے کہ اگر ابنِ سعد لڑائی میں تامل کرے تو اُس کو گرفتار کر کے لے آئے ابن سعد کی طرف سے مجھ کو منافقت کا شبہ ہے اگر ابنِ سعد نے جویرہ کو گرفتار کر لیا تو فوج جو میدان میں پڑی ہوئی ہے سب آوارہ اور ضائع ہو جائے گی میں تجھ سے بہتر اس کام کے لئے دوسرا شخص نہیں پاتا تو فوراً میدانِ کربلا کی طرف جا اور ابنِ سعد گرفتار ہو چکا ہو تو فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے اور امام حسینؓ سے لڑ کر اُن کا سر کاٹ لا۔ اگر ابنِ سعد گرفتار نہ ہوا ہو اور لڑائی میں تامل کر رہا ہو تو فوراً جاتے ہی لڑائی چھیڑ دے اور کام کو جلدی ختم کر دے۔ شمر ذی الجوشن نے کہا کہ میری ایک شرط ہے وہ یہ کہ آپ کو معلوم ہے کہ میری بہن ام البنین بنت حرام حضرت علیؓ کی بیوی تھی جس کے بطن سے حضرت علیؓ کے چار بیٹے عبیداللہؓ، جعفرؓ، عثمانؓ، عباسؓ پیدا ہوئے میرے یہ چاروں بھانجے بھی اپنے بھائی حسینؓ کے ہمراہ میدانِ کربلا میں موجود ہیں آپ ان چاروں کو جان کی امان دے دیں۔ عبیداللہ بن زیاد نے اسی وقت کاغذ منگا کر چاروں کے لئے امان نامہ لکھ کر اور مُہر لگا کر شمر ذی الجوشن کے سپرد کیا اور اسی وقت اُس کو رخصت کر دیا۔

جویرہ رات کے وقت روانہ ہوا تھا اور جمعرات کے دن علی الصباح لشکر گاہ کربلا میں پہنچ گیا تھا۔ شمر صبح کے وقت روانہ ہوا اور عصر کے وقت پہنچا۔ شمر کے آنے پر تمام کیفیت

جو پیش آئی تھی سُنا دی۔ شمر نے کہا کہ میں تو ایک لمحہ کی بھی مہلت نہ دوں گا یا تو اُسی وقت لڑائی کے لئے مستعد ہو جاؤ ورنہ لشکر میرے سپرد کرو۔ ابنِ سعد اُسی وقت سوار ہوا اور شمر کو ہمراہ لے کر امام حسینؓ کے پاس آیا اور کہا کہ عبید اللہ بن زیاد نے یہ دوسرا قاصد بھیجا ہے اور مہلت آپ کو بالکل دینا نہیں چاہتا۔ حضرت امام حسینؓ نے کہا کہ سبحان اللہ اب مہلت کے دینے یا نہ دینے کی کیا ضرورت ہے۔ آفتاب تو غروب ہو رہا ہے کیا رات کے وقت بھی تم لوگ جنگ کو کل کے لئے ملتوی نہ رکھو گے۔ یہ سُن کر شمر ذی الجوشن نے بھی کل صبح تک کا انتظار مناسب سمجھا اور دونوں اپنے لشکر گاہ کو واپس چلے آئے۔

پانی بند کرو

رات کے وقت عبید اللہ بن زیاد کا حکم پہنچا کہ " اگر ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی ہے تو اسی وقت جب کہ یہ حکم پہنچے پانی پر قبضہ کر لو اور حسین بن علیؓ اور اُن کے ساتھیوں کے لئے پانی بند کر دو۔ اگر سپاہ شمر کے زیر کمان آگئی ہے تو شمر کو اس حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے"۔

عمرو بن سعد نے اس حکم کے پہنچتے ہی عمرو بن الحجاج کو پانچ سو سوار دے کر ساحلِ فرات پر متعین کر دیا۔ اتفاقاً اُس دن میں امام حسینؓ کے ہمراہیوں نے پانی اپنے لئے نہیں بھرا تھا اُن کے تمام برتن خالی ہو گئے تھے رات کو جب پانی بھرنا چاہا تو معلوم ہوا کہ دشمنوں نے پانی پر قبضہ کر لیا ہے۔ امام حسین بن علیؓ نے اپنے بھائی عباس بن علیؓ کو پچاس آدمیوں کے ہمراہ پانی لینے کو بھیجا کہ زبردستی پانی لائیں مگر ان ظالموں نے پانی نہ لینے دیا۔ اب وم بدم پیاس کی شدت نے تکلیف پہنچانی شروع کی۔ یہ ایسی اذیت تھی جو تیر و شمشیر کی اذیت سے زیادہ سوہانِ روح تھی۔ امام حسین علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے علی بن حسینؓ بیمار تھے اور خیمے میں پڑے رہتے تھے وہ اور اُن کی بہن اُمّ کلثوم یہ دیکھ کر کہ صبح کو دشمنوں کا حملہ ہو گا اور تمام عزیز و اقارب جو اس وقت موجود ہیں قتل و شہید ہوں گے رونے لگے۔ ان دونوں کے رونے کی آواز سُن کر حضرت امام حسینؓ خیمہ کے اندر آئے اور کہا کہ دشمن ہمارے قریب ہی خیمہ زن ہے تمہارے رونے کی آواز سُن کر وہ خوش ہوں گے اور ہمراہیوں کے دل تھوڑے ہوں گے تم کو ہرگز ہائے وائے کچھ نہیں کرنی چاہیئے اُن کو بہ مشکل خاموش کیا اور باہر آ کر فرمایا کہ واقعی بچوں اور عورتوں کے ہمراہ لانے میں ہم سے بڑی غلطی ہوئی ہے ان کو ہرگز ہمراہ نہ

لانا چاہیئے تھا۔ اس کے بعد حضرت امام حسینؓ نے اپنے تمام ہمراہیوں کو اپنے سامنے بُلا کر کہا کہ تم لوگ یہاں سے جس طرف کو مناسب سمجھو چلے جاؤ تم کو کوئی بھی کچھ نہ کہے گا کیونکہ دشمنوں کو صرف میری ذات سے بحث ہے تمھارے چلے جانے کو تو وہ اور بھی غنیمت سمجھیں گے۔ میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں کہ اپنی اپنی جان بچا لو۔ ہمراہیوں نے یہ سُن کر کہا کہ ہم ہرگز ہرگز آپ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم سب آپ کے اوپر قربان ہو جائیں گے اور جب تک ہمارے دم میں دم ہے آپ کو آزار نہ پہنچنے دیں گے۔ اسی شب تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص طرماح بن عدی جو اس نواح میں آیا ہوا تھا۔ حضرت امام حسینؓ اور ابنِ سعد کے لشکروں کا حال سُن کر امام حسینؓ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ تنہا میرے ساتھ چلیں میں آپ کو ایک ایسے راستے سے لے چلوں گا کہ کسی کو مطلق اطلاع نہ ہو سکے گی اور اپنے قبیلۂ بنی طے میں لے جا کر پانچ ہزار آدمی اپنے قبیلے کے آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ آپ اُن پانچ ہزار سے جو چاہیں کام لیں۔ امام حسینؓ نے کہا کہ میں نے ابھی ان سب سے کہا تھا کہ مجھ کو تنہا چھوڑ کر تم سب چلے جاؤ تو انھوں نے اس بات کو گوارا نہیں کیا۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ میں ان سب کو چھوڑ کر تنہا اپنی جان بچا کر نکل جاؤں اُن کے ہمراہیوں نے کہا کہ ہم لوگوں کو تو وہ کچھ کہیں گے نہیں جیسا کہ آپ ابھی فرما چکے ہیں وہ تو تنہا آپ کے دشمن ہیں لہٰذا آپ اپنی جان بچانے کے لئے نکل جائیں امام حسینؓ نے کہا کہ عزیزوں اور قریبی رشتہ داروں کے بغیر کوئی چیز بھی گوارا نہیں ہو سکتی میں بغیر آپ لوگوں کی معیت کے اپنی جان بچانے کے لئے ہرگز نہ جاؤں گا۔ چنانچہ اُس شخص کو شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا۔

جب صبح ہوئی تو شمر ذی الجوشن اور عمرو بن سعد صفوفِ لشکر کو آراستہ کر کے میدان میں آئے۔ حضرت امام حسینؓ نے بھی اپنے ہمراہیوں کو مناسب ہدایات کے ساتھ متعین کیا۔ شمر ذی الجوشن نے عبید اللہ۔ جعفر، عثمان عباس کو میدان میں بلوا کر کہا کہ تم کو امیر ابنِ زیاد نے امان دے دی ہے انھوں نے کہا کہ ابنِ زیاد کی امان سے خدا کی امان بہتر ہے شمر اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ بعض روایات کے موافق آپ کے ہمراہ اس وقت جب کہ لڑائی ۱۰ محرم ۶۱ھ کی صبح کو شروع ہوتی ہے ۷۲ بہتر آدمی موجود تھے۔ بعض روایات کے موافق ایک سو چالیس اور بعض کی موافق دو سو چالیس تھے۔ بہرحال اگر بڑی سے بڑی تعداد یعنی دو سو چالیس بھی تسلیم کر لیں تو دشمنوں کی ہزارہا جرار افواج کے مقابلے میں امام حسینؓ کے ساتھی کوئی حقیقت نہ رکھتے تھے۔

امام حسین علیہ السلام اپنے ہمراہیوں کو مناسب مقامات پر کھڑا کر کے اور ضروری وصیتیں فرما کر اُونٹ پر سوار ہوئے اور کوفی لشکر کی صفوف کے سامنے تنہا گئے اُن لوگوں کو بلند آواز سے مخاطب کر کے ایک تقریر شروع کی اور فرمایا کہ اے کوفیو! میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تقریر کوئی نتیجہ میرے لئے اس وقت پیدا نہ کرے گی اور تم کو جو کچھ کرنا ہے تم اس سے باز نہ آؤ گے لیکن میں مناسب سمجھتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ کی حجّت تم پر پوری ہو جائے اور میرا عذر بھی ظاہر ہو جائے۔ ابھی اسی قدر الفاظ کہنے پائے تھے کہ آپ کے خیمے سے عورتوں اور بچوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ ان آوازوں کے سننے سے آپ کو سخت ملال ہوا اور سلسلۂ کلام کو روک کر اور لاحول پڑھ کر آپ نے کہا کہ عبداللہ بن عباسؓ مجھ سے سچ کہتے تھے کہ عورتوں اور بچوں کو ہمراہ نہ لے جاؤ۔ مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے اُن کے مشورے پر عمل نہ کیا پھر لوٹ کر اپنے بھائی اور بیٹے کو پکار کر کہا کہ ان عورتوں کو رونے سے منع کرو اور کہو کہ اس وقت خاموش رہو کل خوب دل بھر کر رو لینا، اُنھوں نے عورتوں کو سمجھایا اور وہ آوازیں بند ہوئیں حضرت حسین علیہ السلام نے پھر کوفیوں کی طرف متوجہ ہو کر اپنی تقریر اس طرح شروع کی کہ

لوگو! تم میں سے ہر ایک شخص، جو مجھ سے واقف ہے اور ہر ایک وہ شخص بھی جو مجھ کو نہیں جانتا اچھی طرح آگاہ ہو جائے کہ میں آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیٹا ہوں۔ حضرت فاطمہؓ میری ماں اور جعفر طیارؓ میرے چچا تھے۔ اس فخر نسبی کے علاوہ مجھ کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ آنحضرت صلعم نے مجھ کو اور میرے بھائی حسنؓ کو جوانانِ اہلِ جنّت کا سردار بتایا ہے اگر تم کو میری بات کا یقین نہ ہو تو ابھی تک آنحضرت صلعم کے بہت سے صحابی زندہ ہیں تم اُن سے میری اس بات کی تصدیق کر سکتے ہو۔ میں نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی۔ میں نے کبھی نماز قضا نہیں کی اور میں نے کسی مومن کو قتل نہ کیا نہ آزار پہنچایا۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کا گدھا بھی باقی ہوتا تو تمام عیسائی قیامت تک اُس گدھے کی پرورش اور نگہداشت میں مصروف رہتے تم کیسے مسلمان اور کیسے اُمتی ہو کہ اپنے رسول کے نواسے کو قتل کرنا چاہتے ہو نہ تم کو خدا کا خوف ہے نہ رسول کی شرم ہے میں نے جبکہ ساری عمر کسی شخص کو بھی قتل نہیں کیا

تو ظاہر ہے کہ مجھ پر کسی کا قصاص بھی نہیں۔ پھر بتاؤ کہ تم نے میرے خون کو کس طرح حلال سمجھ لیا ہے۔ میں دنیا کے جھگڑوں سے آزاد ہو کر مدینہ میں آنحضرت صلعم کے قدموں میں پڑا تھا تم نے وہاں بھی مجھ کو نہ رہنے دیا پھر مکہ معظمہ کے اندر خانۂ خدا میں مصروفِ عبادت تھا تم کوفیوں نے مجھ کو وہاں بھی چین نہ لینے دیا اور میرے پاس مسلسل خطوط بھیجے کہ ہم تم کو امامت کا حق دار سمجھتے اور تمھارے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کرنا چاہتے ہیں۔ جب تمھارے بُلانے کے موافق میں یہاں آیا تو اب تم مجھ سے برگشتہ ہو گئے۔ اب بھی اگر تم میری مدد کرو تو میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھ کو قتل نہ کرو اور آزاد چھوڑ دو، تاکہ میں مکہ یا مدینہ میں جا کر مصروفِ عبادت ہو جاؤں اور خدائے تعالےٰ خود اس جہان میں فیصلہ کر دے گا کہ کون حق پر تھا اور کون ظالم تھا۔"

اس تقریر کو سُن کر سب خاموش رہے اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد حضرت امام حسینؓ نے فرمایا کہ

"خدا کا شکر ہے کہ میں نے تم پر حجت پوری کر دی اور تم کوئی عذر پیش نہیں کر سکتے۔"

پھر آپ نے ایک ایک کا نام لے کر آواز دی کہ "اے شبث بن ربعی۔ اے حجاج بن الحسن۔ اے قیس بن الاشعث۔ اے حُر بن یزید تمیمی۔ اے فلاں وفلاں کیا تم نے مجھ کو خطوط نہیں لکھے تھے اور مجھ کو باصرار یہاں نہیں بلوایا تھا؟ اور اب جب کہ میں آیا ہوں تو تم مجھ کو قتل کرنے پر آمادہ ہوئے۔"

یہ سُن کر اُن سب لوگوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو کوئی خط نہیں لکھا اور نہ آپ کو بُلایا۔ حضرت امام حسینؓ نے وہ خطوط نکالے اور الگ الگ پڑھ کر سُنائے کہ یہ تمھارے خطوط ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ خواہ ہم نے یہ خطوط بھیجے یا نہیں بھیجے مگر اب ہم علی الاعلان آپ سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ سُن کر امام حسین علیہ السلام اونٹ سے اُترے اور گھوڑے پر سوار ہو کر لڑائی کے لئے مستعد ہو گئے۔ کوفی لشکر سے اوّل ایک شخص میدان میں مقابلہ کی غرض سے نکلا مگر اُس کا گھوڑا ایسا بدکا کہ وہ گھوڑے سے گرا اور گر کر مر گیا۔ اس کیفیت کو دیکھ کر حُر بن یزید تمیمی اس انداز سے جیسے کوئی حملہ آور ہوتا ہے اپنی ڈھال سامنے کر کے اور گھوڑا دوڑا کر امام

حسینؓ کے پاس آیا اور ڈھال پھینک دی۔ حضرت حسینؓ نے پوچھا تو کس لئے آیا ہے اُس نے کہا کہ میں وہ شخص ہوں جس نے آپ کو ہر طرف سے گھیر کر اور روک کر واپس نہ جانے دیا اور اس میدان میں قیام کرنے پر مجبور کیا۔ میں اپنی اس خطا کی تلافی میں اب آپ کی طرف سے کوفیوں کا مقابلہ کروں گا۔ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ امام حسینؓ نے اُس کو دعا دی اور بہت خوش ہوئے۔

شمر ذی الجوشن نے عمرو بن سعد سے کہا کہ اب دیر کیوں کر رہے ہو۔ عمرو بن سعد نے فوراً ایک تیر کمان جوڑ کر حضرت حسین علیہ السلام کے لشکر کی طرف پھینکا اور کہا کہ تم گواہ رہنا کہ سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے۔ اس کے بعد کوفیوں کے لشکر سے دو آدمی نکلے امام حسینؓ کی طرف سے ایک بہادر نے مقابلہ پر جا کر دونوں کو قتل کر دیا پھر اسی طرح لڑائی کا سلسلہ جاری ہوا۔ دیر تک مبارزہ کی لڑائی ہوتی رہی اور اس میں کوفیوں کے آدمی زیادہ مارے گئے۔ پھر اس کے بعد امام حسینؓ کی طرف سے ایک ایک آدمی نے کوفیوں کی صفوں پر حملہ کرنا شروع کیا اس طرح بہت سے کوفیوں کا نقصان ہوا۔ حضرت امام حسینؓ کے ہمراہیوں نے آلِ ابی طالب کو اُس وقت تک میدان میں نہ نکلنے دیا۔ جب تک کہ وہ ایک ایک کر کے سب کے سب نہ مارے گئے۔ آخر میں مسلم بن عقیل کے بیٹوں نے آلِ علیؓ پر سبقت کی اُن کے بعد حضرت امام حسینؓ کے بیٹے علی اکبرؓ نے دشمنوں پر رستمانہ حملے کئے اور بہت سے دشمنوں کو ہلاک کرنے کے بعد خود بھی شہید ہو گئے اُن کے قتل ہونے کے بعد امام حسین علیہ السلام سے ضبط نہ ہو سکا اور آپ رونے لگے۔ پھر آپ کے بھائی عبداللہ و محمد و جعفر و عثمان نے دشمنوں پر حملہ کیا اور بہت سے دشمنوں کو مار کر خود بھی ایک ہی جگہ ڈھیر ہو گئے آخر میں امام حسنؓ کے ایک نو عمر بیٹے محمد قاسم نے حملہ کیا اور وہ بھی مارے گئے غرضکہ امام حسینؓ کے لئے کربلا میں اپنی شہادت اور دوسری تمام مصیبتوں سے بڑھ کر مصیبت یہ تھی کہ اُنھوں نے اپنی آنکھوں سے اپنے بھائیوں اور بیٹوں کو شہید ہوتے ہوئے اور اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو ان روح فرسا نظاروں کا تماشا دیکھتے ہوئے دیکھا۔ امام حسین علیہ السلام کے ہمراہیوں اور خاندان والوں نے ایک طرف اپنی بہادری کے نمونے دکھائے تو دوسری طرف وفاداری و جان نثاری کی بھی انتہائی مثالیں پیش کر دیں نہ کسی شخص نے کمزوری و بُزدلی کا اظہار کیا نہ بے وفائی و تن آسانی کا الزام اپنے اوپر لیا حضرت امام حسین علیہ السلام سب سے آخر تنہا رہ گئے تھے خیمہ میں عورتوں کے سوا صرف علی اوسط

معروف بہ زین العابدین جو بیمار اور چھوٹے بچے تھے باقی رہ گئے تھے۔ عبید اللہ بن زیاد ظالم نے یہ بھی حکم بھیج دیا تھا کہ امام حسینؓ کا سر مبارک کاٹ کر اُن کی لاش گھوڑوں سے یہاں تک پامال کرائی جائے کہ ہر ایک عضو ٹوٹ جائے۔

حضرت امام حسینؓ کی شہادت

حضرت امام حسینؓ نے تنہا رہ جانے کے بعد جس بہادری وجواں مردی کے ساتھ دشمنوں پر حملے کئے ہیں۔ ان حملوں کی شان دیکھنے والا اُن کے ہمراہیوں میں سے کوئی نہ تھا۔ مگر عمرو بن سعد اور شمر ذی الجوشن آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ہم نے آج تک ایسا بہادر وجری انسان نہیں دیکھا۔ اس غم کی داستان اور روح کو مضمحل کر دینے والی کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے جسم پر پینتالیس زخم تیر کے تھے مگر آپ برابر دشمنوں کا مقابلہ کئے جا رہے تھے ایک دوسری روایت کے موافق ۳۳ زخم نیزے کے اور ۳۴ زخم تلوار کے تھے اور تیروں کے زخم ان کے علاوہ تھے۔ شروع میں آپ گھوڑے پر سوار ہو کر حملہ آور ہوتے رہے تھے لیکن جب گھوڑا مارا گیا تو پھر پیدل لڑنے لگے۔ دشمنوں میں کوئی شخص بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ امام حسین میرے ہاتھ سے شہید ہوں۔ بلکہ ہر شخص آپ کے مقابلہ سے بچتا اور طرح دیتا تھا۔ آخر شمر ذی الجوشن نے چھ شخصوں کو ہمراہ لے کر آپ پر حملہ کیا اُن میں سے ایک نے شمشیر کا ایسا وار کیا کہ امام حسین علیہ السلام کا بایاں ہاتھ کٹ کر الگ گر پڑا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُس پر جوابی وار کرنا چاہا لیکن آپ کا داہنا ہاتھ بھی اس قدر مجروح ہو چکا تھا کہ تلوار نہ اُٹھا سکے پیچھے سے سنان بن انس نخعی نے آپ کے نیزہ مارا جو شکم سے پار ہو گیا۔ آپ نیزہ کا یہ زخم کھا کر گرے اُس نے نیزہ کھینچا اور اُس کے ساتھ ہی آپ کی روح بھی کھنچ گئی۔ اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون۔

اس کے بعد شمر نے یا شمر کے حکم سے کسی دوسرے شخص نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر جسم سے جُدا کیا اور عبید اللہ بن زیاد کے حکم کی تعمیل کے لئے بارہ سوار متعین کئے گئے۔ انھوں نے اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے آپ کے جسدِ مبارک کو خوب کُچلوایا۔ پھر خیمہ کو لوٹا۔ آپ کے اہلِ بیت کو گرفتار کیا۔ زین العابدین جو لڑکے تھے شمر ذی الجوشن کی نظر پڑی تو اُن کو اُس نے قتل کرنا چاہا مگر عمرو بن سعد نے اُس کو اس حرکت سے باز رکھا۔ حضرت امام حسینؓ

کا سرِ مبارک اور آپ کے اہلِ بیت کوفہ میں ابنِ زیاد کے پاس بھیجے گئے۔ کوفہ میں ان کو تشہیر کیا گیا۔ ابن زیاد نے دربار کیا اور ایک طشت میں رکھ کر امام حسینؓ کا سر اُس کے سامنے پیش ہوا اُس نے اس سر کو دیکھ کر گستاخانہ کلمات کہے۔ پھر تیسرے روز شمر ذی الجوشن کو ایک دستۂ فوج دے کر اُس کی نگرانی میں یہ قیدی اور سر مبارک یزید کے پاس دمشق کی جانب روانہ کیا۔ علی بن حسینؓ یعنی امام زین العابدین اور تمام عورتیں جب یزید کے پاس پہنچے اور امام حسینؓ کا سر اُس نے دیکھا تو وہ بار بار رو پڑا اور عبید اللہ بن زیاد کو گالیاں دے کر کہنے لگا کہ اس پسرِ سمیہ کو میں نے یہ حکم کب دیا تھا کہ حسین بن علیؓ کو قتل کر دینا پھر شمر ذی الجوشن اور عراقیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ کہ میں تو تمہاری اطاعت و فرماں برداری سے ویسے ہی خوش تھا تم نے حسین بن علیؓ کو کیوں قتل کر دیا۔ شمر ذی الجوشن اور اُس کے ہمراہی اس توقع میں تھے کہ یزید ہم کو انعام دے گا اور ہماری عزت بڑھائے گا مگر یزید نے کسی کو کوئی انعام وصلہ نہیں دیا اور اپنی ناخوشی و ناراضی کا اظہار کر کے سب کو واپس لوٹا دیا۔ پھر درباریوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ امام حسینؓ کی ماں میری ماں سے اچھی تھیں اُس کے نانا آنحضرت صلعم تمام رسُولوں سے بہتر اور اولادِ آدم کے سردار ہیں لیکن ان کے باپ علیؓ اور میرے باپ معاویہؓ میں جھگڑا ہوا۔ اسی طرح میرے اور حسین بن علیؓ کے درمیان نزاع ہوا۔ علیؓ اور حسینؓ دونوں کہتے تھے کہ جس کے باپ دادا اچھے ہوں وہ خلیفہ ہو اور قرآن شریف کی اس آیت پر اُنھوں نے غور نہیں فرمایا کہ قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء آخر سب کو معلوم ہو گیا کہ خدائے تعالےٰ نے ہمارے حق میں فیصلہ کیا یا اُن کے حق میں۔ اس کے بعد ان قیدیوں کو آزادی دے کر بطور معزز مہمان اپنے محل میں رکھا۔ عورتیں اندر عورتوں میں گئیں تو انھوں نے دیکھا کہ یزید کی محل سرا میں بھی اسی طرح ماتم برپا ہے اور سب عورتیں رو رہی ہیں جس طرح امام حسینؓ کی بہن اپنے بھائی اور عزیزوں کے لئے رو رہی تھیں۔ چند روز شاہی مہمان رہ کر یہ برباد شدہ قافلہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ یزید نے ان کو ہر قسم کی مالی امداد دی اور علی بن حسینؓ سے ہر قسم کی امداد کا وعدہ کیا کہ جب تم لکھو گے تمہاری فرمائش کی ضرور تعمیل کی جائے گی۔

∴ ∴

عبید اللہ بن زیاد کی مایوسی

عبید اللہ بن زیاد کو توقع تھی کہ قتلِ امام حسینؓ کے بعد میری خوب قدردانی ہو گی لیکن یزید نے واقعۂ کربلا کے بعد سلم بن زیاد کو خراسان کا حاکم مقرر کر کے ایران کے بعض وہ صوبے بھی جو بصرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ سلم کے ماتحت کر کے اُس کو کوفہ کی جانب روانہ کیا اور ایک خط عبید اللہ بن زیاد کے نام لکھ کر دیا کہ تمھارے پاس عراق کی جس قدر فوج ہے اُس میں سے چھ ہزار آدمی جن کو سلم پسند کرے اس کے ساتھ کر دو۔ عبید اللہ کو یہ بات ناگوار گذری اور امام حسینؓ کے قتل پر افسوس کرنے لگا کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو یزید کو میری احتیاج رہتی اور وہ میری عزت و مرتبہ کے بڑھانے میں کمی نہ کرتا۔ لیکن اب وہ بے فکر ہو گیا ہے اسی لئے اُس نے ملک اور فوج دونوں میرے تصرف سے نکالنی شروع کر دیں۔ سلم نے جب لشکر کوفہ کی موجودات لے کر سردارانِ لشکر سے کہا کہ تم میں سے کون کون میرے ہمراہ خراسان کی طرف چلنا چاہتا ہے۔ تو ہر ایک شخص نے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ عبید اللہ بن زیاد نے رات کے وقت سردارانِ لشکر کے پاس اپنا آدمی بھیجا اور کہا کہ تعجب ہے تم سلم کو میرے اوپر ترجیح دیتے ہو۔ سردارانِ لشکر نے جواباً کہلا بھجوایا کہ آپ کے پاس رہ کر تو ہمیں اہلِ بیت نبوی کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے پڑتے ہیں لیکن سلم کے ساتھ جا کر ہم کو ترکوں اور مغلوں کے ساتھ جہاد کرنے کا موقع ملے گا۔ اگلے دن سلم چھ ہزار چیدہ آدمی لشکر کوفہ سے لے کر خراسان کی جانب روانہ ہوا اور عبید اللہ بن زیاد کو واقعۂ کربلا کے بعد ندامت، و افسوس کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوا۔

مکّہ و مدینہ کے واقعات

یزید نے جب عمرو بن سعد کو مدینہ سے کوفہ کی جانب عبید اللہ بن زیاد کے پاس روانہ ہونے کا حکم دیا تو عمرو بن سعد کی جگہ پھر ولید بن عتبہ کو مدینہ کا عامل بنا کر بھیج دیا تھا۔ یہی ولید بن عتبہ عامل مدینہ تھا۔ جس نے عبد اللہ بن جعفر کی فرمائش سے ایک تحریر اس امر کی لکھ دی تھی کہ اگر امام حسینؓ مدینہ میں آجائیں تو ان کو امان ہے۔ یہ تحریر اپنے خط کے ساتھ عبد اللہ بن جعفر نے امام حسینؓ کے پاس اپنے بیٹوں عون و محمد کے ہاتھ بھیجی تھی جب کہ وہ کوفہ کو جا رہے تھے۔ مکّہ سے یزید کی حکومت اُٹھ چکی تھی وہاں عبد اللہ بن زبیرؓ حکمران تھے۔ جب امام حسینؓ کے شہید ہونے کی خبر مکّہ میں پہنچی تو عبد اللہ بن زبیرؓ نے لوگوں کو جمع کر کے ایک تقریر کی اور کہا کہ:-

"لوگو! دنیا میں عراق کے آدمیوں سے بڑے کہیں کے آدمی نہیں ہیں اور عراقیوں میں سب سے بدتر کوفی لوگ ہیں کہ انھوں نے بار بار خطوط بھیج کر باصرار امام حسینؓ کو بلایا اور اُن کی خلافت کے لئے بیعت کی لیکن جب ابن زیاد کوفہ میں آیا تو اُسی کے گرد ہو گئے اور امام حسینؓ کو جو نماز گذار روزہ دار، قرآن خواں اور ہر طرح مستحقِ خلافت تھے قتل کر دیا اور ذرا بھی خدا کا خوف نہ کیا۔"

یہ کہکر عبداللہ بن زبیرؓ رو پڑے۔ لوگوں نے کہا کہ اب آپ سے بڑھ کر کوئی مستحقِ خلافت نہیں ہے آپ ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور آپ کو خلیفۂ وقت مانتے ہیں چنانچہ تمام اہلِ مکہ نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی بیعت خلافت کی یہ خبر یزید کو پہنچی تو اُس نے ایک چاندی کی زنجیر بنوا کر دو آدمیوں کے ہاتھ ولید بن عتبہ کے پاس مدینہ میں بھیجی اور لکھا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کے گلے میں یہ زنجیر ڈال کر اور مکہ سے گرفتار کر کے میرے پاس بھیجو۔ لیکن بعد میں وہ اپنی اس حرکت پر خود ہی متاسف ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عبداللہ بن زبیرؓ آسانی سے اپنے گلے میں زنجیر ڈلوانے والے نہیں ہیں چنانچہ ولید بن عتبہ نے اس حکم کی کوئی تعمیل نہیں کی۔ یزید بھی سوچتا رہا کہ کس طرح عبداللہ بن زبیرؓ کو قابو میں لایا جائے اور خانۂ کعبہ کی حرمت کو بھی کشت و خون سے نقصان نہ پہنچایا جائے۔ ماہ ذوالحجہ ۶۱ھ میں حج کے لئے مکہ میں اطراف و جوانب سے لوگ آنے شروع ہوئے۔ یزید کی طرف سے ولید بن عتبہ عاملِ مدینہ امیرِ حج ہو کر مکہ میں گیا۔ اُدھر عبداللہ بن زبیرؓ جدا امیرِ حج تھے۔ غرض دونوں نے جُدا جُدا اپنے گروہ کے ساتھ حج کیا اور کسی نے کسی کی مخالفت نہ کی۔ ولید بن عتبہ نے ایسی تدبیریں شروع کر دیں کہ کسی طرح عبداللہ بن زبیرؓ کو گرفتار کر کے یزید کی خوشنودی حاصل کر سکے — عبداللہ بن زبیرؓ ولید کے ارادوں سے واقف ہو گئے اور اُنھوں نے ایامِ حج کے بعد مطمئن ہو کر یزید کو ایک خط لکھا کہ:۔

"ولید اگرچہ تیرا چچا زاد بھائی ہے لیکن بہت ہی بیوقوف ہے اور اپنی بیوقوفی سے کاموں کو تباہ کر رہا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ کسی دوسرے کو مدینہ کا عامل بنا۔"

اس خط کے پڑھنے سے یزید بہت متاثر ہوا۔ اُس نے سمجھا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کا دل میری طرف سے صاف ہے اور وہ ہرگز میرے مخالف نہیں ہیں۔ اس سے پیشتر چونکہ مروان بن حکم بھی ولید کی شکایت میں اس قسم کے الفاظ لکھ چکا تھا اس لئے عبداللہ بن زبیرؓ کے اس خط کی نسبت یزید کو کسی بدگمانی کا موقع نہیں مل سکتا تھا۔ للہٰذا اُس نے فوراً ولید بن عتبہ کو معزول کر کے اُس جگہ اپنے

دوسرے چچازاد بھائی عثمان بن محمد ابی سفیان کو مدینہ کا حاکم بنا کر بھیج دیا۔

عثمان بن محمد نے مدینہ میں آکر مے خواری شروع کر دی جس سے لوگ بہت ہی ناخوش اور بد دل ہوئے۔ عثمان محرم ۶۲ھ میں مدینہ کا عامل مقرر ہو کر آیا۔ چند روز کے بعد اُس نے شرفائے مدینہ میں سے دس شخص انتخاب کر کے یزید کے پاس دمشق کی جانب بھیجے۔ اس وفد میں منذر بن زبیرؓ اور عبداللہ بن حنظلہ عبداللہ بن عمرو بن حفص بن مغیرہ بھی شامل تھے۔ یہ لوگ جب دمشق میں پہنچے تو یزید نے ان کی خوب خاطر مدارات کی اور اوّل الذکر دونوں شخصوں کو ایک ایک لاکھ اور باقی آٹھ شخصوں کو دس دس ہزار درم انعام کے دے کر رخصت کیا۔ اُنھوں نے دمشق میں یزید کو بھی گانے بجانے کی محفلیں برپا کرتے اور خلافِ شرع کاموں میں مصروف دیکھا تھا۔ واپسی میں سب نے ارادہ کیا کہ یزید کی خلافت کے خلاف کوشش کرنی چاہیے۔ دمشق سے نو شخص تو مدینہ کی طرف واپس آئے تھے اور ایک شخص منذر بن زبیر کوفہ کی طرف چلے گئے تھے کیونکہ عبیداللہ بن زیاد اور منذر بن زبیر کے درمیان دوستی تھی اُنھوں نے عبیداللہ کی ملاقات کے لئے کوفہ کا عزم کیا تھا۔ جب عبداللہ بن حنظلہ معہ ہمراہیوں کے مدینہ میں آئے تو لوگ حالات معلوم کرنے کی غرض سے اُن کے گرد جمع ہوئے۔

خلافتِ یزید کی مخالفت

عبداللہ نے کہا کہ یزید ہرگز مستحق خلافت نہیں کیونکہ وہ خلاف شرع کاموں میں مصروف دیکھا جاتا ہے۔ اُس کے مسلمان ہونے میں بھی کلام ہے اُس سے تو مسلمانوں کو جہاد کرنا چاہیے۔ اہلِ مدینہ نے کہا کہ ہم نے تو سُنا ہے یزید نے آپ کو خوب انعام واکرام دیا ہے۔ عبداللہ نے کہا کہ ہم نے اس لئے قبول کر لیا کہ ہم میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی ان باتوں کو سُن کر لوگ یزید سے بے حد متنفر ہو گئے۔ عبداللہ بن حنظلہ نے تجویز پیش کی کہ یزید کو معزول کر دیا جائے۔ چنانچہ قریش نے عبداللہ بن مطیع کو اور انصار نے عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا اپنا سردار منتخب کر کے یزید کی خلافت وحکومت کا انکار کیا۔ عثمان بن محمد و مروان بن حکم اور تمام بنی اُمیہ جن کی تعداد مدینہ میں ایک ہزار کے قریب ہو گی یہ رنگ دیکھ کر کچھ تو مدینہ سے باہر چلے گئے اور کچھ مروان بن حکم کی حویلی میں پناہ گزین ہوئے۔ اہلِ مدینہ نے تمام بنو اُمیہ کو جو اُن کے ہاتھ آئے گرفتار و قید کر لیا صرف مروان کے بیٹے عبدالملک کو جو حضرت سعید بن المسیب فقیہ مدینہ کی خدمت میں ہمہ وقت موجود رہتا اور مسجد سے باہر کم نکلتا تھا اور بہت ہی عابد زاہد

نیک سمجھا جاتا تھا، کچھ نہیں کہا۔ ان حالات کی اطلاع بنو اُمیہ نے یزید کے پاس دمشق پہنچائی یزید نے فوراً ایک خط عبید اللہ بن زیاد کو لکھا کہ منذر بن زبیر تمھارے پاس کوفہ میں گیا ہوا ہے فوراً اُس کو گرفتار کر کے قید رکھو اور مدینہ کی طرف ہرگز نہ جانے دو۔ عبید اللہ بن زیاد چونکہ یزید سے خوش نہ تھا کیونکہ اُس کی کوئی قدر دانی اور عزت افزائی قتل حسینؓ کے صلہ میں یزید نے نہیں کی تھی لہٰذا اُس نے منذر کو فوراً مدینہ کی طرف رخصت کر دیا اور یزید کو لکھ دیا کہ آپ کا خط آنے سے پہلے منذر مدینہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ منذر نے مدینہ میں پہنچ کر عبد اللہ بن حنظلہ اور عبد اللہ بن مطیع سے کہا کہ تم کو چاہیے کہ علی بن حسینؓ (امام زین العابدین) کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کرو۔ چنانچہ یہ سب مل کر علی بن حسینؓ کے پاس گئے اُنھوں نے صاف انکار کیا اور کہا کہ میرے باپ اور دادا دونوں نے خلافت کے حصول کی کوشش میں اپنی جانیں گنوائیں میں اب ہرگز ایسے خطرناک کام کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں اپنے آپ کو قتل کرانا پسند نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر وہ مدینے سے باہر ایک موضع میں چلے گئے۔

مروان جو معہ دیگر بنی اُمیہ اپنی حویلی میں قید تھا اُس نے عبد الملک کے ہاتھ علی بن حسینؓ کے پاس کہلا بھجوایا کہ آپ نے جو کچھ کیا بہت ہی اچھا کیا۔ ہم اس قدر امداد کے اور خواہاں ہیں ہمارے بعض قیمتی اموال اور اہل و عیال جن کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے۔ آپ کے پاس بھجوائے دیتے ہیں۔ آپ اُن کی حفاظت کریں۔ علی بن حسینؓ نے اس کو منظور کر لیا اور مروان بن حکم نے رات کی تاریکی میں پوشیدہ طور پر اپنے اہل و عیال اور قیمتی اموال علی بن حسینؓ کے پاس اُس کے گاؤں میں بھیج دیے علی بن حسینؓ نے مدینہ کے حالات یزید کو لکھ کر بھیجے اور اپنی نسبت لکھا کہ میں آپ کا وفادار ہوں اور بنو اُمیہ کی حمایت و حفاظت میں ممکن کوششیں بجا لا رہا ہوں۔ یزید نے مدینہ کے حالات سے واقف ہو کر نعمان بن بشیرؓ انصاری کو بُلا کر کہا کہ تم مدینہ جا کر لوگوں کو سمجھاؤ کہ ان حرکات سے باز رہیں اور مدینہ میں کُشت و خون کے امکانات پیدا نہ کریں۔ نیز عبد اللہ بن حنظلہ کو بھی نصیحت کرو کہ تم یزید کے پاس گئے اور وہاں سے انعام و اکرام حاصل کر کے خوش و خرم رخصت ہوئے لیکن مدینہ میں آ کر یزید کے مخالف بن گئے اور بیعت فسخ کر کے یزید پر کفر کا فتویٰ لگا کر لوگوں کو برانگیختہ کیا یہ کوئی مردانگی اور دانائی کا کام نہیں کیا۔ علی بن حسینؓ (امام زین العابدین) سے مل کر میری طرف سے پیغام پہنچاؤ کہ تمھاری وفاداری و کارگذاری کی ضرور قدر کی جائے گی۔ بنو اُمیہ سے جو وہاں موجود ہیں کہو کہ تم سے اتنا

بھی کام نہ ہوا کہ مدینہ میں فتنہ پیدا کرنے والے دو شخصوں کو قتل کرکے اِس فتنے کو دبا دیتے۔ یہ باتیں سُن کر نعمان بن بشیرؓ ایک سانڈنی پر سوار ہوئے اور مدینہ کی طرف چلے۔ مدینہ میں آکر اُنھوں نے ہر چند کوشش کی اور سب کو سمجھایا مگر کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوا مجبورًا وہ مدینہ سے دمشق واپس گئے اور تمام حالات یزید کو سُنائے۔ یزید نے مطلع ہوکر مُسلم بن عقبہ کو طلب کیا اور کہا کہ ایک ہزار چیدہ جنگ جُو ہمراہ لے کر مدینہ پہنچو۔ لوگوں کو اطاعت کی طرف بُلاؤ، اگر وہ اطاعت اختیار کرلیں تو بہتر ہے نہیں تو جنگ کرکے سب کو سیدھا کردو۔

مسلم نے کہا کہ میں فرماں بردار ہوں لیکن آج کل بیمار ہوں۔ یزید نے کہا کہ تو بیمار بھی دوسرے تندرستوں سے بہتر ہے اور اس کام کو تیرے سوا دوسرا انجام دینے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ مجبورًا مُسلم نے فوج انتخاب کرکے اپنے ہمراہ لی اور تیسرے روز دمشق سے روانہ ہوگیا۔ یزید نے رُخصت کرتے وقت مسلم کو نصیحت کی کہ جہاں تک ممکن ہو نرمی اور درگذر سے کام لے کر اہلِ مدینہ کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرنا۔ لیکن جب یہ یقین ہو جائے کہ نرمی اور نصیحت کام نہیں آسکتی تو پھر تجھ کو اختیارِ کامل دیتا ہوں کہ کشت و خون اور قتل و غارت میں کمی نہ کرنا مگر اس بات کا خیال رکھنا کہ علی بن حسینؓ کو کوئی آزار نہ پہنچے کیونکہ وہ میرا وفادار اور خیر خواہ ہے اور اس کا خط میرے پاس آیا ہے جس میں لکھا ہے کہ مجھ کو اس شورش اور بغاوت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یزید نے مسلم بن عقبہ سے یہ بھی کہا کہ اگر تیری بیماری بڑھ جائے اور تو فوج کی سپہ سالاری خود نہ کرسکے تو میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حصین بن نمیر تیرا قائم مقام ہو تو بھی اُس کو اپنا نائب مقرر کردے۔ اس فوج کو رخصت کرنے کے بعد اُسی روز یزید نے عبیداللہ بن زیاد کے پاس ایک قاصد خط دے کر بھیجا۔ خط میں لکھا تھا کہ تو کوفہ سے فوج لے کر مکہ پر حملہ کر اور عبداللہ بن زبیرؓ کے فتنے کو مٹا۔ عبیداللہ بن زیاد نے جوابًا لکھا کہ دو کام مجھ سے نہیں ہوں گے میں امام حسینؓ کے قتل کرنے کا ایک کام کرچکا ہوں اب خانۂ کعبہ کے ویران کرنے کا دوسرا کام مجھ سے نہ ہوگا۔ یہ کام کسی دوسرے شخص کو سپرد کرنا چاہیئے۔ مُسلم بن عقبہ جب فوج لئے ہوئے مدینہ کے قریب پہنچا تو مدینہ والوں نے عبداللہ بن حنظلہ سے کہا کہ بنی اُمیہ جو مدینہ میں موجود ہیں یہ دمشق کی فوج آنے پر سب دشمنوں سے جا ملیں گے اور ہم کو اندرونی لڑائی میں مبتلا کرکے سخت نقصان پہنچائیں گے۔ مناسب یہ ہے کہ ان سب کو مسلم کے پہنچنے سے پہلے ہی قتل کردیا جائے۔ عبداللہ بن حنظلہ نے کہا کہ اگر ہم نے بنی اُمیہ کو قتل کیا تو یزید تمام شامیوں کو اور

عبید اللہ بن زیاد تمام عراقیوں کو لے کر چڑھ آئیں گے اور ہم سے اُن کا قصاص طلب کریں گے۔ مناسب یہ ہے کہ ہم تمام بنی اُمیہ کو بُلا کر اُن سے اقرار لیں اور اس بات کی قسم دیں کہ وہ ہم سے نہ لڑیں گے اور ہمارے خلاف کسی قسم کی مدد حملہ آور فوج کو نہ دیں گے۔ یہ عہد و اقرار لے کر ہم اُن کو مدینہ سے باہر نکالے دیتے ہیں۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا اور عبد اللہ بن حنظلہ نے تمام بنی اُمیہ سے مذکورہ عہد و اقرار لے کر مدینہ سے رُخصت کر دیا بجز عبد الملک بن مروان کے کہ اُس کو مدینہ میں رہنے کی آزادی حاصل رہی۔ ان لوگوں کی وادی القریٰ میں مُسلم بن عقبہ کے لشکر سے ملاقات ہوئی۔ مُسلم نے ان سے پوچھا کہ ہم کو مدینہ پر کس طرف سے حملہ آور ہونا چاہیے؟ اُنھوں نے اپنے عہد و اقرار کا لحاظ کر کے مسلم کو جواب دینے سے انکار کیا۔ اور اپنے عہد و اقرار کا عذر پیش کیا مسلم نے پوچھا کہ تم میں کوئی ایسا بھی ہے جس نے کوئی عہد نہ کیا ہو اور اُس سے قسم نہ لی گئی ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ ہاں عبد الملک بن مروان ایک ایسا شخص ہے اور وہ مدینہ میں موجود ہے۔ مسلم نے کہا کہ وہ نوجوان ہے ہم کو تجربہ کار بوڑھے شخص کی ضرورت ہے جو ضروریاتِ جنگ سے واقف ہو اُنھوں نے کہا کہ وہ نوجوان بوڑھوں سے بہت بہتر ہے۔ چنانچہ مُسلم نے کسی کو بھیج کر مدینہ سے عبد الملک کو بُلوایا اور اُس کے مشوروں کو سُن کر حیران رہ گیا اور اُنھیں پر عامل ہوا۔ اُس نے مدینہ کے قریب پہنچ کر اہلِ مدینہ کے پاس پیغام بھیجا کہ "امیر المومنین یزید تم کو شریف سمجھتے اور تمھاری خوں ریزی کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ تم اطاعت اختیار کرو ورنہ مجبوراً مجھ کو شمشیر نیام سے نکالنی پڑے گی"۔ یہ پیغام بھیج کر تین دن مُسلم نے انتظار کیا۔ مگر اہلِ مدینہ لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ آخر مُسلم نے حرّہ کی جانب سے مدینہ پر حملہ کیا۔ اہلِ مدینہ نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اور لشکر شام کا منہ پھیر پھیر دیا۔ لیکن مُسلم بن عقبہ کی بہادری و تجربہ کاری سے اہل مدینہ کو شکست ہوئی۔ عبد اللہ بن حنظلہ۔ فضیل بن عباس بن عبد المطلب۔ محمد بن ثابت بن قیس۔ عبد اللہ بن زید بن عاصم۔ محمد بن عمرو بن حزم انصاری۔ وہب بن عبد اللہ بن زمعہ۔ زبیر بن عبد الرحمٰن بن عوف۔ عبد اللہ بن نوفل بن حرث بن عبد المطلب وغیرہ بہت سے سردارانِ مدینہ جنگ میں کام آئے فتح مند فوج مدینہ میں داخل ہوئی۔ مسلم بن عقبہ نے تین دن تک قتلِ عام اور لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس لڑائی اور قتلِ عام میں ایک ہزار کے قریب آدمی مارے گئے جن میں تین سو سے زیادہ شرفائے قریش و انصار شامل تھے چوتھے

روز مسلم نے قتل عام کو موقوف کر کے بیعت کا حکم دیا۔ جس نے مسلم کے ہاتھ پر آ کر بیعت کی وہ بچ گیا۔ جس نے بیعت سے انکار کیا وہ قتل ہوا۔ ۲۷ ذوالحجہ ۶۳ھ مسلم بن عقبہ فاتحانہ مدینہ میں داخل ہوا اور قتل عام کا حکم دیا۔ اسی روز محمد بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب پیدا ہوا۔ یہی وہ محمد بن عبداللہ ہے جو محمد ابوالعباس سفاح کے نام سے مشہور ہے اور عباسیوں کا پہلا خلیفہ ہے۔ منذر بن زبیر کو مسلم نے بہت تلاش کرایا مگر وہ بچ کر مکہ کی طرف نکل گئے تھے۔

مکہ کا محاصرہ اور یزید کی موت

مدینہ سے فارغ ہو کر مسلم بن عقبہ اپنی فوج کو لے کر مکہ کی جانب روانہ ہوا۔ مسلم بیمار تو تھا ہی راستے میں بیماری نے اور ترقی کی اور مقام ابوا میں اس کی حالت نازک ہو گئی تو اس نے حصین بن نمیر کو بلا کر اپنی جگہ فوج کا سپہ سالار مقرر کیا اور خود مر گیا۔ مدینہ سے جو لوگ فرار ہوئے تھے وہ بھی مکہ میں آ کر جمع ہو گئے تھے ادھر خوارج نے بھی عبداللہ بن زبیرؓ کی مدد کرنی مناسب سمجھی اور وہ بھی مکہ میں آ گئے تھے۔ اس سال حج کے موقعہ پر تمام اہل حجاز نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی تھی۔ حصین بن نمیر لشکر شام کو لیے ہوئے مکہ کے قریب پہنچا اور عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ یزید کی اطاعت کر لو ورنہ مکہ پر حملہ ہو گا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے مقابلہ کی تیاری کی۔ عبداللہ بن زبیرؓ کے بھائی منذر بن زبیرؓ جو مدینہ سے مکہ میں آ گئے تھے عبداللہ بن زبیرؓ کی فوج کے ایک حصہ کے سردار مقرر ہوئے۔ سب سے پہلے انھوں نے میدان میں نکل کر لشکر شام کو للکارا اول مبارزہ کی جنگ میں منذر بن زبیرؓ کے ہاتھ سے کئی شامی مارے گئے۔ پھر جنگ مغلوبہ شروع ہوئی، شام تک لڑائی جاری رہی اور کوئی فیصلہ شکست و فتح کا نہ ہوا۔ یہ لڑائی ۲۷ محرم ۶۴ھ کو شروع ہوئی تھی۔ اگلے روز حصین بن نمیر نے کوہ ابو قبیس پر منجنیق نصب کر کے خانہ کعبہ پر سنگ باری شروع کر دی اور مکہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ سنگ باری ۳ ماہ ربیع الاول ۶۴ھ تک جاری رہی۔ ۳ ربیع الاول کو شامیوں نے روئی اور گندھک اور رال کے گولے بنا بنا کر اور جلا جلا کر پھینکنے شروع کئے جس سے خانہ کعبہ کا تمام غلاف جل گیا اور دیواریں سیاہ ہو گئیں۔ دو منجنیقیں رات دن سنگ باری اور گولہ باری میں مصروف تھیں۔ مکہ والوں کے لئے گھر سے باہر نکلنا دشوار تھا۔ پتھروں کے صدمہ سے خانہ کعبہ کی دیواریں شکستہ ہو گئی تھیں اور چھت گر گئی تھی۔ اہل شام کے اس محاصرے نے بہت شدت اور سختی اختیار کی اور کل تعداد بعد کی امدادی فوج کے آ جانے سے اہل شام کی پانچ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ یہاں اہل شام خانہ

کعبہ اور شہر مکہ پر سنگ باری کر رہے تھے وہاں ۱۰ ربیع الاوّل کو یزید نے مقام حوران میں تین سال اور آٹھ ماہ کی حکومت اور ۳۸ یا ۳۹ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ یزید کے مرنے کی خبر اوّل حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس پہنچی۔ انھوں نے بلند آواز سے شامیوں سے کہا کہ "بدبختو! تم اب کیوں لڑ رہے ہو تمھارا گمراہ سردار مر گیا۔"

حصین بن نمیر نے اعتبار نہ کیا اور اس بات کو عبداللہ بن زبیرؓ کی فریب دہی پر محمول کیا لیکن تیسرے دن جب اُس کے پاس ثابت بن قیس نخعی نے کوفہ سے آکر یزید کے مرنے کی خبر پہنچائی تو اُس نے فوراً فوج کو محاصرہ اٹھانے اور کوچ کرنے کا حکم دیا۔ روانگی سے پیشتر حصین بن نمیر نے عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ آج شب کو بطحیٰ میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں چنانچہ قرارداد کے موافق دس آدمی عبداللہ بن زبیرؓ نے ہمراہ لئے اور دس آدمی حصین بن نمیر کے ہمراہ گئے۔ مقام مقررہ میں پہنچ کر حصین بن نمیر نے عبداللہ بن زبیرؓ کو ہمراہ لے کر تنہا ایک گوشہ میں جاکر باتیں کیں۔ حصین بن نمیر نے کہا کہ میں آپ کو خلیفہ تسلیم کرنے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہوں۔ میرے ساتھ پانچ ہزار جنگ جو لشکر شام کا موجود ہے یہ بھی میری تقلید کریں گے۔ آپ میرے ساتھ شام کے ملک میں چلیں، بس تمام اہلِ شام کو آپ کی بیعت کے لئے آمادہ کروں گا۔ حجاز والے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر ہی چکے ہیں۔ اہلِ شام کے بعد تمام عالمِ اسلام بلا اختلاف آپ کو خلیفہ تسلیم کرے گا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے یہ سمجھا کہ مجھ کو فریب دیا جا رہا ہے چنانچہ انکار کیا اور کہا کہ میں جب تک اہلِ شام سے انتقام نہ لے لوں گا ہرگز اُن کو معاف نہ کروں گا۔ حصین بن نمیر آہستہ کلام کرتا تھا اور عبداللہ بن زبیرؓ بلند آواز اور درشتی سے جواب دیتے تھے حصین نے کہا کہ میں آپ کو خلافت دینا چاہتا ہوں اور آپ مجھ سے لڑتے اور سختی سے جواب دیتے ہیں۔ غرض حصین بن نمیر وہاں سے جدا ہو کر اپنے لشکر میں آیا اور کوچ کا حکم دیا۔ بعد میں عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انھوں نے قاصد کے ہاتھ کہلا کر بھجوایا کہ مجھ کو شام کے ملک میں جانے کے لئے مجبور نہ کیا جائے یہیں آکر بیعت کر لو۔ حصین نے کہا کہ بغیر آپ کے شام میں جائے ہوئے کام نہ چلے گا۔ غرض عبداللہ بن زبیرؓ مکہ سے جدا نہ ہوئے اور حصین بن نمیر مکہ سے مدینہ کے قریب پہنچا تو وہاں معلوم ہوا کہ یزید کے انتقال کی خبر سُن کر اہلِ مدینہ نے پھر بنی اُمیہ کے خلاف کھڑے ہو کر یزید کے عامل کو مدینہ سے نکال دیا ہے جس کو مسلم بن عقبہ مدینہ میں مامور و متعین کر آیا تھا۔ حصین مدینہ کے باہر جاکر خیمہ زن ہوا تو مدینہ کی شورش و ہنگامہ آرائی کم ہو گئی اور جس قدر بنی اُمیہ مدینہ میں موجود تھے وہ سب حصین بن نمیر کے لشکر میں چلے آتے اور کہا کہ ہم کو اپنے ساتھ ملکِ شام کی طرف لے چلو۔ حصین نے کہا کہ آج

رات کو تم یہیں ٹھہرو صبح تم کو ساتھ لے کر کوچ کریں گے۔جب رات ہوئی تو حصین بن نمیر تنہا علی بن حسینؓ کی تلاش میں نکلا اُن سے ملا اور کہا کہ یزید فوت ہو گیا اس وقت عالم اسلام کا کوئی امام نہیں ہے تم میرے ساتھ ملکِ شام کی طرف چلو میں تمام جہان کو تمہاری بیعت پر آمادہ کر دوں گا اور تم خلیفۂ وقت ہو جاؤ گے۔اہلِ شام کو تم اہلِ عراق کی طرح نہ سمجھو وہ تم کو ہرگز دھوکہ نہ دیں گے اور نہ تمہارے درپئے آزار ہوں گے۔علی بن حسینؓ نے کہا کہ میں نے خدائے تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ ساری عمر کسی سے بیعت نہ لوں گا۔تم مجھ کو اسی حال میں رہنے دو اور کسی دوسرے کو خلافت کے لئے تلاش کر لو یہ کہکر وہ حصین سے جدا ہو گئے۔حصین اپنے لشکر میں آیا اور صبح بنی امیہ کو ہمراہ لے کر شام کی طرف روانہ ہوا۔

عہدِ یزیدی کی فتوحات

سلسلۂ کلام میں ہم یزید کی وفات تک پہنچ گئے لیکن یہ تذکرہ رہ گیا تھا کہ عقبہ بن نافع بانی شہر قیروان افریقہ سے دمشق میں امیر معاویہؓ کے پاس چلے آئے تھے اور ابو المہاجر کی شکایت تھی۔امیر معاویہؓ نے وعدہ کیا تھا کہ ہم تم کو پھر افریقہ کی سپہ سالاری پر بھیج دیں گے ابھی یہ وعدہ پورا نہ ہوا تھا کہ امیر معاویہؓ فوت ہو گئے۔یزید نے تختِ خلافت پر بیٹھتے ہی عقبہ کو افریقہ کی سپہ سالاری پر نامزد کر کے افریقہ کی طرف روانہ کیا۔عقبہ نے قیروان پہنچ کر ابو المہاجر کو گرفتار کر کے قید کر دیا اس قید کا سبب یہ تھا کہ ابو المہاجر نے اپنے عہدِ حکومت میں عقبہ کو ناجائز طور پر بُرا کہنے اور بدنام کرنے کی کوشش کی تھی اسی حالتِ قید میں ابو المہاجر فوت ہوا اور مرنے سے پہلے عقبہ بن نافع کو وصیت کر گیا کہ ایک بربری نومسلم مسمی کسیلہ سے ہوشیار رہنا۔کسیلہ کو ابو المہاجر نے مسلمان کیا تھا وہ اُس کے مزاج و عادات سے واقف ہونے کی وجہ سے جانتا تھا کہ عقبہ نے چونکہ مجھ کو قید کیا ہے اس لئے کسیلہ موقع پا کر ضرور عقبہ سے انتقام لے گا۔عقبہ بن نافع نے اس بات کی طرف کچھ زیادہ توجہ نہ کی اور کسیلہ کو بدستور اپنی فوج کے ایک چھوٹے حصے پر سردار رہنے دیا۔۶۲ھ میں عقبہ بن نافع نے اپنے بیٹوں کو بُلا کر وصیت کی اور کہا کہ میں راہِ خدا میں جہاد کی غرض سے روانہ ہوتا ہوں اور دل سے خواہش مند ہوں کہ مجھ کو درجۂ شہادت حاصل ہو۔اس کے بعد زہیر بن قیس بلوی کو مختصر فوج کے ساتھ قیروان کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر اور خود مجاہدین کا لشکر لے کر مغرب کی جانب روانہ ہوئے۔شہر باغانہ پر رومی لشکر سے مقابلہ ہوا سخت لڑائی کے بعد رومی فرار ہوئے پھر شہر اربہ پر رومیوں نے دوبارہ سخت مقابلہ کیا اس لڑائی میں

بھی اُن کو ہزیمت ہوتی مسلمانوں کی فتوحات کے سیلاب کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر رومیوں نے بربریوں کو جو ابھی تک عیسائی مذہب میں بھی داخل نہ ہوئے تھے اپنے ساتھ ملایا اور مسلمانوں کی تھوڑی سی جمعیت کے مقابلے میں رومیوں اور بربریوں کی افواج کثیر نے میدان میں قدم جمایا خوں ریز جنگ کے بعد مسلمانوں کو فتح کامل حاصل ہوتی آخر شہر طنجہ پر رومی بطریق سے آخری مقابلہ ہوا جس میں اُس رومی گورنر نے اپنے آپ کو عقبہ بن نافع کے حوالے کر دیا۔ عقبہ نے اُس کو آزاد کر دیا اور شہر طنجہ کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر آگے بڑھے تمام ملک مراقش کو فتح کرتے ہوئے بحر ظلمات یعنی بحر اطلانطک کے ساحل تک پہنچ گئے ساحل سمندر پر پہنچ کر عقبہ نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال کر کہا کہ

"الٰہی یہ سمندر اگر میرے راستے میں حائل نہ ہو جاتا تو جہاں تک زمین ملتی میں تیری راہ میں جہاد کرتا ہوا چلا جاتا۔"

عقبہ کی شہادت

ساحلِ سمندر سے ہٹ کر عقبہ نے قیروان کی جانب واپسی کا ارادہ کیا۔ اب تمام شمالی افریقہ فتوحاتِ اسلامی میں شامل ہو چکا تھا۔ واپسی میں عقبہ نے فوج کے کئی حصے کرکے الگ الگ روانہ کئے اور ایک حصہ اپنی معیت میں رکھا۔ اثنائے سفر میں ایک مقام ایسا آیا کہ وہاں پانی دستیاب نہ ہوا لوگ پیاس کے مارے مرنے لگے۔ عقبہ بن نافع نے جناب الٰہی میں دُعا کی اُسی وقت اُن کا گھوڑا اپنا پاؤں زمین پر مارنے لگا اور وہیں سے چشمہ پھوٹ کر پانی بہنے لگا۔ تمام لشکر سیراب ہوا اور اُس چشمہ کا نام مارالفرس مشہور ہوا جو آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔ وہاں سے جب عقبہ اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ روانہ ہو کر مقام تہوذا میں پہنچے۔ تو رومیوں اور بربریوں نے ان کے ساتھ تھوڑی سی جمعیت دیکھ کر مقابلہ کا ارادہ کیا حالانکہ یہ سب مطیع و منقاد ہو چکے تھے۔ کسیلہ نے جو عقبہ کے ساتھ تھا اس موقعہ کو مناسب سمجھ کر اور جُدا ہو کر رومیوں کی شرکت اختیار کی اپنی قوم کی ہمت کو بھی بڑھایا اور ایک لشکرِ عظیم چڑھا لایا اور چاروں طرف سے اس قلیل جمعیت کو گھیر لیا۔ مٹھی بھر مسلمانوں نے تلواریں سونت لیں اور دشمنوں کے قتل کرنے میں مصروف ہو گئے بہت سے رومیوں اور بربریوں کو تلوار کے گھاٹ اُتار کر لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے اور خود بھی ایک ایک کرکے شہید

ہو گئے اور عقبہ بن نافع کی آرزوئے شہادت پوری ہوئی۔

کسیلہ عقبہ کی شہادت کے بعد اپنا لشکرِ عظیم لئے ہوئے قیروان کی طرف بڑھا۔ قیروان میں جب عقبہ کے شہید ہونے اور لشکرِ عظیم کے قریب پہنچنے کی خبر پہنچی تو زہیر بن قیس نے مقابلہ کی تیاری کی لیکن فوج کے اندر آپس میں اختلاف اور نااتفاقی پیدا ہو گئی۔ زہیر بن قیس مشکلات پر غالب نہ آ سکے مجبورًا مسلمانوں کو قیروان چھوڑ کر برقہ کی طرف آنا پڑا اور کسیلہ قیروان پر قابض و متصرف ہو گیا۔

یزیدی سلطنت پر ایک نظر

یزید کی سلطنت قریبًا پونے چار سال رہی، اس کے دورِ حکومت میں مسلمانوں کو کوئی فتح و کامیابی حاصل نہیں ہوئی، بلکہ امیر معاویہؓ کی بست سالہ حکومت وخلافت کے بعد اندرونی جھگڑوں اور بیرونی اقوام کی طرف سے غافل ہونے کا زمانہ شروع ہو گیا، یزید کے دامن پر سب سے بڑا داغ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا ہے، جس نے اس کے اور دوسرے معائب کو بھی نمایاں کر دیا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ اگر ہمیں تحقیقِ حق منظور ہے تو سکونِ قلب کے ساتھ واقعات کی تہ تک پہنچنے کی کوشش میں ہمت نہیں ہارنی چاہیے، اور اس پر غور کرنا چاہیئے کہ ان تمام مظالم اور ناشدنی برتاؤ کے جو حضرت امام حسینؓ کے ساتھ میدانِ کربلا میں ہوئے اصل محرکات کیا تھے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مغیرہ بن شعبہؓ کی تحریک پر امیر معاویہؓ نے یزید کو ولی عہد بنایا، ورنہ اس سے پہلے ان کو اس کا خیال بھی نہ گذرا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کے خلیفہ بنانے کی تمنا کریں، سب سے پہلے اس تجویز کو مغیرہ ہی نے کوفہ میں پروان چڑھایا، لیکن بنیادی طور پر یہ تجویز چونکہ خلافتِ راشدہ کی سنّت کے خلاف اور اسلامی جمہوریت کی روح کے منافی تھی، اس لئے اسی وقت مدینۂ منورہ میں اس کی مخالفت شروع ہوئی، چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیر اور حضرت امام حسینؓ نے اس کی شدت سے مخالفت کی، مروان نے جب اس مسئلہ کو مدینہ میں

صائب الرائے اور سنجیدہ حلقوں کے سامنے رکھا تو ہر طرف سے اس کی مخالفت شروع ہوئی، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے صاف لفظوں میں کہا کہ ہمارے لئے خلیفہ کے انتخاب میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ کے طریقہ کے سوا اور کوئی طریقہ پسندیدہ نہیں ہو سکتا، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا۔ کہ امیرِ معاویہؓ نے جو انتخاب کا طریقہ اختیار کیا ہے، یہ سنتِ خلفاءِ راشدین نہیں بلکہ یہ تو قیصر و کسریٰ کا طریقہ ہے جو ہمارے لئے قابلِ قبول نہیں ہو سکتا، حضرت امام حسینؓ نے فرمایا کہ یہ انتخاب مسلمانوں کی بہتری کے لئے نہیں بلکہ بربادی کے لئے کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس طرح تو خلافتِ اسلامیہ قیصر و کسریٰ کی سلطنت سے مشابہ ہو جائے گی کہ باپ کے بعد بیٹا تخت نشین ہو۔

امیر معاویہؓ نے ان صاحبانِ بصیرت کو راضی کرنے کے لئے یہاں تک کہلایا کہ آپ حضرات محض اس کو خلیفہ مان لیں، باقی ملک کا نظم و نسق، عہدہ داروں کا تقرر و تبدل اور دوسرے انتظامِ مملکت وہ سب آپ حضرات ہی کے مشورے سے ہوگا۔ لیکن اس پر بھی ان میں سے کوئی تیار نہیں ہوا۔

اس دور کے عوام کے جذبات اور یزید کے کیرکٹر کا اندازہ اس سے کیجئے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے عمال کے نام ایک عام حکم جاری کیا کہ لوگوں سے یزید کی خوبیاں بیان کرو، اور اپنے اپنے علاقوں کے بااثر لوگوں کا ایک ایک وفد میرے پاس بھیجو کہ میں بیعتِ یزید کے متعلق لوگوں سے خود بھی گفتگو کروں، چنانچہ ہر صوبے سے جو وفد آیا، امیر معاویہ نے اُن سے الگ الگ بھی گفتگو کی اور پھر سب کو ایک مجلس میں جمع کرکے ایک خطبہ دیا، جس میں خلفا کے فرائض اور حقوق، حکام کی اطاعت اور عوام کے فرائض بیان کرکے، یزید کی شجاعت، سخاوت، عقل و تدبیر اور انتظامی قابلیت کا تذکرہ کرکے اِس بات کی خواہش ظاہر کی کہ یزید کی ولی عہدی پر بیعت کرلینی چاہیئے۔ لیکن اس کے جواب میں مدینہ کے وفد کے ایک رُکن محمد بن عمرو بن حزم نے کھڑے ہو کر کہا امیر المومنین آپ یزید کو خلیفہ تو بناتے ہیں، لیکن ذرا اس بات پر بھی خیال فرمالیں کہ قیامت کے دن آپ کو اپنے اس عمل کا خدائے تعالیٰ کی جناب میں جواب دہ ہونا پڑے گا، محمد بن عمرو بن حزم کے ان الفاظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ عوام بھی یزید کی خلافت سے خوش نہ تھے اور اس کی خلافت کے جُوئے کو اپنی گردن پر رکھنے کے لئے تیار نہ تھے۔

خود آخر وقت میں امیر معاویہؓ کے سامنے یزید نے جس قسم کی سرکشی کا اظہار کیا تھا۔ اس سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے کہ وہ کہاں تک خلافت کا اہل تھا۔

شروع ماہ رجب ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہؓ بیمار ہوئے، اُس بیماری میں جب انھیں یقین ہونے لگا کہ اب آخری وقت قریب آ گیا ہے تو انھوں نے یزید کو بُلوایا، یزید اُس وقت دمشق سے باہر شکار میں یا کسی مہم پر گیا ہوا تھا، فوراً قاصد گیا اور یزید کو بلا کر لایا، یزید حاضر ہوا تو انھوں نے اُس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اے بیٹے! میری وصیت کو توجہ سے سُن، اور میرے سوالوں کا جواب دے، اب خدائے تعالیٰ کا فرمان یعنی میری موت کا وقت قریب آ چکا ہے، تو بتا کہ میرے بعد مسلمانوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہتا ہے، یزید نے جواب دیا کہ میں کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ کی پیروی کرونگا"

حضرت امیر معاویہؓ نے کہا کہ سنتِ صدیقیؓ پر بھی عامل ہونا چاہیئے کہ انھوں نے مرتدین سے جنگ کی، اور اس حالت میں وفات پائی کہ امت اُن سے خوش تھی، یزید نے کہا نہیں صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی پیروی کافی ہے۔

امیر معاویہؓ نے پھر کہا کہ ،۔ اے بیٹے: سیرتِ عمرؓ کی پیروی کر کہ انھوں نے شہروں کو آباد کیا، فوج کو قوی کیا اور مالِ غنیمت فوج پر تقسیم کیا۔ یزید نے کہا نہیں۔ صرف کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کی پیروی کافی ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے کہا اے بیٹے سیرتِ عثمان غنیؓ پر عامل ہو کہ انھوں نے لوگوں کو زندگی میں فائدہ پہنچایا اور سخاوت کی۔

یزید نے کہا کہ

نہیں صرف کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ میرے لئے کافی ہے۔

امیر معاویہ نے یہ سُن کر فرمایا

اے بیٹے تیری ان باتوں سے مجھ کو یقین ہو گیا کہ تو میری باتوں پر عمل درآمد نہیں کرے گا بلکہ میری وصیت و نصیحت کے خلاف ہی کرے گا۔

بہر حال مغیرہ بن شعبہؓ اور امیر معاویہؓ کی کوشش سے یزید عالم اسلامی کا خلیفہ ہوا، حضرت امیر معاویہؓ کا اپنی زندگی میں یزید کے لئے بیعت لینا ایک سخت غلطی تھی، اور یہ غلطی اُن سے غالباً محبتِ پدری کی وجہ سے سرزد ہوئی، مگر مغیرہ بن شعبہؓ کی غلطی اُن سے بھی بڑی ہے، کیونکہ امیر معاویہ کو یہ خیال مغیرہ بن شعبہ ہی کی تحریک پر پیدا ہوا تھا لیکن یزید نے اس منصب کو حاصل کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو خلافت کا اہل ثابت نہیں

کیا، وہ خوب جانتا تھا کہ اُس کے زمانے میں ایسے بزرگ موجود ہیں جو اپنی پاکیزہ سیرت، بلند اخلاق، عبادت و ریاضت اور علمی زندگی اور قوتِ ایمانی کی وجہ سے آفتاب سمجھے جاتے ہیں، بجائے اس کے کہ وہ اپنی حکومت کا نظم و نسق ان بزرگوں کے مشورے سے چلاتا، اُس نے خلافت کے حاصل کرتے ہی اپنی ظلم و استبداد کی چکی کو تیز سے تیز تر کر دیا، اُس نے مدینے اور مکے میں اُس وقت جتنے بزرگ موجود تھے، مثلاً حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت امام حسین اور دوسرے بزرگوں سے بیعت لینے کے لئے وہاں کے عاملوں کے نام احکام جاری کیے کہ ان سب سے میرے لئے بیعت لی جائے، حضرت امام حسین کو جب اس کا یہ پیغام پہنچا تو امام عالی مقام جیسی مقدس شخصیت اُس کے ہاتھ پر کیسے بیعت کر سکتی تھی، کیونکہ اول تو اُس کا انتخاب ہی غیر شرعی طریقہ پر ہوا تھا، اور اُس کی حکومت ایک غیر شرعی حکومت تھی، دوسرے یہ کہ وہ اپنے اعمال و کردار کے اعتبار سے بھی اس قدر گرا ہوا تھا کہ وہ ہمیشہ لہو و لعب سیر و شکار میں مصروف رہتا تھا، خواجہ سراؤں کو اُس نے اپنی خدمت گذاری پر مامور کیا تھا، رقص و سرود کی محفلوں میں وہ بے محابا شریک ہوتا تھا، یہ اور اس قسم کے بہت سے عیوب اُس میں تھے، وہ کسی طرح بھی اس قابل نہیں تھا کہ اُسے ایک منٹ کے لئے بھی مسلمانوں کا خلیفہ یا سردار تسلیم کیا جائے تو ان حالات میں حضرت امام حسین اُس کو کیسے خلیفہ تسلیم کر کے اُس کے ہاتھ پر بیعت کر سکتے تھے۔

یہ تھے وہ محرکات جن کی وجہ سے حضرت امام حسین نے یزیدی حکومت کے نظامِ باطل کی مخالفت کی اور ظلم و استبداد اور باطل حکومت کے خلاف آپ نے اپنے عمل سے ایک ایسی شمع روشن کی کہ جس کی روشنی میں قیامت تک حق پرستوں کے قافلے آگے بڑھتے رہیں گے، چنانچہ حضرت امام حسینؓ نے اس حقیقت کو اپنے مختلف خطبوں میں بھی جو آپ نے میدانِ کربلا اور دورانِ سفرِ کربلا میں دیئے تھے بیان فرمایا، مقامِ بیضہ میں آپ نے حُر کے ساتھیوں اور اپنے ہمراہیوں کے سامنے ایک خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

> لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جس نے ایسے بادشاہ کو دیکھا جو ظالم ہے، خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرتا ہے، خدا کے عہد کو توڑتا ہے، سنتِ رسول اللہ کی مخالفت کرتا ہے، خدا کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت کرتا ہے، اور دیکھنے والے کو اس پر اپنے عمل اور قول سے غیرت نہ آئی تو خدا کو یہ حق ہے کہ اُس بادشاہ کی بجائے اس دیکھنے والے کو جہنم میں داخل کر دے۔ تم اچھی طرح سمجھ لو کہ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت قبول کر لی ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے، اور زمین پر فتنہ و فساد پھیلا رکھا ہے، حدودِ الٰہی کو معطل کر دیا ہے، اور مالِ غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں، خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور اس کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر دیا ہے، اس لئے مجھے ان باتوں پر غیرت آنے کا زیادہ حق ہے۔

یہ تھے وہ اسباب جو حضرت امام حسین کو میدانِ کربلا میں لائے، آپ اور آپ کے اہلِ بیت اظہار اعلاء کلمۃ الحق کرتے ہوئے، ایک نظامِ باطل کے مٹانے کی سعی میں شہید ہوئے۔

عام نقطۂ نظر سے بھی یزید امیر معاویہؓ کا کوئی اچھا جانشین نہ تھا اس کو مذہب اور روحانیت سے بہت ہی کم تعلق تھا اس نے حکومت اور سیاست میں کبھی کسی قابلیت کا اظہار نہیں کیا۔ وہ اگر کسی قابلِ ہوتا تو سب سے پہلی کوشش اور پوری ہمت اس کی اس کام میں صرف ہوتی کہ لوگ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے تنازعات کو بھول جائیں لیکن اس نے یا تو اس طرف توجہ ہی کم کی یا وہ اپنی ناقابلیت کے سبب کامیاب نہیں ہو سکا یزید نے اپنی عملی زندگی کا جو نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کیا اس میں چونکہ فسق و فجور اور خلاف احکام شرع اعمال بھی تھے لہٰذا عام طور پر مسلمانوں کی مذہبی خصوصیات اور عملی زندگی کو نقصان پہنچا اور ضعیف الایمان لوگ گناہوں کے ارتکاب میں شاہی نمونہ دیکھ کر دلیر ہو گئے۔ یزید ہی کے بدنما نمونہ نے مسلمانوں کو گانے بجانے اور شراب پینے کی بھی ترغیب دی ورنہ اس سے پہلے عالمِ اسلام ان خرابیوں سے بالکل پاک تھا۔ یزید کے زمانے تک کبھی حکومت و خلافت میں وراثت کے اصول کو مسلمانوں نے تسلیم نہیں کیا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ امیر معاویہؓ کے بعد یزید کا خلیفہ مقرر ہو جانا ایک سخت غلطی ہے اور اس غلطی کی اصلاح ہونی چاہیئے چنانچہ حسین بن نمیر اسی لئے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خلیفہ بنانے کا خواہش مند تھا۔ لیکن یزید کے بعد بتدریج اس وراثت کے خیال کو بنی اُمیہ کی کوششوں کے سبب تقویت پہنچی اور بالآخر اس رسم بد نے ایسی جڑ پکڑی کہ آج تک مسلمانوں کو اس سے رستگاری حاصل نہ ہوئی۔

یزید کا پہلا نکاح اُمّ ہاشم بنت عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ ہوا تھا جس سے دو بیٹے معاویہ اور خالد پیدا ہوئے۔ یزید کو خالد کے ساتھ زیادہ محبت تھی۔ لیکن معاویہ کو اس نے اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ دوسرا نکاح اس کا اُمّ کلثوم بنت عبداللہ بن عامر سے ہوا۔ جس کے بطن سے عبداللہ بن یزید پیدا ہوا۔ جو تیراندازی کی قابلیت میں کمال اور شہرت رکھتا تھا۔ ان کے علاوہ چند بیٹے یزید کے لونڈیوں کے پیٹ سے بھی پیدا ہوئے تھے۔

... ...

معاویہ بن یزید

معاویہ بن یزید کی کنیت ابو لیلیٰ اور ابو عبد الرحمٰن تھی۔ معاویہؓ کی وفات کے وقت اس کی عمر بیس سال اور چند ماہ تھی۔ یہ جوان صالح اور عابد زاہد شخص تھا! اہلِ شام نے یزید کی وفات کے بعد اس کے ہاتھ پر بیعت کی حصین بن نمیر جب لشکرِ شام اور بنی اُمیہ کو لئے ہوئے دمشق پہنچا ہے تو معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی تھی۔ معاویہ اپنی خلافت اور لوگوں سے بیعت لینے کا خواہشمند نہ تھا۔ وہ کچھ بیمار بھی تھا اور اس حالتِ بیماری ہی میں اس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اُس نے لوگوں کے اصرار سے مجبور ہو کر بیعت لی اور صرف چالیس روز یا دوسری روایت کے موافق دو ماہ، تیسری روایت کے موافق تین ماہ خلافت کر کے فوت ہوا۔ اس قلیل مدت میں کوئی قابلِ تذکرہ کام نہیں کر سکا۔ معاویہ کے مرض نے جب ترقی کی تو لوگوں نے کہا کہ اپنے بعد کسی کو خلافت کے لئے نامزد کر دو۔ معاویہ نے کہا کہ میں پہلے ہی اپنے اندر خلافت کی طاقت نہیں پاتا تھا۔ تم لوگوں نے زبردستی مجھ کو خلیفہ بنایا۔ میں نے سوچا کہ کوئی شخص عمر فاروقؓ کی مانند مل جائے تو اُس کو خلافت سپرد کر دوں۔ لیکن نہیں ملا پھر میں نے چاہا کہ جس طرح حضرت عمر فاروقؓ نے چند شخصوں کو نامزد کر دیا تھا کہ ان کے بعد وہ خلیفہ کو منتخب کریں۔ اسی طرح میں بھی چند شخصوں کو نامزد کر دوں۔ لیکن میری نگاہ میں ایسے اشخاص بھی نہیں آتے۔ لہٰذا میں اب اس معاملہ میں کچھ نہیں کہتا تم کو اختیار ہے جس کو چاہو خلیفہ بناؤ مجھے کوئی سروکار نہیں۔ یہ کہکر معاویہ نے لوگوں کو باہر نکلوا کر اپنی محل سرائے کا دروازہ بند کرا لیا اور اس کے بعد اُس کا جنازہ ہی محل سرائے سے نکلا۔

بصرہ میں ابنِ زیاد کی بیعت

معاویہ بن یزید کی خلافت کو صرف اہلِ شام اور اہلِ مصر نے تسلیم کیا تھا۔ اہلِ حجاز نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یزید کے مرنے کی خبر جب عراق میں پہنچی تو اس وقت عبیداللہ بن زیاد بصرہ میں تھا اُس نے اہلِ بصرہ کو جمع کر کے کہا کہ امیر المومنین یزید کا انتقال ہو گیا ہے اب کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو خلافت کے کاموں کو

چلانے کی قابلیت رکھتا ہو۔ میں اسی ملک میں پیدا ہوا اور یہیں میں نے پرورش پائی۔ میرا باپ بھی اس مُلک کا حاکم تھا اور اب میں بھی اسی مُلک کا حاکم ہوں۔ آمدنی پہلے سے زیادہ ہے خزانہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہے۔ لوگوں کی تنخواہیں اور وظیفے بھی اب پہلے سے زیادہ ہیں۔ مُفسد اور شریر لوگوں سے مُلک پاک و صاف ہے۔ تم لوگ اگر چاہو تو اپنی خلافت الگ قائم کر سکتے ہو کیونکہ تم اہلِ شام کے محتاج نہیں ہو۔ یہ تقریر سُن کر سب نے کہا کہ بہت مناسب ہے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں چنانچہ اہلِ بصرہ نے عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کر لی مگر دل سے وہ عبیداللہ کو ناپسند کرتے تھے اہلِ بصرہ سے بیعت لے کر عبیداللہ کوفہ کی طرف گیا کہ وہاں کے لوگوں سے بھی بیعت لے لیکن کوفہ والوں نے صاف انکار کر دیا۔ اہلِ بصرہ کو جب معلوم ہوا کہ اہلِ کوفہ ابنِ زیاد سے منحرف ہو گئے تو انھوں نے بھی اپنی بیعت فسخ کر دی ابنِ زیاد مجبور اور مایوس ہو کر عراق سے بھاگا اور دمشق پہنچا۔ یہ دمشق میں اُس وقت پہنچا تھا جب کہ معاویہ بن یزید فوت ہو چکا تھا۔ اور انتخابِ خلیفہ کے متعلق ملکِ شام میں جھگڑا اور نزاع برپا تھا۔

عراق میں ابنِ زبیرؓ کی خلافت

اہلِ کوفہ کی حالت یہ تھی کہ حادثۂ کربلا کے بعد اُن لوگوں کے دلوں میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت نے اندر ہی اندر ایک اثر پیدا کیا جنھوں نے امام حسینؓ کو خطوط بھیج کر بلایا اور پھر اُن کے قتل میں شریک ہوئے۔ اپنی اس حرکت سے اُن کے دلوں میں پشیمانی پیدا ہوئی۔ ادھر ابنِ زیاد کو بھی کوئی انعام وصلہ نہ ملا بلکہ خراسان کا علاقہ اس کی ماتحتی سے جُدا کر دیا گیا لہٰذا وہ بھی قتلِ حسینؓ سے پشیمان ہوا اور اہلِ کوفہ کو اظہار پشیمانی سے نہ روکا۔ کوفہ کے ان لوگوں نے جو شیعانِ حسینؓ کہلائے جاتے تھے سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان میں جمع ہو کر ایک خفیہ جلسہ کیا اور اپنی خطاؤں کا اقرار کرنے کے بعد اُن کی تلافی کے لئے اس تجویز پر اتفاق کیا کہ اب ہم کو خونِ حسینؓ کا معاوضہ ضرور لینا چاہیے چنانچہ سب نے سلیمان بن صرد کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سلیمان نے لوگوں کو سمجھایا کہ تم اپنے اس قرار اور ارادے پر قائم رہو لیکن اس کے اظہار سے ابھی پرہیز کرو۔ اور لوگوں کو رفتہ رفتہ اپنا ہم خیال بناتے رہو جب موقع آئے گا تو ہم خروج کریں گے اور خونِ حسینؓ کا قصاص لے کر

چھوڑیں گے۔

جب عبیداللہ بن زیاد نے اہل کوفہ کو اپنی بیعت کی طرف متوجہ کرنا چاہا تو لوگوں نے اسی لئے انکار کیا کہ وہ سلیمان بن صرد کی ہدایت و تجویز کے ماتحت ابنِ زیاد سے انتقام لینے کی تیاریاں کر رہے تھے اُس کے ہاتھ پر بیعت کیوں کرنے لگے تھے۔ یزید کی وفات کا حال سُن کر شیعانِ علیؓ نے سلیمان بن صرد سے کہا کہ اب مناسب موقع ہے آپ خروج کیجئے لیکن سلیمان نے اُن کو اس ارادے سے باز رکھا اور کہا کہ ابھی تک اہل کوفہ کی ایک بڑی تعداد ایسی باقی ہے جو ہماری ہم خیال اور شریکِ کار نہیں ہے مناسب یہ ہے کہ ابھی چند روز تک اور اندر اندر اپنی کوششوں کو جاری رکھو اور اپنی جمعیت اور طاقت کو بڑھاؤ۔

ابنِ زیاد کو صاف جواب دینے کے بعد اہلِ کوفہ نے عمرو بن حرث کو جو ابنِ زیاد کی طرف سے کوفہ کا حاکم تھا نکال دیا اور عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے عبداللہ بن یزید انصاری کوفہ کے گورنر اور ابراہیم محمد بن طلحہ محصل خراج مقرر ہو کر آ گئے عبداللہ بن زبیرؓ کے گورنر کی آمد سے ایک ہفتہ پیشتر مختار بن ابو عبید بھی جو محمد بن الحنفیہ کے پاس گیا ہوا تھا واپس کوفہ میں آیا یہ رمضان ۶۴ھ کا واقعہ ہے بصرہ والوں نے بھی ابنِ زیاد کے چلے جانے پر عبداللہ بن حارث کو اپنا سردار بنا لیا اور پھر اہلِ کوفہ کی تقلید میں اپنا ایک وفد بھیج کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ اس طرح تمام ملکِ عراق پر بھی عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت مسلّم اور قائم ہو گئی۔

مصر میں ابنِ زبیرؓ کی خلافت

مصر کا حاکم عبدالرحمٰن بن حجدم تھا اُس نے جب معاویہ بن یزید کے انتقال کی خبر سُنی تو فوراً بذریعہ وفد عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کی۔ حمص کے گورنر نعمان بن بشیر اور قنسرین کے حاکم ظفر بن حارث تھے ان دونوں نے بھی معاویہ بن یزید کی وفات کا حال سُن کر عبداللہ بن زبیرؓ ہی کی خلافت کو تسلیم کر لینا مناسب سمجھا۔ معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد چونکہ جلد خلیفہ کا انتخاب نہیں ہو سکا لہٰذا اہلِ دمشق نے ضحاک بن قیس کے ہاتھ پر اس اقرار کے ساتھ بیعت کی تھی کہ جب تک مسلمانوں کا کوئی امیر اور خلیفہ منتخب و متعین ہو اُس وقت تک ہم آپ کو اپنا امیر امام مانیں گے اور آپ کے احکام کی فرماں برداری کریں گے۔ یہ ضحاک بن قیس بھی خلافت کے لئے عبداللہ

بن زبیرؓ ہی کو سب سے بہتر سمجھتے تھے۔ فلسطین کا گورنر حسان بن مالک تھا وہ البتہ اس امر کا خواہاں تھا کہ آئندہ بھی جو خلیفہ منتخب ہو وہ بنی اُمیہ میں سے ہو۔

غرض معاویہ بن یزید کی وفات پر تمام عالم اسلام حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت پر متفق ہو چکا تھا اور بنی اُمیہ کے سوا باقی تمام با اثر اشخاص وراثت کو خلافت سے مٹانے اور عبداللہ بن زبیرؓ کو خلیفہ بنانے پر آمادہ پائے جاتے تھے۔

عبیداللہ بن زیاد کی یزید کے بعد عراق میں جو حالت ہوئی اوپر پڑھ چکے ہو۔ اب اُس کے بھائی مسلم بن زیاد کا حال سُنو جو خراسان کا گورنر تھا۔

خراسان میں جب یزید کے مرنے کی خبر پہنچی تو مسلم بن زیاد نے اہل خراسان سے کہا کہ یزید کا انتقال ہو گیا ہے جب تک کوئی دوسرا خلیفہ مقرر ہو کر احکامات جاری کرے اُس وقت تک کے لئے تم میرے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ اہل خراسان نے خوشی سے بیعت کر لی لیکن چند روز کے بعد انھوں نے اس بیعت کو فسخ کر دیا۔ مسلم بن زیاد کا بھی قریباً وہی حشر ہوا۔ جو عبیداللہ بن زیاد اُس کے بھائی کا عراق میں ہوا تھا۔ مسلم بن زیاد نے اپنی جگہ مہلب بن ابی صفرہ کو حاکم خراسان مقرر کر کے خود دمشق کا قصد کیا۔ راستے میں اُس کو عبداللہ بن حازم ملا۔ اُس نے عبداللہ بن حازم کو اپنی طرف سے حاکم خراسان مقرر کر دیا اور مہلب بن ابی صفرہ بدستور سپہ سالار افواج رہا۔ عبداللہ بن حازم نے خراسان پہنچ کر تمام سرکشوں اور باغیوں کو دُرست کر دیا۔ ادھر دمشق میں خلافت کا فیصلہ ہو رہا تھا۔ اُدھر عبداللہ بن حازم ترکوں اور مغلوں کو شکستیں دے کر اسلامی حکومت کا سکہ دلوں پر بٹھا رہا تھا۔

اگر عبداللہ بن زبیرؓ حصین بن نمیر کا مشورہ قبول کر لیتے اور شام کے مُلک میں تشریف لے آتے تو یقیناً اُن کی خلافت کے قیام و استحکام میں کوئی شک و شبہ باقی نہ تھا اور وہ تنہا عالم اسلامی کے خلیفہ بن کر ضرور اُن بُرائیوں کو جن کی بُنیاد پڑ چکی تھی۔ کلیتہً مٹا دینے میں کامیاب ہو جاتے مگر مشیتی امور اس کے خلاف تھے جو ہو کر رہے۔

مروان بن حکم

مروان بن حکم بن ابی العاص بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کی پیدائش کا زمانہ

سنہ ھ ہے۔ ماں کا نام آمنہ بنت علقمہ بن صفوان ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے عہدِ خلافت میں میر منشی اور وزارت کا عہدہ حاصل رہا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں کئی مرتبہ مدینہ کی حکومت حاصل رہی۔ معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد چھ سات مہینے تک تنہا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہی خلیفہ تھے اُن کے سوا اور کوئی شخص بنی اُمیہ میں سے مدعیِ خلافت نہ تھا۔ تمام عمّال وحکّام نے عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا۔ چھ سات مہینے کے بعد مروان اپنی کوشش میں کامیاب ہو کر مُلکِ شام پر قابض ہوا لہٰذا مروان کی حیثیت ایک باغی کی قرار دی جا سکتی ہے اور چونکہ خلافتِ بنواُمیہ سے بالکل نکل چکی تھی لہٰذا مروان کو بنواُمیہ کی خلافت کا مجدّد بھی کہا جا سکتا ہے۔

بیعتِ خلافت اور جنگِ مرج راہط

معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ملکِ شام میں بھی دو گروہ ہو گئے تھے ایک تو بنواُمیہ تھے، جو اپنے ہی قبیلے میں خلافت کو رکھنا چاہتے تھے دوسرے ضحاک بن قیس حاکمِ دمشق اور اُن کے ہم خیال عُمّال تھے جو دل سے عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے مویّد مگر علانیہ زبان سے کچھ نہ کہتے تھے۔ سب سے پہلے نعمان بن بشیرؓ نے حمص میں عبداللہ بن زبیرؓ کے نام پر لوگوں سے بیعت لینا شروع کی۔ قنسرین کے حاکم ظفر بن حارثؓ نے بھی اُن کی تقلید کی۔ دمشق میں بنواُمیہ اور بنو کلب کی کثرت تھی یہ دونوں قبیلے ہم خیال اور عبداللہ بن زبیرؓ کے مخالف تھے لہٰذا ضحاک بن قیس جو دل سے ابن زبیرؓ کے طرف دار تھے۔ زبان سے کچھ نہ کہتے اور دمشق پر حکومت کرتے تھے۔ دمشق والوں کو اس کی اطلاع نہ تھی کہ حمص اور قنسرین کی افواج عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت پر بیعت کر چکی ہیں۔ سب سے پہلے حسّان بن مالک کلبی جو فلسطین کا عامل اور اپنی رشتہ داری کی وجہ سے بنواُمیہ کا طرف دار تھا اس خبر سے مطلع ہوا اُس نے روح بن زنباع کو اپنا قائم مقام بنا کر کہا کہ سردارانِ لشکر ابنِ زبیرؓ کی بیعت کرتے جاتے ہیں میری قوم کے آدمی اردن میں ہیں میں وہاں جا کر اُن کو خبردار کرتا ہوں تم یہاں خوب چوکس رہنا جو کوئی مخالفت کرے اُس کو فوراً قتل کر دینا۔ یہ سمجھا کر حسّان بن مالک اردن کی طرف روانہ ہوا اُس کے جاتے ہی ناتل بن قیس نے عبداللہ بن زبیرؓ کا طرف دار ہو کر روح بن زنباع کو فلسطین سے نکال دیا تھا۔ روح بھی اردن میں حسّان بن مالک کے پاس پہنچ گیا اور فلسطین کا علاقہ

بھی عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت میں شامل ہوگیا۔ حسان بن مالک نے اہلِ اُردن کو جمع کر کے عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف آمادہ کیا اور اُن سے وعدہ لیا کہ ہم خالد بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان کو خلیفہ بنانے کی کوشش کریں گے۔ حسان بن مالک کو یہ بھی معلوم ہوچکا تھا کہ ضحاک بن قیس امیر دمشق بھی درپردہ عبداللہ بن زبیرؓ کا طرف دار ہے مگر علانیہ اس طرف داری کا اظہار ابھی تک نہیں ہوا ہے لہٰذا حسان نے ایک خط ضحاک بن قیس کے نام لکھا اس خط میں عبداللہ بن زبیرؓ کی بُرائیاں لکھیں اور خاندانِ معاویہؓ کا حق دارِ خلافت ہونا بیان کر کے لکھا کہ جا بجا لوگ عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کرتے جاتے ہیں جلد اس کا تدارک کرو۔ یہ خط جس قاصد کے ہاتھ دمشق کی جانب روانہ کیا اُس کو سمجھا دیا کہ یہ خط جامع مسجد میں جمعہ کے دن جب کہ تمام رؤسائے شہر اور بنواُمیہ موجود ہوں ضحاک بن قیس کو پڑھ کر سُنا دینا۔ چنانچہ یہ خط سب کی موجودگی میں جمعہ کے دن پڑھا گیا۔

یہاں پہلے ہی سے ضحاک بن قیس کے ہم خیال لوگوں کی کافی تعداد موجود تھی اس خط کے سُنتے ہی لوگوں کے دو گروہ ہوگئے ایک بنواُمیہ اور اُن کے طرف دار۔ دوسرے عبداللہ بن زبیرؓ کے طرف دار، دونوں گروہ آپس میں اُلجھنے لگے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہتھیار لے کر ایک دوسرے پر حملہ آوری کے لئے مستعد ہوگئے مگر خالد بن یزید بن معاویہؒ نے بیچ میں آکر دونوں کو سمجھایا اور لڑائی سے باز رکھا۔ ضحاک بن قیس خاموش مسجد سے اُٹھ کر دارالامارۃ میں آئے اور تین دن تک باہر نہ نکلے۔ انھیں ایام میں عبیداللہ بن زیاد جو عراق سے مایوس و بے دخل ہوکر شام کی طرف بھاگا تھا دمشق میں پہنچا۔ عبیداللہ بن زیاد کے دمشق پہنچنے سے بنی اُمیہ اور اُن کے طرف داروں کو بہت تقویت پہنچی۔ ضحاک بن قیس اور بنواُمیہ سب مل کر جابیہ کی طرف نکلے۔ ثور بن معن سلمی ضحاک کے پاس پہنچا اور کہا کہ تم نے ہم کو عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کے لئے مشورہ دیا اور ہم نے اُس کو تسلیم کیا۔ اب تم حسان بن مالک کلبی کے کہنے سے اُس کے بھانجے خالد بن یزید کی بیعت کے لئے کوشش کرنا چاہتے ہو۔ ضحاک کچھ شرما سے گئے اور ثور بن معن سے کہا کہ اچھا اب تمھاری کیا رائے ہے اُس نے کہا کہ اب تک تم نے جس چیز کو پوشیدہ رکھا ہے اُسے ظاہر کر دو اور علانیہ عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کے لئے لوگوں کو دعوت دو۔ چنانچہ ضحاک اپنے ہم خیال لوگوں کو لے کر الگ ہوگئے اور مقام مرج راہط میں جا کر قیام کیا۔ بنواُمیہ اور اُن کے طرف دار بنو کلب مقام جابیہ میں مقیم رہے یہیں حسان بن کلبی بھی اردن سے مع اپنی جمعیت کے پہنچ گیا۔ جابیہ میں پانچ ہزار بنواُمیہ اور بنو کلب جمع ہوگئے تھے۔ مرج راہط میں ضحاک بن قیس کے پاس کل ایک ہزار بنو قیس تھے۔ ضحاک بن قیس نے دمشق میں جو اپنا نائب

چھوڑا تھا اُس کو یزید بن انیس نے بے دخل کرکے بیت المال پر قبضہ کرلیا۔ یہ درحقیقت ایک بڑی شکست ضحاک کو پہنچی۔ اگر دمشق اور بیت المال ضحاک کے قبضہ میں رہتا تو اُن کی طاقت کو اس قدر صدمہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ضحاک نے مرج راہط سے فوراً نعمان بن بشیرؓ۔ ظفر بن حارث اور نائل بن قیس کو حمص، قنسرین اور فلسطین میں حالات سے اطلاع دی ان لوگوں نے ضحاک کی امداد کے لئے مرج راہط کی طرف فوجیں روانہ کیں۔ ادھر جابیہ میں حسّان بن مالک نے امامت کی خدمات انجام دینی شروع کیں اور یہ مسئلہ پیش ہوا کہ پہلے اپنا ایک امیر اور خلیفہ منتخب کرلو عام طور پر خالد بن یزید ہی کا نام لیا جاتا تھا اور اسی کی طرف زیادہ لوگ مائل تھے۔

مرواؔن نے درپردہ لوگوں کو اپنی خلافت کے لئے ترغیب دینی شروع کی اور روؔح بن زنباع نے مرواؔن کے حسب منشاء آمادہ ہوکر ایک روز مجمع عام میں کھڑے ہوکر اپنی رائے اس طرح پیش کی کہ:-

"خالد بن یزید ابھی نوعمر ہے ہم کو ایک تجربہ کار اور ہوشیار خلیفہ کی ضرورت ہے لہٰذا مروان بن حکم سے بہتر کوئی دوسرا شخص موجود نہیں ہے وہ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ سے لے کر آج تک برابر خلافت وحکومت کے کاموں کا تجربہ رکھتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ ہم مروان بن حکم کو خلیفہ منتخب کرلیں۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ مروان کے بعد خالد بن یزید خلیفہ بنایا جائے اور خالد بن یزید کے بعد عمرو بن سعید عاص کو خلافت سپرد کی جائے۔"

غرض انتخاب خلیفہ کا مسئلہ چالیس روز تک مقام جابیہ میں زیر بحث رہا بالآخر روح بن زنباع کی مذکورہ تجویز عبیداللہ بن زیاد کی تائید وکوشش سے منظور ہوئی اور ۳ ذیقعدہ ۶۴ھ کو مقام جابیہ میں مروان کے ہاتھ پر بنوامیہ۔ بنوکلب اور غسان وطے وغیرہ قبائل نے بیعت کرلی۔ اس بیعت کے بعد مروان بن حکم اپنی جمعیت کو لے کر مرج راہط کی طرف بڑھا اور ضحاک بن قیس کے مقابل جاکر خیمہ زن ہوا۔ مروان کے پاس کل تیرہ ہزار جنگ جو تھے ادھر ضحاک کے پاس اس سے چوگنی جمعیت فراہم ہوچکی تھی۔ طرفین نے اپنے اپنے میمنہ ومیسرہ کو درست کرکے لڑائی کا سلسلہ شروع کیا۔ بیس روز تک لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا مگر کوئی فیصلہ کن جنگ نہ ہوئی۔ آخر عبیداللہ بن زیاد نے مروان بن حکم کو اپنی فوج کی قلت کی طرف توجہ دلاکر مشورہ دیا کہ دشمنوں پر شب خوں مارنا چاہیئے۔ چونکہ بیس روز سے طرفین برابر صف آرا ہوتے رہے تھے اور کسی نے

کسی پر شب خوں مارنے کا ارادہ نہیں کیا تھا لہٰذا ضحاک اور اُن کی فوج بے فکر تھی اس پر مستزاد یہ کہ مروان نے دن میں ضحاک کے پاس صلح کا پیغام بھیج کر استدعا کی کہ لڑائی کو بند کر دیجئے اور شرائط صلح کے طے ہونے تک کوئی کسی پر حملہ آور نہ ہو۔ اسی قرار داد کی موافق لڑائی بند ہو گئی۔ غروب آفتاب کے بعد جب رات شروع ہوئی تو ابنِ زیاد کی تجویز کے موافق یہاں شبخوں کی تیاری ہونے لگی اور وہاں بالکل فارغ و مطمئن ہو کر ضحاک اور اُن کی فوج مصروف خواب ہوئی۔ آدھی رات کے وقت انھوں نے حملہ کئی جانب سے شروع کیا۔ اس اچانک حملہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنو قیس کے اسّی سردار اور بنو سلیم کے چھ سو آدمی مقتول ہوئے۔ ضحاک بن قیس بھی کام آئے اور بقیۃ السیف جس طرف کو منہ اُٹھا بھاگ نکلے۔

یہ لڑائی درحقیقت بنو کلب اور بنو قیس کی لڑائی تھی۔ ان دونوں قبیلوں میں عہدِ جاہلیت سے رقابت چلی آتی تھی اسلام نے اس رقابت کو بھلا دیا تھا اور امیر معاویہؓ نے ان دونوں قبیلوں سے بڑی قابلیت کے ساتھ کام لیا اور ان کی آپس کی رقابتوں کو دبائے رکھا تھا۔ یزید کی شادی بھی اُنھوں نے بنو کلب میں اسی لئے کی تھی کہ ایک زبردست قبیلے کی حمایت اُس کو حاصل رہے۔ بنو قیس کی تعداد بنو کلب سے بھی زیادہ تھی اُن کی مدارات و دل جوئی کا بھی خاص طور پر لحاظ رکھا جاتا تھا۔ یہی دونوں قبیلے مُلک شام کی سب سے بڑی طاقتیں سمجھے جاتے تھے۔ جس طرح حضرت فاروق اعظمؓ کی وفات کے بعد بنواُمیہ اور بنو ہاشم کی دیرینہ رقابت پھر تازہ ہو گئی تھی۔ اسی طرح امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد بنو قیس اور بنو کلب کی فراموش شدہ رقابت ازسرِ نو بیدار ہو گئی اور جنگ مرج راہط نے اس رقابت کو تادیر اور ہمیشہ باقی رہنے والی عداوت دُشمنی کی شکل میں تبدیل کر کے مقاصدِ اسلامی کو عالمِ اسلام میں سخت نقصان پہنچایا۔

جس زمانے میں معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد دمشق میں انتخاب خلیفہ کے متعلق اختلاف آرا اور بنو کلب و بنو قیس کے درمیان رقابتیں آشکارا ہونے لگی تھیں تو مروان بن حکم نے یہ دیکھ کر کہ عراق و مصر اور شام کا بھی بڑا حصہ عبد اللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو تسلیم کر چکا ہے ارادہ کیا تھا کہ دمشق سے روانہ ہو کر مکہ میں عبد اللہ بن زبیرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کرے اور خلافت تسلیم کرنے میں زیادہ دیر نہ لگائے۔ چنانچہ جامع دمشق میں جب لوگوں کے اندر فساد برپا ہوا تو مروان بن حکم بنواُمیہ کی خلافت سے قطعًا مایوس ہو کر مکہ کے

سفر کا سامان درست کر چکا تھا کہ اتنے میں عبید اللہ بن زیاد دمشق میں وارد ہوا اور مروان بن حکم کے ارادے سے واقف ہو کر اُس نے مروان کو باصرار روانگی سے باز رکھا اور اُسی کی کوشش کا نتیجہ تھا کہ مروان کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت ہوئی اور اُسی کی تدبیر سے مرج راہط میں ضحاک بن قیس قتل اور بنو قیس کو شکست ہوئی۔

مرج راہط کی فتح کے بعد مروان دمشق میں آیا اور یزید بن معاویہ کے محل میں فروکش ہوا۔ یہاں آتے ہی اُس نے ابنِ زیاد کے مشورے کے موافق سب سے پیشتر خالد بن یزید کی ماں کے ساتھ نکاح کیا تاکہ بنو کلب کی حمایت حاصل رہے اور آئندہ خالد بن یزید کی ولی عہدی کے اندیشے سے نجات حاصل ہو سکے۔ اس کے بعد اُس نے فلسطین و مصر کی جانب کوچ کیا اور ۶۵ھ کے ابتدائی ایام میں عبد اللہ بن زبیرؓ کے تمام ہوا خواہوں کو شکست دے کر قتل یا ملک سے خارج کر دیا۔

عبد اللہ بن زبیرؓ سے اس معاملہ میں بڑی غلطی ہوئی کہ اُنھوں نے مُلکِ شام کے اُن واقعات و حالات سے جو اُن کے موافق پیدا ہو چکے تھے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا اور عین وقت پر اپنے ہوا خواہوں کو کوئی امداد روانہ نہ کر سکے۔ اُنھوں نے اپنے بھائی مصعب بن زبیرؓ کو شام کے ملک پر حملہ کرنے کی ہدایت کی لیکن اُس وقت جب کہ موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا تھا اور اُن کے طرف داروں کی ہمتیں شام میں پست ہو چکی تھیں۔

جنگِ توابین

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ رمضان ۶۴ھ میں عبد اللہ بن یزید انصاری عبد اللہ بن زبیرؓ کی طرف سے کوفہ کا حاکم مقرر ہو کر آیا اور انھیں ایام میں مختار بن ابو عبیدہ بھی کوفہ میں آیا۔ مختار نے کوفہ میں آکر لوگوں کو خونِ حسینؓ کا معاوضہ لینے کے لئے اُبھارنا شروع کیا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم تو پہلے ہی اس کام کے لئے سلیمان بن صرد کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں لیکن ابھی اس کام کے لئے مناسب موقع نہیں آیا ہے۔ مختار نے کہا کہ سلیمان ایک پست ہمت آدمی ہے وہ لڑائی سے جی چُراتا ہے۔ مجھ کو امام مہدی محمد بن الحنفیہ برادرِ امام حسینؓ نے اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے تم لوگ میرے ہاتھ پر بیعت کرو اور خونِ حسینؓ کا معاوضہ اُن کے قاتلین سے لو۔ لوگ یہ سُن کر مختار کے ہاتھ پر بیعت ہونے لگے یہ خبر جب عبد اللہ بن یزید کوفہ کو پہنچی تو انھوں نے اعلان کیا کہ مختار اور اُس کے مُعاونین اگر

خونِ حسینؓ کا بدلہ قاتلین حسینؓ سے لینا چاہتے ہیں تو اس کام میں ہم بھی اُن کی مدد کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن اگر وہ کوئی کارروائی ہمارے خلاف کرنے کا عزم رکھتے ہیں تو ہم اُن کا مقابلہ کرکے اُن کو قرار واقعی سزا دیں گے۔ اس اعلان کا اثر یہ ہوا کہ سلیمان بن صرو اور اُس کے ہمراہیوں نے علانیہ ہتھیار خریدنے شروع کر دیئے اور جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے اور یکم ماہ ربیع الثانی ۶۵ھ کو سلیمان بن صرو نے کوفہ سے نکل کر مقام نخیلہ میں قیام کیا اور سترہ ہزار آدمی اُس کے گرد جمع ہو گئے۔ عبداللہ بن یزید گورنر کوفہ نے مخالفت نہیں کی۔ مختار چونکہ الگ اپنی جماعت کے تیار کرنے میں مصروف تھا حالانکہ مقصد سلیمان بن صرو کا بھی وہی تھا جو مختار ظاہر کرتا تھا لہٰذا بعض شرفائے کوفہ کی تحریک سے عبداللہ بن یزید نے مختار کو پکڑ کر قید کر دیا۔ سلیمان بن صرو ۵ ربیع الثانی کو نخیلہ کو سترہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ حدود شام کی طرف روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت عبداللہ بن سعد بن نفیل نے سلیمان سے کہا کہ قریباً تمام قاتلینِ حسینؓ تو کوفہ میں موجود ہیں ان کو چھوڑ کر اور کہاں قاتلینِ حسینؓ کی تلاش میں جا رہے ہو۔ سلیمان بن صرو نے کہا کہ یہ لوگ تو سپاہی تھے جن کو حکم دینے والا سردار ابنِ زیاد تھا لہٰذا اصل قاتل وہی ہے اور سب سے پہلے ہم کو اُسی کی گردن مارنی چاہیئے اُس سے فارغ ہو کر باقی لوگوں کو درست کرنا بہت آسان کام ہے۔ نخیلہ سے روانہ ہو کر یہ لوگ کربلا پہنچے وہاں مقتلِ حسینؓ اور مدفنِ حسینؓ پر جس میں حضرت امام حسینؓ کی لاش بے سر دفن تھی، خوب روئے دھوئے اور ایک دن رات قیام کرنے کے بعد روانہ ہوئے۔ کوچ و مقام کرتے ہوئے عین الوردہ کے مقام پر پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ ان لوگوں کی خبر سن کر عبیداللہ بن زیاد نے جو موصل میں بحیثیت گورنرِ موصل مقیم تھا۔ حصین بن نمیر کو بارہ ہزار فوج دے کر مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ سلیمان بن صرو ۱۲ رجمادی الاوّل ۶۵ھ کو عین الوردہ کے مقام پر پہنچا تھا۔ پانچ روز کے انتظار کے بعد ۲۶ رجمادی الاوّل کو حصین بن نمیر بھی عین الوردہ پہنچ گیا۔ اسی روز لڑائی شروع ہوئی۔ شام تک کی لڑائی میں شامیوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ لیکن رات نے حائل ہو کر ان کا پردہ رکھ لیا۔ اگلے دن صبح کو آٹھ ہزار کا ایک کمکی لشکرِ شامیوں میں اور آ ملا جو ابنِ زیاد نے بھیجا تھا۔ آج بھی نمازِ فجر کے وقت سے مغرب کے وقت تک خوب زور شور کی لڑائی جاری رہی اور کوئی فیصلہ نہ ہوا رات دونوں لشکروں نے اُمید و بیم میں بسر کی صبح ہوتے ہی ابن زیاد کا بھیجا ہوا دس ہزار کا ایک لشکر شامیوں کی مدد کے لئے آگیا اور آج بھی صبح سے شام تک لڑائی جاری رہی۔ لیکن سلیمان بن صرو اور تمام بڑے بڑے سردار کوفیوں

کے کام آئے۔ بہت ہی تھوڑے سے آدمی باقی رہ گئے تھے بقیتہ السیف سردار اپنے بچے ہوئے آدمیوں کو لے کر رات کی تاریکی میں وہاں سے چل دیئے حصین بن نمیر نے اُن کا تعاقب نہیں کیا۔ سلیمان بن صرد اور اُس کے ہمراہیوں کو توّابین کے نام سے پکارتے تھے۔ یعنی اِن لوگوں نے امام حسینؓ کے ساتھ بے وفائی کر کے اُن کو قتل کرانے کا جُرم کیا۔ پھر اُس سے تائب ہو کر تلافی کے درپے ہوئے۔ اسی لئے جنگ عین الوردہ کو جنگ توّابین بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ کسی سلطنت کی باقاعدہ فوج نہ تھے بلکہ بطور خود جمع ہو کر ابنِ زیاد کے قتل کرنے کو گئے تھے اور خود بہت سے قتل اور تھوڑے سے بچ کر واپس آئے تھے۔

جنگِ خوارج

ادھر مقام عین الوردہ میں گروہ توّابین معروفِ جنگ تھا اُدھر بصرہ میں خوارج جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے بصرہ کا گورنر عبداللہ بن حرث تھا۔ بصرہ اور بصرہ سے باہر کے خوارج نے مقام دولاب علاقہ اہواز میں مجتمع ہو کر خروج کیا۔ عبداللہ بن حرث نے مُسلم بن عبیس بن کریز بن ربیعہ کو خوارج کی سرکوبی پر مامور کیا۔ مسلم بن عبیس اپنا لشکر لے کر مقام دولاب میں پہنچا۔ خوارج نے نافع بن ارزق کو اپنا سردار اور سپہ سالار بنایا۔ ماہ جمادی الثانی ۶۵ھ میں نافع بن ارزق اور مسلم بن عبیس کا مقابلہ دولاب میں ہوا۔ مسلم و نافع دونوں سپہ سالار مارے گئے۔ اہلِ بصرہ نے مُسلم کی جگہ حجاج باب کو اور خوارج نے نافع کی جگہ عبداللہ بن ماحوز تمیمی کو سردار بنایا۔ بڑے زور کی لڑائی جاری تھی کہ اہلِ بصرہ کا امیر مارا گیا۔ انھوں نے حارثہ بن زید کو امیر بنایا۔ آخر خوارج کو فتح ہوئی اور حارثہ بن زید بقیتہ السیف لشکر بصرہ کو لئے ہوئے لڑتا بھڑتا اہواز کی طرف روانہ ہوا۔ خوارج اس میدان میں چیرہ دست ہو کر بصرہ کی طرف چلے۔ خوارج کی اس فتح اور لشکر بصرہ کی تباہ حالی کا حال اہل بصرہ کو معلوم ہوا تو اُن کو سخت ملال ہوا۔ فوراً ایک تیز رفتار قاصد نے یہ خبر مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس پہنچائی۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے مہلب بن ابی صفرہ کو امیر خراسان اور عبداللہ بن حرث کو بصرہ کی گورنری سے معزول کر کے حرث بن ربیعہ کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ جب حرث بن ربیعہ نے بصرہ کی امارت کا کام سنبھالا اور مہلب بن ابی صفرہ دیکھے از روسا بصرہ، نے خراسان کی طرف جانے کا عزم کیا تو خوارج کا

لشکر اور بغاوت کا سیلاب بصرہ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ حرث بن ربیعہ نے احنف بن قیس کو خوارج کی روک تھام اور مقابلہ کے لئے فوج کا سپہ سالار بنانا چاہا۔ احنف نے کہا کہ اس کام کے لئے مہلب بن ابی صفرہ سب سے بہتر شخص ہے۔ مہلب نے کہا کہ میں خراسان کی حکومت پر مامور ہو کر جا رہا ہوں لیکن اس خدمت کی انجام دہی سے بھی مجھ کو انکار نہیں ہے بشرطیکہ بیت المال سے ضروریات جنگ کے لئے مجھ کو کافی روپیہ اور سامان دیا جائے اور جو علاقہ میں خوارج سے چھینوں وہ میری جاگیر قرار دیا جائے۔

حرث بن ربیعہ نے اس شرط کو منظور کر لیا اور مہلب اہلِ بصرہ سے بارہ ہزار انتخابی جنگ جو ہمراہ لے کر خوارج کے مقابلہ کو روانہ ہوا۔ خوارج نے خوب جم کر اور جی توڑ کر مقابلہ کیا۔ کئی مرتبہ خوارج نے اہلِ بصرہ کے منہ پھیر پھیر دیئے۔ لیکن مہلب کی ذاتی بہادری و تجربہ کاری نے اہل بصرہ کو سنبھال سنبھال لیا۔ خوارج کو بھی شکستیں ہوتیں مگر وہ پھر اپنے آپ کو سنبھال سنبھال کر مقابلہ پر مستعد ہو ہو گئے بالآخر کئی لڑائیوں کے بعد خوارج پسپا ہوئے اور کرمان و اصفہان کی طرف چلے گئے۔

محاصرہ قرقیسا

اوپر پڑھ آئے ہو کہ مروان بن حکم کی امارت و خلافت سے پہلے قنسرین کی حکومت ظفر بن حارث کے ہاتھ میں تھی۔ مروان کی کامیابی کے بعد ظفر بن حارث حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس گیا اور مصر پر مروان کے قابض ہونے کی خبر سُنائی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اُس کو قرقیسا کا عامل بنا کر بھیج دیا جو شام و عراق کے درمیان سرحدی ضلع تھا۔ مروان نے جنگ عین الوردہ کے بعد عبیداللہ بن زیاد کو مامور کیا کہ ظفر بن حارث کو قرقیسا سے بے دخل کر دے عبیداللہ بن زیاد نے قرقیسا کا محاصرہ کیا اور ظفر بن حارث نے پوری ہمت و استقامت کے ساتھ مدافعت کی اس محاصرہ اور مدافعت نے اُس وقت تک طول کھینچا کہ جب عبیداللہ بن زیاد مروان کے مرنے کی خبر سُن کر اور محاصرے سے مایوس ہو کر دمشق کی طرف واپس ہوا۔

پسرانِ مروان کی ولی عہدی

عبید اللہ بن زیاد کو قرقیسیا کے محاصرے کا حکم دے کر مروان بن حکم نے اپنے بیٹے عبد الملک اور عبد العزیز کی ولی عہدی کے لیے اس طرح کوشش شروع کی کہ لوگوں میں اس بات کو شہرت دلائی کہ عمرو بن سعید بن عاص کہتا ہے کہ مروان کے بعد خالد بن یزید کو ہرگز تخت نشین نہ ہونے دوں گا بلکہ میں اپنی خلافت کے لئے لوگوں سے بیعت لوں گا اس کے مشہور ہونے سے لوگوں میں چہ می گوئیاں ہونے لگیں۔ مروان نے اس موقع کو مناسب دیکھ کر حسان بن مالک کلبی کو جو خالد بن یزید کا سب سے بڑا طرف دار تھا لالچ اور فریب دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہی یہ تحریک پیش کرے کہ مروان کے بعد عبد الملک بن مروان اور اس کے بعد عبد العزیز بن مروان خلیفہ بنائے جائیں چنانچہ حسان بن مالک نے جامع دمشق میں مجمع عام کے روبرو کھڑے ہو کر کہا کہ ہم سُن رہے ہیں کہ لوگ امیر المومنین مروان کے بعد خلافت کے معاملے میں ضرور جھگڑا کریں گے لہٰذا میں اس خطرہ سے محفوظ رہنے کی ایک تجویز پیش کرتا ہوں اور اُمید ہے کہ امیر المومنین اور کافۂ مسلمین اس کو پسند فرمائیں گے وہ تجویز یہ ہے کہ امیر المومنین اپنے بعد اپنے بیٹے عبد الملک کو اور اُس کے بعد عبد العزیز کو خلافت کے لئے نامزد فرما دیں اور لوگوں سے اس امر کے لئے بیعت لے لیں۔ یہ بات سُن کر کسی کو بھی مخالفت کی جرأت نہ ہوئی سب نے اظہار پسندیدگی کیا اور اُسی وقت عبد الملک و عبد العزیز کی ولی عہدی کے لئے لوگوں نے بیعت کر لی۔

مروان بن حکم کی وفات

یہ بیعت چونکہ خالد بن یزید کے خلاف تھی اور خالد بن یزید کے طرف داروں کو مروان نے پہلے ہی اپنی طرف مائل کر لیا تھا لہٰذا خالد بن یزید کو سخت صدمہ ہوا اور وہ کچھ نہ کر سکا۔ اس کے بعد مروان نے خالد بن یزید کے اثر و قبولیت کو نقصان پہنچانے کی کوششیں جاری رکھیں اور اُس کی تذلیل و تخفیف کے درپے رہا۔ پھر اس پر صبر نہ کر کے اُس کے قتل کی تدبیریں کرنے لگا۔ خالد نے اپنی ماں یعنی مروان کی بیوی سے شکایت کی کہ مروان میرے قتل پر آمادہ ہے۔ اُم خالد نے کہا کہ تم بالکل خاموش رہو۔ میں مروان سے پہلے ہی انتقام لے لوں گی۔ چنانچہ اُس نے اپنی چار پانچ باندیوں کو آمادہ کیا۔ رات کو مروان محل سرائے میں آ کر لیٹ گیا۔ اُم خالد کے حکم کے موافق عورتوں نے

مروان کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر کہ آواز بھی نہ نکال سکے، اور بے قابو کر کے گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ یہ واقعہ ۳ رمضان المبارک سنہ ۶۵ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ اسی روز دمشق میں عبدالملک کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعتِ خلافت کی اور عبدالملک نے مروان کے قصاص میں اُمِ خالد کو قتل کیا۔ مروان بن حکم کی عمر ۶۳ سال کی ہوئی اور ساڑھے نو مہینے خلافت وحکومت کی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور اُن کی خلافت کے حالات اوپر بیان ہوتے چلے آئے ہیں۔ مروان بن حکم کی وفات چونکہ عبداللہ بن زبیرؓ کے عہدِ خلافت میں ہوتی اور اس کی وفات کے بعد بھی بہت دنوں عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت قائم رہی لہٰذا مناسب یہی سمجھا گیا کہ یزید بن معاویہ اور معاویہ بن یزید کے بعد مروان بن حکم کے حالات قلم بند کئے جائیں۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بقیہ حالاتِ خلافت ختم کر دیئے جائیں عبدالملک بن مروان اب تخت نشین ہو چکا ہے۔ لیکن اس کی خلافت و سلطنت کا زمانہ عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے بعد بھی چونکہ باقی رہے گا۔ لہٰذا عبدالملک کے عنوان سے اس کی حکومت کے حالات حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بعد لکھے جائیں گے۔ حادثۂ کربلا کے بعد سے جو زمانہ شروع ہوتا ہے وہ آئندہ بیس سال تک عالمِ اسلام کے لئے ایسا ہی پُرآشوب زمانہ ہے جیسا کہ سنہ ۳۶ھ سے سنہ ۴۰ھ تک کا زمانہ گذر چکا ہے۔ ہم اس وقت ایک نہایت خطرناک زمانہ کے حالات کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ اس زمانہ کے حالات لکھنے میں کسی تسلسل زمانی کا قائم رکھنا بھی بے حد دُشوار ہے۔ حالات کچھ ایسے پیچیدہ و ژولیدہ ہیں کہ اگر ترتیب زمانی کا لحاظ ترک کر کے اُن کی الگ الگ تقسیم کی جائے تو یہ بھی مُمکن نہیں ہے۔ تاہم میں نے کوشش کی ہے کہ دوسری تاریخوں کے مقابلہ میں اِس کتاب کے اندر ربط اور ترتیب زیادہ پائی جائے۔ پڑھنے والے کے دماغ پر بوجھ کم پڑے اور حقیقت کا عکس دماغ میں عمدگی سے قائم ہو سکے۔

ابتدائی حالات اور خصائل

آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔ عبداللہؓ بن زبیرؓ بن عوام بن خویلد بن اسد

بن عبدالعزیٰ بن قصی ۔ آپ کی کنیت ابو خبیب ہے ۔ خود بھی صحابی ہیں اور صحابی کے بیٹے ہیں ۔ آپ کے والد زبیرؓ بن عوام عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں ۔ آپ کی والدہ حضرت اسمار رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت صدیق اکبرؓ کی بیٹی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بہن تھیں ۔ آپ کی دادی صفیہؓ تھیں جو آنحضرت صلعم کی پھوپھی تھیں ۔

آنحضرت صلعم کے مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لانے سے بیس مہینے کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے آپ مدینہ منورہ میں مہاجرین کی سب سے پہلی اولاد ہیں ۔ آپ کے پیدا ہونے سے مہاجرین میں غیر معمولی طور پر بہت خوشیاں منائی گئیں کیونکہ یہود ان ناسعود نے جب دیکھا کہ ایک مدت تک مہاجرین کے کوئی اولاد مدینہ میں پیدا نہیں ہوئی تو انھوں نے مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے جادو کر دیا ہے اب مہاجرین کے کوئی اولاد پیدا نہ ہوگی اسی لئے آپ کے پیدا ہونے سے جس طرح مسلمانوں کو خوشی ہوئی اسی طرح یہودیوں کو رنج و ملال اور ذلت و ندامت حاصل ہوئی ۔ پیدا ہونے کے بعد ہی آپ کو آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیش کیا گیا آنحضرت صلعم نے کھجور اپنے منہ میں چبا کر آپ کو چٹائی ۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ روزے بہت رکھتے اور نمازیں بھی بہت پڑھتے تھے کبھی ساری ساری رات قیام میں کبھی ساری ساری رات رکوع میں کبھی ساری ساری رات سجدے میں رہتے تھے ۔ صلہ رحمی کا آپ کو بہت خیال تھا ۔ آپ بہت بڑے بہادر اور زبردست سپہ سالار تھے ۔ آپ کی شہسواری قریش میں ضرب المثل اور موجبِ افتخار تھی ۔ آپ نہایت مستقل مزاج اور مصائب کے وقت قائم رہنے والے شخص تھے ۔ آپ نہایت خوش تقریر اور جہیر الصوت تھے ۔ آپ کی آواز پہاڑوں سے جا کر ٹکرایا کرتی تھی ۔

عمر بن قیس کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس سو غلام تھے جن میں سے ہر ایک کی زبان جدا جدا تھی اور عبداللہ بن زبیرؓ اُن میں سے ہر ایک کے ساتھ اسی کی زبان میں باتیں کیا کرتے تھے ۔ ۔ اُنھیں کا قول ہے کہ میں جب عبداللہ بن زبیرؓ کو کوئی دین کا کام کرتے ہوئے دیکھتا تھا تو خیال کرتا تھا کہ اُن کو کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی دُنیا یاد نہ آتی ہوگی ۔

ایک روز عبداللہ بن زبیر اسدی عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ امیرالمومنین ! میں اور آپ فلاں سلسلہ سے رشتہ دار ہیں ۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ ہاں درست ہے لیکن اگر غور کرو تو تمام بنی آدم آپس میں رشتہ دار ہیں کیونکہ سب آدم و حوا کی اولاد ہیں ۔ عبداللہ اسدی نے کہا کہ میرا

نفقہ تمام ہو چکا ہے یعنی میرے پاس اب خرچ کرنے کو کچھ نہیں رہا۔ عبد اللہ بن زبیرؓ نے کہا میں نے تمھارے نفقہ کی کوئی ضمانت نہیں کی تھی۔ عبد اللہ اسدی نے کہا میرا اونٹ سردی سے مرا جاتا ہے۔ عبد اللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ تم اُس کو کسی گرم مقام میں پہنچا دو اور اس پر کوئی گرم کپڑا نمدہ یا کمبل وغیرہ ڈال دو۔ عبد اللہ اسدی نے کہا کہ میں آپ سے مشورے لینے نہیں آیا تھا بلکہ کچھ مانگنے آیا تھا اس اونٹ پر لعنت ہے جس نے مجھے آپ تک پہنچایا۔ عبد اللہ بن زبیرؓ نے فرمایا اس اونٹ کے سوار پر بھی تو لعنت کہو۔

خلافت ابنِ زبیرؓ کے اہم واقعات

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی حکومتِ مکّہ معظمہ میں امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد ہی سے قائم تھی اور اُنھوں نے یزید کے عہدِ حکومت میں مکّہ پر کبھی یزید کی حکومت قائم نہیں ہونے دی یزید کے مرنے پر اُنھوں نے لوگوں سے بیعتِ خلافت لی اور بہت جلد شام کے بعض مقامات کے سوا تمام عالمِ اسلام میں وہ خلیفہ تسلیم کر لئے گئے۔ اس زمانے میں اُن کو مُلکِ شام کی اُس حالت کا جو اُن کے موافق پیدا ہو چکی تھی صحیح اندازہ نہیں ہو سکا اور وہ بنی اُمیہ کی طاقت و قبولیت کا جو امیر معاویہؓ کے زمانے سے شام میں اُن کو حاصل تھی اندازہ کرنے میں غلطی کھا گئے اگر اُن کو بنو قیس اور بنو کلب کی نااتفاقی و رقابت اور اپنی قبولیت کا جو مُلکِ شام میں پیدا ہو چکی تھی صحیح اندازہ ہو جاتا تو وہ ضرور مُلکِ شام کا ایک سفر کرتے اور یہ سفر ایسا ہی مفید ثابت ہوتا جیسا کہ حضرت فاروقِ اعظمؓ کا سفرِ شام عالمِ اسلام کے لئے مفید ثابت ہوا تھا۔ اس کے بعد مروان کی خلافت اور بنو اُمیہ کے اثر و اقتدار کی واپسی ہرگز ظہور میں نہ آتی اگر وہ بجائے مکّہ معظمہ کے مدینہ منورہ کو دار الخلافہ بناتے اور وفاتِ یزید کے بعد ہی مدینے میں چلے آتے تب بھی نسبتاً مُلک شام سے قریب ہونے کے سبب شام کو اپنے قابو سے نہ نکلنے دیتے اور ضحاک بن قیس ظفر بن حارث۔ نعمان بن بشیرؓ اور عبد الرحمٰن بن جحدم کو اس طرح مغلوب نہ ہونے دیتے۔ ان لوگوں کو اگر عبد اللہ بن زبیرؓ کی طرف سے ذرا سا سہارا اور تھوڑی سی مدد پہنچ جاتی تو یہ مروان اور حسان بن مالک اور عبید اللہ بن زیاد سے دبنے اور مغلوب ہونے والے ہرگز نہ تھے۔ بہر حال اس غلطی یا غلط فہمی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر اور شام مع فلسطین

اُن کے قبضے سے جاتے رہے اور مروان نے آلِ مروان کے لئے خلافت کی بنیاد قائم کردی۔

فتنۂ مختار

مختار بن عبیدہ بن مسعود ثقفی کا ذکر اوپر آچکا ہے کہ جب سلیمان بن صرد تواّبین کے گروہ کو لے کر خونِ حسینؓ کا بدلہ لینے کے لئے کوفہ سے نکلا تو کوفے کے گورنر نے احتیاطاً مختار کو قید کردیا تھا تواّبین کے بقیۃ السیف جب کوفہ میں واپس آئے تو مختار نے جیل خانہ سے تعزیہ کے طور پر ایک خط لکھ کر بھیجا کہ تم لوگ بالکل غم نہ کرو اور مطمئن رہو اگر میں زندہ رہا تو ضرور تمہارے تمام شہدا اور حضرت امام حسینؓ کے خون کا عوض قاتلین سے لوں گا۔ ایک کو بھی نہ چھوڑوں گا اور ایسا خون بہاؤں گا کہ لوگوں کو بخت نصر کا زمانہ یاد آجائے گا کہ اس نے بنی اسرائیل کو کس طرح قتل کیا تھا پھر لکھا تھا کہ کیا دنیا میں کوئی شخص ایسا باقی ہے جو خونِ حسینؓ کا قصاص لینا چاہتا ہو اور وہ اِس کام کے لئے مجھ سے عہد کرے۔

اس خط کو رفاعہ بن شداد۔ مثنیٰ بن مخربہ عبدی۔ سعد بن حذیفہ بن الیمان۔ یزید بن النس۔ احمر بن شمیط حمسی۔ عبداللہ بن شداد بجلی۔ عبداللہ بن کامل وغیرہ تواّبین نے پڑھا اور بے حد مسرور ہوئے کہ خدا کا شکر ہے ابھی ایک ایسا شخص موجود ہے جو خونِ حسینؓ کے لئے اپنے دل میں اس قدر جوش اور اولوالعزمی رکھتا ہے۔ چنانچہ رفاعہ بن شداد چار پانچ آدمیوں کو لے کر جیل خانہ میں گیا اور اجازت حاصل کرنے کے بعد مختار سے ملا اور کہا کہ ہم آپ کو جیل خانہ توڑ کر نکال لے جائیں گے اور قید سے آزاد کردیں گے۔ مختار نے کہا کہ نہیں آپ بالکل تکلیف نہ فرمائیں میں خود جب چاہوں آزاد ہو سکتا ہوں اور کوفہ کا گورنر عبداللہ بن یزید مجھ کو آپ ہی رہا کرے گا۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا تم چند روز اور صبر کرو۔

تواّبین کے ہزیمت خوردہ واپس آنے سے پہلے مختار ایک خط جیل خانہ ہی سے کسی کے ہاتھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس روانہ کرچکا تھا اس میں لکھا تھا کہ مجھ کو عبداللہ بن یزید حاکم کوفہ نے قید کر رکھا ہے آپ عبداللہ بن یزید کو میری سفارش کا خط لکھ دیں میں مظلوم ہوں آپ کو خداتعالیٰ سفارش کا ثواب عطا کرے گا۔ مختار کو یقین تھا کہ عبداللہ بن عمرؓ ضرور سفارش فرمادیں گے اور میں قید سے آزاد ہو جاؤں گا۔ اس حقیقت کو چھپا کر رفاعہ سے اس نے اس انداز میں اپنی رہائی کی نسبت باتیں کیں جس سے اس کی کرامت ہو سکے

بیٹھے۔ چنانچہ چند روز کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا سفارشی خط عبداللہ بن یزید کے پاس آیا اور اُس نے اُن کی سفارش کی تکریم میں مختار بن عبیدہ کو جیل خانہ سے بُلا کر کہا کہ میں تم کو قید سے آزاد کرتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ تم کسی قسم کی شورش کوفہ میں نہ پھیلاؤ اور اپنے گھر ہی میں بیٹھے رہو۔ مختار نے اقرار کر لیا اور قید سے آزاد ہو کر اپنے گھر آ بیٹھا۔ شیعانِ حسینؓ نے اس کی اس اچانک آزادی کو اُس کی کرامت پر محمول کیا اور اُس کے پاس عقیدت و نیازمندی کے ساتھ آنے جانے لگے۔ عقیدت مندوں کی یہ آمد و رفت پوشیدہ طور پر ہوتی تھی کچھ دن اسی حالت میں گذرے کہ اتنے میں امیرالمومنین حضرت عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن یزید کو معزول کر کے عبداللہ بن مطیع کو کوفہ کی حکومت پر بھیج دیا۔ عبداللہ بن مطیع ۲۵ رمضان ۶۶ھ کو کوفہ پہنچا۔ اس عزل و نصب کو بھی مختار نے اپنی کرامت پر محمول کیا اور پُرانے حاکم کے کوفہ سے چلے جانے کے بعد اپنی پابندی کو توڑ کر اور بھی آزادی برتنی شروع کی۔ لوگوں کی آمد و رفت اُس کے پاس زیادہ ہونے لگی اور اُس کے متبعین کی جماعت حیرت انگیز طور پر ترقی کر گئی۔ عبداللہ بن مطیع نے ایاس بن ابی مضارب کو کوتوال شہر مقرر کیا تھا۔ ایاس نے ایک روز عبداللہ بن مطیع گورنر کوفہ سے کہا کہ مختار کی جماعت خطرناک اور بہت طاقتور ہو گئی ہے۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہیں یہ خروج نہ کرے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختار کو بُلا کر قید کر دیا جائے جیسا کہ وہ پہلے بھی قید تھا۔

عبداللہ بن مطیع نے مختار کے چچا زید بن مسعود ثقفی کو حسین بن رافع ازدی کے ہمراہ بھیجا کہ مختار کو میرے پاس ذرا بُلا لاؤ مجھ کو اس سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔ یہ دونوں مختار کے پاس گئے اور امیر کوفہ کا پیغام پہنچایا۔ مختار فوراً کپڑے پہن کر چلنے کے لئے تیار ہونے لگا۔ زید نے اس وقت یہ آیت پڑھی واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک الی آیتہٖ۔ مختار اس آیت کو سنتے ہی سمجھ گیا کہ زید کا مطلب کیا ہے۔ اسی وقت بولا جلدی لحاف لاؤ مجھ کو جاڑا چڑھ آیا ہے اور لحاف اوڑھ کر پڑ گیا کہ مجھ کو سردی معلوم ہوتی ہے پھر حسین بن رافع کو مخاطب کر کے کہا کہ دیکھئے میں تو چلنے کے لئے تیار تھا مگر کیا کروں مجھ پر مرض کا حملہ یکایک ہوا اور اب میں حرکت نہیں کر سکتا۔ میری تمام حالت جو آپ دیکھ رہے ہیں امیر سے بیان کر دیں کل صبح جب حالت درست ہو جائے گی تو حکم کی تعمیل میں ضرور حاضر ہوں گا۔ یہ دونوں شخص وہاں سے رخصت ہوئے راستے میں حسین بن رافع نے زید سے کہا کہ تم نے یہ آیت اسی لئے پڑھی تھی کہ مختار امیر کے پاس نہ جائے ورنہ وہ جانے

کے لئے تیار تھا تمھارے روکنے سے رُک گیا ہے اور اُس نے محض بہانا بنایا ہے یہ کہکر پھر حسین نے زید سے کہا کہ تم اطمینان رکھو اس کا تذکرہ عبداللہ بن مطیع سے نہ کروں گا کیونکہ ممکن ہے مختار کے ہاتھوں سے مجھ کو کوئی فائدہ پہنچے۔ عبداللہ بن مطیع کے پاس دونوں نے جا کر کہہ دیا کہ مختار سخت بیمار ہے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئے ہیں وہ اس وقت آنے کے قابل نہیں ہے کل انشاء اللہ تعالیٰ حاضر ہو جائے گا۔

مختار نے زید اور حسین کے جاتے ہی اپنے مریدوں یعنی بیعت شدہ لوگوں میں سے خاص خاص اور با اثر لوگوں کو بُلوایا اور کہا کہ اب زیادہ توقف اور انتظار کا موقع باقی نہیں ہے ہم کو فوراً خروج پر آمادہ ہونا چاہیئے ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کے تابع فرمان ہیں جو حکم ہو اُس کی تعمیل کے لئے آمادہ ہیں۔ لیکن ہم کو ایک ہفتہ کی مُہلت ملنی چاہیئے تاکہ ہم اپنے ہتھیاروں کو دُرست کرلیں اور اپنی جنگی تیاریوں سے فارغ ہو جائیں۔

مختار نے کہا کہ عبداللہ بن مطیع مجھ کو ایک ہفتہ تک کہاں مُہلت دینے لگا ہے۔ سعد بن ابی سعد نے کہا کہ آپ مطمئن رہیں اگر عبداللہ بن مطیع نے آپ کو بُلا کر قید کر دیا تو ہم بلا تکلف آپ کو جیل خانے سے نکال لائیں گے۔ مختار یہ سُن کر خاموش ہو گیا اور لوگوں نے اُس کو اُس مکان سے لے جا کر ایک دوسرے غیر معروف مکان میں روپوش کر دیا۔ اس کے بعد سعد بن ابی سعد نے اپنے ہم خیال لوگوں سے کہا کہ ہم کو خروج کرنے سے پیشتر یہ تحقیق کر لینا چاہیئے کہ آیا محمد بن حنفیہؒ نے مختار کو اپنا نائب اس کام کے لئے بنایا ہے یا نہیں؟ اگر واقعی یہ محمد بن حنفیہؒ کی طرف سے بیعت لینے کے لئے مامور ہے تو ہم کو بلا تکلف مختار کی ماتحتی میں خروج کرنا چاہیئے اور اگر محمد بن حنفیہ نے مامور نہیں کیا ہے اور اس نے ہم کو دھوکا دینا چاہا ہے تو پھر ہم کو اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ اُسی وقت سعد بن ابی سعد تین چار آدمیوں کو اور ہمراہ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر محمد بن حنفیہ سے دریافت کیا تو اُنھوں نے کہا کہ ہاں ہم نے مختار کو خونِ حسینؓ کا بدلہ لینے کی اجازت دی ہے۔ یہ سُن کر سعد بن ابی سعد معہ ہمراہیوں کے کوفہ میں آیا اور سب کو یہ حال سنایا۔ اس خبر کے سنتے ہی لوگ مختار کی بیعت اور متابعت پر آمادہ ہو گئے۔ مختار کو جب معلوم ہوا کہ میری بات کی تصدیق ہو گئی ہے تو وہ بہت خوش ہوا کہ لوگوں کا شک بھی دور ہو گیا۔ مختار نے کہا کہ ہم کو کامیابی حاصل کرنے کے لئے ابراہیم بن مالک بن اشتر کو بھی جو کوفہ کے رؤسا

میں شمار ہوتا ہے ضرور شامل کر لینا چاہیے۔ چنانچہ مختار کے مریدوں میں سے عامر بن شرجیل فوراً ابراہیم بن مالک کے پاس گیا اور کہا کہ تیرے باپ نے حضرت علیؓ کی حمایت میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اب لوگوں نے مصمم ارادہ کیا ہے کہ خونِ حسینؓ کا معاوضہ طلب کریں چنانچہ ایک معقول جمعیت اس ارادہ پر متفق ہو چکی ہے تجھ کو تو سب سے پہلے اس کام میں شریک ہونا چاہیے تھا۔

ابراہیم نے کہا کہ میں اس شرط پر لوگوں کا شریک ہو سکتا ہوں کہ مجھ کو امیر بنایا جائے۔ عامر نے کہا کہ محمد بن حنفیہؓ درحقیقت ہمارے امام ہیں اور انھوں نے مختار کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا ہے لہٰذا ہم نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ ابراہیم نے کہا اچھا میں خود ہی مختار سے ملوں گا عامر نے واپس آکر یہ حال مختار کو سنایا مختار اگلے دن پندرہ آدمیوں کو ہمراہ لے کر خود ابراہیم مالک کے مکان پر پہنچا اُس وقت ابراہیم مصلے پر بیٹھا تھا مختار نے جاتے ہی کہا کہ تیرا باپ شیعانِ علیؓ میں سے بہت نامور شخص تھا ہم تجھ کو بھی اپنی جماعت میں سے سمجھتے ہیں۔ امام مہدی محمد بن الحنفیہ نے مجھ کو اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے تجھ کو میرے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ کامیابی کے بعد جو منصب اور عہدہ تو پسند کرے گا تجھ کو دیا جائے گا۔ ہمراہیوں نے اس وعدہ کی ضمانت اور تصدیق کی۔ ابراہیم فوراً اپنے مصلے سے اُٹھا اور مختار کو اپنی جگہ بٹھا کر اُس کے ہاتھ پر بیعت کی اور مختار بیعت لے کر واپس چلا آیا۔ اگلے روز ۱۴ ربیع الاول ۶۶ھ کو رات کے وقت مختار نے ابراہیم بن مالک کے پاس آدمی بھیجا کہ اس وقت ہم خروج کا ارادہ کر چکے ہیں تم بھی اپنی جمعیت لے کر ہمارے پاس پہنچو۔ ابراہیم کے پاس آدھی رات تک اُس کی جماعت کے لوگ آ آ کر جمع ہوئے۔

ایاس بن مضارب کو جاسوسوں نے یہ خبر پہنچا دی تھی کہ آج شب میں بغاوت پھوٹنے والی ہے اُس نے عبداللہ بن مطیع کو اطلاع دی۔ عبداللہ بن مطیع نے تدبیر پوچھی تو اُس نے مشورہ دیا کہ کوفے کے سات محلے ہیں ہر محلہ میں پانچ سو آدمیوں کا ایک دستہ متعین کر دیا جائے کہ جب اُس محلہ میں کسی کو رات کے وقت نکلتے دیکھے گرفتار یا قتل کر دے۔ چنانچہ اس رائے پر عمل ہوا اور ہر محلہ میں ایک ایک سردار بھیج دیا گیا کہ راستوں اور سڑکوں پر لوگوں کو جمع نہ ہونے دیں۔ اتفاقاً جب ابراہیم اپنی جمعیت کو لے کر مختار کی طرف چلا ہے تو راستے ہی میں ایاس بن مضارب ہی سے مقابلہ ہو گیا طرفین سے ایک دوسرے پر حملے ہوئے اور ایاس بن مضارب ابراہیم کے

ہاتھ سے مارا گیا اُدھر مختار کے مکان پر بھی چار ہزار آدمی اُس کے گروہ کے جمع ہو چکے تھے وہاں سرکاری فوج کے دوسرے دستے سے جنگ چھڑ گئی۔ ادھر سے ابراہیم لوٹتا بھڑتا مختار کے مکان کے قریب پہنچا اُدھر محلے کی فوجیں آگئیں اور مختار کی قیام گاہ کے سامنے جنگ ہونے لگی ابراہیم نے سرکاری فوج کو شکست دے کر بھگایا اُدھر سے عبداللہ بن مطیع اور تازہ دم فوج لے کر آیا۔ کبھی ابراہیم و مختار عبداللہ بن مطیع کو دھکیل کر دارالامارۃ میں داخل کر دیتے کبھی عبداللہ بن مطیع ان کو پیچھے ہٹاتا ہوا کوفہ سے باہر نکال دیتا۔ رات بھر یہ لڑائی جاری رہی۔ جوں جوں لڑائی نے طول کھینچا۔ مختار کی جماعت ترقی کرتی رہی یعنی لوگ آ آ کر شامل ہوتے رہے۔ بالآخر عبداللہ بن مطیع کو دارالامارۃ میں محصور ہونا پڑا۔ مختار نے تین دن تک دارالامارۃ کا محاصرہ جاری رکھا چونکہ اندر آدمی زیادہ تھے جگہ تنگ تھی اور کھانے پینے کا سامان بھی نہیں تھا لہٰذا عبداللہ بن مطیع کسی پوشیدہ راستے سے نکل کر ابو موسیٰ اشعری کے مکان میں جا کر چھپ گیا اور باقی لوگوں نے امان طلب کر کے دارالامارۃ کا دروازہ کھول دیا۔ مختار نے دارالامارۃ اور بیت المال پر قبضہ کر کے بہت سا روپیہ اپنے آدمیوں میں تقسیم کیا۔ جامع کوفہ میں اہلِ کوفہ جمع ہوئے مختار نے خطبہ دیا اور محمد بن حنفیہ کی بیعت و امامت تسلیم کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ اہلِ کوفہ نے کتاب و سنّت کی پیروی اور اہلِ بیت کی ہمدردی کا بیعت کے ذریعہ اقرار کیا مختار نے بھی اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کا وعدہ کیا۔ اس بیعتِ عام کے بعد مختار نے سُنا کہ عبداللہ بن مطیع ابو موسیٰ کے مکان میں روپوش ہے اُس نے ایک لاکھ درم اُس کے پاس بھجواتے اور کہلا بھیجا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ تم سامان سفر کے نہ ہونے کی وجہ سے ابو موسیٰ کے مکان میں ٹھہرے ہوئے ہو۔ لہٰذا یہ ایک لاکھ درم قبول کرو اور تین دن کے اندر اپنا سامان دُرست کر کے کوفہ سے روانہ ہو جاؤ۔

عبداللہ بن مطیع شرم کی وجہ سے مکہ معظمہ کی طرف نہیں گیا بلکہ کوفہ سے بصرہ چلا آیا۔

جس زمانہ میں سلیمان بن صرد کے ہمراہی ہزیمت خوردہ کوفہ میں آئے تھے۔ انھیں میں مثنی بن مخرمہ عبدی نامی ایک شخص بصرہ کا رہنے والا تھا۔ مختار کے خط کو پڑھ کر یہ لوگ جیل خانہ میں اُس سے ملنے گئے تھے اوپر اس کا ذکر آ چکا ہے اُسی وقت مثنیٰ نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور مختار نے اُس کو یہ وصیت کر کے بصرہ کی طرف رخصت کیا تھا کہ تم وہاں جا کر شیعانِ علیؓ سے میری نیابت میں بیعت لو اور اپنی جمعیت کو بڑھاؤ جس وقت میں کوفہ میں

خروج کروں گا اسی وقت تم بھی بصرہ میں خروج کرنا۔ چنانچہ مثنیٰ بن مخرمہ نے بصرے میں لوگوں سے خفیہ بیعت لینی شروع کی ایک گروہ کو اپنے ساتھ شامل کرلیا۔ مختار نے جب کوفہ میں خروج کا ارادہ کیا تو بصرہ میں مثنیٰ کے پاس بھی اطلاع بھیج دی تھی۔ اس نے بھی وہاں تاریخ مقررہ پر خروج کیا۔ لیکن بصرہ میں اس وقت عبداللہ بن زبیر کی طرف سے حرث بن ابی ربیعہ امیر بصرہ تھا۔ حرث بن ابی ربیعہ نے ان باغیوں کے منصوبوں کو پورا نہ ہونے دیا اور سب کو ایک محلہ میں گھیر کر محصور کرلیا۔ پھر سب کو بصرہ سے نکال دیا یہ لوگ بصرہ سے نکل کر کوفہ میں مختار کے پاس چلے آئے۔ اس طرح بصرہ تو بچ گیا مگر کوفہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت سے نکل گیا۔ کوفہ میں مختار نے اپنا تسلّط قائم کرکے شرفائے کوفہ کو اپنا مصاحب بنایا اور دوسرے بلادِ اسلامیہ پر قبضہ کرنے کے لئے چند جھنڈے بنائے۔ ایک عَلَم عبداللہ بن حرث بن اشتر کو دے کر ارمینیا کی طرف بھیجا۔ ایک عَلَم محمد بن عمیر بن عطارد کو دے کر آذر بائیجان کی طرف روانہ کیا۔ ایک عَلَم عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس کو دے کر موصل کی طرف رُخصت کیا اسحٰق بن مسعود کو مدائن کا عَلَم اور سعد بن حذیفہ بن الیمان کو حلوان کا عَلَم سپرد کیا۔ عبداللہ بن کامل کو کوفہ کا کوتوال اور شریح کو قاضیِ کوفہ بنایا۔ بعد میں شریح کو معزول کرکے عبداللہ بن مالک طائی کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا۔ ہر طرف مختار کے فرستادہ سرداروں کو کامیابی حاصل ہوئی اور لوگوں نے مختار کی حکومت کو تسلیم کرکے بیعت کرلی۔ صرف موصل پر عبدالرحمٰن سعید کو کوئی قابو نہ ملا۔ کیونکہ وہاں عبدالملک بن مروان کی طرف سے عبیداللہ بن زیاد بطور گورنر مامور تھا۔ عبدالرحمٰن بن سعید نے بجائے موصل کے تکریت میں جاکر قیام کیا اور مختار کو حالات سے اطلاع دی مختار نے موصل کی مہم یزید بن انس کو سپرد کی اور تین ہزار سوار دے کر موصل کی جانب رخصت کیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے جب یزید بن انس کے آنے کی خبر سنی تو ربیعہ بن مختار غنوی کو یزید بن انس کے مقابلہ پر روانہ کیا بابل کے مقام پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔

یہ لڑائی ۹ ذی الحجہ ۶۶ھ کو ہوئی ربیعہ مارا گیا اور شامی لشکر کو شکست ہوئی۔ شکست خوردہ شامی واپس جا رہے تھے کہ راستہ میں عبداللہ بن جملہ خشعمی تین ہزار کی جمعیت سے آتا ہوا ملا جس کو عبیداللہ بن زیاد نے ربیعہ کی امداد کے لئے روانہ کیا تھا۔ عبداللہ نے ان ہزیمتیوں کو روک کر اپنے ساتھ لیا اور اگلے دن ۱۰ ذی الحجہ بروز عیدالاضحیٰ کوفی لشکر پر حملہ کیا۔ اس لڑائی میں بھی کوفیوں کو فتح اور شامیوں کو شکست ہوئی، کوفیوں نے کئی ہزار شامیوں کو گرفتار

کیا اور یزید بن انس کے حکم سے وہ قتل کئے گئے۔ اسی روز شام کے وقت یزید بن انس بھی جو پہلے سے بیمار تھا فوت ہو گیا اور مرتے وقت ورقا بن عازب کو امیر لشکر بنا گیا۔ اگلے روز ورقا بن عازب کے جاسوس نے آکر خبر دی کہ عبیداللہ بن زیاد خود مقابلہ پر آنے والا ہے۔ ورقا نے عبیداللہ کا نام سنتے ہی بابل سے کوچ کیا اور عراق کی حدود کے اندر واپس آکر قیام کیا اور مختار کو لکھا کہ میرے پاس تھوڑی فوج تھی۔ لہٰذا میں پیچھے ہٹ آیا ہوں اس خبر کو سن کر کوفہ میں لوگوں نے ورقا کو ملامت سے یاد کیا کہ فتح مند ہو کر شکست خوردوں کا طرز عمل کیوں اختیار کیا مختار نے کوفہ سے سات ہزار فوج دے کر ابراہیم بن مالک بن اشتر کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ یزید بن انس کا تمام لشکر بھی ورقا کی سرداری سے نکال کر تم اپنے ماتحت کر لینا۔

ابراہیم کے رخصت ہونے کے بعد اہل کوفہ نے شیث بن ربعی کے پاس آکر شکایت کی کہ مختار ہماری پوری پوری قدردانی نہیں کرتا اور ہمارے حقوق غصب کرتا ہے۔ شیث بن ربعی نے کہا کہ میں ذرا مختار سے مل کر گفتگو کر لوں اور دیکھوں کہ وہ کیا جواب دیتا ہے شیث جب مختار کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ میں ہر ایک کام اہل کوفہ کی مرضی کے موافق کرنے کو تیار ہوں اور مال غنیمت میں سے بھی ان کو حصہ دینے کا اقرار کرتا ہوں۔ بشرطیکہ وہ مجھ سے اس بات کا اقرار کریں کہ ہم بنو امیہ اور عبداللہ بن زبیرؓ سے لڑیں گے یہاں تک کہ دونوں کی طاقت کو نابود کر دیں۔ شیث بن ربعی نے کہا اچھا میں اہل کوفہ سے دریافت کر لوں شیث بن ربعی مختار کے پاس سے اٹھ کر آیا۔ کوفہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو مختار کے ہاتھ پر اس کی حکومت سے پہلے ہی بیعت کر چکے تھے وہ اس کے ہم عقیدہ و ہم خیال تھے ان کے ساتھ مختار بڑی بڑی عنایتیں کرتا تھا کچھ ایسے تھے جنھوں نے صرف اس کی حکومت کو تسلیم کر کے بیعت اطاعت کی تھی وہ اس کے ہم خیال اور خون حسینؓ کے مطالبے میں اس کے ہم نوا نہ تھے۔ انھیں کو مختار سے شکایات تھیں۔ چنانچہ شیث بن ربعی کے واپس آنے پر ان لوگوں نے مختار کے خلاف ہجوم کیا اور دارالامارۃ میں پہنچ کر مختار سے کہا کہ ہم نے تم کو معزول کر دیا۔ تم حکومت چھوڑ کر الگ ہو جاؤ کیونکہ تم محمد بن حنفیہ کے نائب اور خلیفہ نہیں ہو۔ مختار نے اس وقت بڑی چالاکی اور دوراندیشی سے کام لیا لوگوں کو سمجھایا کہ میں تم پر کوئی سختی نہیں کرنا چاہتا۔ میں نے تم سب کو خون حسینؓ بھی معاف کر دیا۔ ہر قسم کی رعایت بھی تم کو دی جائے گی۔ اس وقت بنو امیہ کا مقابلہ درپیش ہے تم کو چاہیے کہ ایسے وقت میں فتنہ و فساد برپا نہ کرو ورنہ نتیجہ اچھا نہ ہو گا۔ جاؤ سوچو اور خوب غور

کرو کہ تم جس کام پر آمادہ ہوئے ہو وہ تمھارے لئے اچھا نتیجہ پیدا نہ کرے گا۔

ان لوگوں کے سرداروں نے اس وقت مختار کی ان باتوں کو منظور کر لیا اور کہا کہ اچھا ہم غور کریں گے۔ اُن کا مدعا یہ تھا کہ ابراہیم بن مالک جو کوفہ سے روانہ ہوا ہے دور چلا جائے اور ہمارے لئے کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔ اُدھر مختار نے بھی ابراہیم کی غیر موجودگی میں اپنی بے بسی کو محسوس کر لیا تھا۔ لہٰذا اُس نے فوراً ایک تیز رفتار سانڈنی پر اپنا قاصد ابراہیم کے پاس بھیجا کہ فوراً اپنے آپ کو کوفے میں واپس پہنچاؤ۔ اور خود دارالامارۃ میں مضبوطی کر کے بیٹھ گیا۔ لوگوں نے اگلے روز دارالامارۃ کا محاصرہ کر لیا۔ تیسرے روز ابراہیم راستے سے لوٹ کر کوفہ میں معہ اپنی فوج کے داخل ہوا اور اُن لوگوں کو جو مختار کی مخالفت میں اٹھے تھے قتل کرنا شروع کیا۔ غرض کوفہ میں کوئی گھر ایسا نہیں بچا جس میں سے ایک دو یا زیادہ آدمی قتل نہ کئے گئے ہوں، مختار نے لوگوں کو جمع کر کے ان تمام لوگوں کی فہرستیں مرتب کرائیں جو ابن زیاد کے لشکر میں قتلِ حسینؓ کے وقت موجود تھے یا جنھوں نے کسی قسم کا کوئی حصہ میدان کربلا میں لیا تھا۔ عمرو بن سعد اور شمر ذی الجوشن بھی گرفتار ہو کر مقتول ہوئے۔ عمرو بن سعد نے مختار سے امن حاصل کر لیا تھا لیکن مختار نے اپنے قول و قرار کا لحاظ نہ کر کے اُس کا سر اتروا لیا۔ عمرو بن سعد کا لڑکا حفص بن عمرو مختار کی مصاحبت میں تھا۔ جس وقت عمرو بن سعد کا سر دربار میں آیا تو مختار نے حفص بن عمرو سے کہا کہ تم اس کو پہچانتے ہو کس کا سر ہے۔ حفص نے کہا کہ ہاں میں پہچانتا ہوں، لیکن اب اس کے بعد زندگی کا لطف جاتا رہا۔ مختار نے اُسی وقت حکم دیا کہ حفص کا سر بھی کاٹ لو۔ چنانچہ حفص کا سر بھی اُتار لیا گیا۔ غرض اس قتل و گرفتاری کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہا لوگ گھروں سے گرفتار ہو ہو کر آتے تھے اور قتل کئے جاتے تھے۔ عمرو بن سعد اور شمر وغیرہ کے سر مختار نے محمد بن الحنفیہ کے پاس مدینہ میں بھجوا دیئے تھے۔

مختار بہت ذی ہوش اور چالاک آدمی تھا اُس نے کوفہ پر قابض و متصرف ہو کر ایک خط حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو لکھا کہ میں دارالامارۃ کوفہ میں آج کل مقیم ہوں مجھ کو دل سے آپ کی اطاعت منظور اور آپ کی خلافت تسلیم ہے آپ کوفہ کی گورنری مجھ کو عطا کر دیجئے۔ عبداللہ بن زبیرؓ سمجھ گئے کہ یہ مجھ کو دھوکہ دے کر اور اپنی طرف سے غافل رکھ کر حکومت و سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ انھوں نے مختار کی اطاعت کا امتحان لینے کی غرض سے عمر بن عبدالرحمٰن بن حرث بن ہشام مخزومی کو کوفہ کی گورنری کا پروانہ دے کر کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ مختار کو جب یہ بات

معلوم ہوئی تو اُس نے زائد بن قدامہ کو پانچ سو سواروں کے ساتھ ستر ہزار درہم دے کر روانہ کیا کہ راستے ہی میں عمر بن عبدالرحمٰن کو روک کر اور یہ رقم دے کر واپس کر دو اگر وہ واپس ہونے سے انکار کرے تو تم اپنے پانچ سو سواروں سے اُس کو گرفتار کر لینا۔ عمر بن عبدالرحمٰن نے اوّل تو انکار کیا لیکن پھر پانچ سو سواروں کی جمعیت کو دیکھ کر مناسب سمجھا کہ ستر ہزار درم قبول کر لئے جائیں چنانچہ ستر ہزار درم لے کر بصرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ عبداللہ بن مطیع بھی بصرہ ہی میں چلا گیا تھا۔ اب عمرو بن عبدالرحمٰن نے بھی بصرہ ہی کا رُخ کیا جہاں حرث بن ابی ربیعہ (قباع) حکومت کر رہا تھا۔

مختار کا دعویٰ نبوت اور کرسیٔ علیؓ

حضرت علی کرم اللہ وجہٗ جب کوفہ میں تشریف رکھتے تھے تو آپ کی ایک کرسی تھی اسی پر بیٹھ کر اکثر حکم احکام جاری کیا کرتے تھے۔ اُن کا ایک بھانجا جعدہ بن ہبیرہ جو اُمّ ہانی بنتِ ابی طالب کا بیٹا تھا کوفہ میں رہا کرتا تھا وہ کرسی اُسی کے قبضہ میں تھی مختار نے کوفہ میں اپنا سکہ بٹھا کر اُس کرسی کے حاصل کرنے کی کوشش کی جعدہ نے کہا اچھا مجھ کو ایک ہفتہ مہلت دیجئے کہ میں اُس کو تلاش کر کے آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ مختار نے کہا کہ میں تین دن سے زیادہ کی مہلت ہرگز نہ دوں گا اگر اس عرصہ میں تم نے کرسی نہ پہنچائی تو سختی و تشدد کا برتاؤ شروع کیا جائے گا۔

جعدہ کے محلہ میں ایک روغن فروش رہتا تھا اُس کے پاس بھی اُسی قسم کی ایک کرسی تھی۔ جعدہ نے وہ کرسی اُس سے خریدی اور پوشیدہ طور پر اپنے گھر میں لے گیا۔ اُس کو خوب صاف کیا اور بڑے تکلف و احتیاط کے ساتھ غلافوں میں لپیٹ کر مختار کے پاس لے گیا۔ مختار نے کرسی لے کر جعدہ کو خوب انعام و اکرام دیا۔ کرسی کو بوسہ دیا۔ اُس کو سامنے رکھ کر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اپنے مریدوں کو جمع کر کے کہا کہ جس طرح خدائے تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے تابوتِ سکینہ کو موجب نصرت و برکت بنایا تھا۔ اسی طرح شیعانِ علیؓ کے لئے اس کرسی کو نشانی قرار دیا ہے۔ اب ہم کو ہر جگہ فتح و نصرت حاصل ہوگی۔ اُس کے مریدین نے اُس کرسی پر آنکھیں ملیں، بوسے دیئے اور اُس کے آگے سر جھکائے۔ پھر مختار نے حکم دیا کہ ایک تابوت بنایا جائے چنانچہ نہایت خوبصورت تابوت تیار ہوا اُس کے اندر وہ کرسی رکھی گئی۔ چاندی کا

ایک قفل اُس تابوت میں لگایا گیا اور اُس تابوت کی حفاظت کے لئے آدمی متعین کئے گئے۔ جامع مسجد کوفہ میں وہ تابوت رکھا گیا ہر شخص نماز پڑھنے کے بعد اس تابوت کو بوسہ دیتا تھا۔ مختار نے کوفہ کی حکومت کرنے سے پہلے ہی اپنے مکر وتزویر کا جال پھیلانا اور اپنی غیر معمولی روحانی طاقتوں کا لوگوں کو معتقد بنانا شروع کر دیا تھا۔ حکومتِ کوفہ حاصل کرنے کے بعد اُس کی چالاکی وہوشیاری کو اور بھی زیادہ کامیابی کے مواقع میسر ہونے لگے اور رفتہ رفتہ وہ نبوت کے دعوں تک پہنچنے لگا۔

جس زمانے میں مختار نے کوفہ پر قبضہ کیا اور عبداللہ بن زبیرؓ کو مذکورہ خط لکھا اُسی کے قریب زمانہ میں چند روز کے بعد عبدالملک بن مروان نے عبدالملک بن حرث بن ابی الحکم بن ابی العاص کو ایک لشکر دے کر وادی القریٰ کی طرف روانہ کیا۔ یہ گویا عبدالملک بن مروان کی طرف سے عبداللہ بن زبیرؓ پر پہلی چڑھائی تھی اس چڑھائی کا حال سُن کر مختار نے دوسرا خط حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو لکھا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی مدد کے لئے فوج کوفہ سے روانہ کروں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے لکھا کہ اگر تم میرے فرماں بردار و مطیع ہونے کی حیثیت سے فوج روانہ کرتے ہو تو فوراً ایک فوج وادی القریٰ کی طرف بھیج دو۔ مختار نے شرجیل بن ودس ہمدانی کو تین ہزار کی جمعیت سے یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ تم سیدھے اوّل مدینہ میں جا کر قیام کرو پھر وہاں سے مجھ کو حالات لکھ کر بھیجو اس کے بعد میں جو حکم بھیجوں اُس کی تعمیل کرو، مدعا اس سے مختار کا یہ تھا کہ میں اس بہانے سے مدینہ میں فوج بھیج کر محمد حنفیہ کی خوشنودی اس طرح حاصل کر سکوں گا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کو بھی کوئی اعتراض نہ ہوگا اور میرا اثر شیعان علیؓ میں ترقی کر سکے گا۔

عبداللہ بن زبیرؓ مختار کی ان چالاکیوں کو سمجھتے تھے اُنھوں نے مذکورہ جواب مختار کے پاس بھیج کر فوراً عباس بن سہل بن سعد کو دو ہزار آدمیوں کے ساتھ متعین کیا کہ اگر کوفہ سے مختار کوئی لشکر بھیجے تو اوّل یہ معلوم کرو کہ وہ محکوم ہو کر آیا ہے یا خود مختار رہے۔ اگر محکوم ہو تو اُس سے کام لو اور اگر وہ محکوم ہو کر نہیں آیا تو اُس کو واپس کر دو۔ واپس ہونے سے انکار کرے تو اُس کا مقابلہ کرو۔ مقام رقیم میں عباس وشرجیل کی ملاقات ہوئی۔ عباس نے کہا تم لوگ مقام وادی القریٰ کی طرف ہمارے ساتھ دشمن کے مقابلہ کو چلو شرجیل نے کہا ہم کو تو سیدھے مدینے جانے کا حکم ہے وہاں ہم دوسرے حکم کا انتظار کریں گے تب کہیں جا سکیں گے۔ عباس

نے اول اُن کوفیوں کو کھانے پینے کا سامان دے کر تواضع کی پھر تعمیلِ حکم سے انکار کرنے کی پاداش میں حملہ کر کے اپنے دو ہزار آدمیوں سے اِن تین ہزار کو مجبور کر دیا اور ستر آدمی قتل کر کے کوفہ کی طرف زبردستی لوٹا دیا مختار نے اس سے بھی فائدہ اٹھایا اور محمد بن حنفیہ کو خط لکھ کر عبداللہ بن زبیر کی شکایت کی کہ انھوں نے میری فوج کو آپ تک نہ پہنچنے دیا جو آپ کی حفاظت کے لئے میں نے روانہ کی تھی۔ اب مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے ایک معتمد خاص کر بھیج دیجئے تاکہ میں اُس کے ساتھ ایک زبردست فوج روانہ کر دوں اور لوگوں کو بھی آپ کے فرستادے کی زیارت سے اطمینان حاصل ہو۔ محمد بن حنفیہؓ نے مصلحتاً جواب لکھا کہ میں تمہاری حق پسندی سے واقف ہوں تم مجھ کو گوشۂ عافیت میں بیٹھا رہنے دو اور مخلوقِ خدا کی خوں ریزی سے پرہیز کرو۔ میں اگر حکومت و امارت کا خواہاں ہوتا تو تم سے زیادہ لوگوں کو اپنے گرد جمع کر سکتا تھا۔ لیکن میں نے اپنے تمام دوستوں اور ہوا خواہوں کو معطّل کر رکھا ہے خدائے تعالیٰ خود ہی جو چاہے گا فیصلہ کرے گا۔

عبیداللہ بن زیاد کا قتل

اوپر ذکر ہو چکا ہے بابل کے میدان میں بروز عید الاضحیٰ ۶۶ھ کوفیوں کے مقابلے میں شامیوں کو شکست ہوئی تھی مگر کوفی سپہ سالار ابنِ زیاد کے آنے کی خبر سن کر پیچھے ہٹ آیا تھا۔ اس خبر کو سُن کر مختار نے اپنے سپہ سالار اعظم ابراہیم بن مالک بن اُشتر کو سات ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ لیکن راستے ہی سے ابراہیم کو کوفہ کی طرف واپس لوٹنا پڑا تھا کوفہ میں نہایت کثرت سے لوگ قتل کئے گئے اور شیعانِ علیؓ کی مخالف جماعت یا شیعانِ علیؓ کے سوا جو لوگ تھے اُن کو اچھی طرح کچل دیا گیا جس سے آئندہ کے لئے اس قسم کے خطرے کا سدِباب ہو گیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر ۲۲ ذالحجہ ۶۶ھ کو مختار نے کوفہ سے ابراہیم بن مالک کو پھر اُسی مہم پر ابنِ زیاد کے مقابلہ کی غرض سے روانہ کیا۔ اس مرتبہ چونکہ کوفہ کی بغاوت کا کوئی خطرہ قطعاً باقی نہ رہا تھا اور لوگ بہت زیادہ خائف ہو چکے تھے لہٰذا ابراہیم کے ساتھ تمام بڑے بڑے سردار اور بہادر لوگ بھیج دیئے گئے۔ ساتھ ہی وہ تابوت بھی بھیجا گیا جس میں وہ کرسی رکھی تھی۔ اس تابوت کے بھیجنے سے یہ مدعا تھا کہ فوج کو پہلے ہی سے اپنی فتح کا یقین ہو جائے۔

ابراہیم نہایت تیزی سے سرحدِ عراق کو عبور کرکے حدودِ موصل میں داخل ہوا جہاں عبیداللہ بن زیاد عبدالملک بن مروان کی طرف سے بطور گورنر مامور تھا۔ عبیداللہ بن زیاد اس لشکر کے آنے کی خبر سن کر موصل سے روانہ ہوا اور نہر خازر کے متصل دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل خیمہ زن ہوئے۔ رات بسر کرنے کے بعد نماز فجر پڑھتے ہی دونوں لشکر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے بڑی سخت و خوں ریز جنگ ہوئی۔ اول کوفیوں کی طرف آثار ہزیمت نمایاں ہوئے مگر ابراہیم بن مالک کی جرأت اور استقامت سے کوفیوں کے پاؤں جم گئے۔ دونوں طرف کے سرداروں نے بڑی بڑی بہادریاں دکھائیں آخر لشکرِ شام کو شکست ہوئی اور اُن کا سپہ سالار اعظم عبیداللہ بن زیاد بھی مارا گیا۔ عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ شامیوں کا دوسرا زبردست سردار حصین بن نمیر بھی شریک بن حدیر تغلبی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ لڑائی کے ختم ہونے اور شامیوں کے مقتول و مفرور ہونے کے بعد ابراہیم بن مالک نے کہا کہ نہر کے کنارے عَلم کے نیچے میں نے ایک شخص کو قتل کیا ہے جس کے لباس سے مشک کی خوشبو آرہی تھی میری تلوار نے اس کے دو حصے کر دیئے ہیں جا کر دیکھو کہ وہ کون شخص تھا لوگ اُس طرف گئے اور دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہی عبیداللہ بن زیاد ہے چنانچہ اُس کا سر کاٹ کر جسم کو جلا دیا گیا فتح کی خوش خبری کے ساتھ عبیداللہ بن زیاد کا سر بھی مختار کے پاس کوفہ کی جانب روانہ کیا گیا۔

یمامہ پر نجدہ بن عامر کا قبضہ

نجدہ بن عامر بن عبداللہ بن ساد بن مفرح نے یمامہ کے علاقہ میں شورش و بغاوت کا سلسلہ ۶۵ھ سے شروع کر دیا تھا لیکن اُس نے مصلحتاً اپنی جمعیت کی سرداری خود نہیں قبول کی تھی۔ بلکہ ابو طالوت نامی ایک شخص کو سردار بنایا تھا۔ ۶۵ھ میں اس جماعت کو کوئی زیادہ اہمیت حاصل نہ تھی بجز اس کے کہ قافلوں پر چھاپے مارتے اور مسافروں کے لئے راستوں کو پرخطر بناتے تھے۔ ۶۶ھ ان لوگوں کو یہاں تک تقویت حاصل ہوئی کہ وہ شہروں کو لوٹنے اور غارت کرنے لگے۔ اب ابو طالوت کو معزول کرکے نجدہ بن عامر خود امیرِ جماعت بنا اور ۶۶ھ کے آخری ایام میں وہ علاقہ اور اس کے نواحی علاقہ کا مستقل حکمران بن گیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر ان ایام میں یمامہ کی طرف کوئی فوج نہ بھیج سکے کیونکہ اُن کے لئے اس سے زیادہ ضروری اور اہم کام شام و عراق کے متعلق درپیش تھے۔ لہٰذا نجدہ بن عامر کی فرماں روائی یمامہ پر ۶۹ھ یا ۷۰ھ تک قائم رہی۔

کوفہ پر حملہ کی تیاری

۶۴ھ میں عبداللہ بن زبیر قریباً تمام عالم اسلام میں خلیفہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ اسی سال مصر، فلسطین، اور تمام شام کا ملک اُن کے دائرۂ خلافت سے خارج ہو گیا اور بنو اُمیہ کی خلافت دوبارہ دمشق میں قائم ہو گئی۔ ۶۵ھ میں بعض صوبوں کے اندر بغاوتیں ہوئیں لیکن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خلیفہ ضرور تسلیم کیا جاتا رہا اور کوئی صوبہ قبضے سے نہیں نکلا۔ ۶۶ھ میں کوفہ اور یمامہ دونوں قبضے سے نکل گئے۔ کوفہ میں مختار کی حکومت اور یمامہ میں نجدہ بن عامر کی حکومت خود مختارانہ طور پر قائم ہو گئی۔ بصرہ کو حرث بن ربیعہ نے اور فارس کو مہلب بن ابی صفرہ نے سنبھالے رکھا اور خوارج کے فتنوں کو سر اُبھارتے ہی دبا دیا۔ مختار کی طرف سے بصرہ پر ڈورے ڈالے جا رہے تھے اور بصرہ میں عبداللہ بن مطیع سابق گورنر کوفہ اور عمرو بن عبدالرحمٰن نامزد شدہ گورنر کوفہ بھی موجود تھے ان دونوں کو عبداللہ بن زبیرؓ سے ندامت و شرمندگی تھی اس لئے بصرہ میں ان دونوں کی موجودگی موجبِ خطر بھی ہو سکتی تھی کہ کہیں کسی سازش میں شریک نہ ہو جائیں۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے یہ سُنا کہ عبیداللہ بن زیاد ابراہیم بن مالک کے مقابلے میں مقتول ہو چکا ہے تو اُن کو اہلِ شام اور عبدالملک بن مروان کی طرف سے تو گونہ اطمینان ہوا کہ اُن کی طاقت کو ایک بڑا صدمہ پہنچا تھا اور وہ جلد حجاز پر حملہ آور ہونے کا ارادہ نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن بصرہ کے متعلق خطرات بڑھ گئے کیونکہ مختار بن عبیدہ کی توجہ اس فتح کے بعد بصرہ ہی کی طرف مبذول ہونے والی تھی لہٰذا اُنھوں نے فوراً البصرہ کے عامل حرث بن ربیعہ کو معزول کر کے اپنے بھائی مصعب بن زبیرؓ کو بصرہ کی گورنری پر مامور کر کے بھیجا۔

بصرہ میں آج کل کوفہ کے بہت سے آدمی مختار کے خوف سے بھاگ بھاگ کر چلے آئے تھے یہ وہ سب لوگ تھے جن کو اندیشہ تھا کہ قتلِ حسینؓ کے معاوضہ میں مختار ہم کو بھی کہیں قتل نہ کر دے۔ کوفہ کے انھیں مفرورین میں شبیث بن ربعی اور محمد بن الاشعث بھی تھے مصعب بن زبیرؓ نے بصرہ کی حکومت و امارت اپنے ہاتھ میں لے کر حالات کا پُر غور مطالعہ شروع کیا۔ کوفہ سے آنے ہوئے لوگوں نے جن میں بعض بہت معزز اور تجربہ کار شخص بھی تھے مصعب بن زبیرؓ کو مشورہ دیا کہ کوفہ پر حملہ کر دو مصعب نے کہا کہ مجھ کو امیر المومنین عبداللہ بن زبیرؓ نے حکم دیا ہے کہ مہلب بن ابی صفرہ کو ہمراہ لئے بغیر کوفہ پر حملہ نہ کروں، لہٰذا سب سے پہلے فارس سے مہلب کو بُلوانا چاہئے۔ چنانچہ مصعب نے ایک خط

مہلب کے نام لکھا اور محمد بن الاشعث کے ہاتھ مُہلب کے پاس روانہ کیا۔ مہلب نے محمد بن الاشعث کو دیکھ کر کہا کہ مصعب کو آپ کے سوا اور کوئی قاصد نہیں ملا۔ انھوں نے کہا کہ میں قاصد نہیں ہوں بلکہ خود اپنی غرض کو آیا ہوں کہ کوفہ کے حالات آپ کو سُناؤں۔ ہمارے غلام زادوں نے ہمارے اموال اور مکانات پر قبضہ کر کے ہم کو بے دخل کر دیا ہے اور مصیبت کے مارے بصرہ کی طرف بھاگ کر آئے ہیں اور فریاد کرتے ہیں کہ خدا کے لئے ہماری مدد کرو اور مصیبت سے ہم کو نجات دلاؤ۔

مہلب بن ابی صفرہ خراسان کے صوبہ کی حکومت اپنے بیٹے مغیرہ بن مُہلب کے سپرد اور ملک کا قابلِ اطمینان بندوبست کر کے بصرہ کی طرف کافی سامان اور لشکر لے کر روانہ ہوا اور مصعب بن زبیرؓ سے بصرہ میں آکر ملا۔ مہلب بن ابی صفرہ کے پاس حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا خط بھی براہِ راست پہنچ چکا تھا کہ تم بصرہ میں مصعب بن زبیرؓ سے آکر ملو اور کوفہ پر حملہ کرو۔ مہلب کو کسی قدر توقف ہوا تو مصعب کو بصرہ سے قاصد بھیجنا پڑا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ شاید کوفہ پر چڑھائی کرنے میں ابھی اور تامل فرماتے لیکن مختار نے جب کوفہ میں لوگوں کو بڑی کثرت سے قتل کیا اور یہ بھی مشہور کیا کہ میرے پاس جبرئیل امین آتا اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے وحی لاتا ہے اور میں بطور نبی مبعوث ہوا ہوں تو لوگ شہر چھوڑ چھوڑ کر بھاگے کچھ تو بصرہ کی طرف گئے۔ بعض سیدھے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس پہنچے اور مختار کی نبوت کا حال بھی علاوہ مظالم کے سُنایا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے یہ سُن کر کہ مختار نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اُس کے استیصال میں توقف کرنا کسی طرح مناسب نہ سمجھا اور مُہلب کو خط لکھا اور مصعب کو تاکید کی کہ بصرہ میں جا کر بغیر مُہلب کے آئے ہوئے کوفہ کی طرف حملہ آور نہ ہونا۔

مختار کا قتل اور کوفہ پر قبضہ

جب مُہلب آگیا تو مصعب بن زبیرؓ نے اُس کو حکم دیا کہ جسرِ اکبر پر اپنے لشکر کو مرتب کرو۔ عبدالرحمٰن بن احنف کو کوفہ کی طرف روانہ کیا کہ وہاں جا کر قیام کرو اور پوشیدہ طور پر لوگوں سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے نام پر بیعت لو۔ عباد بن حصین حطلی تمیمی کو مقدمۃ الجیش کا افسر بنایا۔ میمنہ پر عمر بن عبیداللہ بن معمر کو اور میسرہ پر مہلب بن ابی صفرہ کو مامور کیا۔ اور قلبِ لشکر کی سرداری خود مصعب بن زبیرؓ نے اپنے پاس رکھی۔ اس طرح یہ لشکر مرتب ہو کر بصرہ سے کوفہ کی جانب روانہ ہوا۔

مختار کو جب اس فوج کشی کا حال معلوم ہوا تو وہ بھی فوج لے کر کوفہ سے نکلا۔ ابراہیم بن مالک اس زمانے میں موصل کی حکومت پر مامور تھا اور وہ بصرہ نہیں آسکا تھا۔ بصرہ کی فوج میں ایک دستۂ فوج اُن لوگوں کا بھی تھا جو کوفہ سے بھاگ کر بصرہ پہنچے تھے اس دستۂ فوج کی سرداری محمد بن الاشعث کو دی گئی تھی۔ دونوں فوجوں کا مدار نامی گاؤں کے قریب مقابلہ ہوا خوب زور شور کی لڑائی ہوئی آخر مختار کو شکست ہوئی اور وہ فرار ہو کر کوفہ میں داخل ہوا۔ قصرِ امارت کی مضبوطی کر کے محصور ہو بیٹھا۔

میدانِ جنگ سے جب کوفی لشکر بھاگا تو محمد بن الاشعث نے فراریوں کا تعاقب کیا اور بھاگتے ہوؤں کو دُور تک قتل کرتا چلا گیا۔ مصعب بن زبیرؓ نے دارالامارۃ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ کئی روز تک جاری رہا۔ مختار کے ساتھ ایک ہزار آدمی قصر کے اندر محصور تھے۔ آخر سامان رسد کی کمی سے مجبور ہو کر مختار نے قلعہ کا دروازہ کھولنے اور مقابلہ کر کے مرنے کا ارادہ کیا اس کے ہمراہیوں نے اس کو منع کیا اور مشورہ دیا کہ مصعب سے جان کی امان طلب کر کے دروازہ کھولو یقین ہے کہ مصعب ضرور امان دے دیگا۔ لیکن مختار نے اس مشورہ کو ناپسند کیا۔ سر میں خوشبودار تیل ڈالا۔ کپڑوں کو عطر ملا اور ہتھیار لگا کر قصر سے نکلا۔ صرف اُنیس آدمیوں نے اُس کا ساتھ دیا باقی قصر کے اندر ہی رہے۔ مختار نے نکل کر حملہ کیا اور طرفہ و طراف پسرانِ عبداللہ بن دجاجہ حنیفی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

مختار ۱۴ رمضان المبارک ۶۷ھ کو مقتول ہوا۔ مختار کے ہمراہیوں میں عبیداللہ بن علی بن ابی طالب بھی مقتول ہوئے۔ مصعب بن زبیرؓ نے اُن لوگوں کو جو قصرِ امارت کے اندر محصور تھے گرفتار کیا۔ تمام وہ لوگ بھی جو میدانِ جنگ میں گرفتار ہوئے تھے کوفہ کے اندر لائے گئے اور ایک وسیع مقام پر ان تمام قیدیوں کو فراہم کر کے ان کی نسبت مشورہ لیا گیا۔ مہلب بن ابی صفرہ نے کہا کہ ان سب کو چھوڑ دینا چاہیے لیکن محمد بن الاشعث اور تمام دوسرے کوفیوں نے یہ سن کر مصعب بن زبیرؓ کو اس رائے پر عمل کرنے سے منع کیا۔

مصعب بن زبیرؓ حیران تھے کہ میں کیا کروں۔ کوفی کہتے تھے کہ ان لوگوں نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کر کے کوفہ میں کوئی گھر ایسا نہیں چھوڑا جس میں کوئی نہ کوئی آدمی قتل نہ کیا ہو۔ اگر یہ لوگ اب چھوڑ دیئے گئے تو اسی وقت تمام کوفہ باغی ہو جائے گا۔ ان لوگوں کی کُل تعداد چھ ہزار تھی جن میں صرف سات سو عرب اور باقی ایرانی لوگ تھے مصعب بن زبیرؓ

نے آخر سوچ کر یہی فیصلہ کیا کہ ان لوگوں کو قتل کر دیا جائے چنانچہ وہ سب قتل کر دیئے اور اہلِ کوفہ کو اطمینان میسر ہوا۔ مصعب نے مختار کے دونوں ہاتھ کٹوا کر جامع مسجد کوفہ کے دروازے پر لٹکا دیئے۔ جو حجاج کے عہد امارت تک وہاں لٹکے رہے۔

مصعب بن زبیرؓ نے کوفہ پر قابض ہو کر ابراہیم بن مالک کو جو موصل پر قابض اور مختار کی طرف سے مامور تھا ایک خط لکھا کہ تم کو اب میری اطاعت کرنی چاہیئے میں تم کو ملک شام کی سند دیدوں گا ساتھ ہی وعدہ کرتا ہوں کہ شام سے مغرب کی جانب جس قدر ممالک پر تم قبضہ کرتے چلے جاؤ گے وہ سب تمہاری جاگیر سمجھے جائیں گے۔ اُدھر مختار کے مارے جانے کی خبر سُن کر عبدالملک بن مروان نے دمشق سے ابراہیم کے پاس خط بھیجا کہ تم میری اطاعت اختیار کرو میں تم کو عراق کی سند دیدوں گا اور جس قدر ممالک تم مشرق کی طرف فتح کرتے چلے جاؤ گے وہ سب تمہاری حکومت میں شامل رہیں گے۔ دونوں طرف سے ایک ہی قسم کے خطوط ابراہیم کے پاس پہنچے اُس نے عبدالملک پر مصعب کو ترجیح دی اور کوفہ میں آکر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت تسلیم کر کے مصعب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مصعب نے موصل وجزیرہ کی حکومت پر مہلب بن ابی صفرہ کو مامور کر کے بھیج دیا اور ابراہیم کو اپنے پاس مہلب کی جگہ سپہ سالاری پر رکھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو جب مختار کے مارے جانے اور کوفہ پر قبضہ ہونے کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے مصعب کو کوفہ کی گورنری پر نامزد کر کے بصرہ کی گورنری پر اپنے بیٹے حمزہ بن عبداللہ کو بھیجا۔ حمزہ نے اہلِ بصرہ کو ناراض کر دیا اور اُنھوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خطوط لکھے کہ حمزہ کو معزول کر کے مصعب کو بصرہ کی حکومت پر بھیج دیجئے آخر ۶۸ھ میں مصعب کو بصرہ کی حکومت بھی عبداللہ بن زبیرؓ نے سپرد کر دی۔

عمرو بن سعید کا قتل

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ عبیداللہ بن زیاد ابن حرث کے مقابلہ اور محاصرہ میں ناکام رہ کر قرقیسا سے واپس گیا تھا جب ابن زیاد مارا گیا تو عبدالملک نے فوج مرتب کر کے عراق پر حملہ آوری کا قصد کیا اور سب سے اول زفر بن حرث کلبی والیٔ قرقیسا پر حملہ کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ عبدالملک نے اپنے ہمشیرزادے عبدالرحمٰن بن ام حکم کو دمشق میں اپنا نائب

مقرر کیا۔ اور خود عمرو بن سعید بن عاص کو ہمراہ لے کر قرقیسیا کی جانب معہ لشکر روانہ ہوا۔ اوپر یہ بھی ذکر آچکا ہے کہ مروان بن حکم کو اس شرط پر تخت نشین کیا گیا تھا کہ اُس کے بعد خالد بن یزید اور اُس کے بعد عمرو بن سعید تخت نشین ہوں گے۔ مروان نے بجائے ان دونوں کے اپنے بیٹوں عبدالملک و عبدالعزیز کو ولی عہد بنا کر خالد و عمرو دونوں کو ولی عہدی سے معزول کر دیا تھا۔

عمرو بن سعید بنو امیہ کے اندر ہر دل عزیز اور بہت ذی عزت تھا۔ اُس کے پاس حشم و خدم کی بھی کثرت تھی اور سرداری و افسری کی قابلیت بھی رکھتا تھا۔ مروان کے بعد جب عبدالملک تخت نشین ہوا تو عمرو بن سعید کے ساتھ اُس نے ایسا سلوک کیا جس سے اُس کے دل کا انقباض دور ہو گیا۔ اب جب کہ عبدالملک فوج لے کر قرقیسیا کی جانب روانہ ہوا تو عمرو بن سعید نے اُس سے راستے میں کہا کہ آپ اپنے بعد میرے لئے تختِ خلافت کی وصیت کر دیں مجھ کو اپنا ولی عہد مقرر فرمائیں۔ اس قسم کے وعدے عمرو بن سعید کے ساتھ شروع ہی میں کر لئے گئے تھے وہ صرف اُن کا باقاعدہ اعلان چاہتا تھا۔ عبدالملک نے عمرو بن سعید کی خواہش کے پورا کرنے سے صاف انکار کیا۔ عمرو بن سعید کو اس سے دل گرفتگی ہوئی وہ راستے ہی سے موقع پا کر دمشق کی جانب واپس چلا آیا اور یہاں آتے ہی عبدالرحمٰن کو نکال دیا اور خود دمشق پر قابض ہو کر اپنی خلافت و حکومت کا اعلان کیا۔ لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور وظائف مقرر کرنے اور بحُسنِ سلوک پیش آنے کا وعدہ کیا۔

یہ خبر سُن کر عبدالملک بھی فوراً دمشق کی جانب واپس ہوا اور دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ مدتوں لڑائی کا سلسلہ جاری رہا اور عبدالملک کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو سکا بالآخر لوگوں نے بیچ میں پڑ کر دونوں میں صلح کرا دی۔ عہد نامہ لکھا گیا اور عمرو بن سعید نے شہر سے نکل کر عبدالملک کے خیمے میں آ کر ملاقات کی اور دمشق اُس کے سپرد کیا۔ عبدالملک کو ہمیشہ عمرو بن سعید بن عاص کی طرف سے اندیشہ رہتا تھا۔ اب اُس نے مناسب سمجھا کہ اس خدشہ کو بھی مٹا دیا جائے چنانچہ اُس نے دھوکے سے عمرو بن سعید کو ملاقات کے لئے دربار میں بُلا بھیجا۔ عمرو بن سعید آیا۔ اور حسبِ دستور عبدالملک کے برابر تخت پر جا بیٹھا۔ عبدالملک نے پہلے سے اس کام کے لئے آدمیوں کو جمع کر رکھا تھا۔ چنانچہ عمرو بن سعید کو پکڑ کر قتل کر دیا گیا۔

عمرو بن سعید کے بھائی یحییٰ کو خبر لگی تو وہ ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ دار الامارۃ پر چڑھ آیا

اور اُس کا محاصرہ کر لیا۔ عبد الملک نے عمرو بن سعید کا سر کاٹ کر اوپر سے اُن لوگوں کی طرف پھینک دیا اور ساتھ ہی روپیوں اور اشرفیوں کی بکھیر بھی شروع کر دی۔ لوگ روپے اور اشرفیوں کے اُٹھانے میں مصروف ہو گئے اور یحییٰ تنہا کھڑا رہ گیا۔ آخر یحییٰ کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور عمرو بن سعید کے لڑکوں کو بھی یحییٰ کے پاس جیل خانے میں بھیج دیا گیا۔ یہ لوگ اُس وقت تک قید رہے جب کہ مصعب بن زبیرؓ قتل ہوئے اور عبد الملک کا عراق پر قبضہ ہوا عمرو بن سعید کے قتل کا واقعہ ۶۹ھ کا ہے۔

مصعب بن زبیرؓ کی بے احتیاطی

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ بصرہ پر چند مہینے یا ایک سال حمزہ بن عبداللہ بن زبیرؓ نے حکومت کی اُس کے بعد بصرہ کا انتظام بھی مصعب بن زبیرؓ کے ماتحت کر دیا گیا۔ مصعب بن زبیرؓ نے خود بصرہ جا کر عمر بن عبید اللہ بن معمر کو بصرہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور حکم دیا کہ ضرورت پڑے تو خوارج کے مقابلہ کی غرض سے خود فارس جائیے اور بصرہ میں اپنی طرف سے کسی کو نامزد کر جائیے۔ اسی طرح اُس نواح کے تمام عاملوں اور صوبہ داروں کا مناسب تغیر و تبدیل کر کے چند روز قیام کے بعد مصعب بن زبیرؓ بصرہ سے پھر کوفہ میں چلے آئے۔ لیکن ۷۰ھ میں ایسی صورت پیش آئی کہ فارس میں خوارج کے فتنے نے بہت زور پکڑا اور مغیرہ بن مہلب اور عمر بن عبداللہ بن معمر دونوں خوارج کے فتنے کو نہ دبا سکے۔ مصعب بن زبیرؓ نے موصل کی حکومت سے مہلب بن ابی صفرہ کو تبدیل کر کے پھر فارس کی حکومت پر مامور کیا اور حکم دیا کہ وہاں جا کر خوارج کے فتنے کو فرو کرو۔ اس میں شک نہیں کہ مہلب بن ابی صفرہ سے بہتر کوئی دوسرا شخص خوارج کا علاج نہیں کر سکتا تھا مہلب بن ابی صفرہ نے کہا کہ میں تو فارس جانے سے خوش ہوں مگر فی الحال مجھ کو موصل سے جدا کرنا آپ کے لئے بے حد مضر ثابت ہوگا۔ اس لئے کہ عبد الملک بن مروان نے خفیہ سازشوں کا ایک جال عراق میں پھیلانا شروع کیا ہے میں اُس کی تدابیر کو خوب غور سے مطالعہ کر رہا ہوں ایسا نہ ہو کہ میرے یہاں سے جدا ہونے کے بعد وہ اپنی تدابیر میں کامیاب ہو جائے۔

مصعب بن زبیرؓ نے فارس کی ضرورت کو اس موہوم ضرورت پر ترجیح دی اور مہلب بن ابی صفرہ کو فارس کی طرف روانہ ہونا پڑا۔ مصعب بن زبیرؓ کے پاس ابراہیم و مہلب دو زبردست سپہ سالار اور تجربہ کار افسر تھے انھوں نے ان دونوں میں سے ایک کو اپنے پاس سے جدا کر دیا۔ ساتھ ہی عبداللہ بن عازم کو خراسان کی حکومت پر بھیج دیا۔ عباد بن حصین کو مہلب کے ساتھ مامور کر دیا۔ یہ دونوں بھی بڑے زبردست سپہ سالار اور جنگی تجربہ کار تھے۔ اس طرح مصعب بن زبیرؓ نے کام کے آدمیوں کو اپنے پاس سے جدا کر کے دور دراز

کے مقامات پر بھیج دیا تھا کوفہ میں اُن کے پاس صرف ابراہیم بن مالک اور بصرہ میں عمرو بن عبداللہ بن معمر باقی رہ گئے تھے۔

عبدالملک بن مروان نے عمرو بن سعید کے قتل سے فارغ ہوتے ہی سازشی تدابیر شروع کر دی تھیں اُس نے فارس کی طرف اپنے آدمیوں کو بھیج کر وہاں خوارج کو توقعات دلائیں اور اُن کو خروج پر آمادہ کر دیا۔ ادھر کوفہ اور بصرہ میں بھی اپنے آدمیوں کو بھیج کر ہواخواہانِ بنوامیہ کے ذریعہ سازشوں کا ایک جال پھیلایا اور مصعب بن زبیرؓ کے فوجی سرداروں کو بھی خفیہ طور پر خط بھیج بھیج کر بڑے بڑے لالچ دینے شروع کئے تھی کہ مہلب اور ابراہیم کو بھی اُس نے توڑنا اور اپنی طرف ملانا چاہا۔ مگر یہ دونوں ایسے نہ تھے کہ مصعب بن زبیرؓ سے بے وفائی کرتے اسی لئے مہلب فارس کی طرف روانہ ہوتے وقت فکرمند تھا۔

عبدالملک کی جنگی تیاریاں

عبدالملک نے خالد بن عبیداللہ بن خالد بن اسید کو خفیہ طور پر بصرہ میں بھیجا کہ وہاں جا کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف اور بنوامیہ کے موافق لوگوں کو اپنا ہم خیال بنائے چنانچہ خالد نے بصرہ میں آکر بنو بکر بن وائل اور قبیلہ ازد میں اپنا سازشی کام شروع کیا اور ایک بڑی جماعت اپنے ہم خیال بنا لی۔ اس کا حال عمر بن عبداللہ بن معمر کو معلوم ہوا تو اُس نے فوج بھیجی۔ خالد کے ہمراہیوں نے مقابلہ کیا اور بالآخر خالد کو بصرہ سے نکال دیا گیا۔

بصرہ کی یہ پریشان کُن خبریں جب کوفہ پہنچیں، اور حالات کا صحیح علم ہوا، تو نا ممکن تھا کہ مصعب بن زبیر خاموش بیٹھے رہتے۔

بصرہ کی ایسی تشویشناک حالت سُن کر مصعب بن زبیرؓ کوفے سے بصرے آئے اور وہاں خالد کے ہمراہیوں اور ہم خیالوں کو سزائیں دیں جُرمانے کئے۔ بعض کے مکانات منہدم کرا دیئے۔ اسی طرح کوفہ میں بھی اندر ہی اندر عبدالملک کے لوگ اپنا کام کر رہے تھے سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ فوجی سردار مثلاً عتاب بن ورقاء وغیرہ بھی اندرونی طور پر عبدالملک سے ساز باز کر چکے تھے۔

ایک طرف عبدالملک نے فوجی تیاریاں شروع کیں تو دوسری طرف کوفہ و بصرہ کی فوجوں میں بغاوت کی سازشیں بڑے بڑے لالچ دے کر پھیلا دیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ابراہیم بن اشتر کے پاس عبدالملک بن مروان کا ایک سربمہر خط آیا۔ ابراہیم جانتا تھا کہ اس میں کیا لکھا ہوگا اُس نے اُس خط کے لفافے کو کھولے بغیر بجنسہٖ مصعب کی خدمت میں پیش کر دیا۔ مصعب نے اُس کو کھول کر پڑھا تو

اُس میں عبدالملک نے ابراہیم کو لکھا تھا کہ

"تم میرے پاس چلے آؤ میں تم کو تمام ملک عراق کا گورنر مقرر کر دوں گا۔"

مصعب نے ابراہیم سے کہا کہ کیا تم جیسا شخص بھی ایسے فقروں میں آسکتا ہے ابراہیم نے کہا کہ میں تو کبھی غدر و خیانت نہ کروں گا۔ لیکن عبدالملک نے آپ کے تمام سرداروں کو اسی قسم کے خطوط لکھے ہیں۔ اگر آپ میری رائے مانتے ہیں تو ان تمام سرداروں کو قتل یا قید کر دیں۔ مصعب نے اس رائے کو ناپسند کیا۔ اور اپنے کسی سردار سے نہ کچھ دریافت کیا نہ کچھ مواخذہ کیا۔

مصعب بن زبیرؓ کا قتل

آخر عبدالملک اپنی مکمل تیاریوں کے بعد شام سے عراق کی جانب فوج لے کر چلا۔ عبدالملک دمشق سے اُس وقت روانہ ہوا ہے جب کہ اُس کے پاس روسائے کوفہ کے بہت سے خطوط پہنچ چکے تھے کہ آپ کو فوراً عراق پر حملہ آور ہونا چاہیئے عبدالملک کے مشیروں نے روانگی کے وقت اُس کو روکا کہ کہیں اہلِ عراق اور اہلِ کوفہ کے یہ خطوط اُسی قسم کے نہ ہوں جیسے انھوں نے امام حسینؓ کو لکھے تھے۔ عبدالملک نے کہا کہ امام حسینؓ تو محض کوفہ کے بھروسے پر چل دیئے تھے۔ اور میں ایک زبردست فوج کے ساتھ جا رہا ہوں مجھ کو اُن کی بد عہدی یا بے وفائی سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور مجھ کو یقین ہے کہ وہ جب مجھ کو ایک طاقتور فوج کے ساتھ دیکھیں گے تو ہرگز اپنے اِن وعدوں سے جو وہ خطوط میں کر رہے ہیں نہ پھریں گے۔

آخر عبدالملک فوج لے کر چلا۔ اودھر سے اُس کے آنے کی خبر سُن کر مصعب بن زبیرؓ بھی روانہ ہوئے۔ جس زمانے میں عبدالملک کی فوج کشی کی خبر کوفہ میں پہنچی اُس سے پہلے مصعب بن زبیرؓ عمر بن عبداللہ بن معمر کو خوارج کے مقابلہ کے لئے بصرہ سے فارس کی طرف بھیج چکے تھے۔ لہٰذا عمر بن عبداللہ بھی اس لڑائی میں موجود نہ تھا۔ دار جاثلیق کے قریب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مُقابل پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ مصعب بن زبیرؓ کی فوج بہت تھوڑی سی تھی۔ کیونکہ عین روانگی کے وقت بہت سے لوگوں نے حیلے بہانے کر کے جانے سے انکار کر دیا تھا جو لوگ میدان میں ساتھ آئے تھے اُن میں سے بھی زیادہ حصہ دشمن سے ملا ہوا تھا اور اس

بات کا منتظر تھا کہ لڑائی شروع ہو تو دشمن سے جا ملیں۔ غرض لڑائی شروع ہوئی۔ عبدالملک نے پوری طاقت سے اوّل اُسی حصۂ فوج پر حملہ کیا جو ابراہیم بن مالک کی ماتحتی میں تھی کیونکہ اُس کو ابراہیم بن مالک کی طرف سے بہت خوف تھا۔ یہ حملہ عبدالملک کے بھائی محمد بن مروان نے کیا تھا طرفین سے خوب خوب دادِ شجاعت دی گئی آخر ابراہیم نے محمد بن مروان کو پیچھے دھکیل دیا۔ محمد بن مروان کو ہزیمت ہوتے ہوئے دیکھ کر عبدالملک نے عبیداللہ بن یزید کو ایک تازہ دم فوج کے ساتھ محمد کی مدد پر بھیجا۔ اب جم کر مقابلہ ہونے لگا اسی معرکہ میں مسلم بن عمرو باہلی (قتیبہ بن مسلم کا باپ) بھی کام آیا۔

ابراہیم پر دشمنوں کا ہجوم دیکھ کر مصعب بن زبیرؓ نے عتاب بن ورقا کو ابراہیم کی مدد کے لئے بھیجا عتاب بن ورقا پہلے ہی در پردہ عبدالملک کی بیعت کر چکا تھا وہ قرار داد کے موافق فوراً میدان سے فرار ہو گیا۔ ابراہیم دشمنوں کے نرغہ میں گھر کر بڑی بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا ابراہیم بن مالک کے مارے جاتے ہی عبدالملک اور اہلِ شام کا دل بڑھ گیا اور اُن کو اپنی فتح کا کامل یقین ہو گیا۔

مصعب بن زبیرؓ نے دوسرے سرداروں اور اپنے ہمراہیوں سے آگے بڑھنے اور حملہ کرنے کے لئے کہا مگر کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلا سب نے اِس کان سُنا اور اُس کان پر اُڑا دیا معدودے چند آدمی تھے جو میدان میں لڑ رہے تھے۔ باقی تمام فوج کوفیوں کی کھڑی ہوئی تماشا دیکھ رہی تھی۔

کوفیوں کی یہ غدّاری درحقیقت اُس غدّاری سے جو اُنھوں نے امام حسین علیہ السّلام سے کی۔ بہت بڑھی ہوئی تھی۔ کیونکہ امام حسینؓ کا ساتھ نہ دینے میں اُن کو ابنِ زیاد اور اُس کے لشکر نے مجبور کر دیا تھا اور خوف وہراس اُن پر غالب ہو گیا تھا۔ لیکن مصعب بن زبیرؓ کا ساتھ نہ دینا سراسر اُن کی شرارت و غدّاری اور محسن کشی تھی۔ عبدالملک یہ نہیں چاہتا تھا کہ مصعب بن زبیرؓ قتل کئے جائیں اس لئے اُس نے اپنے بھائی محمد بن مروان کو مصعب کے پاس بھیجا اور کہلا بھجوایا کہ آپ کی طرف سے اب لڑائی کی شکل بگڑ چکی ہے آپ کو کسی طرح فتح نہیں ہو سکتی۔ میں آپ کو امان دیتا ہوں آپ میری امان قبول کر لیں مصعب نے اس کا انکاری جواب دیا اور کہا کہ مجھ کو صرف خدا کی امان کافی ہے اس کے بعد مصعب بن زبیرؓ کے بیٹے عیسیٰ سے محمد بن مروان نے کہا کہ تم کو اور تمھارے باپ مصعب دونوں کو

امیر المومنین عبدالملک نے امان دی ہے ۔ عیسیٰ نے یہ سُن کر باپ سے آکر کہا ۔ مصعب نے کہا کہ ہاں یہ تو مجھ کو بھی یقین ہے کہ اہلِ شام تمھارے ساتھ وعدہ پورا کریں گے اگر تمھارا جی چاہے تو تم اُن کی امان میں چلے جاؤ ۔ عیسیٰ نے کہا میں قریش کی عورتوں کو یہ کہنے کا موقع ہرگز نہ دوں گا کہ عیسیٰ اپنی جان بچانے کے لئے باپ سے جُدا ہوگیا ۔ مصعب نے کہا اچھا تم اپنے چچا عبداللہ بن زبیرؓ مکّہ کی جانب روانہ ہوجاؤ اور اُن کو اہلِ عراق کی غداری کا حال سُناؤ مجھ کو یہیں چھوڑ جاؤ میں نے اپنے آپ کو مقتول سمجھ لیا ہے ۔ عیسیٰ نے کہا میں یہ خبر جاکر نہ سُناؤں گا ۔ مناسب یہ ہے کہ آپ اس میدانِ جنگ سے واپس چلیں اور سیدھے بصرے پہنچیں، وہاں کے لوگ آپ سے بہت خوش ہیں اور آپ کے ہر طرح مطیع ہیں بصرہ پہنچ کر کچھ تدارک کیا جا سکے گا یا پھر مکّہ کی طرف چلیئے ۔

مصعب نے کہا صاحبزادے یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ تمام قریش میں میرے میدان سے بھاگنے کا چرچا ہو جائے گا ۔ بہتر یہ ہے کہ تم ہر ایک خیال کو چھوڑ دو اور دشمن پر حملہ کرو ۔ عیسیٰ یہ سُنتے ہی اپنے چند ہمراہیوں سمیت دشمن پر حملہ آور ہوا اور سینکڑوں کو خاک و خون میں لٹا کر مصعب بن زبیرؓ کی آنکھوں کے سامنے خود بھی ہمیشہ کے لئے سوگیا ۔ اس کے بعد عبدالملک آگے بڑھ کر آیا اور مصعب بن زبیرؓ سے بڑی منت اور اصرار کے ساتھ کہا کہ آپ اب میدان سے واپس چلے جائیں یا امان قبول کرلیں ۔ یہاں تک کہ اُس نے اس اصرار میں الحاح و عاجزی سے کام لیا مگر مصعب نے اُس کی طرف مطلق التفات نہ کیا ۔ یہ وقت بھی عجیب و غریب وقت ہوگا ۔ کہ عبدالملک اپنی خفیہ تدابیر کے نتائج دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہا ہوگا ۔

کوفیوں کا لشکر میدان میں موجود ہے مگر اپنے امیر کا ساتھ نہیں دیتا اور دور سے تماشا دیکھ رہا ہے ۔ دوسری طرف مصعب بن زبیرؓ حیران ہوں گے کہ جو لشکر میرے اشاروں پر کام کرتا اور گردنیں کٹواتا تھا وہ میری مدد نہیں کرتا ۔ کوفیوں نے مصعب بن زبیرؓ اور امام حسینؓ دونوں کے قتل کرانے میں ایک ہی درجہ کا جُرم کیا ۔ لیکن یہ دونوں جرم دو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ۔ وہاں امام حسین علیہ السلام اپنے دشمنوں سے چاہتے تھے کہ وہ اُن کو میدانِ جنگ سے مکّہ یا دمشق یا کسی اور طرف کو بچ کر جانے دیں ۔ یہاں مصعب بن زبیرؓ کے دُشمن خود چاہتے تھے کہ مصعب بن زبیرؓ میدان سے نکل جائیں ۔ وہاں امام حسینؓ کے دُشمنوں نے اُن کی بات قبول نہیں کی اور یہاں مصعب بن زبیرؓ نے اپنے دشمنوں کی بات نہیں مانی ۔ نتیجہ

دونوں کا ایک ہی ہوا۔

مصعب بن زبیرؓ اپنے بیٹے عیسیٰ کے مارے جانے کے بعد اپنے خیمہ میں گئے۔ سر میں تیل ڈالا۔ خوشبو لگائی اور باہر آکر شمشیر بدست دشمن پر حملہ آور ہوئے اس حملہ میں آپ کا ساتھ دینے والے صرف سات آدمی باقی تھے جو اُن کے ساتھ ہی مارے گئے۔ مصعب بن زبیرؓ نے ایسا سخت حملہ کیا کہ شامیوں کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ آخر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے زخموں سے چور چور ہو کر بیہوش ہو گئے۔ اُن کے گرتے ہی شامیوں نے اُن کا سر کاٹ لیا اور ۷۱ھ میں دس برس کے بعد کربلا کا تماشا دار جاثلیق میں دوہرایا گیا۔

عبدالملک نے اُسی میدان میں تمام لشکرِ کوفہ سے اپنی خلافت کی بیعت لی اور وہاں سے روانہ ہو کر کوفہ کے قریب مقام نخیلہ میں چالیس دن ٹھہرا رہا۔ جب اہلِ کوفہ کی طرف سے بہر طور اطمینان حاصل ہو گیا تو شہر میں داخل ہوا جامع مسجد میں خطبہ دیا۔ لوگوں سے حسنِ سلوک کا وعدہ کیا۔ انعام واکرام سے خوش کیا۔ فارس وخراسان وبصرہ واہواز وغیرہ کے عاملوں کو لکھا کہ رعایا سے ہمارے نام پر بیعت لے لو۔ مُہلب بن ابی صفرہ کو بھی اُس کی جگہ پر بدستور قائم رکھا سب نے عبدالملک کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ اور بجز تسلیم کرنے کے اب اُن کے لئے کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ صرف عبداللہ بن حازم نے کہ وہ بھی ایک حصہ خراسان کے حاکم تھے بیعت سے انکار کیا۔ اور بحرین بن ورقا صریمی کے ہاتھ سے چند ہی روز کے بعد مارے گئے۔

بصرہ کی گورنری عبدالملک نے خالد بن اسید کو سپرد کی اور اپنے بھائی بشیر بن مروان کو کوفہ کا گورنر بنایا۔ مصعب بن زبیرؓ کا سر عبدالملک نے کوفہ سے دمشق کی جانب بھیج دیا تھا۔ یہ سر جب دمشق میں پہنچا تو لوگوں نے اس کی تشہیر کا ارادہ کیا۔ لیکن عبدالملک کی بیوی عاتکہ بنتِ یزید بن معاویہؓ نے لوگوں کو ممانعت کی اور اُس سر کو لے کر غسل دینے کے بعد دفن کر دیا۔ مُہلب بن ابی صفرہ نے بھی عبدالملک کی اطاعت اختیار کر کے لوگوں سے بیعت لے لی۔

زفر بن حرث اور عبدالملک

محاصرۂ قرقیسیا کا حال اوپر مذکور ہو چکا ہے عبیداللہ بن زیاد اور دوسرے سردار زفر بن حرث کو مغلوب نہیں کر سکے اور ہر ایک حملہ میں اہلِ شام کو ناکامی حاصل ہوئی۔ اب جبکہ

عبدالملک بن مروان فوج لے کر عراق کی طرف متوجہ ہوا تھا تو اُس نے اپنی روانگی سے پیشتر ابان بن عقبہ بن ابی معیط گورنر حمص کو ایک فوج دے کر آگے روانہ کر دیا تھا کہ قرقیسا میں پہنچ کر زفر بن حارث کو مغلوب کرے۔ ابان نے پہنچ کر لڑائی چھیڑ دی مگر ابھی کوئی نتیجہ برآمد نہ ہونے پایا تھا کہ خود عبدالملک بھی مع فوج گراں پہنچ گیا اور بڑی سختی سے قرقیسا کا محاصرہ شروع کیا۔ زفر بن حارث نے اپنے بیٹے ہذیل کو حکم دیا کہ اہلِ شام پر دھاوا کرو اور جب تک عبدالملک کے خیمے کو نہ گرا لو واپس نہ آؤ۔ ہذیل نے باپ کے حکم کی تعمیل کی اور اس سختی سے حملہ کیا کہ عبدالملک کے خیمے کو جا کر گرا دیا اور واپس چلا آیا۔ عبدالملک نے یہ دیکھ کر کہ قرقیسا کی فتح اور زفر بن حرث کا مغلوب کرنا آسان نہیں ہے۔ زفر بن حرث کے پاس پیغام بھیجا کہ تم کو اور تمھارے لڑکے کو امن دی جاتی ہے اور جو علاقہ یا عہدہ تم پسند کرو وہ لے لو۔

زفر بن حرث نے کہلا بھجوایا کہ میں اس شرط پر صلح کرنے کو تیار ہوں کہ ایک سال تک مجھ سے بیعت کرنے کی خواہش نہ کی جائے اور عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف کسی قسم کی اعانت طلب نہ کی جائے۔ قریب تھا کہ صلح نامہ تحریر ہوتے ہیں عبدالملک کو یہ خبر پہنچی کہ شہر پناہ کے چار بُرج منہدم ہو چکے ہیں۔ عبدالملک نے فوراً صلح سے انکار کر کے شہر پر حملہ کیا مگر یہ حملہ سراسر ناکام رہا اور زفر بن حرث نے عبدالملک کی فوج کو پسپا کر کے اُس کے مورچوں میں پہنچا دیا۔ عبدالملک نے دوبارہ پیغام بھیجا کہ ہم آپ کی تمام شرائط کو منظور کرتے ہیں۔ زفر بن حارث نے کہا کہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی زندگی میں کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت نہ کروں گا نیز یہ وعدہ بھی لوں گا کہ مجھ سے اور میرے ہمراہیوں سے کسی قسم کا کوئی مواخذہ یا قصاص طلب نہ کیا جائے۔

عبدالملک نے سب کچھ منظور کر لیا۔ اور عہد نامہ لکھ کر بھیج دیا۔ تاہم زفر بن حارث عبدالملک کے پاس نہیں آیا کیوں کہ عمرو بن سعید کا واقعہ سب کو معلوم تھا۔ آخر عبدالملک نے آنحضرت صلعم کا عصا جو اُس کے پاس تھا زفر بن حرث کے پاس بھیج دیا زفر بن حرث اس کو کافی ضمانت سمجھ کر فوراً عبدالملک کے پاس چلا آیا۔ عبدالملک نے زفر بن حرث کو اپنے برابر تخت پر جگہ دی اور بڑی عزت و تکریم سے پیش آیا۔ اور اپنے بیٹے مسلمہ بن عبدالملک سے زفر بن حرث کی لڑکی کا عقد کیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر مصعب بن زبیرؓ کی طرف بڑھا تھا۔

∴ ∴ ∴

مصعب بن زبیرؓ کے قتل کی خبر مکّہ میں

جب مکّہ معظمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس یہ خبر پہنچی کہ اُن کے بھائی مصعب بن زبیرؓ عراقیوں کی بے وفائی سے قتل ہو گئے اور تمام مُلک عراق پر عبدالملک بن مروان کا قبضہ ہو گیا تو اُنھوں نے اہل مکّہ کو جمع کر کے اس طرح تقریر فرمائی کہ

"الحمد للہ الذی لہ الخلق والامر یوتی الملک من یشاء و ینزع الملک ممن یشاء و یعز من یشاء و یذل من یشاء۔ آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ اُس شخص کو ذلیل نہیں کیا کرتا جو حق پر ہو چاہے وہ اکیلا ہی کیوں نہ ہو اور اُس کو عزت عطا نہیں کرتا جس کا ولی شیطان ہو۔ چاہے اُس کے ساتھ بہت سے آدمی کیوں نہ ہوں۔ اور آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے پاس مُلکِ عراق سے ہم کو غمگین اور خوش کرنے والی خبر آئی ہے۔ یعنی ہمارے پاس مصعب رحمۃ اللہ کے قتل کی خبر آئی ہے ہم خوش اس لئے ہوتے ہیں کہ اُس کا قتل ہونا شہادت ہے اور ہم رنجیدہ اس لئے ہیں کہ دوست کی جُدائی مصیبت کے وقت ایک سوزش ہوتی ہے جس کا دوست کو احساس ہوتا ہے۔ صاحبِ عقلِ سلیم صبر و استقامت ہی سے کام لیتا ہے مصعب کیا تھا؟ وہ خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ اور میرے مددگاروں میں سے ایک مددگار تھا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اہلِ عراق بڑے بے وفا اور منافق ہیں اُنھوں نے اُن منافع کو جو مصعب کے ذریعہ اُن کو حاصل تھے بڑی ہی کم قیمت پر بیچ ڈالا۔ مصعب اگر قتل ہوا تو اُس کے باپ، بھائی اور ابنِ عمر بھی تو قتل ہی ہوئے تھے جو نہایت نیک اور صالح تھے۔ اور خدا کی قسم ہم اپنے بستروں پر اس طرح نہ مریں گے جیسے کہ ابوالعاص کی اولاد اپنے بستروں پر مر رہی ہے۔ خدا کی قسم ان لوگوں میں سے کوئی شخص نہ کبھی جاہلیت میں مارا گیا نہ اسلام میں اور ہم نیزوں کے زخم کھا کر تلواروں کے نیچے دم دیا کرتے ہیں اور بھائیو آگاہ رہو کہ دنیا اُس عظیم الشان شہنشاہ سے اُدھار لی گئی ہے جس کی حکومت ہمیشہ رہے گی اور جس کا مُلک کبھی زائل نہ ہوگا، پس

اگر دنیا ہمارے پاس آئے گی تو ہم اُس کو کمینہ و گمراہ اور رذیل و ناہنجار لوگوں کی طرح نہ لیں گے اور اگر وہ ہم سے پُشت پھیر کر بھاگے گی تو ہم اُس پر کمزور و ناتواں اور ضعیف و بے اوسان لوگوں کی طرح نہ روئیں گے۔ بس مجھ کو یہی کہنا تھا اور میں اپنے اور تمہارے لئے خدائے تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔"

عبدالملک اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

عبدالملک نے عراق پر قابض و متصرف ہونے کے بعد عروہ بن انیف کو چھ ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینۂ منورہ کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ مدینہ کے باہر قیام کرنا، جب تک میرا دوسرا حکم نہ پہنچے مدینہ میں ہرگز داخل نہ ہونا، مدینہ میں حرث بن حاطب بن حرث بن معمر جمحی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے حاکم و عامل مقرر تھے۔ عروہ کے قریب پہنچنے کی خبر سُن کر حرث مدینہ سے چل دیئے۔ عروہ ایک مہینے تک مدینہ کے باہر مقیم رہا اور بلاکسی چھیڑ چھاڑ کے عبدالملک کے حکم کے موافق دمشق کو واپس گیا اور حرث پھر مدینہ میں واپس آ گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے سلیمان بن خالد کو خیبر و فدک کا عامل مقرر فرما کر روانہ کیا تھا۔ عبدالملک نے عبدالملک بن حرث بن حکم کو چار ہزار فوج دے کر روانہ کیا کہ حجاز پر تصرف کرتا ہوا چلا جائے اُس نے وادی القریٰ میں پہنچ کر مقام کیا اور وہاں سے ابن قمقام کو ایک دستۂ فوج کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ کیا کہ سلیمان پر شب خون مارو۔ سلیمان گرفتار ہو کر مقتول ہوا اور ابنِ قمقام نے خیبر میں قیام کیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حجاز پر حملہ آوری کی خبر سُن کر حرث بن حاطب کو مدینہ منورہ کی حکومت سے معزول کر کے جابر بن اسود بن عوف زہری کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر فرمایا۔ جابر نے مدینہ منورہ پہنچ کر ابو بکر بن ابو قیس کو چھ سو آدمیوں کی جمعیت سے خیبر کی طرف روانہ کیا۔ ابنِ قمقام اور ابو بکر کی جنگ ہوئی۔ ابن قمقام شکست کھا کر بھاگا اور اُس کے ہمراہی کچھ میدانِ جنگ میں مارے گئے۔ کچھ فرار ہو کر اپنی جان سلامت لے گئے۔

عبدالملک بن مروان کو یہ خبر پہنچی تو اُس نے طارق بن عمر کو حجاز کی مہم کا افسر بنا کر روانہ کیا اور حکم دیا کہ وادی القریٰ اور ایلہ کے درمیان قیام کر کے جہاں تک ممکن ہو ابنِ زبیرؓ

کے عاملوں کو تصرف سے روکو اور حجازیوں میں ہمارے خلاف جو تحریک پیدا ہو اُس کو کامیاب ہونے سے پہلے مٹانے کی کوشش کرو۔ طارق نے عبدالملک کے حکم کے موافق حجاز میں پہنچ کر قیام کیا اور ایک زبردست دستۂ فوج خیبر کی طرف روانہ کیا وہاں جنگ ہوئی اور ابو بکر بن ابو قیس معہ دو سو ہمراہیوں کے میدانِ جنگ میں مقتول ہوا۔ طارق نے خیبر میں جاکر قیام کیا۔ جابر بن اسود نے یہ خبر سُن کر مدینہ منورہ سے دو ہزار آدمیوں کا ایک لشکر طارق سے لڑنے کے لئے خیبر کی طرف روانہ کیا۔ خیبر کے قریب دونوں لشکروں میں سخت لڑائی ہوئی طارق نے فتح پائی اور میدانِ جنگ کے قیدیوں اور زخمیوں کو قتل کرڈالا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے جابر بن اسود کو مدینہ منورہ کی حکومت سے معزول کرکے ۷۰ھ میں طلحہ بن عبداللہ بن عوف معروف بہ طلحۃ الندا رکو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد خیبر کا علاقہ عبدالملک بن مروان کی حکومت میں شامل رہا اور طلحہ بن عبداللہ مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے مدینہ میں حکومت کرتا رہا۔ دو برس تک طرفین میں کوئی قابل تذکرہ معرکہ آرائی نہیں ہوئی۔ اور عبدالملک کی توجہ عراق و ایران کی طرف مبذول رہی۔

محاصرۂ مکّہ

عبدالملک بن مروان نے سردارانِ شام کو مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کرنا چاہا مگر سب نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابلہ پر جانے اور خانہ کعبہ کو رزم گاہ بنانے سے انکار کیا۔ عبدالملک بن مروان دمشق سے کوفہ گیا۔ وہاں اُس نے حجاج بن یوسف ثقفی کو اس کام پر آمادہ کیا۔ حجاج تین ہزار آدمی ہمراہ لے کر جمادی الاوّل ۷۲ھ میں کوفہ سے روانہ ہوا اور مدینہ منورہ کو چھوڑتا ہوا عبدالملک کی ہدایت کے موافق طائف میں پہنچ کر قیام کیا یہاں سے وہ اپنے سواروں کو عرفہ کی طرف روزانہ روانہ کرتا اور وہ عبداللہ بن زبیرؓ کے سواروں سے لڑ بھڑ کر واپس آجاتے۔ کئی مہینے اسی حالت میں گذر گئے تو حجاج نے عبدالملک کو لکھا کہ میری امداد کے لئے کچھ فوج اور بھیجی جائے۔ نیز مجھ کو اجازت دی جائے کہ آگے بڑھ کر مکہ کا محاصرہ کرلوں۔

عبدالملک نے حجاج کی درخواست کو منظور کرکے پانچ ہزار آدمی اُس کی امداد کے

لئے اور روانہ کر دیئے اور طارق کو لکھا کہ مدینہ منورہ پر حملہ کرو اور مدینہ سے فارغ ہو کر مکہ کی طرف جاؤ اور حجاج کی مدد کرو۔ حجاج نے بماہ رمضان المبارک مکۂ معظمہ کا محاصرہ کر لیا اور کوہِ ابو قبیس پر منجنیق لگا کر سنگ باری شروع کر دی۔ اہلِ مکہ کے لئے یہ رمضان کا مہینہ اس سنگ باری کے عالم میں بڑی مصیبت کا مہینہ تھا۔ لوگ محاصرہ کی شدت سے تنگ آ کر مکہ سے نکل نکل کر بھاگنا شروع ہوئے رمضان و شوال کے بعد ذیقعدہ کا مہینہ بھی آ گیا اور اہلِ مکہ کی مصیبت اور محاصرہ کی شدت میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ روزانہ مقابلہ پر جاتے اور محاصرین کو لپسپا کرنے کی کوششیں عمل میں لاتے لیکن روزانہ اُن کے ساتھیوں کی تعداد کم ہو رہی تھی اس لئے اُن کی تدابیر کوئی ایسا نتیجہ پیدا نہ کر سکیں۔ جس سے کامیابی کی اُمید ہوتی۔

اہلِ مکہ ایک طرف مکہ سے باہر نکلے چلے جا رہے تھے دوسری طرف سامان خورد و نوش کی نایابی و گرانی نے محصورین کے حوصلوں کو پست کر رکھا تھا۔ ماہ ذیقعدہ ۷۲ھ میں طارق نے مدینہ منورہ سے عبداللہ بن زبیرؓ کے عامل طلحۃ الندار کو نکال دیا اور ایک شامی کو مدینہ کا حاکم مقرر کر کے خود مکۂ معظمہ کی طرف پانچ ہزار فوج کے ساتھ روانہ ہوا۔ اس زبردست امداد کے پہنچنے پر حجاج کی طاقت بہت زیادہ بڑھ گئی اور اہلِ مکہ کی رہی سہی امیدیں بھی منقطع ہو گئیں۔ اسی حالت میں ماہ ذالحجہ شروع ہو گیا اور دور دور سے لوگ حج کے لئے آنے شروع ہوئے عبداللہ بن زبیرؓ نے حجاج کو حج کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ مگر اُس نے نہ طواف کیا نہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے میدانِ عرفات میں جانا چاہا تو حجاج نے روک دیا چنانچہ انھوں نے مکہ ہی میں قربانی کی میدانِ عرفات میں کوئی امام نہ تھا۔ غرض اس سال لوگ ارکانِ حج ادا نہ کر سکے۔ ایامِ حج میں بھی حجاج نے سنگباری کو بند نہ کیا اس لئے خانۂ کعبہ کا طواف بھی خطرہ سے خالی نہ تھا۔ حاجیوں کی آمد سے مکہ میں قحط اور بھی زیادہ بڑھ گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی اس سال حج کے لئے تشریف لائے تھے اُنھوں نے یہ حالت دیکھ کر حجاج کے پاس پیغام بھیجا کہ " بندۂ خدا اتنا تو خیال کر کہ لوگ دور دور سے حج کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ اُن کو طواف کرنے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے کا تو موقع مل جائے اس سنگ باری کو حج کے ختم ہونے تک بند کرا دے " اس پیغام کا یہ اثر ہوا کہ حجاج نے سنگ باری بند کرا دی۔ مگر خود طواف نہیں کیا اور نہ عبداللہ بن زبیرؓ کو میدانِ عرفات میں جانے دیا۔ ایامِ حج کے گذرتے ہی حجاج کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ

باہر سے آئے ہوئے تمام اشخاص فوراً اپنے اپنے شہروں کو روانہ ہو جائیں۔ کیونکہ ابن زبیرؓ پر سنگ باری شروع ہونے والی ہے۔ اس آواز کو سنتے ہی لوگوں کے قافلے روانہ ہو گئے اور ساتھ ہی بچے ہوئے مکہ والوں میں سے بھی بہت سے لوگ اپنی اپنی جان بچا کر نکل گئے۔

حجاج نے پھر سنگ باری شروع کر دی۔ ایک بڑا پتھر خانہ کعبہ کی چھت پر آ کر گرا اور چھت ٹوٹ کر گری۔ اس پتھر کے آتے ہی آسمان سے ایک سخت کڑک کی آواز آئی، بجلی چمکی اور زمین و آسمان پر تاریکی چھا گئی۔ حجاج کی فوج کے لوگ ڈر گئے اور پتھر پھینکنے بند کر دیئے۔ حجاج نے لوگوں کو تسلی و تشفی دی اور کہا کہ یہ بجلی اور یہ کڑک میری امداد کے لئے آئی ہے اور یہ میری فتح کا نشان ہے تم لوگ مطلق خوف و ہراس کو اپنے دلوں میں راہ نہ دو۔ دو روز تک یہ تاریکی چھائی رہی اور کڑک کی آواز کے خوف سے کئی آدمی حجاج کی فوج کے مر گئے۔ حجاج کی فوج میں بڑی تشویش پھیلی ہوئی تھی اتفاقاً اگلے روز پھر بجلی گری اور دو آدمی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی فوج کے بھی اس کے صدمے سے فوت ہو گئے۔ اس سے حجاج کو بڑی خوشی ہوئی اور اس کے لشکر والوں کو بھی کچھ اطمینان ہوا۔ حجاج نے خود اپنے ہاتھ سے منجنیق میں پتھر رکھ رکھ کر پھینکنے شروع کئے اس کے بعد تمام لشکر کا خوف جاتا رہا اور زور شور سے سنگ باری شروع ہو گئی۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے تھے اور بڑے بڑے پتھر ان کے اردگرد آ آ کر گرتے تھے لیکن ان کی توجہ الی اللہ اور نماز کے خشوع و خضوع میں رتی برابر فرق نہ آتا تھا۔

یہ محاصرہ اسی شدت سے برابر جاری رہا۔ مکہ معظمہ میں باہر سے کسی قسم کی امداد اور سامان رسد نہیں پہنچ سکتا تھا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنا گھوڑا ذبح کر کے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس غلہ اور کھجوروں کا ایک ذخیرہ موجود تھا وہ اس ذخیرہ میں سے صرف اس قدر لوگوں کو تقسیم کرتے تھے جس سے حیات باقی رہے مدعا ان کا یہ تھا کہ ہم دیر تک محاصرین کے مقابلہ پر قائم رہ سکیں۔ حجاج نے جب یہ دیکھا کہ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی ہے تو اس نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہمراہیوں کے پاس امان نامے لکھ لکھ کر بھیجنے شروع کر دیئے یہ امان نامہ والی تدبیر کارگر ثابت ہوئی اور بہت سے آدمی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا ساتھ چھوڑ چھوڑ کر حجاج کے پاس چلے آئے۔

بہت ہی تھوڑے سے آدمی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس رہ گئے۔ حتیٰ کہ اُن کے دو لڑکے حمزہ و حبیب بھی باپ کو چھوڑ کر حجاج کے پاس آ گئے تیسرا لڑکا باپ کے ساتھ رہا اور آخر وقت تک داد مردانگی دیتا رہا حتیٰ کہ عین معرکۂ کارزار میں کام آیا۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس سے ہزاروں آدمی حجاج کے پاس آ گئے اور معدودے چند شخص باقی رہ گئے تو حجاج نے اپنے لشکر کو ایک جگہ جمع کر کے اس طرح تقریر کی کہ

"تم لوگ عبداللہ بن زبیرؓ کی طاقت کا اندازہ کر چکے ہو اُن کے ہمراہی اس قدر تھوڑے ہیں کہ اگر تم میں سے ہر شخص اُن پر ایک ایک مٹھی کنکریاں پھینکے تو وہ سب کے سب مر جائیں۔ پھر لطف یہ کہ وہ بھوکے پیاسے ہیں۔ اے شامی و کوفی دلاورو بڑھو عبداللہ بن زبیرؓ چند ساعت کا مہمان ہے۔"

اس تقریر سے پیشتر حجاج عبداللہ بن زبیرؓ کی خدمت میں ایک خط بھیج چکا تھا۔ اُس میں لکھا تھا کہ "اب آپ کے پاس کوئی طاقت نہیں رہی، آپ ہر طرح مجبور ہو چکے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ آپ ہماری امان میں آ جائیں اور امیر المومنین عبدالملک کی بیعت اختیار کر لیں آپ کے ساتھ انتہائی عزت و تکریم کا برتاؤ کیا جائے گا اور آپ کی ہر ایک خواہش پوری کر دی جائے گی مجھ کو امیر المومنین نے یہی حکم دیا ہے۔ کہ میں جہاں تک ممکن ہو آپ کو صلح و آشتی کی طرف متوجہ کروں اور آپ کے قتل میں حتی الامکان عجلت سے کام نہ لوں۔"

شہادت ابنِ زبیرؓ

عبداللہ بن زبیرؓ اس خط کو پڑھ کر اپنی ماں حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق کے پاس گئے اور عرض کیا کہ

"میرے پاس اب کوئی آدمی نہیں رہا برائے نام صرف پانچ آدمی باقی ہیں جو میرا ساتھ دینے پر بظاہر اب تک آمادہ ہیں۔ لوگوں نے میرے ساتھ اسی طرح دھوکے کا برتاؤ کیا جیسا کہ حسین بن علیؓ کے ساتھ کیا تھا لیکن اُن کے بیٹے جب تک زندہ رہے باپ کے سامنے تلوار لے کر دشمنوں

سے لڑتے رہے۔ میرے بیٹے بھی اُس فاسق کی امان میں چلے گئے۔ اب حجاج کہتا ہے کہ تم بھی امان میں آجاؤ اور جو کچھ مانگو ہم دینے کو تیار ہیں۔ پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ کیا حکم دیتی ہیں۔"

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ

"تم اپنے معاملے کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہو۔ اگر تم حق پر ہو اور حق کی طرف لوگوں کو بلاتے ہو تو اس کام میں برابر مصروف رہو تمھارے ساتھی بھی راہِ حق میں شہید ہوئے اور تم بھی اسی راہ پر گامزن رہ کر شہادت حاصل کرو۔ اگر تم نے دنیا حاصل کرنے کا قصد کیا تھا تو تم بہت ہی نالائق آدمی ہو تم خود بھی ہلاکت میں پڑے اور تم نے اپنے ہمراہیوں کو بھی ہلاکت میں ڈالا میری رائے یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو بنو اُمیہ کے حوالے نہ کرو۔ موت اپنے وقت پر ضرور آجائے گی تم کو مردوں کی طرح جینا اور مردوں کی طرح مرنا چاہیے۔ تمھارا یہ کہنا کہ میں حق پر تھا اور لوگوں نے مجھ کو دھوکہ دے کر کمزور کر دیا۔ ایک ایسی شکایت ہے جو نیک آدمیوں کی زبان پر نہیں آیا کرتی۔"

عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ

"مجھ کو اس بات کا خوف ہے کہ وہ لوگ قتل کرنے کے بعد مجھ کو مُثلہ کریں گے اور صلیب پر لٹکائیں گے۔"

حضرت اسماءؓ نے جواب دیا کہ

"بیٹا! بکری جب ذبح کر ڈالی گئی تو پھر اُسے اس کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے کہ اُس کی کھال کھینچی جاتی ہے۔ تم جو کچھ کر رہے ہو بصیرت کے ساتھ کیے جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کرتے رہو۔"

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ماں کے سر کا بوسہ لیا اور عرض کیا کہ

"میری بھی یہی رائے تھی جو اپنی رائے آپ نے ظاہر فرمائی۔ مجھ کو دنیا کی خواہش اور حکومت کی تمنا بالکل نہ تھی۔ میں نے اس کام کو صرف اس لئے اختیار کیا تھا کہ خدائے تعالیٰ کے احکام کی پابندی نہیں کی جاتی تھی اور ممنوعات سے لوگ بچتے نہ تھے جب تک میرے دم میں دم ہے میں حق

کے لئے لڑتا رہوں گا میں نے آپ سے مشورہ لینا ضروری سمجھا اور آپ کی باتوں نے میری بصیرت کو بہت کچھ بڑھا دیا اور اماں جان! میں آج ضرور مارا جاؤں گا تم زیادہ مغموم نہ ہونا، تم مجھ کو خدائے تعالیٰ کے سپرد کر دو میں نے کبھی کسی ناجائز کام کا قصد نہیں کیا اور نہ کسی سے بد عہدی کی، نہ کسی پر ظلم کیا نہ ظالم کا معاون بنا حتی الامکان خدائے تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔ الٰہی میں نے یہ باتیں فخر کی راہ سے نہیں کہیں، بلکہ صرف اس لئے کہ میری ماں کو تسکینِ خاطر حاصل ہو۔"

حضرت اسماءؓ بولیں

"مجھ کو اُمید ہے کہ خدائے تعالیٰ تم کو اس کا اجر عطا فرمائے گا تم اللہ کا نام لے کر دشمنوں پر حملہ کر دو۔"

بیٹے کو رُخصت کرتے وقت حضرت اسماءؓ نے گلے سے لگایا تو ہاتھ زرہ پر پڑا۔ پوچھا تم نے یہ زرہ کس ارادے سے پہن رکھی ہے، کہا صرف اطمینان و مضبوطی کی غرض سے۔ اسماءؓ نے کہا اس کو اُتار دو اور معمولی کپڑے پہنے ہوئے دُشمنوں سے لڑو۔ حضرت ابنِ زبیرؓ نے وہیں زرہ اُتار کر پھینک دی۔ قمیص کے دامن اُٹھا کر کمر سے باندھے دونوں آستینیں چڑھائیں اور گھر سے باہر نکل آئے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ

"اے آلِ زبیرؓ! تم تلوار کی جھنکار سے خوف زدہ نہ ہونا کیونکہ زخم میں دوا لگانے کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے بمقابلہ اُس تکلیف کے جو زخم کے پیدا ہونے سے ہوتی ہے تم لوگ اپنی اپنی تلواریں تول لو جس طرح اپنے چہروں کو بچاتے ہو اسی طرح ان کو بھی خونِ ناحق سے بچاؤ۔ اپنی آنکھیں نیچی کر لو کہ تلواروں کی چمک سے چکاچوند نہ ہو جاؤ۔ ہر شخص اپنے مقابل پر حملہ آور ہو۔ تم مجھے ڈھونڈتے نہ پھرنا اور اگر میری تلاش ہی ہو تو میں سب سے آگے دُشمنوں سے لڑتا ہوا ملوں گا۔"

یہ کہکر شامیوں پر ایک سخت حملہ کیا۔ صفوں کو چیرتے لوگوں کو مارتے اور گراتے ہوئے شامیوں کی پچھلی صفوں تک پہنچ گئے اور پھر اسی طرح لشکرِ شام کے سمندر میں تیرتے ہوئے واپس آ گئے۔

حجاج ہر چند لوگوں کو ترغیب دے رہا تھا۔ مگر کوئی شخص حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابل ہونے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ آخر حجاج نے خود پیدل فوج لے کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے علَم بردار کو گھیر لیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فوراً حملہ کرکے اپنے عَلَم بردار کو دشمنوں کے نرغہ سے نکالا اور حجاج کو پیچھے ہٹا دیا۔ واپس آکر مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کی۔ حجاج نے پھر حملہ کیا اور بابِ بنو شیبہ پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا علَم بردار مارا گیا۔ مسجد حرام کے کل دروازوں پر شامی ڈٹے ہوئے تھے۔ مکۂ معظمہ کی بھی انھوں نے ناکہ بندی کر لی تھی۔ حجاج وطارق نے ابطح کی جانب مروہ تک گھیر لیا تھا۔ ابن زبیرؓ کبھی ایک طرف کبھی دوسری طرف حملہ کر رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہوکر پھر لڑنے لگے تھے۔ بابِ صفا کی طرف آپ نے حملہ کیا اور شامیوں کو ہٹاتے ہوئے دُور تک لے گئے۔ کوہِ صفا کے اوپر سے ایک شخص نے تیر مارا پیشانی پر لگا۔ خون بہنے لگا۔ آپ اسی حالت میں برابر لڑتے رہے۔ غرض آپ نے اور آپ کے ہمراہیوں نے صبح سے بعد ظہر تک شامیوں کے قتل کرنے میں وہ چابک دستی اور حیرت انگیز شجاعت دکھائی کہ چشمِ فلک نے آج تک نہ دیکھی تھی۔ آخر ایک ایک کرکے تمام ہمراہی کام آئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر دشمنوں نے چاروں طرف سے پتھروں اور تیروں کی بارش شروع کر دی۔ حالانکہ نیزے اور تلواریں اس سے پیشتر ابھی اپنی کاٹ دکھا چکے تھے۔ بالآخر یوم سہ شنبہ ماہ جمادی الثانی ۷۳ھ کو یہ دنیا کا عظیم الشان، بہادر و متقی انسان شہید ہوا۔ بہادری وشجاعت۔ زہد وعبادت اور ہمت وشرافت وغیرہ کے سوا کوئی انسان اس میدان میں اُن کی لاش پر کفِ افسوس ملنے والا نہ تھا۔ لشکرِ شام نے اس مُردہ شیرِ ببر کا سر کاٹنے میں بڑی عجلت وچابک دستی سے کام لیا۔ حجاج کے سامنے لے گئے تو اُسی وقت اُس نے سجدۂ شکر ادا کیا اور لشکر سے نعرۂ تکبیر بلند ہوا۔ لاش اُسی جگہ یعنی مقام حجون میں دار پر لٹکا دی گئی اور سر عبدالملک کے پاس بھیجا گیا۔ ایک دوسری روایت کے موافق سَر عبدالملک کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ بلکہ خانۂ کعبہ کی دیوار یا پرنالہ پر لٹکا دیا گیا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے لاش کے دفن کرنے کی اجازت چاہی مگر اُن کو حجاج نے اس کی اجازت نہ دی۔ عبدالملک کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے حجاج کو ملامت کی۔ اور لاش دفن کرنے کی اجازت دی۔ چند روز کے بعد حضرت اسماءؓ کا بھی انتقال ہوگیا۔

حجاج شہادتِ ابن زبیرؓ کے بعد خانۂ کعبہ میں داخل ہوا۔ پتھروں کی بڑی کثرت تھی

جو باہر سے خانۂ کعبہ پر پھینکے گئے تھے۔ فرشِ مبارک پر خون کے جا بجا نشانات تھے پتھروں کو اُٹھوایا اور خون کو دُھلوایا۔ اہلِ مکہ سے خلافتِ عبدالملک کی بیعت لی۔ اس کے بعد مدینہ منورہ کو واپس ہوا وہاں دو مہینے تک ٹھہرا رہا وہاں تمام اہلِ مدینہ کو حضرت عثمان غنیؓ کا قاتل سمجھ کر سختیاں شروع کیں۔ صحابہ کرام کو سخت آزار پہنچائے۔ وہاں سے پھر مکہ معظمہ کی جانب آیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بنائے ہوئے خانۂ کعبہ کو ڈھاکر پھر از سرِ نو خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ عبدالملک بن مروان نے حجاج کو ملکِ حجاز کا گورنر مقرر کیا اور اُس نے طارق کی جگہ مدینہ منورہ میں رہنا شروع کیا۔

خلافت ابنِ زبیرؓ پر ایک نظر

حضرت امیر معاویہؓ کے بعد اُن کا بیٹا یزید اس بات کا مستحق نہ تھا کہ مسلمانوں کا خلیفہ بنایا جائے کیونکہ اُس کے سوا بہت سے ایسے لوگ مسلمانوں میں موجود تھے جو یزید سے زیادہ حکومت و خلافت کی قابلیت رکھتے تھے۔ اُنھیں میں ایک حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی تھے۔ یزید کی عملی زندگی بہت ہی قابلِ اعتراض تھی اور اسی لئے بعض حضرات نے اُس کی بیعت سے انکار کیا تھا۔

حضرت امیر معاویہؓ کے بعد اگر حضرت امام حسن علیہ السلام زندہ ہوتے تو بہت زیادہ ممکن تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلیفہ یا شہنشاہ تسلیم کر لیے جاتے۔ یزید کے مقابلے میں اگر حضرت عبداللہ بن عمرؓ مدعی خلافت بن کر کھڑے ہوتے تو نہ صرف تمام دوسرے طبقات اہلِ اسلام اُن کے شریک ہوتے بلکہ خود بنواُمیہ میں سے بھی ایک بڑی جماعت اُن کی حمایت میں سرگرم نظر آتی۔ مگر اُنھوں نے کبھی اس طرف توجہ ہی نہ کی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے خود خلافت کے حصول کی بہت کوشش کی مگر اُن کو کوفہ والوں نے دھوکا دیا۔ مکہ و مدینہ کے لوگوں کا مشورہ انھوں نے قبول نہ کیا اور اہلِ حجاز اُن کی کوئی امداد نہ کر سکے۔ اب اُن کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بہتر کوئی شخص نہ تھا جو مستحقِ خلافت ہو۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے صحیح خلافت ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ تمام عالمِ اسلام میں لوگوں نے اپنی آزاد مرضی سے اُن کو خلیفہ تسلیم کیا اور جہاں جہاں لوگوں کو آزادی حاصل تھی کسی نے بھی اُن کی خلافت سے انکار نہیں کیا۔ ہاں بنواُمیہ جو خلافت کے معاملے میں اُن کے رقیب تھے اُن کی

مخالفت پر آمادہ ہوئے اور شام و فلسطین و مصر وغیرہ میں جبر و قہر کے ساتھ انھوں نے اپنی حکومت دوبارہ قائم کی اور پھر اسی جبر و قہر کے ساتھ وہ تمام عالم اسلامی پر اپنی حکومت قائم کر سکے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے بالمقابل مروان بن حکم اور عبدالملک بن مروان کی حکومت کو باغیوں کی حکومت کہا جا سکتا ہے۔ پس عبدالملک بن مروان کی حکومت کا وہ زمانہ جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد شروع ہوتا ہے اُس کو باقاعدہ حکومت اور جائز خلافت سمجھنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنے عہدِ حکومت میں کوئی ایسا موقع نہیں ملا کہ وہ لڑائیوں اور چڑھائیوں کی فکر سے مطمئن بیٹھے ہوں اس لئے اُن کے عہدِ حکومت میں اگر جدید فتوحات اور اندرونی اصلاحیں ہم کو نظر نہ آئیں تو کوئی تعجب کا مقام نہیں۔ وہ بہت بڑے سپہ سالار اور جنگی شہسوار تھے۔ ساتھ ہی وہ بڑے مدبر اور حکمران بھی تھے۔ یہ ایک اتفاقی بات تھی کہ اُن کے حریفوں کی تدبیریں اُن کے خلاف کامیاب ثابت ہوئیں اور اُن کو جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ اُن کی زندگی کا عملی نمونہ زہد و عبادت کے اظہار سے بہت ہی قابلِ تعریف تھا۔

بنواُمیہ کے خلفاء میں یہ بات خصوصیت سے نمایاں تھی کہ وہ اپنی خلافت و حکومت کے قیام و استحکام کے لئے روپیہ سے خوب کام لینا جانتے تھے۔ وہ روپیہ کے حاصل کرنے میں بھی خوب مستعد تھے اور اُس روپیہ کو اپنے حصولِ مقصد کے لئے خرچ بھی خوب سلیقہ کے ساتھ کرتے تھے۔ اگر لوگوں میں روپیہ کی محبت پیدا نہ ہو گئی ہوتی تو وہ ہرگز کامیاب نہ ہو سکتے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اُن کے مقابلے میں ہرگز ناکامی حاصل نہ ہوتی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اگر عبدالملک بن مروان کی طرح بیت المال کو اپنے دوستوں اور مددگاروں کے لئے وقف کر دیتے اور کمزوروں کا لحاظ نہ رکھتے تو اُن کے گرد بھی بہت سے شمشیر زن جمع ہو جاتے اور بنواُمیہ کو نیچا دیکھنا پڑتا۔ لیکن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس خلاف تقوٰی راہ عمل کو ہمیشہ ناپسند کیا اور اُن کے لئے یہی موزوں بھی تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عہدِ خلافت میں مختار بن عبیدہ کا کوفہ میں قتل ہونا ایک بڑا کارنامہ تھا۔ فارس کے فتنہ خوارج کو بھی اُنھوں نے خوب دبایا اور حتی الامکان اُن کو سر نہیں اُٹھانے دیا۔ اگر بنواُمیہ کے ساتھ اندرونی معرکہ آرائی اور زور آزمائی جاری نہ ہوتی وہ بہترین

خلیفہ ثابت ہوتے اور شریعتِ اسلام کو دنیا میں بہت رواج دیتے اُن کی شہادت کے بعد صحابہ کرام کی حکومت و فرماں روائی کا زمانہ ختم ہو گیا۔ وہ سب سے آخری صحابی تھے جنھوں نے مُلکوں پر حکومت کی۔ اُن کی زاہدانہ و عابدانہ زندگی ایک مشعلِ راہ اور نجمِ ہدایت تھی۔ وہی ایک ایسے خلیفہ تھے جن کا دارالخلافہ مکۂ معظمہ تھا۔ نہ اُن سے پہلے مکۂ معظمہ کبھی دارالخلافہ بنا نہ اُن کے بعد آج تک کسی نے مکۂ معظمہ کو دارالخلافہ بنایا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اُن کے بھائی حضرت مصعب بن زبیرؓ اور اُن کے باپ حضرت زبیرؓ بن العوام کی بہادریوں کے کارنامے پڑھ کر اور اُن کی والدہ حضرت اسماء بنتِ صدیق اکبرؓ کی شجاعت و حوصلہ مندی دیکھ کر انسان کا دل مرعوب ہو جاتا اور دنیا کے شجاعت پیشہ لوگوں کو بے اختیار اس بہادر خاندان کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ خاک و خون میں لوٹنا۔ حمایتِ حق میں سینے پر برچھیوں اور تیروں کے زخم کھا کر آگے بڑھنا اور دشمنانِ حق کو تہ تیغ کرنا جیسا دشوار اور مشکل کام ہے اُس سے زیادہ مزے دار اور خوش گوار بھی ہے۔ قلب کی قوت ارادے کی پختگی اور ہمت و حوصلے کی بلندی کے اظہار کا موقع تلواروں کی چمک برچھیوں کی انی اور تیروں کی بارش میں ہی سب سے بہتر میسر آسکتا ہے۔ ہمارا زمانہ بھی کیسا منحوس زمانہ ہے کہ صفحاتِ تاریخ میں مومنوں کی بہادری اور بہادروں کی جاں فروشی کے افسانے تھوڑی دیر کے لئے ہماری رگوں میں خون کے دَوران کو بڑھا دیتے ہیں۔ لیکن ہم اپنی آنکھوں سے کوئی ایسا میدان نہیں دیکھ سکتے۔ جہاں سر تلواروں سے کٹ کٹ کر گر رہے ہوں۔ نیزے سینوں کو چھید چھید کر کمر کے پار نکل رہے ہوں۔ گردنوں سے خون کے فوارے نکل رہے ہوں لاشیں خون کی کیچڑ میں تڑپ رہی ہوں گھوڑوں کی ٹاپوں میں کچل کچل کر لاشوں کے قیمے بن رہے ہوں۔ کٹے ہوئے سر فٹ بال کی طرح سے گھوڑوں کی ٹھوکروں سے اِدھر اُدھر لڑھک رہے ہوں گرد و غبار میں آفتاب چھپ گیا ہو۔ تکبیر کے نعرے بلند ہو رہے ہوں۔ مردانِ باخدا اپنے محبوبِ حقیقی کا بول بالا کرنے کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا چاہتے ہوں اور خدائے تعالیٰ کی رحمت نے اُس خوش فضا نظارہ کا احاطہ کر لیا ہو یہ مسرت افزا اور دل فریب نظارے طلحہؓ و زبیرؓ۔ خالدؓ و ضرارؓ شرجیلؓ و عبدالرحمٰنؓ۔ حسین بن علیؓ و عبداللہ بن زبیرؓ طارق بن زیاد و محمد بن قاسم۔ محمد خان ثانی و سلیمان اعظم۔ صلاح الدین ایوبی و نورالدین زنگی۔ محمود غزنوی و شہاب الدین غوری کے حصے میں آئے تھے۔ ہم ضعیف الایمان و بزدل

لوگوں کی ایسی قسمت کہاں تھی۔ اسی لیے خدائے تعالیٰ نے تلواروں، نیزوں اور تیروں کو بیکار کرکے اُن کی جگہ توپوں، بندوقوں اور ہوائی جہازوں کو دنیا میں بھیج دیا ہے۔ کیونکہ قلب کی قوت۔ ارادے کی پختگی۔ ہمت و حوصلے کی بلندی۔ یعنی ایمانِ کامل کے اظہار کا مظہر جس خوبی سے تلوار کی دھار بن سکتی تھی۔ بارود کا شعلہ نہیں بن سکتا۔

کوفہ اب تک جس قدر حالات بیان ہو چکے ہیں اُن سب کے مطالعے سے کوفہ اور اہلِ کوفہ کی نسبت قلب میں عجیب عجیب قسم کے خیالات پیدا ہو جاتے ہیں اور کوفہ روئے زمین کی ایک عجیب محیرالعقول بستی نظر آنے لگتی ہے عبداللہ بن سبا اور ہر ایک سازشی گروہ کو کوفہ میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اہلِ کوفہ ہی حضرت عثمان غنیؓ کے قتل میں پیش پیش تھے اہلِ کوفہ ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سب سے زیادہ فدائی و شیدائی نظر آتے تھے۔ پھر اہلِ کوفہ ہی نے سب سے زیادہ حضرت علیؓ کو پریشان کیا اور وہی اُن کی بہت سی ناکامیوں کا باعث بنے۔ اہلِ کوفہ ہی نے حضرت امام حسنؓ کو آزار پہنچایا پھر اہلِ کوفہ ہی خونِ علیؓ کے مطالبہ اور خلافتِ حسینؓ کے لئے آمادہ ہوئے۔ آخر اہلِ کوفہ ہی حضرت حسینؓ کی شہادت کا باعث بنے اور اُنھوں ہی نے بڑی بے دردی سے کربلا کے میدان میں اُن کو قتل کرایا۔ اس کے بعد اہلِ کوفہ ہی نے خونِ حسینؓ کا معاوضہ لینے پر سب سے بڑھ کر آمادگی و استادگی اختیار کی اور حیرت انگیز طور پر اپنی محبت کا ثبوت پیش کیا۔ پھر اہلِ کوفہ ہی تھے جنھوں نے اہلِ بیت کے سب سے بڑے حامی مختار بن عبیدہ کے خلاف کوشش کی اور مصعب بن زبیرؓ کو کوفہ پر حملہ آور کراکر مختار کو قتل کرایا۔ اس کے بعد اہلِ کوفہ ہی تھے جو مصعب بن زبیرؓ کے قتل کا باعث ہوئے۔ اہلِ کوفہ نے اپنی انتہائی شجاعت اور حیرت انگیز بہادریوں کے نمونے بھی دکھائے اور ساتھ ہی اُن کی انتہائی بزدلی و نامردی کے واقعات بھی ہم مطالعہ کر چکے ہیں۔ کبھی اُنھوں نے اپنے آپ کو نہایت بے جگری کے ساتھ قتل کرایا اور کوفہ کے حاکموں کی علی الاعلان مخالفت کی۔ لیکن کبھی اس طرح مرعوب و خوف زدہ ہوئے کہ عبیداللہ بن زیاد وغیرہ اُمرائے کوفہ کے ہر ایک جابرانہ حکم کی تعمیل بلا چون وچرا کرنے لگے۔

اس قسم کی متضاد کیفیت کا سبب دریافت کرنے کے لئے ہم کو کوفہ کے باشندوں کی حالت و حقیقت سے آگاہ ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ فاروقِ اعظمؓ کے عہدِ خلافت میں کوفہ اُن لوگوں کی چھاؤنی بنائی گئی تھی جو مجوسی سلطنت کے مقابلے میں برسرپیکار تھے۔ اس فوج میں ایک حصہ اُن لوگوں کا تھا جو حجاز و یمن اور حضرموت وغیرہ صوبوں کے رہنے والے تھے۔ یہ لوگ فاروقِ اعظمؓ کے اعلانِ عام

پر مدینۂ منورہ میں آکر جمع ہوتے اور اُن کے حکم کے موافق عراق کی طرف بھیج دیئے گئے تھے۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو عرب کے اُن صوبوں کے باشندے تھے جو عراق کی سرحد پر واقع اور بمقابلہ مدینہ کے کوفہ یا بصرہ سے قریب تر تھے۔ یہ لوگ صحابۂ کرام کے ہاتھ پر مسلمان ہو ہو کر اسلامی لشکر میں شریک ہو گئے تھے اور مدینہ منورہ سے کوئی خصوصی تعلق اُن کو حاصل نہ ہو سکا تھا نہ انھوں نے کبھی مدینہ دیکھا تھا۔ کچھ لوگ ایسے تھے کہ اُن کی زبان تو عربی تھی مگر وہ مجوسی سلطنت کی رعایا تھے اور اب مسلمان ہو کر اور مسلمانوں کے طرزِ حکومت کو بہتر پا کر دل سے مسلمانوں کے حامی ہو گئے تھے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایرانیوں سے لڑتے تھے۔ کچھ وہ سردار تھے جو مدینہ کے رہنے والے مہاجرین و انصار میں سے تھے۔ جب اس لشکر کی چھاؤنی کوفہ قرار پائی اور خلیفۂ وقت کا نائب اور عراقی لشکر کا سپہ سالار کوفہ میں رہنے لگا تو ایرانی شہروں کے بہت سے شہریوں کو اُن کی ضرورتوں نے دار الصدر کوفہ سے تعلقات قائم رکھنے پر مجبور کیا اور ایرانیوں کی بھی ایک جماعت کوفہ میں رہنے لگی۔ عرب کے ریگستانوں کی زاہدانہ زندگی کے مقابلے میں کسریٰ و نوشیروان اور کیکاؤس و کےخسرو کے ملکوں کو فتح کرنے والے لشکریوں کی فاتحانہ و حاکمانہ زندگی جو کوفہ میں بسر ہوئی تھی۔ یقیناً بہت خوش گوار ہوگی مالِ غنیمت کی فراوانی بھی ضرور محرک ہوئی ہوگی۔ لہٰذا اس عظیم مجموعہ لشکر کا اکثر و بیشتر حصّہ کوفہ ہی میں زمین گیر ہو کر رہ گیا۔ اور کوفہ نہ صرف ایک فوجی چھاؤنی اور عارضی قرار گاہ رہا بلکہ بہت جلد ایک عظیم الشان شہر بن گیا اور بالآخر اُس نے دار السلطنت اور دار الخلافہ کی صورت اختیار کر لی۔ اس شہر کی آبادی میں چونکہ فوجیوں کا بڑا عنصر شامل تھا۔ اور علم و تعلم۔ درس تدریس اور تہذیب اخلاق و تہذیبِ نفس کے سامان بہت ہی کم تھے لہٰذا مجموعی طور پر شہر کا مزاج متلوّن اور اخلاقی حالت متغیر رہی ظاہر ہے کہ ایسی بستی میں علوم و معقولات اور فہم و تدبّر کو تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جذبات سے خوب کام لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اہلِ کوفہ ہمیشہ جذبات کے محکوم و مغلوب رہے اور انھوں نے جو کچھ کیا جذبات سے مغلوب و متاثر ہو کر ہی کیا۔ یہی وجہ تھی کہ جس شخص نے اُن کو مشتعل کرنا چاہا مشتعل کر دیا جس شخص نے اُن کو رضا مند کرنا چاہا وہ رضا مند ہو گئے۔ جب کبھی اُن کو ڈرایا گیا وہ ڈر گئے جب کبھی اُن کو کسی کا مخالف بنایا گیا وہ فوراً مخالفت پر آمادہ ہو گئے جب اُن کو بہادر بنایا گیا وہ بہادر ہو گئے۔ جب اُن کو بے وفائی پر آمادہ کیا گیا وہ بے وفا بن گئے اور جب وفاداری یاد دلائی تو وہ وفاداری کے شرائط پورے کرنے لگے۔

کوفہ کے اندر جذبات تھے دماغ نہ تھا۔ جوش تھا مگر عقل نہ تھی۔ خروش تھا مگر غور و فکر کا سکون نہ تھا۔ ایسی حالت میں کوفہ سے انھیں باتوں کی توقع ہو سکتی تھی جو ظہور میں آئیں۔ جب چند نسلیں گذر گئیں اور زمانے کے حوادث نے اس مختلف الاجزا مجموعے کو کیمیاوی امتزاج سے ایک خاص مزاج دے دیا تو پھر کوفہ کی یہ متلون مزاجی بھی رفتہ رفتہ دور ہو گئی۔

عبدالملک بن مروان

عبدالملک بن مروان بن حکم بن ابوالعاص بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مُناف بن قصیّ بن کلاب ماہِ رمضان ۲۳ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی کنیت ابوالولید تھی اور ابوالملوک کے نام سے بھی مشہور ہے کیونکہ اس کے کئی بیٹے یکے بعد دیگرے تختِ سلطنت پر بیٹھے۔ یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ عبدالملک اکثر ام الدرداء صحابیہؓ کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اُنھوں نے پوچھا کہ میں نے سنا ہے تو عبادت گذار ہونے کے بعد شراب خور ہو گیا ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ میں تو خوں خوار بھی ہو گیا ہوں۔ نافع کہتے ہیں کہ مدینہ میں کوئی جوان عبدالملک کی مانند چست و چالاک اور قرآن و حدیث کا واقف اور عابد زاہد نہ تھا۔ ابوالزناد کہتے ہیں کہ سعید بن المسیب۔ عبدالملک بن مروان۔ عروہ بن زبیر اور قبیصہ بن ذویب فقہائے مدینہ ہیں عبادہ بن مثنیٰ نے حضرت ابنِ عمرؓ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کے بعد ہم مسائل کس سے دریافت کریں اُنھوں نے فرمایا کہ مروان کا بیٹا فقیہہ ہے اُس سے دریافت کرنا۔

ایک روز عبدالملک حضرت ابوہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ شخص ایک دن عرب کا بادشاہ ہو جائے گا۔ ام الدرداء نے بعد از خلافت ایک روز عبدالملک سے کہا کہ میں پہلے ہی سمجھتی تھی کہ تو ایک روز بادشاہ ہو جائے گا۔ عبدالملک نے پوچھا کہ کس طرح؟ اُنھوں نے فرمایا کہ میں نے تجھ سے بہتر نہ کوئی بات کرنے والا دیکھا، نہ بات سننے والا۔ شعبی کہتے ہیں کہ میں جس شخص کی صحبت میں بیٹھا وہ میرے علم کا قائل ہو گیا۔ مگر میں عبدالملک کے علم و فضل کا قائل ہوں میں نے اُس سے جب کبھی کوئی حدیث بیان کی تو اُس نے اس میں کچھ نہ کچھ اضافہ کر دیا اور جب کبھی کوئی شعر پڑھا تو اُس نے بھی اُس کے ہم مضمون بہت سے اشعار پڑھ دیئے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ عبدالملک نے عثمانؓ۔ ابوہریرہؓ۔ ابوسعیدؓ۔ اُم سلمہؓ۔

برہیرہؓ۔ ابنِ عمرؓ اور معاویہؓ سے حدیث سنی اور اُس سے عروہ۔ خالد بن سعدان۔ رجا بن حیوٰۃ زہری۔ یونس بن میسرہ۔ ربیعہ بن یزید۔ اسمعیل بن عبید اللہ۔ جریر بن عثمان وغیرہ نے روایت کی۔ یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ جب مسلم بن عقبہ مدینہ میں پہنچا تو میں مسجدِ نبوی میں گیا۔ اور عبدالملک کے پاس جا بیٹھا اُس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تو بھی اسی فوج میں ہے میں نے کہا ہاں عبدالملک نے کہا کہ تو نے ایسے شخص کے خلاف ہتھیار اُٹھائے ہیں جو ظہورِ اسلام کے بعد سب سے پہلے پیدا ہوا۔ آنحضرت صلعم کے صحابی اور ذوات النطاقین کی اولاد ہے جس کو آنحضرت صلعم نے تحنیک کی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میں جب کبھی اُس سے دن میں ملا ہوں تو اُس کو روزہ دار پایا ہے اور جب رات کو اُسے دیکھا تو نماز ہی پڑھتے ہوتے دیکھا ہے، یاد رکھ جو اُس سے مخالف ہو کر لڑے گا، خدائے تعالیٰ اُس کو اوندھے منہ دوزخ میں گرائے گا۔ لیکن جب عبدالملک تخت پر بیٹھا تو اُس نے حجاج کو عبداللہ بن زبیرؓ سے لڑنے کو بھیجا اور اُس نے اُن کو قتل کر ڈالا۔

جریج کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد عبدالملک نے خطبہ پڑھا اُس میں حمد و ثنا کے بعد کہا کہ

"میں نہ خلیفۂ ضعیف یعنی عثمانؓ ہوں نہ خلیفۂ سست یعنی معاویہؓ ہوں نہ خلیفۂ ضعیف الرائے یعنی یزید ہوں۔ مجھ سے پہلے جو خلیفہ تھے وہ اس مال سے کھاتے پیتے رہے ہیں۔ مجھ سے سوا تلوار کے اُس کا علاج اور کچھ نہ ہوگا چاہیئے کہ تمہارے نیزے میری مدد کے لئے بلند ہو جائیں۔ تم مہاجرین کے اعمال سے ہمیں تو تکلف کرتے ہو اور خود اُن کی مانند عمل نہیں کرتے۔ یاد رکھو میں تمہیں سخت عذاب سے ہلاک کروں گا اور تلوار ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی۔ تم ذرا دیکھتے جاؤ میری تلواریں کیا حال کرتی ہیں۔ میں تمہاری تمام باتیں گوارا کرلوں گا مگر حاکم سے جنگ کرنا برداشت نہیں کر سکتا۔ میں اُن کے تمام افعال اُن کی گردنوں میں ڈال دوں گا۔ پھر چاہے کوئی خوف خدا سے ڈرایا کرے۔"

سب سے پہلے عبدالملک ہی نے کعبہ پر دیباج کے پردے ڈالے۔ عبدالملک سے کسی نے کہا کہ امیرالمومنین آپ پر بڑھاپا بہت ہی جلد آگیا تو اُس نے کہا کیسے نہ آتا میں

ہر جمعہ کو اپنی بہترین عقل لوگوں پر خرچ کرتا ہوں۔ عبدالملک سے کسی نے پوچھا کہ آدمیوں میں سب سے بہتر کون ہے اُس نے کہا کہ جس شخص نے بلند رتبہ ہو کر تواضع کی اور بحالتِ اختیار زہد کو ترجیح دی۔ اور بحالتِ قوت عدل و انصاف سے کام لیا۔ جب عبدالملک کے پاس باہر سے کوئی شخص آتا تو وہ اُس سے کہا کرتا کہ دیکھو چار باتوں کا لحاظ رکھنا ایک تو جھوٹ نہ بولنا کیونکہ مجھ کو جھوٹ سے سخت نفرت ہے دوسرے جو کچھ میں پوچھوں اُسی کا اُسی کا جواب دینا۔ تیسرے میری مدح نہ کرنا کیونکہ اپنا حال میں خود ہی خوب جانتا ہوں چوتھے مجھ کو میری رعیت پر برانگیختہ و مشتعل نہ کرنا کیونکہ اُن کو میری عنایات کی زیادہ ضرورت ہے۔

مدائنی کہتے ہیں کہ جب عبدالملک کو اپنے مرنے کا یقین ہو گیا تو اُس نے کہا کہ جب سے میں پیدا ہوا ہوں اُس وقت سے لے کر اب تک مجھے یہ آرزو رہی کہ کاش میں حمال ہوتا۔ پھر اپنے بیٹے ولید کو بلایا اور خوفِ خدا کی وصیت کی آپس کی مخالفت سے منع کیا اور کہا کہ

- لڑائی میں نہایت سرگرمی دکھانا۔ نیک کاموں میں ضرب المثل بننے کی کوشش کرنا کیونکہ لڑائی قبل از وقت موت کو نہیں بلاتی۔ نیک کام کا اجر ملتا ہے اور مصیبت میں خدا مددگار ہوتا ہے۔ سختی میں نرمی اختیار کرنی چاہیے۔ آپس میں رنجشیں نہ بڑھانا کیوں کہ ایک تیر کو جو چاہے توڑ سکتا ہے اور جب بہت سے تیر جمع ہو جائیں تو کوئی نہیں توڑ سکتا۔ اے ولید میں جس معاملہ میں تجھے خلیفہ کرتا ہوں اُس میں خدا کا خوف کرنا۔ حجاج کا خیال رکھنا اُسی نے گویا تجھ کو خلافت تک پہنچایا ہے اُس کو اپنا داہنا بازو اور اپنی تلوار سمجھنا وہ تجھ کو تیرے دشمنوں سے پناہ میں رکھے گا اُس کے حق میں کسی کا قول نہ سُننا اور یاد رکھنا کہ تجھ کو حجاج کی زیادہ ضرورت ہے۔ حجاج کو تیری اتنی ضرورت نہیں۔ جب میں مر جاؤں تو لوگوں سے اپنی بیعت لے اور جو شخص انکار کرے اُس کی گردن اُڑا دے۔

نزع کے وقت ولید اُس کے پاس آیا اور رونے لگا۔ عبدالملک نے کہا کہ لڑکیوں کی طرح رونے سے کیا فائدہ ہے میرے مرنے کے بعد تیار ہو کر اور جرأت کو کام میں لا کر اپنی تلوار کندھے پر رکھ اور جو شخص ذرا بھی سر اُٹھائے اُس کا سر کاٹ لے جو چپ رہے اُسے چھوڑ دے

کہ وہ اپنے مرض میں آپ ہی مرجائے گا۔

عبدالملک ماہِ شوال ۸۶ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ ثعلبیؔ کا قول ہے۔ کہ عبدالملک کہا کرتا تھا کہ میں رمضان میں پیدا ہوا۔ رمضان ہی میں میرا دودھ چھڑایا گیا۔ رمضان ہی میں میں نے قرآن شریف ختم کیا۔ رمضان ہی میں بالغ ہوا۔ رمضان ہی میں ولی عہد ہوا۔ رمضان ہی میں خلیفہ بنا۔ مجھے خوف ہے کہ میں رمضان ہی میں مروں گا۔ لیکن جب رمضان گذر گیا اور عبدالملک کو اطمینان ہوگیا تو وہ ماہِ شوال میں فوت ہوگیا۔

ایک روز عبدالملک کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میرا بھائی چھ سو دینار چھوڑ کر مرا ہے تقسیم میراث میں مجھ کو صرف ایک دینار دیا جاتا اور کہا جاتا ہے کہ تجھے اسی قدر حق پہنچتا ہے۔

عبدالملک نے اُسی وقت شعبی کو بُلایا اور دریافت کیا اُنھوں نے کہا کہ یہ تقسیم بالکل درست ہے۔ متوفی دو بیٹیاں چھوڑ کر مرا اُن دونوں کو دو تہائی یعنی چار سو دینار ملیں گے اور ماں کو چھٹا حصہ یعنی ایک سو دینار۔ بیوی کو آٹھواں حصہ یعنی پچھتر دینار اور بارہ بھائیوں کو چوبیس دینار پس اس حساب سے اس کے حصے میں ایک ہی دینار آئے گا۔

خلافتِ عبدالملک کے اہم واقعات

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد عبدالملک نے حجاج کو ملک حجاز کا حاکم بنادیا تھا۔ حجاج نے خانۂ کعبہ کو ڈھاکر اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانہ کی تعمیر میں سے ایک حصہ کم کر کے خانۂ کعبہ کو از سرِ نو تعمیر کیا حجاج نے مکہ و مدینہ میں صحابہ کرام پر بڑے بڑے ظلم روا رکھے۔ حضرت انسؓ وغیرہ جلیل القدر صحابیوں کی مشکیں کسوائیں اور کوڑے پٹوائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے۔ جو بڑے جلیل القدر اور بزرگ صحابی تھے حجاج کو محض اس لئے عداوت تھی کہ وہ ہمیشہ صاف گو اور حق پسند تھے۔ حجاج کی حکمرانی اُن کو مرعوب نہیں کر سکتی تھی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کوئی چیز اُن کو روک نہ سکتی تھی۔ حجاج نے ایک شخص کو تعینات کر دیا کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو زخمی و ہلاک کرے چنانچہ حج کے موقع پر خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے لوگوں کی بھیڑ میں اُس شخص نے اپنا برچھا حضرت عبداللہ بن عمر کے

پاؤں میں مارا۔ یعنی پاؤں کے پنجے کو برچھے کی نوک سے چھید دیا۔ برچھے کی نوک پنجے کو چھیدتی ہوئی تلوے کے پار ہوگئی اور فرش زمین پر جا کر رُکی۔ اس زخم کے صدمے سے چند روز کے بعد آپ فوت ہوگئے۔ حجاج کے یہ مظالم جو اُس نے صحابہ کرام پر روا رکھے جس طرح حجاج کو ظالم و ملزم ثابت کرتے ہیں۔ اسی طرح عبدالملک کو بھی مجرم ٹھہراتے ہیں کیونکہ اُسی نے ایسے ظالم اور سخت گیر شخص کو مکہ و مدینہ کی حکومت سپرد کی تھی۔ عبدالملک اور حجاج دونوں میں بعض خوبیاں بھی تھیں جن کے بالمقابل اُسی درجہ کی بعض بُرائیاں بھی نظر آتی ہیں۔

فتنہ خوارج

جس زمانہ میں خلافت ابنِ زبیرؓ میں انحطاط کے آثار نمایاں ہوئے اور عبدالملک بن مروان کے کارندوں نے عراق و فارس میں حضرت ابنِ زبیرؓ کے خلاف اشاعتی اور سازشی کام شروع کیا تو خوارج کے گروہ جو ایرانی صوبوں میں خاموش زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ پھر کروٹیں بدل کر ہوشیار اور مستعد کار ہونے لگے۔ مصعب بن زبیرؓ کے قتل اور عبدالملک کے تسلط سے عراق کے اندر باغیانہ خیالات کے لوگ سرگوشیاں کرنے لگے عبدالملک نے عراق پر قابض ہو کر بصرہ کی حکومت خالد بن عبداللہ کو سپرد کی تھی۔ عراق سے دمشق میں جا کر عبدالملک کی تمام تر توجہ خوارج کی طرف مبذول نہیں رہ سکتی تھی کیونکہ اُس کو حجاز اور عبداللہ بن زبیرؓ کا بھی خیال دامن گیر تھا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے قتل سے فارغ ہو کر عبدالملک نے بصرہ و کوفہ کے عاملوں کو معزول کر کے اپنے بھائی بشیر بن مروان کو بصرہ و کوفہ دونوں مقامات کی حکومت عطا کی اور حکم دیا کہ مُہلب بن ابی صفرہ کو جنگِ خوارج پر مامور کر کے فارس کی طرف بھیج دیا جائے کہ وہ جہاں کہیں ان کو پائے ان کا استیصال کرے ساتھ ہی حکم دیا کہ مُہلب کو اختیار دیا جائے کہ وہ بصرہ سے جن جن لوگوں کو انتخاب کرے اور اپنے ساتھ لے جانا چاہے۔ لے جائے اور ایک زبردست فوج کوفہ سے بھی تیار کر کے مُہلب کی کمک کے لئے بھیجی جائے تاکہ اس فتنہ کا بکلی استیصال و انسداد ہو جائے۔ یہ حکم مہلب کے نام بھی براہِ راست بھیج دیا گیا۔ بشیر بن مروان کو یہ بات ناگوار گذری کہ امیر المومنین نے براہِ راست مہلب کی تعیناتی کیوں کی وہ چاہتا تھا کہ خوارج سرکوبی کا کام میرے زیر اہتمام انجام پذیر ہونا چاہیے تھا۔ میں اپنے اختیار سے جس کو چاہتا اس کام پر مامور کرتا۔ مہلب بن ابی صفرہ عبدالملک کے حکم کی تعمیل میں بصرہ

سے ایک جمعیت لے کر روانہ ہوا ادھر بشیر بن مروان نے بھی کوفہ سے عبدالرحمن بن مخنف کی سرکردگی میں ایک لشکر مہلب کی کمک کے لئے روانہ کیا۔ مگر روانگی کے وقت عبدالرحمن بن مخنف سے کہا کہ میں تم کو مُہلب سے زیادہ قابلِ سرداری سمجھتا ہوں تم اپنے آپ کو بالکل مہلب کا ماتحت ہی بنا کر نہ رکھنا بلکہ اپنی رائے سے بھی کام لینا۔ عبدالرحمن بن مخنف رامہرمز میں مہلب سے جا کر ملا لیکن وہ اپنی فوج الگ لے کر خیمہ زن ہوا اور اپنی خود مختاری کے علامات ظاہر کرنے لگا۔ چند ہی روز کے بعد اسی مقام پر خبر پہنچی کہ بشیر بن مروان فوت ہوا اور مرتے وقت خالد بن عبداللہ کو اپنا قائم مقام بنایا گیا ہے۔ اس خبر کو سُنتے ہی اہلِ بصرہ بھی اور اہلِ کوفہ بھی اپنے اپنے شہروں کو واپس چل دیئے۔ خالد بن عبداللہ نے ہرچند ان لوگوں کو سمجھایا اور ڈرایا۔ لیکن کوئی بھی مُہلب کی طرف واپس جانے پر آمادہ نہ ہوا۔ اُدھر خراسان کی یہ حالت تھی کہ عبداللہ بن حازم کے قتل کے بعد سے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ترکستان و منولستان کے بادشاہ رتبیل نامی نے خراسان کی سرحدوں پر فوج کشیاں شروع کر دی تھیں اور عبداللہ بن حازم کے بیٹے موسیٰ بن عبداللہ بن حازم نے اپنے باپ کے ہمراہیوں کو لے کر اور مرو سے فرار ہو کر مقام قلعہ ترمذ میں اقامت اختیار کی اور اپنی ایک خود مختار ریاست قائم کر لینے میں کامیابی حاصل کی تھی۔

موسیٰ بن عبداللہ ایک طرف ترکوں سے لڑ کر کامیابی حاصل کرتا تھا تو دوسری طرف عبدالملک کے مقرر کئے ہوئے عامل خراسان سے برسرپیکار رہتا تھا۔ خراسان میں بکیر بن وشاح عامل تھا اُس کو معزول کر کے عبدالملک نے اُمیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید کو خراسان کا عامل بنا کر بھیجا اُمیہ بن عبداللہ کے پہنچنے پر بکیر بن وشاح خراسان ہی میں بعد معزولی مقیم رہا۔ اور اُمیہ بن عبداللہ نے اُس کو مرو کا کوتوال شہر بنا دیا۔ اُمیہ نے خراسان پہنچ کر رتبیل بادشاہ ترکستان پر چڑھائی کی اور اُس کو مجبور کر کے اس شرط پر صلح کی کہ آئندہ وہ مسلمانوں پر حملہ آور نہ ہوگا۔ اُمیہ شاہ ترکستان سے یہ صلح نامہ کئے ہوئے بلخ سے مرو کی طرف واپس آ رہا تھا کہ موسیٰ بن عبداللہ بن حازم نے اُس پر حملہ کیا مگر وہ بہزار خرابی اس حملہ سے بچ کر مرو کے قریب پہنچ گیا اور موسیٰ بن عبداللہ واپس چلا گیا۔ مرو کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ بکیر بن وشاح مرو پر قابض و متصرف ہو کر برسرِمقابلہ ہے یہاں بھی معرکہ ہوا اور بکیر بن وشاح شہر کی مضبوطی کر کے بیٹھ گیا آخر چند روز کے بعد صلح ہوئی اور اُمیہ بن عبداللہ

نے بکیر بن وشاح کو خراسان کے کسی صوبہ کی حکومت دینے کا وعدہ کرکے مرو کو اُس کے قبضہ سے نکالا۔

اُدھر وارہرمز میں مہلب بن ابی صفرہ اور عبدالرحمٰن بن مخنف بہت تھوڑی تھوڑی جمعیت کے ساتھ خوارج سے برسرپیکار تھے اور فوج کے واپس چلے جانے سے اُن کی حالت بہت نازک ہورہی تھی۔ ان تمام حالات سے واقف ومطلع ہوکر عبدالملک بن مروان نے یہی مناسب سمجھا کہ حجاج بن یوسف ثقفی کو حجاز کی گورنری سے تبدیل کرکے عراق کی حکومت پر مامور کرے چنانچہ ۷۵ھ میں عبدالملک نے حجاج کو بصرہ وکوفہ کی سند حکومت عطا کرکے کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ ماہِ رمضان ۷۵ھ میں کوفہ میں داخل ہوا۔ جامع مسجد میں جاکر ممبر پر بیٹھا اور لوگوں کو مجتمع ہونے کا حکم دیا۔

کوفہ کے لوگ عموماً گستاخ اور اپنے امیروں اور حاکموں کی توہین وگستاخی کرنے کے عادی تھے چنانچہ وہ سنگریزے مٹھیوں میں لے کر آئے کہ دوران خطبہ میں سنگریزے اس جدید امیر کی طرف پھینکیں گے۔ لیکن جب حجاج نے اپنی تقریر شروع کی تو اُس کا یہ اثر ہوا کہ لوگ سہم گئے اور ڈر کے مارے وہ سنگریزے اُن کے ہاتھوں سے گر گئے۔ حجاج نے اپنی تقریر میں کہا کہ:۔

"بہت سے عمامے اور ڈاڑھیاں یہاں نظر آرہی ہیں کہ اب وہ خون میں تر تر ہونے والی ہیں۔ بہت سے سر اس مجمع میں نظر آرہے ہیں کہ اُن کے کٹنے کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ امیرالمومنین عبدالملک نے اپنے ترکش کے تمام تیروں کو دیکھا جو اُن تیروں میں سب سے زیادہ سخت اور کاری تھا۔ وہ تم پر چلایا یعنی مجھ کو تم پر حاکم بناکر بھیجا۔ میں تمہاری تمام شرارتوں کا علاج کرکے تم کو اچھی طرح سیدھا کردوں گا۔ تم ایک عرصہ سے شرارتوں اور فتنہ انگیزیوں کے مرکز بنے رہے ہو اب وقت آگیا ہے کہ تم کو تعلیم دی جائے اور تمہاری آنکھیں کھول دی جائیں۔ امیرالمومنین نے حکم دیا ہے کہ تمہاری تنخواہیں تقسیم کردی جائیں اور تم لوگ مہلب کے پاس خوارج کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوجاؤ۔ تنخواہ تقسیم ہونے کے بعد تم کو صرف تین دن کی مہلت ہے اگر چوتھے روز کوئی شخص کوفہ میں نظر آیا تو اُس کی گردن اڑا دی

جائے گی ۔ یہ بھی یاد رکھو کہ یہ محض دھمکی نہیں ہے بلکہ تم اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے جو کچھ میں کہتا ہوں وہی کرتا بھی ہوں۔"

حجاج جامع مسجد سے اٹھ کر دار الامارۃ میں آیا اور لوگوں کو تنخواہیں تقسیم کرنی شروع کیں ۔ ایک بوڑھے شخص نے جس کے جسم میں بوڑھاپے کی وجہ سے رعشہ پیدا ہو گیا تھا۔ آکر کہا کہ میں بوڑھا ضعیف شخص ہوں میرا لڑکا مجھ سے زیادہ توانا ہے میری جگہ اس کو بھیج دیجئے۔ حجاج نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے اس نے کہا کہ عمیر بن ضابی برجمی ۔ حجاج نے کہا تم وہی عمیر بن ضابی ہو جس نے حضرت عثمان بن عفان کے مکان پر حملہ کیا اس نے کہا ہاں۔ حجاج نے کہا تجھے کس چیز نے اس کام پر آمادہ کیا تھا۔

اس نے کہا کہ عثمانؓ نے میرے بوڑھے باپ کو قید کر دیا تھا۔ حجاج نے کہا میں تیرا زندہ رہنا پسند نہیں کرتا یہ کہکر اس نے عمیر بن ضابی کے قتل کرنے اور اس کے گھر بار کے لوٹ لینے کا حکم دیا۔ تیسرے روز حجاج کے منادی نے ندا کی کہ آج رات جو شخص اپنے گھر میں رہے گا اور مہلب کے لشکر کی طرف روانہ نہ ہو جائے گا وہ قتل کر دیا جائے گا۔ اس آواز کے سنتے ہی لوگ مہلب کے لشکر کی طرف روانہ ہونے شروع ہوئے اور بہت جلد مہلب کے پاس ایک طاقتور لشکر خوارج کا مقابلہ کرنے کے لئے جمع ہو گیا۔

اس کے بعد حجاج نے حکم بن ایوب ثقفی کو اپنی طرف سے بصرہ کا امیر مقرر کرکے روانہ کیا ۔ اس کے بعد حجاج نے سندھ پر سعید بن اسلم بن زرعہ کو متعین کیا ۔ معاویہ بن حرث کلابی اور اس کا بھائی محمد بھی جہاد کی غرض سے نکل کھڑے ہوتے ۔ اکثر شہروں پر قبضہ کیا جنگ آوروں کو قید و قتل کیا اور اس کام سے فارغ ہو کر خود سعید پر بھی ہاتھ صاف کر دیا۔ اس خبر کو سن کر حجاج نے بجائے اس کے مجاعہ بن سعید تمیمی کو مامور کیا ۔ زرعہ نے اس سرحد پر بزور و قوت قبضہ حاصل کرکے اپنی حکومت کے ایک برس کے بعد مکران کا بیل کے اکثر شہروں کو فتح کیا۔

حجاج نے کوفہ کا انتظام کرکے وہاں عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود بصرہ کی طرف آیا ۔ بصرہ میں آکر ایک ایسا ہی خطبہ دیا ۔ جیسا کہ کوفہ میں دیا تھا اور مہلب کا ساتھ چھوڑ دینے والوں کو خوب دھمکایا۔

شریک بن عمرو یشکری حجاج کے پاس آیا اور کہا کہ میں فتق کے عارضہ میں مبتلا ہوں

میری اس معذرت کو بشر بن مروان نے بھی قبول کر لیا تھا، آپ بھی قبول کریں اور مجھ کو مہلب کے لشکر کی طرف جانے سے معاف رکھیں۔ حجاج نے اُسی وقت اُس کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ یہ دیکھ کر تمام اہلِ بصرہ ڈر گئے اور فوراً بصرہ سے نکل نکل کر مہلب کے لشکر کی طرف روانہ ہو گئے۔ لوگوں کو کوفہ و بصرہ سے نکال کر حجاج خود بھی مہلب کے لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ جب مہلب کے لشکرگاہ وار ہرمز کا اٹھارہ فرسخ کا فاصلہ رہ گیا تو ڈیرے ڈال دیئے اور کہا کہ اے اہلِ کوفہ و بصرہ تم لوگ اب اُس وقت تک یہاں مقیم رہو گے جب تک کہ خوارج کا بکلی استیصال نہ ہو جائے اس جگہ حجاج نے خود اپنے لئے ایک نیا فتنہ برپا کر لیا۔

مصعب بن زبیرؓ کے زمانے میں لشکریوں کے وظائف میں سو سو درہم کا اضافہ کیا گیا تھا۔ یہ اضافہ آج تک برابر چلا آتا تھا اور کسی نے اس کے کم کرنے کی طرف توجہ نہیں کی تھی حجاج نے اس مقام پر حکم دیا کہ ہر ایک لشکری کو وظیفہ وہی دیا جائے گا جو مصعب بن زبیرؓ سے پہلے مقرر تھا یعنی سو سو درہم ہر شخص کی تنخواہ سے کم کئے جاتے ہیں۔ عبداللہ بن جارود نے اس حکم کو سُن کر کہا کہ ہمارے یہ وظیفے عبدالملک اور اُس کے بھائی بشر بن مروان نے بھی جائز رکھے ہیں تم اس کو کم کرنے کی غلطی کا ارتکاب نہ کرو۔

حجاج نے عبداللہ بن جارُود کی بات پر کچھ التفات نہ کیا۔ عبداللہ بن جارود نے پھر باصرار حجاج کے اس حکم کی مخالفت میں آواز بلند کی۔ مصقلہ بن کرب عبدی نے عبداللہ بن جارُود سے کہا کہ امیر نے جو حکم دیا ہے اُس کی تعمیل کرنا ہمارا فرض ہے مخالفت کرنا ہمارے لئے شایاں نہیں۔ عبداللہ بن جارود مصقلہ کو گالیاں دیتا ہوا حجاج کے دربار سے اُٹھ آیا۔ اور حکیم بن مجاشعی کے پاس آ کر تمام کیفیت بیان کی وہ بھی ہم نوا ہو گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے اکثر لشکری عبداللہ بن جارُود کے مؤید ہو گئے اور سب نے مل کر عبداللہ بن جارود کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کی کہ ہم حجاج کو گورنری سے معزول کر کے عراق سے نکال دیں گے۔ چنانچہ سب نے عبداللہ بن جارود کی افسری میں حجاج کے خیمہ کا محاصرہ کر لیا۔

حجاج کے ساتھ بہت ہی تھوڑے سے آدمی تھے مقابلہ ہوا قریب تھا کہ حجاج مقتول یا گرفتار ہو جائے۔ لیکن شام ہو جانے کی وجہ سے اس کام کو کل پر ملتوی رکھ کر سب اپنے اپنے خیموں کی طرف واپس ہوئے اُن کا اصل مقصد حجاج کو قتل کرنا تھا۔ یہی نہیں بلکہ وہ

اُس کو عراق سے نکال دینا چاہتے تھے۔ رات کو حجاج کے دوستوں نے اُس کو مشورہ دیا کہ تم یہاں سے بھاگ کر عبد الملک کے پاس چلے جاؤ۔ حجاج اسی شش و پنج میں تھا کہ اسی رات مخالفین کے درمیان پھوٹ پڑ گئی اور عباد بن حصین حبطی ابن جارود سے ناراض ہو کر حجاج کے پاس چلا آیا۔ اُس کی دیکھا دیکھی قتیبہ بن مسلم بھی اپنی جماعت کو لے کر حجاج کے پاس آگیا پھر سبرہ بن علی کلابی۔ سعید بن اسلم کلابی۔ جعفر بن عبد الرحمٰن بن مخنف ازدی بھی آگئے غرض صبح ہوتے ہوتے حجاج کے پاس چھ ہزار کی جمعیت فراہم ہو گئی۔ صبح کو دونوں گروہوں میں خوب جم کر مقابلہ ہوا۔

حجاج اور اُس کے ساتھیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے تھے اور عبد اللہ بن جارود کو فتح حاصل ہو چکی تھی کہ ایک تیر عبد اللہ بن جارود کے گلے میں آکر لگا اور اُس کا کام تمام کر گیا۔ عبد اللہ بن جارود کے مرتے ہی حجاج کی شکست فتح سے تبدیل ہو گئی۔ ابنِ جارود کے ہمراہی بہت سے مقتول ہوئے۔ بہت سے امان طلب کر کے پھر حجاج کے لشکر میں آکر شریک ہو گئے۔ حجاج نے عبد اللہ بن جارود اور اُس کے ہمراہی سرداروں کے اٹھارہ سر کاٹ کر مہلب کے پاس بھجوائے مہلب نے اُن کو نیزوں پر نصب کرا دیا تاکہ خوارج دیکھ کر مرعوب ہوں اِدھر ابنِ جارود کے ساتھ حجاج کی معرکہ آرائی ہو رہی تھی اُدھر بصرہ کی طرف سے خبر آئی کہ سوادان کا ایک قبیلہ زنج نامی جو بصرہ اور اُس کے نواح میں سکونت پذیر تھا باغی ہو گیا ہے۔

ابن جارود کے قتل سے فارغ ہو کر حجاج نے اپنے بیٹے حفص نامی کو ایک مختصر فوج دے کر اُن کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور کوفہ کے نائب کو لکھا کہ کوفہ سے اس جدید بغاوت کے فرو کرنے کے لئے فوج روانہ کرے چنانچہ کئی معرکہ آرائیوں کے بعد اس بغاوت کو بھی فرو کر دیا گیا۔

خوارج کی جمعیتیں ایران و خراسان اور عراق کے شہروں سے کھنچ کھنچ کر مقام دارِ ہرمز میں مہلب کے مقابلہ پر آگئی تھیں اور نہایت سختی و شدت کے ساتھ لڑ کر مہلب کو پسپا کرنے اور بصرہ تک پہنچ کر اُس پر قبضہ کر لینے کی کوشش میں یہ لوگ مصروف تھے۔ جب کوفہ و بصرہ سے پیہم امدادی فوجیں روانہ ہوئیں تو مہلب اور عبد الرحمٰن بن مخنف کو جو خوارج کے مقابلہ پر ڈٹے ہوئے تھے۔ بہت قوت حاصل ہو گئی اس سے پہلے تو وہ اپنی فوج کے کم ہونے کی وجہ سے صرف مدافعت میں مصروف تھے اور خوارج کو آگے بڑھنے

سے روک رکھا تھا۔ لیکن اب تقویت پاکر ان دونوں نے خوارج پر جارحانہ حملے شروع کردیئے۔ اور خوارج کی فوج کو پیچھے دھکیلتے ہوئے گازرون تک لے گئے۔ گازرون کے قریب پہنچ کر خوارج جم گئے اور مورچے جما کر مقابلہ کرنے لگے۔

مہلب نے یہ رنگ دیکھکر حفاظت کی غرض سے اپنے لشکرگاہ کے گرد خندق کھدوائی اور دمدمے بنالئے۔ عبدالرحمٰن بن مخنف شروع ہی سے اپنا لشکر مہلب کے لشکر سے جدا رکھتا اور الگ ہی خیمہ زن ہوتا تھا۔ یہاں بھی عبدالرحمٰن نے تھوڑے سے فاصلہ پر اپنی لشکرگاہ قائم کی۔ مہلب نے عبدالرحمٰن کے پاس کہلا بھجوایا کہ اس جگہ شب خون کا سخت خطرہ ہے مناسب یہ ہے کہ تم بھی اپنے لشکر کے گرد خندق کھدوالو۔ عبدالرحمٰن نے جواباً کہلا بھجوایا کہ تم اطمینان رکھو ہماری تلواریں خندق کا کام دیں گی۔ یہ کہکر وہ کھلے میدان میں خیمہ زن رہا۔

ایک روز خوارج نے مہلب پر شب خون مارا۔ لیکن خندق کی وجہ سے وہ آگے نہ بڑھ سکے وہاں سے ناکام رہ کر وہ عبدالرحمٰن بن مخنف کی طرف متوجہ ہوئے میدان صاف تھا۔ برابر بڑھتے چلے گئے اور قتل کرنا شروع کردیا۔ عبدالرحمٰن بن مخنف کی فوج والے سوتے ہوئے اس اچانک حملے کی تاب نہ لاکر گھبراہٹ میں جدھر کو منہ اٹھا بھاگ کھڑے ہوئے۔ عبدالرحمٰن نے بہت تھوڑے سے آدمیوں کو ہمراہ لے کر مقابلہ کیا اور معہ ہمراہیوں کے خوارج کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔ مہلب و عبدالرحمٰن دو سردار تھے۔ مہلب کی فوج میں تمام بصری لوگ شامل تھے اور عبدالرحمٰن کی فوج کوفیوں پر مشتمل تھی۔ کوفی لشکر کا اس معرکہ میں سخت نقصان ہوا۔ اس کی اطلاع حجاج کے پاس پہنچی تو اُس نے عبدالرحمٰن بن مخنف کی جگہ عتاب بن ورقاء کو کوفی لشکر کا سردار مقرر کرکے صاف حکم دیا کہ عتاب مہلب کا ماتحت رہے گا اور مہلب کے ہر ایک حکم کی تعمیل کرنا اُس کا اوّلین فرض ہوگا۔ عتاب کو یہ بات گراں گذری اور اس لئے مہلب و عتاب میں ناچاقی و شکررنجی پیدا ہوئی۔

عتاب نے حجاج کو لکھا کہ مجھ کو واپس بلوا لیجیے۔ حجاج نے اُس کی یہ درخواست منظور کرکے اُسے واپس بلا لیا اور تمام کوفی لشکر براہِ راست مہلب کی سرداری میں دے دیا گیا۔ مہلب نے اس کوفی حصہ فوج پر اپنی طرف سے اپنے بیٹے حبیب بن مہلب کو سردار مقرر کیا۔ اور قریب ایک سال نیشاپور میں ٹھہرا خوارج کا مقابلہ کرتا رہا آخر خوارج کے اندر

خود پھوٹ پڑی اور دو گروہ ہو کر آپس میں لڑنے لگے مہلب نے اس حالت میں اُن پر کوئی حملہ نہیں کیا جب ایک فرقہ نے دوسرے کو مغلوب کر کے طبرستان کی طرف نکال دیا تو مہلب نے غالب فرقہ پر حملہ کر کے اُس کو قتل کیا اور اس طرح خوارج کے فتنے سے ۷۷ھ میں مہلب نے فراغت پائی۔ خوارج اس قدر بہادر اور ایسی بے جگری سے لڑنے والے لوگ تھے کہ اُنھوں نے بسا اوقات دس دس اور بیس بیس گنی فوج کو شکست دے دے کر بھگا دیا ہے۔ ایک مرتبہ ایک ہزار خوارج نے کوفہ کے قریب پچاس ہزار کے لشکر کو شکست فاش دے کر بھگا دیا۔ خوارج کے مقابلے میں صرف مہلب بن ابی صفرہ ہی ایک ایسا سردار تھا جو پورے طور پر کامیاب ہوا۔ جس وقت مہلب خوارج کی جنگ سے فارغ ہو کر کوفہ میں حجاج کے پاس آیا ہے تو حجاج نے ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا اور مہلب کو اپنے برابر مسند پر بٹھایا۔ مہلب کے سات بیٹے تھے اُنھوں نے بھی خوارج کے مقابلے میں انتہائی بہادری کے نمونے دکھائے تھے۔ لہٰذا اُن کی تنخواہوں میں دو دو ہزار درہم سالانہ کا اضافہ کیا گیا۔

خوارج کا جو مغلوب گروہ طبرستان کی طرف بھاگا تھا اُس کے سر پر بھی حجاج نے فوج روانہ کی اور اُنھیں ایام میں وہ لوگ بھی برباد کر دیے گئے۔ ۷۶ھ میں خوارج کے ایک گروہ نے صالح بن مسرح کی سرداری میں موصل کے اندر شورش برپا کی تھی اُن کے مقابلہ کے لئے محمد بن مروان برادرِ عبد الملک امیر موصل نے فوج متعین کی، بہت سے مقابلوں اور معرکوں کے بعد صالح مارا گیا اُس کی جگہ شبیب خوارج کا سردار بنا وہ اپنی جمعیت کو لے کر مدائن کی طرف چلا گیا۔ حجاج نے ان کے تعاقب میں بھی فوجیں کھینچی شروع کیں مگر اُن کو مغلوب نہ کیا جا سکا۔ شبیب کے ہمراہ کل ایک ہزار آدمی تھے۔ ایک مرتبہ وہ انھیں ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ کوفہ میں مقیم رہ کر چلا گیا۔ انھیں ایک ہزار کے مقابلہ پر حجاج نے پچاس ہزار کوفیوں کی فوج بھیجی اور خوارج نے ان پچاس ہزار کو شکست دے کر بھگا دیا۔ آخر یہ ایک ہزار کی جمعیت بھی معہ اپنے سردار شبیب کے غارت و برباد ہو گئی۔

حجاج و مہلب کی عزت افزائی

عبد الملک بن مروان کے لیے حضرت عبد اللہ بن زبیر کے بعد سب سے زیادہ خطرناک

خوارج کا فتنہ تھا اگر عبدالملک خوارج کی طرف سے چند روز اور بے فکر رہتا اور ان کے استیصال کی تدبیروں میں مصروف نہ ہو جاتا تو یقیناً خراسان و فارس و عراق وغیرہ صوبے اُس کے قبضے سے نکل گئے ہوتے اس فتنہ کو فرو کرنے کے لئے حجاج کے سوا کوئی دوسرا شخص عراق کی گورنری کے لئے موزوں نہ تھا۔ حجاج نے اپنے فرائض کو عراق میں آکر نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ مہلب بن ابی صفرہ کا انتخاب بھی خوارج کی سرکوبی کے لئے بہت عمدہ اور صحیح انتخاب تھا۔ اب جبکہ کئی برس کی کوششوں کے بعد خوارج کی طرف سے اطمینان حاصل ہوا تو عبدالملک نے ۷۸ھ میں کوفہ و بصرہ یعنی عراق کے سوا خراسان و سجستان بھی براہِ راست حجاج کی حکومت و انتظام میں دے دیا۔ اس طرح گویا حجاج کو تمام مشرقی ممالک اسلامیہ کا حاکم بنا دیا۔ حجاج نے اسی سال مُہلب بن ابی صفرہ کو خراسان کا امیر اور عبیداللہ بن ابو بکرہ کو سجستان کا امیر بنا کر روانہ کیا۔ مُہلب اب تک ایک مشہور سپہ سالار تھا لیکن اب وہ امیر خراسان بن گیا۔

مُہلب ۷۹ھ تک خود بصرہ ہی میں مقیم رہا اور اپنی طرف سے اپنے بیٹے حبیب کو خراسان کا امیر بنا کر بھیجا۔ حبیب نے باپ کی ہدایت کے موافق خراسان میں جا کر اُمیہ بن عبداللہ اور اُس کے اہل کاروں سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا نہ اُن کی تعظیم و تکریم میں کسی قسم کا فرق آنے دیا۔ مُہلب کی بیٹی ہند بنت مُہلب سے حجاج نے شادی کی اور اس طرح مُہلب کو حجاج کے ساتھ رشتہ داری کا بھی تعلق حاصل ہو گیا۔

۸۰ھ میں مہلب نے خود خراسان میں آکر ملک کا اہتمام و انتظام اپنے ہاتھ میں لیا اور پانچ ہزار کی جمعیت لے کر ماوراءالنہر کی طرف بڑھ کر مقام کش کا محاصرہ کیا۔ یہاں بادشاہ ختن کے چچازاد بھائی نے آکر مدد کی درخواست کی۔ مُہلب نے اپنے بیٹے یزید کو اس کے ساتھ بھیج دیا۔ یزید نے شاہ ختن کو قتل کیا اور ختن کا ملک اُس کے بھتیجے کو سپرد کر کے حسب منشاء عہد نامہ لکھوا کر واپس آیا۔ انھیں ایام میں مُہلب نے اپنے بیٹے حبیب کو چار ہزار فوج دے کر بخارا پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ والیِ بخارا نے چالیس ہزار فوج سے مقابلہ کیا۔ مگر انجام کار حبیب کو فتح اور بخارا والوں کو شکست حاصل ہوئی۔ حبیب بہت سا مالِ غنیمت لے کر مُہلب کی خدمت میں واپس آیا۔ کش کا محاصرہ دو برس تک جاری رہا آخر اہلِ کش نے جزیہ دینا منظور کر لیا اور مہلب بعد صلح قلعہ کش سے واپس ہوا۔

اہلِ کش اور حریث بن قطنہ کی غدّاری

مہلب جب خراسان کے دارالسلطنت مرو میں آکر وہاں سے ماوراء النہر یعنی شہر کش کی طرف روانہ ہوا تو مرو میں اپنے بیٹے مغیرہ کو اپنی طرف سے امیر مقرر کر گیا تھا۔ ابھی کش کا محاصرہ جاری تھا کہ مہلب کے پاس مغیرہ کے فوت ہونے کی خبر پہنچی۔ مہلب نے اپنے بیٹے یزید کو جو مہلب کے پاس موجود تھا، مرو کا حاکم مقرر کرکے تیس آدمیوں کے ساتھ مرو کی طرف روانہ کیا۔ یزید جب بست کے ایک درے میں پہنچا تو وہاں پانچ سو ترکوں سے مڈبھیڑ ہوگئی انھوں نے تمام مال واسباب جو اُن کے ہمراہ تھا طلب کیا یزید نے انکار کیا۔ آخر یزید کے کسی ہمراہی نے کچھ تھوڑا سا مال دے کر اُن ترکوں کو رضامند کرلیا لیکن وہ یہ مال لے کر کچھ دور چلے گئے اور پھر لوٹ کر آئے کہ ہم تمام مال و اسباب لئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔

یزید نے انھیں تیس آدمیوں سے اُن کا مقابلہ کیا اُن کے سردار کو مار ڈالا اور سب کو بھگا دیا۔ مرو میں پہنچ کر یزید اپنے بھائی کی جگہ حکومت کرنے لگا۔ اس واقعہ کے چند ہی روز کے بعد مہلب اہل کش سے صلح کرکے لوٹا۔ اس مصالحت میں یہ بات بھی طے ہوگئی تھی کہ اہل کش اپنے بادشاہ کے لڑکوں کو مسلمانوں کے سپرد کردیں اور یہ لڑکے بطور ضمانت اُس وقت تک مسلمانوں کے زیرِ حراست رہیں جب تک مقررہ رقمِ جزیہ اہلِ کش مسلمانوں کی خدمت میں حاضر کریں۔ مُہلب اپنی طرف سے حریث بن قطنہ کو وہاں زرِ فدیہ یا جزیہ وصول کرنے اور لڑکوں کو واپس دینے کی غرض سے چھوڑ آیا تھا مہلب جب کش سے روانہ ہو کر بلخ پہنچا تو اُس نے حریث بن قطنہ کو ایک قاصد کے ذریعہ اطلاع دی کہ تم زرِ فدیہ لے کر لڑکوں کو اُس وقت تک نہ چھوڑنا جب تک کہ تم خود سرزمینِ بلخ میں نہ پہنچ جاؤ۔

مدعا اس سے مہلب کا یہ تھا جو وقت راستے میں یزید کو پیش آئی تھی وہی مصیبت حریث کو پیش نہ آئے۔ حریث نے فوراً یہ خط اہلِ کش کو دکھا دیا اور کہا کہ اگر تم فوراً زرِ جزیہ مجھ کو دے دو تو میں تمھارے لڑکوں کو یہیں تمھارے سپرد کردوں گا اور امیر مُہلب سے کہہ دوں گا کہ آپ کا خط آنے سے پہلے میں روپیہ لے کر لڑکے واپس دے چکا تھا۔ اہلِ کش نے فوراً روپیہ ادا کردیا۔ اور لڑکے واپس لے لئے۔

راستے میں ترکوں نے حریث کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جو یزید کے ساتھ کیا تھا۔ لڑائی ہوئی

بہت سے آدمی حریث کے مارے گئے بہت سے ترکوں نے گرفتار کر لئے اور پھر ان گرفتاروں کو زر فدیہ لے کر واپس کیا۔ جب مہلب کے پاس حریث بن قطنہ پہنچا تو اُس نے اپنے حکم کی خلاف ورزی کی سزا میں بیس کوڑے لگوائے۔ اس سزا کے بعد حریث نے لوگوں کے سامنے مہلب کے مار ڈالنے کی قسم کھائی۔ مہلب کو اس کا حال معلوم ہوا تو اُس نے حریث کے بھائی ثابت بن قطنہ کو بُلا کر نرمی کے ساتھ سمجھایا اور حریث کو اپنے سامنے بُلوایا۔ حریث نے مہلب کے سامنے بھی اپنی گستاخانہ قسم کا اعادہ کیا۔ مہلب نے چشم پوشی کی راہ سے رخصت کر دیا۔ حریث و ثابت اب اپنے دل میں ڈر سے اور اپنے تین سو ہمراہیوں کو لے کر مہلب کے پاس سے بھاگ گئے اور سیدھے موسیٰ بن عبداللہ بن حازم کے پاس مقام ترمذ میں پہنچ گئے۔ موسیٰ بن عبداللہ بن حازم کا حال اوپر پڑھ چکے ہو کہ اُس نے اپنی الگ ایک خودمختار حکومت قائم کر لی تھی۔ اور خراسان کے امیروں سے برسرِ پرخاش رہتا تھا۔ یہ واقعہ ۸۲ھ کا ہے۔

مُہلب کی وفات اور بیٹوں کو وصیّت

مُہلب کو اپنے بیٹے مغیرہ کی وفات کا سخت صدمہ ہوا تھا۔ مرو میں واپس آکر وہ بہت دنوں نہیں جیا اور ۸۲ھ کے آخری مہینوں میں بیمار ہو کر مرو میں فوت ہوا۔ امیر مہلب کی بہادری نیک طینتی اور وفاداری خاص طور پر مشہور ہے۔ مہلب کا چال چلن کبھی بدعہدی۔ بے وفائی اور غدر و بغاوت سے ملوث نہیں ہوا۔ اُس نے ہمیشہ خلیفہ وقت کی اطاعت اور اُس کے ہر ایک حکم کی تعمیل کو ضروری سمجھا۔ مرتے وقت اپنے بیٹے یزید کو اپنی جگہ خراسان کا امیر اور دوسرے بیٹے جبیب کو نمازوں کا امام مقرر کر گیا۔ اور تمام بیٹوں کو جمع کر کے اس طرح وصیّت کی کہ

"میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے اور صلۂ رحم کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اس سے عُمر کی درازی مال کی زیادتی اور نفوس کی کثرت ہوتی ہے خوفِ خدا اور صلۂ رحم کے ترک کرنے سے میں تم کو منع کرتا ہوں کیونکہ ان کے ترک کرنے سے دوزخ میں جانے کا سامان ہوتا ہے۔ ذلت حاصل ہوتی ہے اور نفوس کی کمی ہو جاتی ہے تم پر امیر کی اطاعت اور جماعت

مسلمین سے اتفاق کرنا فرض ہے۔ مناسب یہ ہے کہ تمھارے افعال تمھارے اقوال سے بہتر ہوں جلد جواب دینے سے پرہیز کرو اور زبان کو لغزش سے بچاؤ کیونکہ آدمی پاؤں کی لغزش سے سنبھل جاتا ہے اور زبان کی لغزش سے مارا جاتا ہے۔ جن لوگوں کے حقوق تم پر ہوں اُن کو ادا کرو۔ لوگوں کے حقوق ادا کرنا صبح و شام بیٹھ کر باتیں بنانا اور فضول بکنے سے بہتر ہے۔ خوشامدیوں کی خوشامد میں نہ آجانا۔ سخاوت کو کنجوسی پر ترجیح دینا۔ نیکی کو زندہ رکھو اور ہمیشہ نیک کام کرنے کی کوشش کرو۔ لڑائی میں چوکس اور ہوشیار رہنے کا زیادہ خیال رکھنا کیونکہ یہ شجاعت زیادہ مفید ہے جس وقت مقابلہ ہوتا ہے اُس وقت آسمان سے قضا نازل ہوتی ہے۔ اگر آدمی نے ہمت بلند معلی اور ہوشیاری سے کام لیا تو کامیاب ہو گیا اور اگر بد حواسی چھا گئی تو ناکام رہا۔ لیکن سب پر حکم الٰہی غالب ہے۔ قرأتِ قرآن تعلیم سُنن اور آدابِ صالحین اپنے اوپر فرض کر لو۔ اپنی مجلسوں میں زیادہ گفتگو کرنے سے پرہیز کرو۔"

حجاج بن یوسف اور عبدالرحمٰن بن محمد

اوپر ذکر آچکا ہے کہ ۷۸ھ میں حجاج نے مُہلب کو خراسان کا اور عبیداللہ بن ابی بکرہ کو سجستان و سندھ کا امیر مقرر کیا تھا۔ سندھ و سجستان (سیستان) پر مشرق کی طرف سے ہندیوں کے اور شمال کی طرف سے ترکوں اور مغلوں کے حملے ہوتے رہتے تھے اس لیے حجاج نے ہمیان بن عدی اسدی کو ایک چست و چالاک اور خوب مسلح دستہ فوج دے کر مقام کرمان میں مقیم کر دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ جس وقت سجستان و سندھ کے عامل کو ضرورت پیش آئے اُس کی مدد کرو۔ عبیداللہ بن ابی بکرہ اپنے صوبہ میں پہنچ کر انتظام مُلکی میں مصروف ہوا۔ اور ہمیان بن عدی کرمان میں ایک زبردست فوج اپنے ماتحت دیکھ کر باغی ہو گیا اور بجائے مدد دینے کے خود عبیداللہ بن ابی بکرہ کے علاقہ پر حملے کرنے لگا۔

حجاج نے اس واقعہ سے واقف ہو کر عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کو ہمیان بن عدی کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا عبدالرحمٰن بن محمد نے ہمیان بن عدی کو ہزیمت دے کر آوارہ

کر دیا اور خود چند روز کرمان میں مقیم رہ کر واپس چلا آیا۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ شاہ ترکستان مسمّی رتبیل نے خراج ادا کرنے کا وعدہ کرکے مسلمانوں سے صلح کر لی تھی۔ عبید اللہ کے آنے پر وہ چند روز عبید اللہ کو خراج ادا کرتا رہا لیکن پھر سرکشی پر آمادہ ہو گیا۔ عبید اللہ نے اُس کے ملک پر چڑھائی کی۔ رتبیل کے قبضہ میں بدخشاں وکافرستان وافغانستان وغیرہ کا علاقہ تبّت تک تھا۔ عبید اللہ نے اُس کے علاقہ پر فوج کشی کی وہ سامنے سے فرار ہوتا ہوا عبید اللہ بن ابی بکرہ کو ایسے مقام تک لے گیا جہاں سے عبید اللہ کے لئے واپس ہونا سخت دشوار تھا۔ آخر مسلمانوں کی فوج دروں میں گھر گئی بہت سے آدمی ضائع ہوئے شریح بن ہانی بھی اسی جگہ کام آئے بقیہ جو واپس آئے بڑی بُری حالت میں اپنے مقام تک پہنچے ۔ جب اس لشکر کی اس تباہی و بربادی کا حال حجاج بن یوسف ثقفی کو معلوم ہوا تو اُس نے عبد الملک کو اطلاع دے کر رتبیل کے علاقہ پر چڑھائی کرنے کی اجازت طلب کی عبد الملک نے اجازت دے دی۔ حجاج نے بیس ہزار سوار کوفہ سے اور بیس ہزار پیدل بصرہ سے مرتب کرکے اس چالیس ہزار کے لشکر آزمودہ کار پر عبد الرحمٰن بن محمد اشعث کو سردار بنایا۔ اسی عرصہ میں خبر پہنچی کہ عبید اللہ بن ابی بکرہ نے سجستان میں وفات پائی۔

حجاج نے عبد الرحمٰن بن محمد بن اشعث کو سجستان کی سندِ گورنری بھی عطا کی اور رتبیل کے ملک پر چڑھائی کرنے کے لئے روانہ کیا۔ عبد الرحمٰن بن محمد جب عساکر اسلام کے ساتھ سجستان پہنچا اور رتبیل کو معلوم ہوا کہ اب میرے ملک پر حملہ ہونے والا ہے تو بہت گھبرایا مگر کچھ نہ کر سکا۔ عبد الرحمٰن نے اُس کے ملک کو فتح کرنا شروع کیا اور اس بات کا لحاظ رکھا کہ جوں جوں آگے کو بڑھے پہاڑوں کے دروں اور گھاٹیوں میں چوکی پہرے قائم کرتا جائے غرض رتبیل کے ملک کا آدھے سے زیادہ حصہ فتح کرکے پیش قدمی کو آئندہ سال کے لئے روک دیا۔ اور حجاج کو فتح نامہ کے ساتھ اطلاع دی کہ باقی حصہ ہم نے آئندہ سال کے لئے چھوڑ دیا ہے تاکہ اس مفتوحہ علاقہ کا انتظام عمدگی سے کر لیں اور فوج بھی تازہ دم ہو جائے۔

حجاج اس عرض داشت کو پڑھ کر سخت ناراض ہوا اُس نے فوراً حکم بھیجا کہ تم اپنی پیش قدمی کو جاری رکھو۔ رتبیل کی فوج کے لوگوں کو جو تمہاری قید میں ہیں قتل کر دو اور قلعوں کو منہدم کر دو۔ اس حکم کے پہنچنے سے پہلے ہی فوراً دوسرا اور تیسرا حکم بھی اسی مضمون

کا روانہ کیا۔ تیسرے حکم میں یہ بھی لکھا کہ اگر تو نے ہمارے اس حکم کی تعمیل کی تو بہتر ورنہ تو اپنے آپ کو معزول سمجھ اور تیری جگہ تیرا بھائی اسحٰق بن محمد بن اشعث امیر لشکر ہے۔ یہ تینوں حکم عبدالرحمٰن بن محمد کے پاس یکے بعد دیگرے پہنچے۔ عبدالرحمٰن نے حجاج کے احکام کو پڑھ کر تمام لشکر کو جمع کر کے ایک تقریر کی اور کہا کہ "میں نے تم سب لوگوں کے مشورے سے یہ بات قرار دی تھی کہ ہم ترکوں کے مفتوحہ ملک کا انتظام کریں اور اس سال اپنی مضبوطی اور تیاری مکمل کر کے آئندہ سال بقیہ ملک کو فتح کریں لیکن حجاج ترکوں سے لڑنے اور بلا توقف حملہ آور ہونے کو لکھتا ہے اُسے تمھارے تھک جانے اور آرام کرنے کا بھی خیال نہیں ہے یہ وہی ملک ہے جہاں تمھارے بھائی پچھلے دنوں برباد ہو چکے ہیں۔ میں بھی تمھارا بھائی اور تم ہی جیسا ایک شخص ہوں۔ اگر سب لوگ لڑنے اور آگے بڑھنے پر آمادہ ہیں تو میں سب کے ساتھ ہوں"۔

اس تقریر کو سُن کر تمام کوفی و بصری یک لخت برافروختہ ہو گئے۔ اور یک زبان ہو کر کہنے لگے ہم حجاج کی اطاعت ہرگز نہ کریں گے اور ہرگز اُس کا کہنا نہ مانیں گے۔ عامل بن وائلہ کنانی کہنے لگا کہ حجاج تو خدا کا دشمن ہے اُس کو امارت سے معزول کر کے عبدالرحمٰن بن محمد کے ہاتھ پر امارت کی بیعت کر لو۔ ہر طرف سے لوگ بول اُٹھے کہ ہاں ہاں ہمیں بہ بات بدل منظور ہے۔ عبدالرحمٰن بن شیث ربعی نے اُٹھ کر کہا چلو دشمنِ خدا حجاج کو اپنے شہر سے نکال دو۔ یہ سنتے ہی تمام لشکری عبدالرحمٰن کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو ٹوٹ پڑے اور اُنھوں نے عہد کیا کہ ہم حجاج کو عراق سے نکال کر چھوڑیں گے اُسی وقت عبدالرحمٰن بن محمد نے رتبیل کے پاس پیغام بھیجا اور اس شرط پر فوراً صلح ہو گئی کہ اگر ہم حجاج کے خارج کرنے میں کامیاب ہو گئے تو رتبیل کے ملک کا تمام خراج معاف کر دیا جائے گا اور اگر حجاج غالب آیا تو رتبیل اُس کو یا اُس کی فوج کو اپنے علاقے میں داخل ہونے سے روکے گا اور ہر سہر مقابلہ پیش آئے گا۔

چنانچہ یہ لشکر تمام فتح کئے ہوئے علاقے کو چھوڑ کر عراق کی طرف واپس روانہ ہوا۔ جب اس لشکر کے واپس آنے کا حال حجاج کو معلوم ہوا تو اُس نے عبدالملک کو لکھا کہ یہ صورت پیش آئی ہے اب میری مدد کے لئے فوج روانہ کرو۔ عبدالملک نے فوج روانہ کی۔ مہلب کو جب اس حادثہ کی اطلاع ہوئی تو اُس نے حجاج کو ہمدردانہ لکھا کہ تم اہلِ عراق کو واپس آ کر اپنے اپنے گھروں میں پہنچ جانے دو۔ اور اُن سے بالکل متعارض نہ ہو۔

حجاج نے اس مشورے کی کوئی پرواہ نہیں کی بلکہ وہ عراقیوں سے بدظن ہو گیا۔ اُس نے مہلب

کی نسبت بھی اپنے دل میں بدگمانی کو راہ دی اور یہ خیال کیا کہ مہلب گورنر خراسان بھی ضرور اُن لوگوں کا ہم خیال و مشیر ہوگا۔ عبدالملک کی فرستادہ فوجیں جب آگئیں تو حجاج اُن کو لے کر بصرہ سے اس طرف آگے بڑھا اور مقام تستر میں پہنچ کر سواروں کے دستے کو بطور مقدمۃ الجیش آگے بڑھایا عبدالرحمٰن بن محمد بھی قریب پہنچ چکا تھا۔ عبدالرحمٰن کے سواروں نے حجاج کے سواروں کو شکست دے کر بھگا دیا اور ایک بڑے حصے کو قتل کر ڈالا۔

اب حجاج تستر سے مجبوراً بصرہ کی طرف لوٹا اور مقام زاویہ کی طرف مُڑ گیا عبدالرحمٰن سیدھا بصرہ میں داخل ہوا اہلِ بصرہ نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حجاج کو مہلب کی نصیحت یاد آئی کہ اُس نے جو کچھ لکھا تھا دُرست لکھا تھا۔ اہلِ بصرہ حجاج کی سخت گیری سے نالاں تھے سب کے سب عبدالملک بن مروان کے خلع خلافت اور حجاج سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

یہ واقعہ آخر ذوالحجہ ۸۱ھ کا ہے شروع محرم ۸۲ھ سے حجاج اور عبدالرحمٰن بن محمد کے درمیان لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ کبھی حجاج غالب ہوتا کبھی عبدالرحمٰن لیکن ۲۹ محرم ۸۲ھ کو جو لڑائی ہوئی اُس میں عبدالرحمٰن بن محمد کو شکست فاش حاصل ہوتی عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث اپنے شکست خوردہ ہمراہیوں کو لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوا اور کوفہ و دارالامارۃ پر قابض ہوگیا۔ اہل بصرہ نے عبدالرحمٰن بن محمد کی شکست کے بعد عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حرث بن عبدالمطلب کے ہاتھ پر بیعت کی اور حجاج کے ساتھ مقابلہ و مقاتلہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ پانچ چھ روز تک عبدالرحمٰن بن عباس نے حجاج کا خوب سختی سے مقابلہ کیا اس فرصت سے عبدالرحمٰن بن محمد کوفہ پر بآسانی قابض و متصرف ہو گیا۔ آخر عبدالرحمٰن بن عباس بھی معہ بہت سے بصریوں کے بصرہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور عبدالرحمٰن بن محمد سے کوفہ میں جا ملا۔ حجاج بصرہ میں داخل ہوا اور حکیم بن ایوب ثقفی کو بصرہ میں حاکم مقرر کر کے خود کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ مقام دیر قرہ میں ڈیرے ڈالے اُدھر کوفہ سے عبدالرحمٰن بن محمد نکلا اور دیر جم پر مورچے باندھے۔ طرفین سے خندقیں مورچے دمدمے باندھے گئے۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ یہ لڑائی عرصہ تک جاری رہی ہر روز دونوں طرف کی فوجیں میدان میں نکلتیں اور ایک دوسرے کو پیچھے ہٹاتیں لیکن کوئی فیصلہ جنگ کا نہ ہوتا تھا۔ آخر عبدالملک نے اپنے بیٹے عبداللہ اور اپنے بھائی محمد بن مروان کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ کیا اور اہلِ عراق کی طرف ان دونوں کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ

"ہم حجاج کو معزول کئے دیتے ہیں۔ اہل عراق کے وظائف مثل اہلِ شام کے مقرر کردیں گے۔ عبدالرحمٰن بن محمد جس صوبہ کی حکومت پسند کرے اُس کو دے دی جائے گی"۔

حجاج کو اس پیغام کا حال معلوم ہوکر سخت صدمہ ہوا اُس نے عبداللہ و محمد کو اس پیغام کے پہنچانے سے روک کر عبدالملک کو خط لکھا کہ اس طرزِ عمل سے اہلِ عراق کبھی آپ کے مغلوب و محکوم نہ ہوں گے اور اُن کی سرکشی ترقی کرے گی۔ لیکن عبدالملک نے حجاج کی بات کو ناپسند کیا اور عبداللہ و محمد نے عبدالملک کا پیغام اہلِ عراق تک پہنچادیا۔

اہلِ عراق کے لئے یہ بہت بڑی کامیابی تھی اور عبدالرحمٰن بن محمد اس کے تسلیم کرنے پر آمادہ تھا لیکن لشکریوں نے اس بات کو نہیں مانا اور سب نے مخالفت میں آواز بلند کرکے عبدالملک کے خلعِ خلافت کے لئے تجدیدِ بیعت کی۔ عبداللہ و محمد یہ صورت دیکھ کر اپنی فوج حجاج کے پاس چھوڑ کر خود عبدالملک کے پاس واپس چلے گئے۔ اب طرفین میں تازہ جوش اور تازہ تیاریوں کے ساتھ پھر بڑے زور کی لڑائی شروع ہوئی اور ایک سال تک برابر لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ طرفین ہر روز اپنے اپنے مورچوں سے نکل کر نبرد آزما ہوتے اور شام کو اپنے مورچوں میں واپس چلے جاتے ان لڑائیوں میں عبدالرحمٰن بن محمد کا پلہ بھاری نظر آتا تھا اور حجاج کا نقصان زیادہ ہوتا تھا۔ لیکن حجاج کے پاس شام سے برابر امداد پہنچ رہی تھی۔ آخر ۱۵ر جمادی الثانی ۸۳ھ کو ایک بہت بڑی فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ اس لڑائی میں بعض اتفاقی واقعات کی بنا پر حجاج کو فتح ہوئی اور وہ فوراً کوفہ میں داخل ہو کر قابض ہوگیا۔ عبدالرحمٰن بن محمد نے وہاں سے بصرہ کا رخ ہوگیا اور حجاج کے عامل کو نکال کر فوراً بصرہ پر قبضہ کرلیا۔ حجاج نے کوفہ والوں سے بیعت لینی شروع کی اور جس نے تامل کیا اس کو بلا دریغ قتل کیا گیا۔

عبدالرحمٰن بن محمد کے پاس بصرہ میں ایک بڑا لشکر مجتمع ہوگیا اور اُس نے حجاج پر حملہ کرنے کا قصد کیا۔ حجاج یہ خبر سُن کر کوفہ سے ایک زبردست شامی لشکر لے کر بصرہ کی طرف چلا۔ یکم شعبان ۸۳ھ سے لڑائی شروع ہوتی ۱۵ر شعبان تک نہایت زور شور کے ساتھ لڑائی جاری رہی۔ حجاج کو کئی مرتبہ شکست ہوئی لیکن وہ ہمیں سنبھل گیا۔ حجاج کے لشکر میں عبدالملک بن مہلب بھی موجود تھا۔ ۱۵ر شعبان کو جب کہ عبدالرحمٰن بن محمد نے

حجاج کو شکست فاش دے دی تھی۔ عبدالملک بن مہلب نے اپنے ہمراہی سواروں کو لے کر اچانک عبدالرحمٰن پر حملہ کیا جب کہ وہ حجاج کے کیمپ کو لوٹ کر اور میدان سے بھگا کر اپنے لشکر گاہ میں مظفر و فتح مند واپس آیا تھا۔ اس اچانک حملہ نے عبدالرحمٰن کے ہمراہیوں کو سراسیمہ کر دیا اور وہ بھاگ پڑے بہت سے خندقوں میں گر کر ہلاک ہوئے بہت سے مارے گئے بہت سے اپنی جان سلامت لے گئے۔

حجاج جو شکست پا چکا تھا واپس آ کر عبدالرحمٰن بن محمد کے لشکر گاہ پر قابض ہوا۔ اس شکست کے بعد عبدالرحمٰن بن محمد بصرہ سے سوس سابور، کرمان، زرنج، بست، ہوتا ہوا رتبیل شاہ ترکستان کے پاس چلا گیا۔ عبدالرحمٰن بن محمد کے ہمراہیوں نے سجستان کے قریب جمع ہو کر عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حرث بن عبدالمطلب کو اپنی نمازوں کا امام بنایا اور اپنے ساتھیوں کو ہر طرف سے بلایا اور عبدالرحمٰن بن محمد کے پاس پیغام بھیجا کہ تم واپس چلے آؤ اور خراسان پر قبضہ کر لو۔ عبدالرحمٰن بن محمد نے کہا کہ خراسان پر یزید بن مہلب حکمران ہے خراسان کا اس سے چھین لینا آسان کام نہیں۔ لیکن ان لوگوں نے باصرار عبدالرحمٰن بن محمد کو بلایا وہ رتبیل کے پاس سے رخصت ہو کر آیا۔ ان لوگوں کی تعداد بیس ہزار تھی ان کو لے کر ہرات کی طرف گیا ہرات پر قبضہ کیا۔ یزید بن مہلب فوج لے کر مقابلہ پر آیا جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو لڑائی شروع ہونے سے پیشتر ہی عبدالرحمٰن بن محمد کے لشکری میدان سے بھاگنے لگے۔ مجبوراً عبدالرحمٰن بن محمد نے اپنے چند ہمراہیوں سے مقابلہ کیا بہت سے مقتول و گرفتار ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن محمد وہاں سے سندھ کی طرف بھاگا۔ یزید نے اپنی فوج کو تعاقب کرنے سے روک دیا۔ عبدالرحمٰن بن محمد سندھ پہنچ گیا۔ یزید نے جنگ ہرات میں جن لوگوں کو قید کیا تھا انھیں مروسے جا کر وہاں سے حجاج کے پاس بھیج دیا۔ انھیں قیدیوں میں محمد بن سعد بن ابی وقاص بھی تھے جو حجاج کے حکم سے قتل ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث سندھ سے رتبیل کے پاس چلا گیا اور وہاں جا کر سل کے عارضہ میں بیمار ہو گیا۔ حجاج نے رتبیل کو لکھا کہ عبدالرحمٰن بن محمد کا سر کاٹ کر بھیج دو تو دس برس کا خراج تم کو معاف کر دیا جائے گا۔ رتبیل نے اس بیمار کا سر کاٹ کر حجاج کے پاس بھیج دیا۔ یہ واقعہ ۸۴ھ کا ہے۔

شہر واسط کی آبادی

اوپر پڑھ چکے ہو کہ عبدالرحمٰن بن محمد کے مقابلہ کی غرض سے حجاج کو عبدالملک کے پاس سے بار بار فوجی امداد طلب کرنی پڑی تھی۔ جب عبدالرحمٰن بن محمد عراق سے بے دخل ہو کر سجستان کی طرف واپس آیا ہے تو حجاج کے پاس شامی لشکر بہت زیادہ تعداد میں موجود تھا۔ اہلِ کوفہ و بصرہ کی طرف سے حجاج کو اطمینان نہ تھا کیونکہ عبدالرحمٰن بن محمد کے ساتھ شریک ہو کر لڑنے والے اہلِ کوفہ و اہلِ بصرہ ہی تھے۔ لہٰذا شامی لشکر کو ایک عرصہ تک کوفہ میں اپنے پاس رکھنا نہایت ضروری تھا۔ اول حجاج نے حکم دیا کہ شامی لوگ کوفیوں کے گھروں میں قیام کریں لیکن چند ہی روز کے بعد شامی لوگوں نے کوفی عورتوں کے ساتھ بدعنوانیاں شروع کر دیں اس کا حال حجاج کو معلوم ہوا تو اُس نے اس شامی لشکر کے لئے ایک الگ چھاؤنی قائم کرنی ضروری سمجھی۔ چنانچہ اُس نے تجربہ کار لوگوں کی ایک جماعت کو مامور کیا کہ وہ چھاؤنی کے لئے کوئی مناسب مقام تجویز کریں۔ ان لوگوں نے ایک راہب کو دیکھا کہ وہ ایک مقام کو نجاست سے پاک و صاف کر رہا ہے۔ راہب سے جب اس کی وجہ دریافت کی تو اُس نے جواب دیا کہ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ اس مقام پر عبادت کے لئے ایک مسجد بنائی جائے گی جہاں خدائے تعالیٰ کی عبادت کی جائے گی۔ لہٰذا میں اس جگہ کو پاک و صاف کر رہا ہوں اُن لوگوں نے حجاج سے آ کر یہ کیفیت بیان کی حجاج نے اُس خاص مقام پر ایک مسجد بنا کر اُسی کے اِردگرد فوجی چھاؤنی قائم کر دی اور شامیوں کو وہاں چلے جانے کا حکم دیا۔ یہی شہر واسط کی ابتدا تھی۔ یہ واقعہ ۸۳ھ کا ہے۔

یزید بن مہلب کی معزولی

حجاج نے عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث سے فارغ ہو کر اہلِ عراق پر نہایت سختی روا رکھی اور چُن چُن کر اُن کے سرداروں کو قتل کرنا شروع کیا۔ عراق یعنی کوفہ و بصرہ کا کوئی بھی نامور گھرانا ایسا نہ تھا جس میں سے کوئی نہ کوئی شخص حجاج کے حکم سے قتل نہ ہوا ہو اور اُس کو ذلت و سختی برداشت نہ کرنی پڑی ہو۔ صرف ایک مہلب کا گھرانا ایسا تھا جو باوفا رہنے کے سبب محفوظ رہا تھا۔ یزید بن مہلب خراسان کا گورنر اور حجاج و عبدالملک کا فرماں بردار

تھا۔ حجاج نے کئی مرتبہ یزید کو اپنے پاس کوفہ میں طلب کیا لیکن ہر مرتبہ خراسان میں ایسی مصروفیتیں یزید کے لئے موجود تھیں کہ اس نے عذر کیا اور کوفہ نہ آسکا۔ حجاج شکی مزاج بھی تھا اُس نے یزید بن مُہلب کی نسبت بدگمانی کو دل میں جگہ دی اور اس امر کے درپے ہوا کہ اُس کو خراسان کی حکومت سے بے دخل کیا جائے۔ چنانچہ اُس نے عبدالملک کو یزید کی شکایتیں لکھنی شروع کیں۔ عبدالملک نے ہر مرتبہ حجاج کو لکھا کہ مہلب اور اُس کے بیٹے ہمیشہ ہمارے خیرخواہ اور نمک حلال رہے ہیں وہ مستحق رعایت ہیں لیکن حجاج بار بار اور باصرار شکایتیں لکھتا رہا۔ عبدالملک نے مجبور ہو کر حجاج کو لکھا کہ تم کو چونکہ اپنی تجویز پر اصرار ہے لہٰذا میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ جس کو مناسب سمجھو خراسان کا حاکم مقرر کردو۔ حجاج نے اس اندیشہ سے کہ کہیں خراسان کا مسئلہ پیچیدگی اختیار نہ کرے اور اُس پر دوسرے عامل کا قبضہ نہ ہو سکے، اوّل یہ حکم یزید کے پاس بھیجا کہ تم اپنے بھائی مفضل بن مُہلب کو خراسان کا مُلک سپرد کر کے میرے پاس آؤ۔ یزید ابھی سامان سفر ہی درست کر رہا تھا کہ حجاج کا دوسرا حکم اور مفضل کے نام خراسان کی سندِ گورنری پہنچی۔ یزید نے اپنے بھائی سے کہا کہ تم اس سندِ گورنری سے دھوکا نہ کھا جانا حجاج نے صرف میری وجہ سے کہ کہیں خراسان کی حکومت چھوڑنے سے انکار نہ کرے تم کو خراسان کا گورنر بنایا ہے۔ وہ چند روز کے بعد تم کو بھی معزول کر دے گا یہ کہکر یزید مرو سے ربیع الثانی ۸۵ھ کو روانہ ہو گیا۔ یزید کا خیال بالکل صحیح ثابت ہوا اور حجاج نے نو مہینے کے بعد مفضل بن مہلب کو خراسان کی گورنری سے معزول کر کے قتیبہ بن مسلم کو خراسان کی گورنری پر مامور کیا۔

موسیٰ بن حازم

موسیٰ بن عبداللہ بن حازم کا ذکر اوپر آچکا ہے کہ اُس نے ترمذ میں اپنی ایک خودمختار حکومت قائم کر لی تھی۔ یہ بھی ذکر آچکا ہے کہ حریث و ثابت پسرانِ قطنہ خزاعی مہلب کے پاس سے فرار ہو کر موسیٰ بن عبداللہ کے پاس ترمذ میں چلے گئے تھے۔ مہلب جب خراسان کا گورنر ہوا تو اُس نے اپنے عہدِ حکومت میں موسیٰ بن عبداللہ سے مطلق چھیڑ چھاڑ نہیں کی اور اپنے بیٹوں کو بھی نصیحت کی کہ تم لوگ موسیٰ سے ہمیشہ درگذر کا برتاؤ کرنا کیونکہ اگر موسیٰ بن عبداللہ نہ ہوا تو پھر خراسان کی گورنری پر کوئی شخص بنو قیس سے آئے گا ہرات کے قریب جب عبدالرحمٰن

بن محمد کو یزید بن مہلب کے مقابلہ میں ہزیمت ہوئی تو عبدالرحمٰن بن محمد اور عبدالرحمٰن بن عباس کے ہمراہی لوگ جو اس جگہ سے فرار ہوئے وہ بھی سیدھے ترمذ میں موسیٰ بن عبداللہ کے پاس پہنچے۔ جب عبدالرحمٰن بن محمد کا سر کاٹ کر رتبیل نے حجاج کے پاس بھیجا تو عبدالرحمٰن کے ہمراہی رتبیل کے پاس سے بھاگ کر موسیٰ بن عبداللہ کے پاس آئے اور ترمذ میں پناہ گزین ہوئے۔ اسی طرح موسیٰ بن عبداللہ کے پاس ترمذ میں آٹھ ہزار عربوں کی جمعیت فراہم ہوگئی۔ حریث و ثابت دونوں بھائی وزارت و سپہ سالاری کی خدمات انجام دیتے تھے اور موسیٰ بن عبداللہ خود مختار بادشاہ تھا۔ حریث و ثابت نے موسیٰ سے کہا کہ اہلِ اہلِ بخارا اور تمام ترک سردار یزید بن مہلب سے ناراض ہیں آؤ ان سب کو اپنے ساتھ ملا کر یزید بن مہلب کو خراسان سے بے دخل کر کے ملک خراسان پر قبضہ کرلیں۔ موسیٰ نے کہا کہ اگر یزید کو خراسان سے نکال دیا تو عبدالملک کا کوئی دوسرا گورنر آکر قابض ہو جائے گا۔ اور ہم خراسان کو بچا نہ سکیں گے۔ اس سے تو بہتر یہ ہے کہ ہم ماوراء النہر یعنی ترکستان کے علاقوں سے عبدالملک کے عاملوں کو نکال دیں۔ اس ملک پر ہم بہ آسانی اپنا قبضہ قائم رکھ سکیں گے کیونکہ ادھر ہر طرف سے عبدالملک کی فوجیں نہیں آسکتیں اور تمام سرحدوں پر ترک و مغل موجود ہیں جو ہماری مدد کریں گے۔ چنانچہ ماوراء النہر کے علاقے سے تمام عاملوں کو نکال دیا گیا اور موسیٰ بن عبداللہ کی حکومت ترمذ میں خوب مضبوط و مستقل ہوگئی۔

چند روز کے بعد ترکوں، مغلوں اور تبتیوں نے مل کر موسیٰ کے ملک پر حملہ کیا۔ ترکوں کا سردار دس ہزار فوج لیے ہوئے ایک ٹیلہ پر کھڑا تھا۔ حریث بن قطنہ نے اس پر حملہ کیا۔ یہ حملہ اس شدت و سختی کے ساتھ کیا گیا کہ ترکوں کو ٹیلہ کے پیچھے پناہ لینی پڑی۔ اسی ہنگامہ دار و گیر میں ایک تیر حریث بن قطنہ کی پیشانی پر آلگا۔ زخم ایسا کاری تھا کہ دو دن کے بعد حریث فوت ہوگیا۔ اس روز چونکہ شام ہوگئی تھی لڑائی ملتوی کردی گئی۔ اگلے دن موسیٰ نے حملہ کر کے ترکوں وغیرہ کو شکست فاش دی اور بہت سا مال غنیمت لے کر ترمذ کے قلعہ میں واپس آیا۔ حریث کے مرنے کے بعد اس کا بھائی ثابت بن قطنہ موسیٰ کی طرف سے متوہم ہو کر موسیٰ سے جدا ہوا اور ترمذ سے بھاگ کر مقام حوشرا میں آکر قیام کیا اور اپنے پاس اہلِ عرب و عجم کی جمعیت فراہم کرنے لگا۔

موسیٰ بن عبداللہ اس کے مقابلے کو فوج لے کر ترمذ سے چلا تو اہلِ بخارا، اہلِ کش اہلِ

نسف وغیرہ سب ثابت کی مدد کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے موسیٰ کو مجبوراً ترمذ میں واپس آنا پڑا۔ چند روز کے بعد تمام اتراک جمع ہوتے ثابت بن قطنہ کو اپنے ہمراہ لیا اور اسّی ہزار کی جمعیت عظیم نے ترمذ کا محاصرہ کر لیا۔ موسیٰ نے بڑے عزم و ہمت کے ساتھ مدافعت کی۔ ثابت بن قطنہ مارا گیا اور اتراک بھی آوارہ و پریشان ہو کر اور محاصرہ اٹھا کر چل دیئے۔

اس ہنگامے سے فارغ ہوئے صرف چند ہی روز گذرے تھے کہ یزید بن مہلب خراسان کی گورنری سے معزول ہو کر کوفہ سے روانہ ہوا اور اُس کی جگہ مفضل بن مہلب اُس کا بھائی خراسان کا گورنر مقرر ہوا۔ مفضل نے خراسان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی عثمان بن مسعود کو ایک لشکر دے کر موسیٰ بن عبداللہ بن حازم پر حملہ کرنے کے لئے مرو سے روانہ کیا اور اپنے بھائی مدرک بن مہلب کو جو بلخ میں تھا لکھا کہ تم بھی اپنی جمعیت لے کر ترمذ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ اس کے علاوہ رتبیل اور طرخون ترکی بادشاہوں کو لکھا کہ تم بھی اپنی اپنی فوجیں لے کر عثمان بن مسعود کی امداد کے لئے پہنچو۔ یہ ترک سردار پہلے ہی سے موسیٰ بن عبداللہ پر خار کھائے بیٹھے تھے اور بارہا اُس کے ہاتھ سے شکستیں کھا چکے تھے فوراً اپنی اپنی فوجیں لے کر ترمذ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس طرح موسیٰ بن عبداللہ کے علاقے میں چار طرف سے دشمن فوجیں داخل ہوئیں اور موسیٰ بن عبداللہ بن حازم نے مجبور ہو کر قلعہ ترمذ میں محصور ہو کر مقابلہ کرنا شروع کیا۔ ان افواج کثیر کا محاصرہ دو مہینے تک مسلسل جاری رہا اور کوئی امید فتح کی نظر نہ آئی۔ آخر موسیٰ بن عبداللہ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اب زیادہ صبر نہیں ہو سکتا۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم دفعتہً دشمنوں پر جا پڑیں۔ سب نے اس تجویز کو منظور کیا۔

موسیٰ نے اپنے بھتیجے نضر بن سلیمان کو شہر و قلعہ ترمذ میں اپنا قائم مقام بنا کر وصیت کی کہ اگر میں لڑائی میں مارا جاؤں تو شہر و قلعہ عثمان بن مسعود کے سپرد نہ کرنا بلکہ مدرک بن مہلب کے حوالے کرنا۔ موسیٰ نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک تہائی آدمیوں کو عثمان بن مسعود کے مقابلہ کے لئے مامور کر کے حکم دیا کہ تم اول حملہ نہ کرنا بلکہ عثمان حملہ کرے تو اُس کے جواب میں حملہ آور ہونا اور دو تہائی آدمیوں کو خود لے کر رتبیل و ترخون کی طرف حملہ آور ہوا۔ یہ موسیٰ کے مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاگے اور موسیٰ دُور تک اُن کے تعاقب میں نکل گیا۔ جب موسیٰ واپس لوٹا تو اہل ضحد اور دوسرے ترک قلعہ ترمذ کے درمیان

حائل ہو گئے ۔ لڑائی ہونے لگی ۔ موسیٰ کو ہر چہار طرف سے ترکوں نے گھیر لیا۔ عثمان بن مسعود بھی اسی طرف متوجہ ہو گیا۔ اوّل موسیٰ کا گھوڑا مارا گیا پھر اُس کے بعد موسیٰ بھی دادِ شجاعت دیتا ہوا مقتول ہوا۔ اس طرح پندرہ سال تک ترمذ میں خود مختارانہ حکومت کرنے کے بعد ۸۵ھ میں موسیٰ بن عبداللہ بن حازم جو قبیلۂ قیس سے تعلق رکھتا تھا اس جہان سے رخصت ہوا۔ مفضل نے قتلِ موسیٰ کی بشارت حجاج کو لکھی۔ لیکن وہ کچھ خوش نہیں ہوا نضر بن سلیمان نے ترمذ مدرک کے سپرد کیا اور مدرک نے عثمان کے سپرد کیا۔

سکّۂ اسلامیہ کی ابتدا

عبدالملک بن مروان کی اوّلیات میں ایک یہ بات بھی ہے کہ اُس کے زمانے میں پہلی مرتبہ مسلمانوں نے اپنا سکّہ بنایا اور جاری کیا۔ اب تک شام و عرب و مصر وغیرہ میں رومیوں کے سکّے رائج تھے۔ عراق میں عموماً ایرانیوں کے سکّے جاری تھے۔ مُلکِ عرب میں نہ کوئی عظیم الشان سلطنت قائم ہوئی تھی نہ عربی سکّے موجود تھے۔ انھیں رومی سکّوں کا رواج قدیم سے تمام مُلک میں موجود تھا۔ اب جب کہ اسلامی سلطنت قائم ہو کر بلخ و جیحون سے بحر اطلانطک تک پھیل گئی تو کسی کی توجہ اس طرف مبذول نہ ہوتی کہ اپنا سکّہ الگ جاری کریں اتفاقاً عبدالملک بن مروان کو بادشاہ روم کے پاس چند خطوط بھیجنے کا اتفاق ہوا۔ عبدالملک نے اسلامی دستور کے موافق خطوط کی پیشانی پر کلمۂ توحید اور درود شریف لکھا۔

شاہِ رُوم نے عبدالملک کو لکھا کہ تم اپنے خطوط کی پیشانی پر توحیدِ باری تعالیٰ اور رسول کا ذکر نہ لکھا کرو، یہ ہم کو ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ اگر تم اس حرکت سے باز نہ آئے تو ہم اپنی ٹکسال میں ایسے درہم و دینار مضروب کرا کر رائج کریں گے جن پر تمھارے نبی کا نام توہین کے ساتھ لکھا ہوا ہو گا اور تم کو بے حد ناگوار گذرے گا۔

عبدالملک کو اس خط کے پڑھنے سے تردد پیدا ہوا اور اُس نے خالد بن یزید بن معاویہؓ سے مشورہ طلب کیا۔ خالد نے کہا کہ تم رومی سکّوں کا رواج اپنے ملک میں قطعاً ترک کر دو اور اپنے سکّے مضروب کرا کر رائج کرو۔ عبدالملک نے اس رائے کو پسند کیا اور دارالضرب

قائم کرکے چودہ قیراط وزن کے درہم مضروب کرائے جو پانچ ماشے کے قریب وزنی ہوتے تھے۔ اس کے بعد حجاج نے درہم و دینار پر ایک طرف قل ھو اللہ احد مضروب کرایا۔ غرض عبدالملک نے فرمان جاری کر دیا کہ خراج میں سوائے عربی سکوں کے کوئی دوسرا سکہ قبول نہ کیا جائے گا۔ اس طرح فوراً تمام ممالک میں عربی دینار و درہم مروج ہو گئے۔

اہم واقعات کے سلسلہ میں بعض باتیں درج ہونے سے بھی رہ گئیں۔ مثلاً عبدالملک بن مروان نے خلیفہ ہونے کے بعد ۷۵ھ میں پہلی مرتبہ حج کیا۔ ۷۷ھ میں ہرقلہ فتح ہوا اور اسی سال عبدالعزیز بن مروان برادر عبدالملک نے جو مصر کا گورنر تھا جامع مسجد مصر کو گرا کر از سرِ نو تعمیر کرایا اور ہر چہار سمت سے اُس کو وسیع کیا۔ ۸۱ھ میں قالیقلا رومیوں سے فتح کیا۔ ۸۲ھ میں قلعہ سنان فتح ہوا۔ مفضل بن مہلب گورنر خراسان نے موسیٰ بن عبداللہ کے قتل سے فارغ ہو کر بادغیس کو فتح کیا۔ ۸۴ھ میں عبداللہ بن عبدالملک نے مصیصہ رومیوں سے فتح کیا۔ ۸۵ھ میں عبدالعزیز بن ابو حاتم بن نعمان باہلی نے شہر اردبیل بسایا۔ ماہ جمادی الاول ۸۵ھ میں عبدالملک کے بھائی عبدالعزیز بن مروان نے مصر میں انتقال کیا اور عبدالملک نے اپنے بیٹے عبداللہ کو اُس کی جگہ مصر کا گورنر مقرر کیا۔

ولید و سلیمان کی ولی عہدی

عبدالملک اس فکر میں غلطان و پیچان تھا۔ کہ کسی طرح اپنے بھائی عبدالعزیز کو ولی عہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹوں کو ولی عہد بنائے مگر یہ کام کچھ آسان نہ تھا کیونکہ عام طور پر لوگوں کی مخالفت برپا ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ جب عبدالعزیز کے مرنے کی خبر پہنچی تو عبدالملک کو قدرتی طور پر اپنی خواہش کے پورا کرنے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ اُس نے رمضان ۸۶ھ میں تمام صوبوں کے گورنروں اور عاملوں کے نام فرامین جاری کئے کہ عید الفطر کے روز یکم شوال کو لوگوں سے ولید و سلیمان کی ولی عہدی کے لئے بیعت لیں چنانچہ تمام ممالک میں تاریخ مقررہ پر ان دونوں کی ولی عہدی کے لئے بیعت لی گئی مدینہ کا عامل ہشام بن اسمٰعیل مخزومی تھا اُس نے جب اہلِ مدینہ سے ولید و سلیمان کی بیعت ولی عہدی کے لئے کہا تو سب نے بیعت کی۔ لیکن سعید بن مسیب نے انکار کر دیا۔ ہشام نے سعید بن مسیب کو گرفتار کر کے دُرّے لگوائے اور تشہیر کرا کر قید کر دیا۔ عبدالملک کو جب یہ حال معلوم ہوا تو ہشام کو

خط لکھا کہ تم نے سعید بن مسیب کے ساتھ سختی کرنے میں غلطی کی ہے۔ کیونکہ ابنِ مسیب میں نہ عداوت ہے نہ مخالفت نہ منافقت ایسے شخص کو ہرگز تکلیف نہیں دینی چاہیئے۔

عبدالملک بن مروان کی وفات

ولید و سلیمان کی ولی عہدی کے لئے بیعت لینے کے بعد عبدالملک ایک مہینے سے زیادہ نہیں جیا۔ یوم پنجشنبہ ۱۵ ر شوال ۸۶ھ مطابق ۱۹ ر اکتوبر ۷۰۵ء کو عبدالملک بیمار ہو کر فوت ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد تیرہ برس تین مہینے اور ۲۳ دن عبدالملک زندہ رہا اور یہی اُس کی خلافت کا زمانہ تھا۔ مرتے وقت عبدالملک نے اپنے بیٹوں کو بُلایا اور وصیت کی کہ

"میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی تاکید کرتا ہوں کیونکہ تقویٰ اللہ ہی بہترین لباس اور بہترین جائے پناہ ہے۔ تمھارے بڑوں کو چاہیئے۔ کہ چھوٹوں پر شفقت کریں اور چھوٹوں کو چاہیئے کہ بڑوں سے ادب و تعظیم کے ساتھ پیش آئیں۔ مسلمانوں کی رائے اور مشورے کی ہمیشہ قدر کرنا اور مخالفت سے بچنا کیونکہ یہ وہی جبڑے ہیں جن سے تم چباتے ہو اور وہی دانت ہیں جن سے تم توڑتے ہو۔ عقلمندوں پر احسانات کرو کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں۔"

پھر وہ باتیں کہیں جن کا اوپر عبدالملک کے ابتدائی حالات میں ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد عبدالملک کا انتقال ہو گیا۔ اور لوگوں نے ولید بن عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت کی۔ عبدالملک کے پندرہ سولہ بیٹے اور کئی بیٹیاں تھیں اُس کی بیویوں میں ایک یزید بن معاویہؓ کی بیٹی ایک حضرت علیؓ کی اور ایک عبداللہ بن جعفر کی بیٹی، تھی۔ ولید اور سلیمان دونوں بھائی ولادہ بنت عباس کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

خلاصۂ کلام :۔ عبدالملک بن مروان خلفائے بنواُمیہ میں ایک مشہور اور با اقبال خلیفہ تھا۔ اس نے تمام عالمِ اسلام کو ایک مرکز سے وابستہ کرنے میں کامیابی حاصل کی اور شہادتِ عثمانؓ کے بعد جو افتراق پیدا ہو گیا تھا اُس کو دُور کر کے ایک عالمگیر اسلامی حکومت دوبارہ قائم کی۔ اس کام میں اُس نے سختی و تشدد سے زیادہ کام لیا لیکن وہ اس کی معذرت میں

خود کہا کرتا تھا کہ اگر ایسے جاہل و سرکش لوگوں سے صدیق اکبرؓ اور فاروقِ اعظمؓ کو واسطہ پڑتا تو وہ بھی یہی کرتے جو میں نے کیا۔ عبدالملک نے بنو اُمیہ کی حکومت کی جڑ جمادی جو اس سے پہلے مشتبہ حالت میں تھی۔ عبدالملک کے مزاج میں درشتی و سخت گیری کے ساتھ ہی معقول پسندی اور حق شناسی بھی تھی۔ ہم کو اُس کی مستقل مزاجی اور بلند ہمتی کی بھی تعریف کرنی پڑتی ہے۔ عبدالملک کی غلطیوں اور خطاؤں میں سب سے بڑی خطا یہ سمجھی جاتی ہے کہ اُس نے حجاج کو اُس کے استحقاق سے زیادہ اختیار و اقتدار دیا اور حجاج نے اپنے اختیار کے ظالمانہ استعمال میں کمی نہیں کی۔ لیکن اس قسم کی غلطیاں ہر اُس حکمران سے سرزد ہو سکتی ہیں جو اپنی سلطنت کے قیام و استحکام کا خواہاں ہو۔ عبدالملک کی کامیابیوں میں عبیداللہ بن زیاد حجاج بن یوسف ثقفی اور مہلب بن ابی صفرہ کو خاص طور پر دخل ہے۔ عبدالملک کے زمانے میں مسلمانوں کو فتوحاتِ ملکی بھی حاصل ہوئی اور اندرونی خرخشے بھی ایک ایک کرکے سب مٹ گئے۔ عبدالملک نے اپنی سیزدہ سالہ خلافت میں جو جو کام انجام دیئے اُن کے اعتبار سے اُس کا شمار نامور اور کامیاب خلفا میں ہے ساتھ ہی وہ باعظمت و باجبروت خلیفہ بھی تھا۔ علم و فضل کے اعتبار سے بھی اُس کا مرتبہ بہت بلند تھا اور شجاعت و سپہ گری کے اعتبار سے بھی وہ بہادروں اور نامور سپہ سالاروں کی فہرست میں شمار کیا جا سکتا ہے عبدالملک کی وفات کے وقت ہم عالمِ اسلام کے ایک پُرآشوب زمانہ سے نکل کر پُرامن و سکون زمانے میں پہنچ گئے ہیں۔

باب ۲

ولید بن عبد الملک

ابو العباس ولید بن عبد الملک بن مروان ۵۰ھ میں پیدا ہوا اور ۳۶ سال کی عمر میں اپنے باپ عبد الملک بن مروان کی وفات کے بعد دمشق میں تختِ خلافت پر بیٹھا چونکہ نہایت ناز و نعمت کا پلا ہوا تھا لہٰذا علم و فضل سے بے بہرہ اور پڑھنے لکھنے میں بہت ہی ناقص تھا۔ اپنے باپ عبد الملک کے کفن دفن سے فارغ ہو کر اس نے جامع مسجد دمشق میں آکر خطبہ دیا اور بیان کیا کہ

"لوگو! جس کو اللہ تعالےٰ نے مقدم کیا اُس کو کوئی موخر نہیں کر سکتا اور جس کو اللہ تعالےٰ نے موخر کیا اُس کو کوئی مقدم نہیں کر سکتا۔ موت اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں تھی جس کو اُس نے انبیاء و صلحا سب کے لیے لازم کر دیا ہے خدائے تعالیٰ نے اب اس اُمت کا ولی ایک ایسے شخص کو بنا دیا ہے جو مجرموں پر سختی اور اہل فضل و اہلِ حق پر نرمی کرنے اور حدودِ شرعیہ کو قائم رکھنے کا عزم کرتا ہے اور وہ خانۂ کعبہ کے حج اور سرحدوں پر جہاد یعنی دشمنانِ دین پر حملے کرتے رہنے کا عازم ہے اس کام میں نہ وہ سستی کرنا چاہتا ہے نہ حد سے تجاوز کرنے کو اچھا جانتا ہے لوگو! تم خلیفۂ وقت کی اطاعت کرو اور مسلمانوں میں اتفاق کو قائم رکھو۔ یاد رکھو جو سرکشی کرے گا اُس کا سر توڑ دیا جائے گا اور جو خاموش رہے گا وہ اپنے مرض میں خود ہی ہلاک ہو جائے گا"

اس کے بعد لوگوں نے اُس کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کی۔ ولید نے خلیفہ ہو کر حجاج کے اختیار و اقتدار کو بدستور قائم رکھا۔ حجاج نے قتیبہ بن مسلم باہلی کو خراسان کا حاکم بنایا۔

مفضل بن مُہلب کی جگہ خراسان کا گورنر مقرر کیا اور قتیبہ بن مُسلم نے چین و ترکستان تک پیہم فتوحات حاصل کیں۔ مغرب کی جانب موسیٰ بن نصیر گورنرِ افریقہ نے اسلامی فتوحات کو مراقش سے گذر کر اندلس تک پہنچایا۔ ولید کے بھائی مسلمہ بن عبدالملک نے رومیوں کے مقابلے میں بہت سے شہر و قلعے فتح کئے۔

محمد بن قاسم بن محمد ثقفی نے جو حجاج کا قریبی رشتہ دار یعنی بھتیجا اور داماد تھا سندھ و ہند کی طرف فتوحات حاصل کیں۔ ولید نے اپنے چچازاد بھائی حضرت عمر بن عبدالعزیز کو مدینۂ منورہ کا عامل و حاکم مقرر کیا۔ ۸۸ھ میں ولید نے جامع مسجد دمشق کی توسیع و تعمیر کی اور اسی سال حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زیرِ اہتمام مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کو از سرِ نو تعمیر کرایا اور ازواج مطہرات کے حجروں کو بھی مسجد میں شامل کر کے اُس کو وسیع کیا۔ مسجدِ نبوی کی تعمیر کے لئے قیصر روم نے بھی بہت سے قیمتی پتھر اور ہوشیار معمار ہدیۃً ولید کے پاس بھیجے۔ ولید نے رفاہِ خلائق کے بہت سے کام کئے۔ سڑکیں نکلوائیں، شہروں اور قصبوں میں مدرسے جاری کئے۔ سرائیں بنوائیں۔ کنوئیں کھدوائے شفا خانے کھلوائے راستوں کے امن و امان اور مسافروں کی حفاظت کا انتظام کیا۔ مدینہ منورہ میں پانی کی قلت تھی۔ وہاں ایک نہر لا کر اہلِ مدینہ کی اس تکلیف کو دُور کیا۔ محتاج خانے قائم کئے۔ رعایا کی تکلیف کو دور کرنے اور لوگوں کو راحت پہنچانے کا اُس کو بہت خیال تھا۔ اُس کے عہدِ حکومت میں ہر طرف فتوحات کا سلسلہ برابر جاری رہا اور کوئی اندرونی بغاوت اور فتنہ و فساد جو قابلِ تذکرہ ہو نمودار نہیں ہوا۔ مسلمانوں کی پیہم فتوحات لوگوں کو فاروقِ اعظمؓ کا زمانہ یاد دلاتی تھیں۔ ولید نے فقرار و فقہا اور علماء کے روزینے اس قدر مقرر کئے کہ وہ سب فارغ البال و خوش حال رہنے لگے۔ رفاہِ رعایا کے لئے اُس نے نہایت مفید ضابطے اور قاعدے مقرر کئے۔

ولید نے ہشام بن اسمٰعیل مخزومی کو امارتِ مدینہ سے معزول کر کے جب عمر بن عبدالعزیز کو مدینہ کا عامل مقرر کیا تو عمر بن عبدالعزیز نے سب سے پہلا کام مدینہ کی امارت اپنے ہاتھ میں لے کر یہ کیا کہ فقہائے مدینہ میں سے دس اعلیٰ درجہ کے عالموں کو منتخب کیا جن میں مدینہ کے فقہائے سبعہ بھی شامل تھے ان دس آدمیوں کی ایک مجلس بنا کر اس مجلس کے مشورے سے ہر ایک کام کو انجام دینے لگے۔ اس مجلس کے ارکان کو اپنی حکومت میں شریک کر کے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک ایسی اچھی مثال عُمّالِ سلطنت کے لئے قائم کی کہ اہلِ مدینہ نے عمر بن عبدالعزیز کے تقرر پر ولید بن عبدالملک کی خدمت میں شکر گذاری کے خطوط بھیجے اور خلیفۂ وقت کو دُعائیں دیں۔

ولید بن عبد الملک کی تخت نشینی کے بعد ہی حجاج نے یزید بن مہلب اور اُس کے بھائیوں کو قید کر دیا اور اُن پر غبن کا الزام لگایا۔

۸۷ھ میں مسلمہ بن عبد الملک نے بلادِ روم پر براہ مصیصہ چڑھائی کی اور قلعہ لولق۔ اخرم بولس اور قمیقم وغیرہ کو فتح کیا۔ ۸۸ھ میں جرثومہ اور طوانہ مفتوح ہوئے۔

۸۹ھ میں مسلمہ بن عبد الملک اور عباس بن ولید نے بلادِ روم پر حملہ کیا۔ رومیوں کے ایک ٹڈی دل نے اُن کا مقابلہ کیا لیکن مسلمانوں کی فوج ہر مقام پر اُن کو شکست دے کر پسپا کیا۔ قلعہ سوریا قلعہ اردولیہ عموریہ۔ ہرقلہ۔ قمولیہ وغیرہ مسلمانوں نے فتح کر لئے۔ اسی سال مسلمہ بن عبد الملک نے آذر بائیجان کی طرف ترکوں پر حملہ کر کے بہت سے شہروں اور قلعوں کو فتح کیا۔ اسی سال جزیرۂ منورقہ و میورقہ مفتوح ہوئے۔

۹۰ھ میں عباس بن ولید نے سوریہ کے علاقے میں پانچ زبردست قلعے فتح کئے۔

۹۱ھ میں ولید نے اپنے چچا محمد بن مروان کو جزیرہ وارمینیا کی گورنری سے معزول کر کے اُس کی جگہ اپنے بھائی مسلمہ بن عبد الملک کو مامور فرمایا۔ مسلمہ بن عبد الملک نے براہِ آذر بائیجان ترکوں پر جہاد کیا اور مقامِ باب تک فتح کرتا ہوا چلا گیا۔ اسی سال نسف۔ کش۔ شومان وغیرہ کے قلعے مسلمانوں نے فتح کئے۔

۹۲ھ میں مسلمہ بن عبد الملک نے تین قلعے فتح کئے اور اہل سرسنہ کو بلادِ روم کی طرف جلاوطن کر دیا۔ اسی سال سندھ میں دیبل فتح ہوا۔ اسی سال کرخ۔ برہم باجہ۔ بیضا۔ خوارزم سمرقند اور صغد فتح ہوئے۔

۹۳ھ میں مسلمہ بن عبد الملک اور عباس و مروان پسرانِ ولید نے بلادِ روم کی طرف حملہ کیا اور سبیطلہ۔ حنجرہ۔ ماشہ۔ حصن الحدید۔ غزالہ۔ ملطیہ وغیرہ کو فتح کر لیا۔

۹۴ھ میں عباس بن ولید نے انطاکیہ اور عبد العزیز بن ولید نے غزالہ دوبارہ فتح کیا۔ اسی سال ولید بن ہشام معیطی مروج الحمام تک اور یزید بن ابی کبشہ سرزمینِ سوریہ تک فتح کرتا ہوا چلا گیا۔ اسی سال کابل۔ فرغانہ۔ شاش۔ سندھ وغیرہ مفتوح ہوئے۔

۹۵ھ میں ہرقلہ والوں نے عساکرِ اسلامیہ کو دوسری طرف مصروف دیکھ کر سرکشی و بغاوت اختیار کی اور عباس بن ولید نے دوبارہ اُس کو فتح کیا۔ اسی سال موقان اور

مدینۃ الباب وغیرہ مفتوح ہوئے۔

۹۶ھ میں طوس اور اُس کا علاقہ مفتوح ہوا۔

ولید بن عبدالملک کے زمانے میں جس قدر لڑائیاں اور جہاد ہوئے اُن سب کے تفصیلی حالات اگر بیان کئے جائیں تو اس مختصر کتاب کی کئی جلدیں ولید ہی کے عہدِ خلافت میں ختم ہو جائیں گی لہٰذا اختصار کو مدِّنظر رکھتے ہوئے عہدِ ولیدی کے چند نامور فتح مند سرداروں کے کارنامے بطور اشارات درج کئے جاتے ہیں تاکہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ کی حالت اور اُس زمانے کے عالمِ اسلام کا اندازہ کرنے میں اس کتاب کے مطالعہ کرنے والوں کو کسی قدر آسانی رہے۔ مسلمہ بن عبدالملک بھی عہد ولید کے فتحمند سرداروں میں شامل ہے جس کی فتوحات کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے اب باقی نامور سرداروں کے حالات ملاحظہ ہوں۔

قتیبہ بن مُسلم باہلی

حجاج نے قتیبہ بن مُسلم باہلی کو ۸۶ھ میں امیرِ خراسان مقرر کیا تھا۔ قتیبہ نے مرو میں پہنچ کر ایاس بن عبداللہ بن عمرو کو صیغۂ جنگ وصیغہ پولس کا افسر مقرر کیا اور عثمان بن سعدی کو محکمۂ مال سپرد کیا اور خود ایک زبردست فوج لے کر طالقان کی طرف روانہ ہوا وہاں ترکوں کا پادشاہ صغد خدمت میں حاضر ہوا اور فرماں برداری وخراج گذاری کا اقرار کر کے آخرون وشومان یعنی بلاد طغارستان کے حکمرانوں پر چڑھائی کرنے کی ترغیب دی۔ قتیبہ جب آخرون وشومان کے قریب پہنچا تو وہاں کے بادشاہوں نے بھی اطاعت وخراج گذاری کا اقرار کر کے صلح کی اور قتیبہ اپنے بھائی صالح کو فرغانہ کی طرف بھیج کر خود مرو میں واپس آیا۔ صالح نے کاشان درشت واخشنکیت وغیرہ بلادِ فرغانہ کو فتح کر لیا۔ ۸۷ھ میں قتیبہ نے علاقہ بخارا پر فوج کشی کی اردگرد کے ترکوں نے مل کر مقابلہ کیا۔ مگر سب ناکام رہے اور لشکرِ اسلام کے ہاتھ بے قیاس مالِ غنیمت آیا۔ ۸۸ھ میں اہلِ صغد وفرغانہ نے سرکشی اختیار کی اور پادشاہِ چین کے ہمشیر زادہ کو اپنا افسر بنا کر دو لاکھ کی جمعیت سے مقابلہ پر تیار ہوئے۔

قتیبہ نے حملہ کر کے شکست دی اور مرو کو واپس چلا آیا۔ ۸۹ھ میں بخارا۔کش۔نسف۔صغد کے سرداروں نے مل کر بغاوت اختیار کی اور قتیبہ نے حملہ آور ہو کر اُن کو شکست دی اور

فرماں داری پر مجبور کیا اور مرو کو واپس چلا آیا۔

۹۰ھ میں وردان بادشاہ بخارا اور بادشاہ صغد اور اردگرد کے ترک سرداروں نے پھر بغاوت پر استادگی کی۔ مگر نیزک طرخان والیٔ بادغیس مسلمانوں کا فرماں بردار رہا۔ قتیبہ نیزک طرخان کو ہمراہ لے کر بخارا کی طرف بڑھا۔ ترکوں نے مقابلہ پر خوب ہمت دکھائی۔ اول مقامی مقدمۃ الجیش کو شکست ہوئی لیکن پھر سنبھل کر اسلامی لشکر نے حملہ کیا تو ترکوں کے مورچوں پر قابض ہو گئے ترکوں کا خاقان اور اُس کا لڑکا مجروح ہو کر بھاگا اور مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔ طرخون والیٔ صغد نے سالانہ جزیہ ادا کرتے رہنے کا اقرار کیا اور قتیبہ مرو کی طرف واپس ہوا۔ قتیبہ کے واپس آتے ہی نیزک طخارستان میں پہنچ کر باغی ہو گیا۔ اصبہند بادشاہ بلخ و باذان بادشاہ مرور وو بادشاہ طالقان وفاریاب والیٔ جورجان۔ بادشاہ کابل سب نے ایک زبردست سازش کی اور متفق ہو کر قتیبہ کے عاملوں کو نکال دیا۔ قتیبہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن مسلم کو بارہ ہزار فوج دے کر بھیجا کہ مقام بروقان میں قیام کرنا اور موسمِ سرما کے ختم ہوتے ہی قتیبہ نے نیشاپور کی طرف فوجیں روانہ کیں اور باغیوں پر کئی جانب سے حملے کیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب کو قرار واقعی سزا دی اور سب نے عجز و فرماں برداری کا اقرار اور ادائے جزیہ کا وعدہ کیا اسی سلسلہ میں سمنگان کا قلعہ بھی فتح کر کے حکومت اسلامیہ میں شامل کیا۔ نیزک گرفتار ہو کر مقتول ہوا۔

بادشاہ جُرجان کی خطا معاف کر کے اُس کو اُس کے ملک پر قابض کر دیا گیا۔ غرض ان ترک سرداروں نے بار بار بغاوت کی اور ہر مرتبہ قتیبہ نے اُن کو شکست دی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اُن کے دماغوں سے بغاوت و سرکشی کا خیال دور ہونے لگا۔ ۹۲ھ میں رتبیل بادشاہِ سجستان نے بغاوت کا ارادہ کیا قتیبہ فوج لے کر اُس کے سر پر پہنچا اور اُس نے معافی مانگ کر زرِ جزیہ ادا کر دیا۔

۹۳ھ میں قتیبہ نے خوارزم کا ملک فتح کر کے وہاں کے بادشاہ کو خراج کی ادائیگی کا اقرار لے کر واپس دے دیا۔ جس زمانہ میں قتیبہ خوارزم کو فتح کر رہا تھا اہل صغد نے یہ دیکھ کر کہ قتیبہ کو ہم سے بہت فاصلہ ہے۔ اُس کے عامل کو نکال دیا اور بغاوت اختیار کی قتیبہ نے مالِ غنیمت خوارزم سے مرو کی طرف روانہ کیا اور خود فوج لے کر نہایت تیز رفتاری سے صغد کی جانب روانہ ہوا۔

قتیبہ کی آمد کا حال سن کر خاقان چین سے اہلِ صغد نے امداد طلب کی اور اُس نے اپنے نامور سپہ سالاروں اور شہزادوں کو قتیبہ کے مقابلہ کی غرض سے روانہ کیا۔ سمرقند کے قلعہ پر تُرکوں نے مقابلہ کی تیاریاں کیں۔ قتیبہ نے آکر لڑائی شروع کر دی نہایت خوں ریز معرکے ہوئے۔ خاقان چین کا بیٹا مارا گیا۔ قلعہ کو مسلمانوں نے زور و قوت کے ساتھ فتح کر لیا۔ ہزار ہا ترک تہِ تیغ ہوئے ان پر نہایت بھاری خراج مقرر کیا۔ اور نامور سردار جو تُرکوں کے قید ہوئے تھے حجاج کے پاس بھیجے گئے۔ انھیں قیدیوں میں ایک عورت تھی جو یزدجرد کی نسل سے تھی اس عورت کو حجاج نے ولید بن عبدالملک کے پاس بھیج دیا ولید نے اُس سے نکاح کر لیا۔ جس سے اُس کا بیٹا یزید پیدا ہوا۔ مرو میں واپس آکر قتیبہ نے منیرہ بن عبداللہ کو نیشاپور کا عامل مقرر کیا۔

۹۴ھ میں اہل شاش نے سرکشی کی علامات ظاہر کیں۔ قتیبہ نے اہل بخارا، کش، نسف خوارزم سے امدادی افواج طلب کیں۔ سب نے فوجیں روانہ کیں اور بیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا قتیبہ نے خود مقام خجند پر ڈیرے ڈالے اور فوج کو سرداروں کے ساتھ شاش پر روانہ کیا۔ شاش مفتوح ہوا اور قتیبہ مرو کو واپس آیا۔ مرو کو واپس آتے ہوئے اُس نے سُنا کہ حجاج کا انتقال ہو گیا۔ قتیبہ نے اس کے بعد کاشغر تک کے تمام علاقہ پر قبضہ کر کے ترکستان پر پورے طور پر اسلامی تسلّط قائم کر دیا۔ اس کے بعد ہبیرہ بن مشمرج کلابی کے ہمراہ چند شخصوں کی ایک سفارت بادشاہ چین کے پاس بھیجی کہ اسلامی سیادت کو تسلیم کرو ورنہ ملکِ چین کو غازیانِ اسلام کے گھوڑے روند ڈالیں گے۔ اس سفارت کے پہنچنے سے بادشاہِ چین مرعوب ہو گیا اور اُس نے قیمتی تحائف اور نذرانے بھیج کر قتیبہ سے صلح کی درخواست کی۔

محمّد بن قاسم

جس زمانے میں مسلمانوں نے مُلک عرب سے باہر فاتحانہ قدم نکالا ہے تو مُلکِ سندھ میں بودھ مذہب کے راجہ حکمران تھے۔ ایرانی شہنشاہی مسلمانوں کے ہاتھ سے پارہ پارہ ہوئی تو ایرانی سردار کچھ تو فرار ہو کر سندھ، تُرکستان، چین کی طرف بھاگ گئے اور مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریوں میں مصروف ہوئے کچھ مُسلمان ہو کر عزت و آرام کے ساتھ اپنے مُلک میں زندگی لبسر کرنے لگے۔ سوءِ اتفاق سے بنو ہاشم اور بنو اُمیہ میں جب قومی وخاندانی

رقابتوں نے ترقی کی تو اِن ایرانیوں کو بھی قومی رقابت یاد آ گئی اور انھوں نے عبداللہ بن سبا اور دوسرے منافقوں کی سازشوں میں بڑے ذوق وشوق سے حصہ لینا شروع کیا۔ اِن سازشوں اور مسلمانوں کی خانہ جنگیوں سے اُن ایرانیوں کے منصوبوں میں، جو سندھ وکابل وچین وتبت وغیرہ میں جلا۔وطن ہوکر مقیم اور مخالفِ اسلام کوششوں میں مصروف تھے ازسرِنو جان پڑ گئی۔ اور یہی وجہ تھی مسلمانوں کو ایرانیوں کی بدولت کوفہ وبصرہ میں بھی اور ایران وخراسان کے علاقوں میں بھی بار بار مشکلات کا سامنا ہوا۔

سندھ کا ملک چونکہ بصرہ وکوفہ یعنی عراق سے نسبتاً قریب تھا اور ایرانی حکومت کی سرحد اس سے ملتی تھی۔ لہٰذا زیادہ تر شرارت پیشہ ایرانیوں کا مامن ملکِ سندھ ہی بنا ہوا تھا۔ اسلامی فتوحات کے سیلاب کو دیکھ دیکھ کر سندھ کا راجہ خود بھی ایرانیوں کی بربادی سے متاسف اور اس امر کا کوشاں تھا کہ کسی طرح ایرانی اپنی سلطنت پھر قائم کرسکیں، چنانچہ ایران کے آخری بادشاہ نے معرکۂ نہاوند کے بعد کئی مرتبہ فوجیں جمع کرکے مسلمانوں کا مقابلہ کیا تو ان مقابلوں اور معرکوں میں سندھ کی امدادی فوج شاہِ ایران کے ساتھ ضرور ہوتی تھی۔ ایران کی سلطنت جب برباد ہوئی تو سندھ کے راجہ نے اپنے سرحدی ایرانی صوبوں کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا اور مغلوب ومفتوح ایرانیوں نے کرمان وبلوچستان وغیرہ کے صوبوں کو بخوشی سندھ کے راجہ کو سپرد کردیا تاکہ وہ مسلمانوں کے قبضے میں نہ جاسکیں اور اس کے معاوضہ میں سندھ کے راجہ کی حمایت اُن کو حاصل رہے۔

یہ تمام باتیں محرک اس امر کی تھیں کہ مسلمان سندھ پر حملہ کرکے سندھ کے راجہ کو دُرست کریں۔ لیکن حضرت عثمانِ غنیؓ کے زمانے میں ابھی ایران وخراسان پر مکمل قبضہ نہ ہونے پایا تھا کہ اندرونی فسادات شروع ہوگئے اور سندھ کی طرف کوئی توجہ نہ ہوسکی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اندرونی خرخشوں سے نجات حاصل کرکے بیرونی ممالک کی طرف توجہ کی اور اُن کے زمانہ میں سندھ کے راجہ سے وہ صوبے جو ایرانی سلطنت کا جزو تھے واپس لینے کی کوشش کی گئی اس سلسلہ میں معمولی چھیڑ چھاڑ سندھی فوجوں سے ہوئی لیکن اُن کے بعد یزید کی حکومت میں پھر وہی اندرونی فسادات واپس آگئے اور مسلمان بیرونی علاقوں کی طرف متوجہ نہ ہوسکے۔

عبدالملک کے زمانے میں پھر مسلمانوں کو بیرونی ممالک کی طرف متوجہ ہونے کا موقعہ نہ ملا۔ اور حجاج نے جو مشرقی ممالک کا والسرائے تھا۔ سندھ کے مقابلے میں افغانستان وبدخشان کے حاکم رتبیل کی سرکوبی کو اس لئے مقدم سمجھا کہ وہ خراسان کے اسلامی صوبہ کے لئے بہت زیادہ خطرناک ہوسکتا تھا۔ چنانچہ حجاج کی زیادہ تر توجہ رتبیل اور اُس کی وجہ سے بُخارا وغیرہ کی طرف مبذول رہی۔ حجاج کے گورنر قتیبہ نے مُلکِ چین تک کے سرکشوں کو سیدھا کرنے میں کارہائے نمایاں دکھلائے۔ اس کے بعد سندھ کا مُلک ہی ایک ایسا مُلک تھا کہ مسلمان سندھیوں سے اپنے حقوق واپس لینے اور سندھ کے راجہ کو آئندہ کے لئے دُرست رکھنے کی غرض سے اپنی طاقت وسطوت کا نمونہ دکھاتے لیکن ابھی مسلمان اس ضروری کام کو اپنی طرف سے شروع نہ کرنے پائے تھے کہ خود سندھ کے راجہ نے مسلمانوں کو اپنے مُلک پر حملہ آور ہونے کی دعوت دے دی۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کچھ مسلمان سوداگر جزیرہ سراندیپ میں بہ حالت سفر فوت ہوگئے تھے اُن کے یتیم بچے اور بیوہ عورتیں جو اس جزیرہ میں رہ گئیں اُن کو سراندیپ کے راجہ نے حجاج بن یوسف ثُقفی اور خلیفہ ولید بن عبدالملک کی عنایت ومہربانی اپنی طرف مبذول کرنے کے لئے بہترین ذریعہ سمجھا۔ سراندیپ کا راجہ مسلمانوں کی فتوحات کا حال سُن سُن کر پہلے سے مرعوب اور اپنی نیازمندی کے اظہار کی غرض سے کسی ذریعہ اور حیلہ کا متلاشی تھا۔ چنانچہ اُس نے ان یتیم بچوں اور بیواؤں کو بڑی تعظیم وتکریم کے ساتھ اپنے معتمدوں کے ساتھ اپنے خاص جہازوں میں بٹھا کر حجاج کے پاس روانہ کیا۔ بہت سے قیمتی تحفے اور ہدیئے حجاج اور خلیفہ ولید کے لئے بھیجے اور ان یتیموں اور بیواؤں سے اُمید رکھی کہ یہ ضرور میری تعریف حجاج سے کریں گے۔ یہ کشتیاں سراندیپ سے روانہ ہوکر ساحل کے قریب قریب سفر کرتی ہوئی خلیج فارس کی طرف روانہ ہوئیں کہ وہاں سے خشکی پر اُتر کر یہ لوگ معہ تحفہ وہدایا حجاج کی خدمت میں کوفہ پہنچیں گے راستے میں بادِ مخالف کے طوفان نے ان کشتیوں کو سندھ کے بندرگاہ دیبل میں لاڈالا۔ یہاں سندھ کے راجہ مسمی داہر کے سپاہیوں نے ان کشتیوں کو لوٹ لیا اور سواروں کو قید کرلیا یہ حال جب حجاج کو معلوم ہوا تو اُس نے سندھ کے راجہ کو لکھا کہ وہ کشتیاں ہمارے پاس آرہی تھیں تم لٹیروں کو قرار واقعی سزا دو اور کشتیوں کے آدمیوں کو معہ سامان مغروقہ ہمارے پاس بھیج دو۔ یہاں

سے راجہ نے حجاج کو نہایت مغرورانہ اور نامعقول جواب لکھا۔

حجاج نے اوّل عبداللہ اسلمی کو چھ ہزار فوج کے ساتھ سندھ کی طرف روانہ کیا۔ عبداللہ سندھ میں پہنچ کر راجہ داہر کی فوج کا مقابلہ کرتا ہوا مارا گیا اور یہ مہم ناکام رہی دوسری مرتبہ حجاج نے بدیل نامی سردار کو مامور کیا کہ وہ بھی چھ ہزار فوج لے کر دیبل تک پہنچ گیا مگر راجہ جیسیہ کے مقابلہ میں لڑتا ہوا گھوڑے سے گر کر شہید ہوا۔

اس خبر کو سن کر حجاج کو اور بھی زیادہ ملال ہوا۔ تیسری مرتبہ اُس نے محمد بن قاسم کو جو اُس کا داماد بھی تھا اور صرف سترہ سال کی عمر کا نوجوان تھا۔ چھ ہزار شامی فوج کے ساتھ سندھ کی طرف روانہ کیا۔ محمد بن قاسم کے ساتھ اس مرتبہ شامی سپاہی اس لئے بھیجے گئے کہ حجاج کو اس بات کا شبہ تھا کہ عراقی و ایرانی سپاہی سندھیوں سے ساز باز رکھتے ہیں۔ محمد بن قاسم نے اوّل صوبہ مکران کو جس پر سندھیوں نے قبضہ کر رکھا تھا فتح کر کے سندھیوں کو بھگایا۔ دیبل پر آیا اُس کو فتح کیا۔ نیرون اور برہمن آباد کی طرف بڑھا۔ راجہ دہر کے پاس نہ صرف ایرانی لوگ ہی پناہ گزین تھے بلکہ بہت سے عرب لوگ بھی جو خلیفۂ وقت یا عمالِ خلافت سے باغی ہو ہو کر بھاگے تھے۔ سندھ میں راجہ داہر کے پاس پناہ گزین تھے۔ اس لئے بھی سندھ پر حملہ کرنا ناگزیر تھا۔ راجہ داہر نے مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے یکے بعد دیگرے سندھ کے شہروں کو فتح کرنا شروع کیا حتیٰ کہ تمام ملک سندھ اور ملتان اُس کے ہاتھ پر مفتوح ہوا۔

سندھ کی فتح میں حجاج کی توجہ پورے طور پر محمد بن قاسم کی طرف مبذول رہی وہ روزانہ خبریں منگواتا اور روزانہ محمد بن قاسم کو ہدایات بھیجتا تھا۔ محمد بن قاسم نے اپنے آپ کو سندھیوں کے لئے نہایت شفیق و رحم دل فاتح اور رعایا پرور حکمران ثابت کیا۔ اس نوجوان فتح مند نے جس رواداری بردباری۔ سیر چشمی اور لطف و عطا کا اظہار کیا اُس کی مثالیں تاریخ عالم میں بہت ہی کم دستیاب ہو سکتی ہیں۔ محمد بن قاسم کی فتوحاتِ سندھ کا مفصل حال تاریخ ہند میں لکھا جائے گا۔ محمد بن قاسم ملتان کو فتح کر چکا تھا کہ اُس کے پاس حجاج کے فوت ہونے کی خبر پہنچی مگر اُس نے اپنی فتوحات کا سلسلہ برابر جاری رکھا اور ۹۶ھ تک بندر سورت سے لے کر ملکِ کشمیر تک تمام مغربی ہندوستان کو مفتوح و محکوم کر لیا۔

حجاج بن یوسف ثقفی

حجاج کے حالات اوپر برابر ذکر ہوتے چلے آتے ہیں۔ ولید بن عبدالملک کے تخت نشین ہوتے ہی حجاج نے یزید بن مُہلب کو خراسان کی گورنری سے حبیب بن مہلب کو کرمان کی حکومت سے معزول کرکے قید کردیا تھا پھر مہلب کے تمام بیٹوں کو قید کردیا۔ یزید بن مہلب کے تمام بیٹوں کو قید کردیا۔ یزید مع اپنے بھائیوں کے قید خانے سے فرار ہوکر فلسطین میں ولید بن عبدالملک کے بھائی سلیمان بن عبدالملک کے پاس پہنچا جو وہاں کا عامل تھا۔ حجاج نے ولید کو یزید بن مُہلب کی شکایتیں لکھیں لیکن سلیمان کی سفارش سے یزید بن مُہلب اور اُس کے بھائیوں سے ولید نے کوئی مواخذہ نہ کیا۔ حجاج کے مزاج کی سختی نے اہلِ عراق کو پریشان کیا۔ اور اکثر لوگ حجاج سے تنگ آکر عراق سے فرار ہوئے اور مکۂ معظمہ و مدینہ منورّہ میں جا جا کر مقیم ہوئے وہاں حضرت عمر بن عبدالعزیز حجاز کے گورنر تھے۔ انھوں نے عراق سے آئے ہوئے ان لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کیا۔

۹۳ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عبدالملک کو ایک خط حجاج کی شکایت میں لکھا کہ اُس نے اہلِ عراق کو بہت ستا رکھا ہے اور اپنے ظلم و زیادتی میں حد سے بڑھ گیا ہے۔ حجاج کو جب اس کا حال معلوم ہوا تو اُس نے بھی ایک خط حضرت عمر بن عبدالعزیز کی شکایت میں ولید کو لکھا کہ اکثر فتنہ پرواز اور منافق لوگ عراق سے جلا وطن ہوکر عمر بن عبدالعزیز کے پاس چلے جاتے ہیں اور عمر بن عبدالعزیز اُن کی گرفتاری سے مانع ہوتے ہیں یہ بات حکومت و سلطنت کے لئے موجبِ نقصان ثابت ہوگی۔ مناسب یہ ہے کہ آپ عمر بن عبدالعزیز کو حجاز کی حکومت سے معزول کردیں۔

ولید نے ماہِ شعبان ۹۳ھ میں عمر بن عبدالعزیز کو حجاز کی حکومت سے معزول کرکے اُن کی جگہ خالد بن عبداللہ کو مکہ معظمہ کا اور عثمان بن حبان کو مدینہ کا حاکم مقرر کردیا۔ خالد نے مکہ میں جاتے ہی کُل اہلِ عراق کو نکال باہر کیا اور اُن لوگوں کو بھی دھمکایا، جنھوں نے اپنے مکانات اہلِ عراق کو کرایہ پر دے رکھے تھے۔ جو لوگ حجاج کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے مکہ معظمہ میں آئے تھے انھیں میں سعید بن جبیر بھی تھے۔ سعید بن جُبیر کی خطا یہ تھی کہ وہ عبدالرحمٰن بن اشعث کے ہم آہنگ ہوگئے تھے اور حجاج کی نگاہ میں یہ خطا کوئی معمولی خطا نہ تھی۔ خالد نے اُن کو گرفتار کرکے حجاج کے پاس بھیج دیا۔ حجاج نے اُن کو قتل قتل کردیا۔ سعید بن جبیر بالکل بے گناہ مقتول ہوئے اور اس قسم کے یہی ایک مقتول نہ

تھے بلکہ بہت سے بزرگ اور نیک آدمیوں کو حجاج نے ظالمانہ قتل کیا۔

ولید بن عبدالملک کے بعد سلیمان بن عبدالملک تختِ خلافت کا آرزومند تھا کیونکہ عبدالملک نے ولید کے بعد سلیمان کو ولی عہد بنایا تھا اور اسی پر لوگوں سے بیعت لی گئی تھی۔ ولید نے یہ چاہا کہ میں سلیمان اپنے بھائی کو محروم کرکے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ولی عہد بناؤں۔ اس خواہش اور ارادے کا حال ولید نے جُدا جُدا اپنے سرداروں کے سامنے بیان کیا تو حجاج اور قتیبہ نے تو پسند کیا۔ لیکن اوروں نے ولید کو ڈرایا اور کہا کہ مسلمانوں میں فتنہ برپا ہو جانے کا سخت اندیشہ ہے۔ اسی سال ۹۵ھ میں بہ ماہ شوال بیس برس عراق کی حکومت کرنے کے بعد حجاج نے وفات پائی اور مرتے وقت اپنے بیٹے عبداللہ بن حجاج کو عراق کا گورنر مقرر کیا۔ ولید بن عبدالملک نے حجاج کے تمام عاملوں کو اُن کے عہدوں پر بدستور قائم رکھا۔

موسیٰ بن نصیر

جس طرح حجاج مشرقی ممالک کا سب سے بڑا والسرائے تھا اسی طرح مغربی ممالک کا والسرائے ولید بن عبدالملک کے عہد میں موسیٰ بن نصیر تھا جس کا جائے قیام مقامِ قیروان تھا۔ شمالی افریقہ کے اس سب سے بڑے حاکم کے پاس اندلس کے بعض لوگ آئے اور اپنے بادشاہ لذریق (راڈرک) کے ظلم وستم کی شکایت کرکے التجا کی کہ آپ اندلس (اسپین) پر چڑھائی کرکے مراقش کی طرح اُس کو بھی اپنی حکومت میں شامل کریں۔

موسیٰ نے اہلِ اندلس کی اس درخواست پر چند روز غور کیا اُس کے بعد اپنے ایک غلام کو چار کشتیوں میں چار سو سپاہیوں کے ساتھ ساحلِ اندلس کی طرف روانہ کیا کہ وہاں کے حالات سے آگاہی حاصل ہو اور دوسری طرف خلیفہ ولید سے اندلس پر چڑھائی کرنے کی اجازت طلب کی۔ خلیفہ نے چڑھائی کی اجازت عطا کردی۔ اُدھر وہ چار سو سپاہی بھی سالماً غانماً واپس آئے۔

۹۱ھ یا ۹۲ھ میں موسیٰ نے اپنے دوسرے آزاد کردہ غلام طارق بن زیاد کو سات ہزار فوج دے کر اندلس پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ طارق اُس زمانہ میں موسیٰ بن نصیر کی طرف

ے طنجہ (واقع مراکو) کا حاکم تھا وہ اپنے سات ہزار ہمراہیوں کے ساتھ کشتیوں پر سوار ہوکر اور بارہ میل کی چوڑی آبنائے جبل الطارق کو عبور کرکے ساحلِ اندلس پر اُترا اور شمال کی جانب متوجہ ہوا۔ علاقہ شندونہ میں اسپین کا بادشاہ لذریق ایک لاکھ جرّار فوج کے ساتھ طارق کے مقابلہ پر آیا آٹھ روز تک بڑے زور شور کی لڑائی رہی آخر آٹھویں روز ۲۸ ماہِ رمضان المبارک ۹۲ھ کو شاہ لذریق طارق کے مقابلہ میں مارا گیا اور عیسائی لشکر نے راہِ فرار اختیار کی۔

اسی سال سندھ کا راجہ داہر محمد بن قاسم کے مقابلہ میں مارا گیا تھا۔ اس کے بعد بڑی آسانی سے طارق اندلس کے شہروں کو فتح کرتا ہوا آگے بڑھا۔ اس فتح عظیم کا حال جب موسیٰ بن نصیر کو معلوم ہوا تو اُس نے طارق کو آئندہ پیش قدمی سے رُکنے اور اپنے پہنچنے تک انتظار کرنے کے لئے لکھا مگر طارق اور اُس کے بہادر سپاہی اب رُک نہیں سکتے تھے۔ آخر رمضان ۹۳ھ میں موسیٰ بن نصیر بھی اٹھارہ ہزار فوج لے کر اندلس پہنچ گیا اور تمام جزیرہ نمائے اندلس کو کوہ پیری نیز تک فتح کرلیا۔ مشرقی اندلس میں علاقہ بر شلونہ کو فتح کرنے کے بعد موسیٰ نے ولید بن عبدالملک کو لکھا کہ میں نے تمام مُلک اسپین کو فتح کرلیا ہے اب اجازت دیجئے کہ میں یورپ کے اندر ہوتا اور فتوحات حاصل کرتا ہوا قسطنطنیہ تک پہنچوں اور فتح قسطنطنیہ کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

لیکن ولید بن عبدالملک نے موسیٰ کو لکھا کہ تم اسپین میں کسی کو حاکم مقرر کرکے معہ طارق بن زیاد میرے پاس براہِ افریقہ واپس آؤ اگر اُس وقت موسیٰ بن نصیر کو اجازت مل جاتی۔ تو یہ کچھ بھی دشوار نہ تھا کہ تمام برّاعظم یورپ فتح ہوجاتا۔ بہر حال خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں موسیٰ نے اُندلس میں اپنے بیٹے عبدالعزیز کو گورنر مقرر کیا۔ اور مراکو اپنے دوسرے بیٹے عبدالملک کو سپرد کیا۔ اور قیروان میں اپنے تیسرے بیٹے عبداللہ کو اپنا جانشین بنایا اور اس انتظام سے فارغ ہوکر خود معہ تحف وہدایا دمشق کی جانب روانہ ہوا۔ لیکن یہ جس روز دمشق پہنچا ہے خلیفہ ولید بن عبدالملک کا انتقال ہوچکا تھا۔

ولید بن عبدالملک کی وفات

ولید نے اپنے بھائی سلیمان کو ولی عہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانے کی جو کوشش کرنی چاہی تھی اُس میں وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اگر وہ چند روز اور نہ مرتا تو شاید اپنے ارادے میں کامیاب ہو جاتا لیکن اب یہ ہوا کہ سلیمان اُن سرداروں کا جنھوں نے ولید کے ارادے کی تائید کی تھی۔ دشمن ہو گیا نیز ہر ایک اُس شخص سے جس کو ولید محبوب و مکرم رکھتا تھا۔ سلیمان کو دشمنی ہو گئی۔ اور اس کا نتیجہ آئندہ عالم اسلام کے لئے کسی قدر مضر ثابت ہوا۔ ولید بن عبدالملک نے ۱۵ ر جمادی الثانی ۹۶ھ مطابق ۲۵ ر فروری ۷۱۵ء میں پینتالیس سال چند ماہ کی عمر میں نو سال آٹھ مہینے خلافت کرنے کے بعد مُلکِ شام کے مقام دیر مران میں وفات پائی اور ۱۹ بیٹے چھوڑے ولید کے عہدِ خلافت میں سندھ۔ ترکستان۔ سمرقند و بخارا وغیرہ۔ اُندلس۔ ایشیائے کوچک کے اکثر شہر و قلعے اور بعض جزیرے حکومتِ اسلامی میں شامل ہوئے ولید کی خلافت مسلمانوں کے لئے ایک طرف راحت و آرام اور خوش حالی کا زمانہ تھا تو دوسری طرف فتوحاتِ ملکی کا خاص زمانہ تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد اس قدر عظیم و اہم فتوحاتِ مُلکی اور کسی خلیفہ کے زمانے میں اب تک مسلمانوں کو حاصل نہ ہوئی تھیں۔ جب ولید کا انتقال ہوا ہے تو اُس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک مقام رملہ میں تھا۔

سلیمان بن عبدالملک

سلیمان اپنے بھائی ولید سے چار سال عمر میں چھوٹا تھا۔ ولید کی وفات کے بعد اس کے ہاتھ پر جمادی الثانی ۹۶ھ میں بیعتِ خلافت ہوئی۔ حجاج چونکہ سلیمان کو ولی عہدی سے معزول کرانے میں ولید کا ہم خیال تھا اور قتیبہ بن مسلم بھی اس معاملہ میں حجاج و ولید کا ہم نوا تھا۔ لہٰذا سلیمان کو حجاج و قتیبہ دونوں سے سخت عداوت تھی۔ حجاج سلیمان کے خلیفہ ہونے سے پہلے ہی فوت ہو چکا تھا قتیبہ البتہ خراسان

کی گورنری پر مامور اور زندہ موجود تھا۔ قتیبہ کو اس بات کا احساس تھا کہ سلیمان کی خلافت میں میرے ساتھ کس قسم کا سلوک روا رکھا جائے گا۔

قتیبہ کا قتل

قتیبہ بن مسلم باہلی امیر خراسان نے جب سُنا کہ ولید فوت ہو گیا اور اُس کی جگہ سلیمان بن عبد الملک تخت نشین ہوا تو اُس نے خراسان کی تمام موجودہ فوج اور سرداران لشکر کو جمع کر کے اپنی اس رائے کا اظہار کیا کہ سلیمان بن عبد الملک کی خلافت سے انکار کرنا چاہیے۔ قتیبہ کے پاس جو فوج تھی اُس میں ایک زبردست حصہ بنو تمیم کا تھا۔ بنو تمیم کا سردار وکیع تھا۔ وکیع نے یہ رنگ دیکھ کر لوگوں سے سلیمان بن عبد الملک کی بیعتِ خلافت لینی شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ یہ خبر تمام لشکر میں پھیلی اور تمام قبائل وکیع کے گرد جمع ہو گئے۔ قتیبہ نے ہر چند کوشش کی کہ لوگ اس کی باتیں سنیں اور اس سے افہام تفہیم کریں۔ لیکن پھر کسی نے اُس کی بات نہ پوچھی اور علانیہ گستاخیاں کرنے لگے قتیبہ کے ساتھ اُس کے بھائی اور بیٹے اور رشتہ دار شریک رہے آخر لشکریوں نے لوٹ مار شروع کر دی اور قتیبہ کی ہر چیز کو لوٹنا اور جلانا شروع کر دیا۔ قتیبہ کے رشتہ داروں نے قتیبہ کے خیمہ کی حفاظت کرنی چاہی لیکن وہ سب مارے گئے اور بالآخر قتیبہ بھی بہت سے زخم کھا کر بیہوش زمین پر گرا اور لوگوں نے فوراً اُس کا سر کاٹ لیا۔ قتیبہ کے صرف بھائی اور بیٹے گیارہ شخص مارے گئے اُس کے بھائیوں میں سے صرف ایک شخص عمر بن مسلم اس لئے بچ گیا کہ اُس کی ماں قبیلہ بنو تمیم سے تھی۔ وکیع نے قتیبہ کا سر اور اُس کی انگوٹھی خراسان سے سلیمان بن عبد الملک کے پاس بھجوا دی۔ قتیبہ بن مسلم خاندانِ بنو امیہ کے سرداروں میں نہایت زبردست فتح مند اور نامور سردار تھا ایسے زبردست سردار کی ایسی موت نہایت افسوسناک حادثہ ہے لیکن چونکہ اُس نے خلیفہ وقت کے خلاف کوشش کرنے میں ناعاقبت اندیشی سے کام لیا تھا لہٰذا سلیمان بن عبد الملک پر قتیبہ کے قتل کا کوئی الزام نہیں لگایا جا سکتا۔

محمد بن قاسم کی وفات

سلیمان بن عبد الملک پر سب سے بڑا الزام محمد بن قاسم کے معاملہ میں لگایا جا سکتا

ہے۔ سلیمان کو اگر حجاج سے عداوت و دشمنی تھی تو اس دشمنی کو حجاج کے رشتہ داروں تک بلا وجہ وسیع نہیں ہونا چاہیے تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ سلیمان نے محمد بن قاسم کو بھی اسی طرح کشتنی و گردن زدنی سمجھا جس طرح وہ حجاج کو سمجھتا تھا محمد بن قاسم نہایت سمجھدار۔ بہادر مستقل مزاج۔ نیک طینت اور جوان صالح تھا۔ اس نوجوان نے سندھ و ہند کی فتوحات میں ایک طرف اپنے آپ کو رستم واسکندر سے بڑھ کر ثابت کیا تو دوسری طرف وہ نوشیروان عادل سے بڑھ کر عادل و رعایا پرور ظاہر ہو تھا۔ اس نوجوان فتح مند سردار نے سلیمان کے خلاف قطعاً کوئی حرکت کبھی نہیں کی تھی۔

حجاج کی وفات کے بعد بھی وہ اسی طرح فتوحات و ملک داری میں مصروف رہا جیسا کہ حجاج کی زندگی میں تھا۔ اس کے پاس جس قدر فوج تھی وہ سب کی سب دل و جان سے اس پر فدا اور اس کے ہر ایک حکم کی تعمیل کو بسر و چشم موجود تھی اور یہ بھی سب سے بڑی دلیل اس بات کی تھی کہ محمد بن قاسم نہایت اعلیٰ درجہ کی قابلیت سپہ سالاری رکھتا تھا ایسے نوجوان کی جس کی ابتدا ایسی عظیم الشان تھی اگر تربیت کی جاتی اور اس سے کام لیا جاتا تو وہ سلیمان بن عبدالملک کے لئے تمام برا عظم ایشیا کو چین و جاپان تک فتح کر دیتا۔ لیکن سلیمان نے جذبہ عداوت سے مغلوب ہو کر یزید بن ابی کبشہ کو سندھ کا والی بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے بھیج دو۔ سلیمان کا یہ حکم درحقیقت تمام کارگذار اور فتح مند سپہ سالاروں کو بزدل بنا دینے کا ایک زبردست اعلان تھا۔ کسی خلیفہ یا سلطان کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی قابل شرم بات نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنے سرداروں کے عظیم الشان اور قابلِ تعریف کاموں کا صلہ بجائے تحسین و آفرین اور عزت افزائی کے قید و گرفتاری سے دے۔

یزید بن ابی کبشہ سندھ میں آکر زور و قوت کے ذریعہ محمد بن قاسم کو ہرگز ہرگز مغلوب نہیں کر سکتا تھا۔ محمد بن قاسم کے ہمراہیوں کو جب خلیفہ کے اس نامعقول حکم کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے محمد بن قاسم سے کہا کہ تم اس حکم کی ہرگز تعمیل نہ کرو ہم تم کو اپنا امیر جانتے اور تمہارے ہاتھ پر اطاعت کی بیعت کئے ہوئے ہیں۔ خلیفہ سلیمان کا ہاتھ ہرگز آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ محمد بن قاسم کو مغلوب کرنے کے لئے خلیفہ سلیمان کو اپنی خلافت کا پورا زور لگانا پڑتا کیونکہ یہاں محمد بن قاسم کے پاس اس کی ہر دل عزیزی کے سبب ایسے

ذرائع موجود تھے کہ سندھ کے ریگستان کا ہر ایک ذرہ اُس کی اعانت وامداد کے لئے کوشاں ہوتا۔ مگر اس جوان صالح نے فوراً بلا توقف اپنے آپ کو ابن ابی کبشہ کے سپرد کردیا اور کہا کہ خلیفۂ وقت کے حکم کی نافرمانی کا جرم مجھ سے ہرگز سرزد نہ ہوگا۔ چنانچہ محمد بن قاسم کو گرفتار کرنے کے بعد ابنِ ابی کبشہ نے دمشق کی جانب روانہ کردیا۔ وہاں سلیمان کے حکم سے وہ واسط کے جیل خانہ میں قید کردیا گیا اور صالح بن عبدالرحمٰن کو اُس پر مسلّط کردیا جس کو اُس نے جیل خانے میں انواع واقسام کی تکلیفیں دے دے کر مار ہی ڈالا۔

موسیٰ بن نصیر کا انجام

موسیٰ بن نصیر کی نسبت اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اُس نے تمام شمالی افریقہ میں امن وامان قائم رکھا اور اندلس کی فتح کو تکمیل تک پہنچایا۔ موسیٰ کا باپ نصیر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم کا مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام تھا۔ جو خاندانِ مروان کا ایک فرد سمجھا جاتا تھا۔ اس بہادر سردار کے حوصلے کا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ تمام برِّ اعظم یورپ کو صرف پندرہ بیس ہزار فوج سے فتح کر لینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ موسیٰ بن نصیر جب دارالخلافہ میں پہنچا تو اُس کا قدر شناس خلیفہ ولید فوت ہو چکا تھا۔ سلیمان نے موسیٰ کے ساتھ بجائے اس کے کہ عزت وقدردانی کا برتاؤ کرتا اُس کو قید کردیا اور اس قدر بھاری تاوان اُس کے ذمہ عائد کیا جو موسیٰ کی استطاعت سے باہر تھا۔ یہاں تک کہ موسیٰ کو تاوان کا روپیہ پورا کرنے کے لئے عرب سرداروں سے مانگ کر اپنی آبرو برباد کرنی پڑی اور اُس کی تمام ناموری اور عزت وحُرمت خاک میں مل گئی۔

ولید کے زمانے کے نامور سرداروں میں سے صرف مسلمہ بن عبدالملک سلیمان کی عنایت ریزیوں سے بچا رہا اور سلیمان نے اُس کو بدستور اپنے عہدے اور مرتبہ پر قائم رکھا۔ مسلمہ سلیمان کا بھائی تھا اور اُس کو ولی عہدی کے معاملہ سے کسی قسم کا تعلق نہ تھا اسی لئے سلیمان نے اُس کو اپنے دُشمنوں کی فہرست میں داخل نہیں کیا۔

یزید بن مُہلب

اُوپر بیان ہو چکا ہے کہ حجاج مُہلب کے بیٹوں سے ناراض تھا اور یزید بن مُہلب کو معہ اُس کے بھائیوں کے قید کر دیا تھا۔ یزید بن مہلب جیل خانے سے بھاگ کر فلسطین میں سلیمان بن عبدالملک کے پاس چلا گیا۔ اُس زمانہ میں سلیمان بن عبدالملک فلسطین کا گورنر تھا یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ حجاج نے مرتے وقت اپنے بیٹے عبداللہ بن حجاج کو اپنی جگہ عراق کا گورنر مقرر کیا تھا اور ولید بن عبدالملک نے اس تقرر کو جائز رکھا تھا۔ اب ولید کی وفات کے بعد جب سلیمان بن عبدالملک تختِ خلافت پر بیٹھا تو اُس نے سب سے پہلے حجاج کے بیٹے عبداللہ کو معزول کر کے اُس کی جگہ یزید بن مہلب کو گورنرِ عراق مقرر کیا۔ یزید بن مُہلب جانتا تھا کہ اگر لوگوں سے خراج کے وصول کرنے میں میں نے سختی کی کہ تو حجاج کی طرح بدنام ہو جاؤں گا اور اگر رعایت و نرمی سے کام لیا تو سلیمان بن عبدالملک کی نگاہوں سے گر جاؤں گا اس لئے اُس نے یہ تدابیر اختیار کیں کہ سلیمان بن عبدالملک کو اس بات پر رضامند کیا کہ وہ عراق کی تحصیل خراج یعنی صیغۂ مال کی افسری پر صالح بن عبدالرحمٰن کو مقرر کر دے اور باقی انتظامی و فوجی معاملات گورنر عراق یعنی یزید بن مُہلب سے متعلق رہیں۔ یزید بن مُہلب کی یہ خواہش سلیمان کو اس لئے بھی ناگوار نہ گذری کہ وہ جانتا تھا کہ حجاج نے یزید بن مہلب پر سرکاری روپیہ کے خورد بُرد کرنے کا الزام لگا کر قید کیا تھا۔ چنانچہ صالح بن عبدالرحمٰن صیغہ مال کی افسری پر مامور ہو کر اوّل عراق کی جانب بھیج دیا گیا اُس کے بعد یزید بن مہلب بھی عراق کا گورنر بن کر کوفہ میں وارد ہوا یہاں یزید و صالح میں ناچاقی پیدا ہوئی اور یزید بن مہلب کے لئے صالح بن عبدالرحمٰن کا وجود باعثِ تکلیف ثابت ہونے لگا۔

اسی دوران میں خبر آئی کہ قتیبہ بن مسلم خراسان میں مارا گیا۔ یزید خراسان کی گورنری کو ترجیح دیتا تھا کیونکہ وہ اور اُس کا باپ خُراسان کا گورنر رہ چکے تھے سلیمان بن عبدالملک نے یزید بن مہلب کی خواہش کے موافق اُس کو خراسان کے صوبہ کی سند گورنری دے کر عراق کو بھی اُسی کے ماتحت رکھا۔ یزید نے عراق کے اندر کوفہ و بصرہ و واسط وغیرہ میں اپنے جُدا جُدا نائب چھوڑ کر خود خراسان کا قصد کیا۔ خراسان میں پہنچ کر یزید بن مُہلب نے

اول قہستان پر اُس کے بعد جرجان پر چڑھائی کی اور یہاں کے باغی سرداروں سے جرمانہ وخراج وصول کرکے مصالحت کی۔ اہلِ جرجان نے چندروز کے بعد پھر بغاوت کی یزید نے چڑھائی کرکے چالیس ہزار ترکوں کو معرکۂ جنگ میں قتل کیا اور شہر جرجان کا بنیادی پتھرا اپنے ہاتھ سے رکھ کر وہاں جہم بن ذخر جعفی کو اپنی طرف سے حاکم مقرر کیا۔ اس سے پیشتر جرجان کسی شہر کا نام نہ تھا۔ بلکہ وہ ایک پہاڑی علاقہ تھا جس میں چھوٹے چھوٹے بہت سے دیہات شامل تھے۔ یزید بن مُہلب نے ایک شہر آباد کیا جس کا نام جرجان مشہور ہوا۔ اس کے بعد طبرستان کو فتح کرکے اپنا عامل مقرر کیا۔

مسلّمہ بن عبد الملک

۹۷ھ میں مسلمہ بن عبد الملک نے علاقہ رضاخیہ کو فتح کیا۔ ۹۸ھ میں ایک رومی سردار القون نامی نے حاضر دربار خلافت ہوکر قسطنطنیہ کے فتح کرنے کی ترغیب دی سلیمان نے اپنے بیٹے داؤد اور اپنے بھائی مسلمہ کو فوج دے کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ کیا مسلمہ اس فوج کا سپہ سالارِ اعظم تھا۔ مسلمہ نے جاکر قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ جب لشکر اسلام قسطنطنیہ کے قریب پہنچا تھا تو مسلمہ نے لشکریوں کو حکم دیا تھا کہ ایک ایک مُد غلہ ہر شخص اپنے ہمراہ لیتا چلے اور لشکرگاہ میں لے جاکر جمع کرے۔ قسطنطنیہ کے محاصرہ کرنے کے بعد یہ غلہ جمع کیا گیا تو غلہ کے انبار پہاڑوں کی طرح جمع ہو گئے۔ مسلمہ نے قسطنطنیہ کا محاصرہ ڈال کر فوج والوں کے لئے مکانات مٹی پتھر کے بنوا دیئے اور میدانوں میں کھیتی کرنے کا حکم دیا چنانچہ کھیتی پک کر تیار ہوگئی۔ روزانہ اخراجات خور و نوش کے لئے غلہ لوٹ مار کے ذریعہ فراہم کیا جاتا تھا۔ غلّہ کے انبار محفوظ تھے۔ کھیتی پک کر تیار ہوگئی تھی۔ اہلِ قسطنطنیہ اس عزم و ہمت اور استقلال کے ساتھ محاصرہ دیکھ کر سخت پریشان ہوئے سال بھر گذرنے کے بعد انھوں نے خفیہ پیغاموں کے ذریعہ اُسی رومی سردار القون نامی کو اپنی طرف متوجہ کرکے اس بات کا لالچ دیا کہ اگر مسلمانوں کا محاصرہ اٹھوا دو اور ان کو یہاں سے رُخصت کردو تو ہم آدھا ملک تم کو دیدیں گے القون اس پر رضامند ہوگیا۔ اُس نے مُسلمہ کو مشورہ دیا کہ اگر تم اپنے غلّہ کے انباروں اور کھیتوں کو آگ لگا دوگے تو رومی لوگ یہ سمجھیں گے کہ اب مسلمان سخت اور فیصلہ کُن حملہ کرنے پر مستعد ہوگئے ہیں لہٰذا اُمید ہے کہ وہ فوراً شہر آپ کے سپرد کردیں گے اور بغیر لوٹے ہوئے بہ آسانی شہر پر قبضہ ہو سکے گا۔ مسلمہ رومی سردار کے اس چکمے میں آگیا۔ حالانکہ اس سے پیشتر رُومی مسلّمہ کے پاس یہ

پیغام بھیج چکے تھے کہ ہم سے فی کس ایک اشرفی کے حساب سے جزیہ لے لو اور محاصرہ اُٹھا کر چلے جاؤ لیکن مسلمہ اُن کی اس درخواست کو رد کر چکا تھا۔ چند روز اور محاصرہ جاری رہتا تو قسطنطنیہ کے فتح ہونے میں کوئی شبہ باقی نہ تھا لیکن خدائے تعالیٰ کو ابھی منظور نہ تھا کہ مسلمان قسطنطنیہ پر قابض و متصرف ہوں چنانچہ مسلمہ نے غلہ کے انباروں اور کھیتوں کو آگ لگوادی۔

اس احمقانہ فعل کا اثر یہ ہوا کہ رُومی بہت خوش ہوئے اور مدافعت پر دلیر ہو گئے۔ مسلمانوں کو غلہ کی تکلیف ہونے لگی اُدھر الفون مع اپنے ہمراہیوں کے لشکرِ اسلام سے جدا ہو کر رومیوں میں جا ملا۔ سلیمان بن عبدالملک مسلمہ کو روانہ کرنے کے بعد خود مقام وابق میں مقیم تھا اور یہیں سے ہر قسم کی امداد مسلمہ کو پہنچاتا رہتا تھا۔ اِدھر کھیتی اور غلہ کو جلا دیا گیا۔ اُدھر موسم سرما کے آجانے کی وجہ سے سلیمان سامان رسد وغیرہ کی امداد مسلمہ تک نہ پہنچا سکا نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر اسلام کو فاقے ہونے لگے اور بھوک کی وجہ سے لوگ مرنے شروع ہوئے کیونکہ اب اِرد گرد کے علاقے سے بھی غلہ لوٹ مار کے ذریعہ حاصل نہ ہو سکتا تھا۔

مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر قیصر کے سردار برجان نامی نے جو شہرِ صقالیہ کا گورنر تھا ایک فوج عظیم کے ساتھ لشکرِ اسلام پر حملہ کیا مسلمہ نے اُس کا مقابلہ کر کے شکست دی اور شہر صقالیہ کو فتح کر کے اُس پر قبضہ کر لیا۔ اسی عرصہ میں خبر پہنچی سلیمان بن عبدالملک کا انتقال ہو گیا۔

سلیمان بن عبدالملک کے اخلاق وعادات

سلیمان بن عبدالملک نہایت فصیح البیان شخص تھا۔ عدل وانصاف کا شوقین اور جہاد کا حریص تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو سلیمان نے اپنا وزیر ومشیر بنایا تھا یہی وجہ تھی کہ سلیمان کے اخلاق وعادات میں خوبیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ عہد بنو اُمیہ میں ایک بُری رسم جاری ہو گئی تھی کہ وہ نماز عموماً دیر کر کے آخر وقت میں پڑھتے تھے۔ سلیمان بن عبدالملک نے اس رسم کو مٹا کر نمازیں اوّل وقت پڑھنی شروع کیں۔ راگ اور گانے سے بھی سُلیمان بن عبدالملک کو سخت نفرت تھی۔ چنانچہ اُس نے گانے بجانے کی ممانعت کی۔ سلیمان نہایت خوبصورت اور وجیہہ شخص تھا۔ تنومند اور پُرخور بھی تھا۔ ایک مرتبہ ستر انار۔ بہت سی کشمش۔ چھ مہینے کی عُمر کا ایک بکرا اور چھ مُرغ کھا گیا اور سب کو ہضم کر لیا۔

ولی عہدی

سلیمان بن عبدالملک نے اپنے بیٹے ایوب کو اپنا ولی عہد بنایا تھا لیکن جب ایوب فوت ہوا اور مقام ابق میں وہ علیل ہوا تو اُس نے رجاء بن حیوٰۃ سے مشورہ کیا کہ میں کس کو اپنی جانشینی کے لئے نامزد کروں اول سلیمان نے اپنے بیٹے داؤد کا نام لیا۔ رجاء بن حیوٰۃ نے کہا کہ وہ قسطنطنیہ کے محاصرہ میں مصروف اور کفار سے لڑ رہا ہے۔ عرصہ سے وہاں کی کوئی خبر نہیں ملی۔ خدا جانے وہ زندہ ہے یا شہید ہوا ادھر فاصلہ زیادہ ہے ایسے شخص کو ولی عہد بنانے کا مشورہ میں نہیں دے سکتا۔ پھر سلیمان نے کہا کہ میں اپنے چھوٹے بیٹے کو ولی عہد بنا دوں۔ رجاء بن حیوٰۃ نے کہا کہ وہ صغیر السن ہے اس قابل نہیں کہ وہ بار خلافت اُٹھا سکے۔ سلیمان نے کہا کہ تم پھر بتاؤ میں کس کو اپنا جانشین مقرر کروں۔ رجاء بن حیوٰۃ نے کہا کہ مسلمانوں کی صلاح وفلاح اور آپ کی نیک و پاک باطنی اور دین داری کا تقاضا تو یہ ہونا چاہیئے کہ آپ اپنے چچا زاد بھائی عمر بن عبدالعزیز کو اپنا ولی عہد بنائیں کیونکہ اُن سے بہتر دوسرا شخص نہیں مل سکتا نیز وہ آپ کے وزیر اعظم ہونے کے سبب امورِ سلطنت کے متعلق ہر قسم کا کافی تجربہ بھی رکھتے ہیں۔ سلیمان نے کہا کہ میں بھی عمر بن عبدالعزیز کو سب سے بہتر سمجھتا ہوں لیکن مجھ کو ڈر یہ ہے کہ میرے بھائی یعنی فرزندانِ عبدالملک راضی نہ ہوں گے اور وہ عمر بن عبدالعزیز کی مخالفت پر اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ رجاء بن حیوٰۃ نے کہا کہ آپ عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنا کر ساتھ ہی یہ بھی وصیت کر دیجئے کہ اُن کے بعد یزید بن عبدالملک خلیفہ ہو۔ سلیمان بن عبدالملک نے اس مشورہ کو پسند کیا اور عمر بن عبدالعزیز کے لئے ولی عہدی کا فرمان لکھ کر اُس پر مُہر لگا دی۔ اس کاغذ کو ایک لفافہ میں بند کر کے اُس لفافے کو بھی سربمُہر کر دیا اور رجاء بن حیوٰۃ کو دے کر کہا کہ باہر جاؤ اور یہ لفافہ دکھا کر کہو کہ امیر المومنین نے اس لفافہ میں اپنے بعد خلیفہ ہونے والے شخص کا تعین کر دیا اور فرمان لکھ کر رکھ دیا ہے۔ جس شخص کا نام اس فرمان میں ہے اُس کے لئے بیعت کرو۔ جب رجاء نے باہر جا کر لوگوں کو جمع کر کے یہ حکم سُنایا تو لوگوں نے کہا کہ ہم بیعت اُس وقت کریں گے جب کہ ہم کو اُس شخص کا نام بتا دیا جائے گا۔ رجاء بن حیوٰۃ نے آکر سلیمان سے یہ کیفیت بیان کی تو سلیمان نے اُسی وقت حکم دیا کہ کوتوال اور پولیس کو

بُلاکر حکم دو کہ لوگوں سے میرے حکم کے موافق بیعت لیں اور جو شخص انکار کرے اُس کی گردن اُڑادیں یہ حکم سنتے ہی سب نے بیعت کی اور مطلق چون وچرا نہ کیا۔

رجاء بن حیاۃ جب بیعت لے کر واپس آرہے تھے تو راستے میں ہشام بن عبدالملک ملا اور اُس نے کہا کہ مجھ کو خوف معلوم ہوتا ہے کہ امیرالمومنین نے کہیں مجھ کو محروم ہی نہ رکھا ہو اگر ایسا ہے تو مجھے بتادو تاکہ میں اپنا کچھ انتظام کروں۔ رجاء نے کہا کہ امیرالمومنین نے مجھ کو سربمُہر لفافہ دیا ہے اور سب سے اس بات کو پوشیدہ رکھا ہے تم کو کیا جواب دے سکتا ہوں۔ آگے چل کر اتفاقاً عمر بن عبدالعزیز مل گئے اُنھوں نے کہا کہ مجھ کو بڑا ہی خوف معلوم ہو رہا ہے کہ کہیں سلیمان نے ولی عہدی کے لئے میرا ہی نام نہ لکھ دیا ہو اگر تم کو معلوم ہو تو مجھے بتادو تاکہ میں کوشش کر کے اس مصیبت کو ٹالوں اور سُبک دوشی حاصل کروں۔ رجاء نے اُن کو بھی وہی جواب دیا جو ہشام بن عبدالملک کو دیا تھا۔

وفات

سلیمان بن عبدالملک ۹۸ھ میں دمشق سے جہاد کے ارادے پر نکلا اور قسطنطنیہ کی طرف فوج روانہ کر کے خود مقام دابق میں مقیم رہ کر اس یورش کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتا رہا اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ سُلیمان کو حالتِ جہاد ہی میں موت آئی۔ ۱۰ ماہ صفر ۹۹ھ بروز جمعہ سلیمان نے بمقام دابق متصل قنسرین وفات پائی۔ قریباً پونے تین سال خلافت کی اور ۴۵ سال کی عمر پائی۔ اس خلیفہ کے زمانہ میں بھی مسلمانوں کو فتوحاتِ ملکی حاصل ہوئیں۔ خلافِ شرع کاموں کا رواج موقوف ہوا۔ حجاج کے عاملوں اور متوسلوں کو جہاں کہیں وہ مامور و مقرر تھے موقوف و معزول کیا۔ کیونکہ وہ بھی حجاج ہی کی طرح ظلم و تشدد کی جانب مائل تھے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ محمد بن قاسم کے ساتھ جو معاملہ ہوا اُس میں سلیمان سے سخت غلطی ہوئی۔ سلیمان بن عبدالملک کے قابلِ تعریف کاموں اور عظیم الشان کارناموں میں سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اُس نے اپنے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنایا۔ اس ایک نیکی کے مقابلے میں سلیمان بن عبدالملک کی تمام غلطیوں اور لغزشوں کو بڑی آسانی سے فراموش کیا جا سکتا ہے اور وہ ہر ایک مدح و ستائش کا مستحق نظر آتا ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابو حفص حضرت عمر بن عبد العزیز بن مروان بن حکم خلفائے راشدین میں خلیفۂ خامس ہیں وہ خلیفۂ صالح کے نام سے بھی مشہور ہیں اکثر اکابرِ مسلمین کا قول ہے کہ خلفاء راشدین پانچ ہیں ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ عمر بن عبد العزیزؒ۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے والد عبد العزیز بن مروان مصر کے حاکم تھے کہ ۶۲ھ میں عمر بن عبد العزیز پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ حضرت فاروق اعظمؓ کی پوتی یعنی عاصم بن عمر فاروقؓ کی بیٹی تھیں۔ ان کے والد عبد العزیز عبد الملک بن مروان کے بعد خلیفہ ہونے والے تھے لیکن اُن کا انتقال عبد الملک کے سامنے ہوا لہٰذا وہ خلیفہ نہ ہو سکے۔ بچپن میں گھوڑے نے اُن کے لات ماردی تھی۔ اُن کے چہرے پر اُس کے زخم کا نشان تھا۔ فاروقِ اعظمؓ فرمایا کرتے تھے کہ میری اولاد میں سے ایک شخص ہوگا اُس کے چہرے پر ایک داغ ہوگا اور وہ زمین کو عدل و داد سے بھر دے گا۔ یہی وجہ تھی کہ جب گھوڑے نے ان کے لات ماری ہے تو ان کے باپ ان کے چہرے سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اگر تو وہی داغ دار ہے تو تو سعادت مند ہے۔

ابنِ سعد کا قول ہے کہ فاروقِ اعظمؓ کہا کرتے تھے کہ کاش میں اپنے اُس داغ دار بیٹے کا زمانہ پاتا جو دنیا کو اس طرح عدل و داد سے بھر دے گا جیسا کہ وہ اُس وقت ظلم سے بھری ہوئی ہوگی بلال بن عبد اللہ بن عمر کے چہرے پر بھی ایک داغ تھا اِس لئے خیال تھا کہ شاید یہی بشارت عمرؓ کے مصداق ہوں لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز کے خلیفہ ہونے پر سب کو معلوم ہوگیا کہ فاروق اعظمؓ کی پیشین گوئی کے مصداق وہی تھے۔ اُن سے پہلے عام طور پر لوگ آپس میں ذکر کیا کرتے تھے کہ دنیا کا خاتمہ نہ ہوگا۔ جب تک کہ مثیلِ عمر حاکم نہ ہولے۔

بچپن میں عمر بن عبد العزیز کے باپ نے اُن کو مدینہ میں بھیج دیا تھا۔ مدینہ میں ہی اُن کی تربیت ہوئی۔ فقہائے مدینہ کی صحبت میں اُن کی عمر کا ابتدائی حصہ گذرا۔ علمائے مدینہ ہی سے انھوں نے علوم دینیہ حاصل کئے علم و فضل اور تفقہ فی الدین میں اُن کا وہ مرتبہ تھا کہ اگر وہ خلیفہ نہ ہوتے تو ائمہ شرع میں اُن کا شمار ہوتا اور وہ سب سے بڑے امام

مانے جاتے ۔ مدینہ میں ان کے والد نے اُن کو عبیداللہ بن عبداللہ کے پاس بھیجا تھا اُنھیں کے زیر توجہ اُن کی تربیت ہوئی ۔ زید بن اسلم نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد ہم نے بجز عمر بن عبدالعزیز کے اور کسی شخص کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جو آنحضرت صلعم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہو ۔ زید کہتے ہیں کہ وہ رکوع و سجود پوری طرح ادا کرتے تھے ۔ مگر قیام و قعود میں دیر نہ کرتے تھے ۔ محمد بن علی بن حسینؓ سے کسی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی نسبت سوال کیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ وہ بنو اُمیہ کے نجیب ہیں اور قیامت میں بصورتِ اُمتِ واحدہ اُٹھیں گے ۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہونے سے پیشتر نہایت پُر تکلف اور قیمتی لباس پہنتے تھے لیکن خلیفہ ہونے کے بعد اُنھوں نے کھانے اور پہننے میں بالکل درویشانہ روش اختیار کر لی تھی ۔ میمون بن مہران کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہمراہ بہت سے مشہور علماء شاگردوں کی طرح رہا کرتے تھے ۔ مجاہد کا قول ہے کہ ہم عمر بن عبدالعزیز کے پاس اس خیال سے آئے کہ وہ ہم سے کچھ سیکھیں گے مگر اُن کے پاس آ کر ہم کو خود اُنھیں سے بہت کچھ سیکھنا پڑا ۔

جب اُن کے والد عبدالعزیز بن مروان کا انتقال ہوا تو یہ مدینہ ہی میں تشریف رکھتے تھے عبدالعزیز کی وفات کا حال سُن کر عبدالملک بن مروان نے اُن کو دمشق بُلا کر اپنی بیٹی فاطمہ کے ساتھ شادی کر دی عبدالملک کی وفات کے بعد جب ولید خلیفہ ہوا تو اُس نے ان کو مدینہ منوّرہ کا حاکم مقرر کیا چنانچہ یہ ۸۶ھ سے ۹۳ھ تک مدینہ کے حاکم رہے کئی مرتبہ امیرِ حج کی حیثیت سے حج کیا ۔ امارتِ مدینہ کے زمانے میں تمام فقہاء علماء ان کے پاس جمع رہتے تھے ۔

فقہائے مدینہ کی ایک کونسل آپ نے بنائی تھی اور اُنھیں کے مشورہ سے امورِ اتِ مہمہ انجام دیتے تھے ۔ حجاج کی شکایت پر ۹۳ھ میں ولید نے اُنھیں امارتِ مدینہ سے معزول کر کے شام میں بُلا لیا ۔ جب ولید نے ارادہ کیا کہ اپنے بھائی سلیمان کو ولی عہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنائے تو حجاج و قتیبہ وغیرہ نے تو ولید کے ارادہ کی تائید کی لیکن دوسرے اُمراء نے اس کو ناپسند کیا ۔ سب سے پہلے جس شخص نے ولید کے اس ارادے کی علانیہ اور پُر زور مخالفت کی وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے چنانچہ ولید

نے اِن کو قید کر دیا۔ تین برس تک یہ قید میں رہے پھر کسی کی سفارش سے رہا کر دیئے گئے۔ سلیمان بن عبدالملک اسی لئے عمر بن عبدالعزیز کا بہت شکر گذار و احسان مند تھا۔ چنانچہ اُس نے خود خلیفہ ہونے کے بعد ان کو اپنا وزیر اعظم بنایا اور مرتے وقت اِن کی خلافت کے لئے وصیت لکھ گیا۔

خلافت

جب سلیمان بن عبدالملک کا انتقال ہوا تو رجاء بن حیوٰۃ وابق کی مسجد میں گئے۔ تمام بنو اُمیہ اور اعیانِ لشکر کو جمع کیا۔ سربمہر فرمانِ ولی عہدی اُن کے پاس تھا۔ اُنھوں نے سب کو خلیفہ کے فوت ہونے کی خبر سُنا کر دوبارہ اُس ملفوف سربمہر فرمان پر لوگوں سے بیعت لی پھر سب کے سامنے اُس سربمہر فرمان کو کھول کر پڑھا اور لوگوں کو سُنایا اُس میں سلیمان بن عبدالملک نے لکھا تھا کہ

> "یہ تحریر بندۂ خدا امیرالمومنین سلیمان بن عبدالملک کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز کے نام ہے میں نے اپنے بعد تم کو اور تمہارے بعد یزید بن عبدالملک کو خلافت کا ولی عہد مقرر کیا۔ پس لوگوں کو چاہیے کہ وہ سُنیں اور اطاعت کریں اور خدا سے ڈریں اور آپس میں اختلاف نہ کریں تاکہ دوسروں کو تمہارے مغلوب کرنے کی طمع نہ ہو۔

اس فرمان کو سُن کر ہشام بن عبدالملک نے کہا کہ ہم عمر بن عبدالعزیز کی بیعت نہ کریں گے مگر رجاء بن حیوٰۃ نے جرات سے کام لے کر نہایت سختی سے فوراً جواب دیا کہ میں تمہاری گردن اُڑا دوں گا۔ ہشام یہ سُن کر خاموش ہو گیا۔ عبدالملک کی اولاد اس وصیت اور فرمان کو اپنی حق تلفی کا موجب سمجھتی تھی لیکن عام طور پر لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے خلیفہ ہونے کو بہت ہی پسند کرتے اور آپ کے سوا کسی دوسرے کا خلیفہ ہونا نہیں چاہتے تھے اُدھر عمر بن عبدالعزیز کے بعد یزید بن عبدالملک کو چونکہ خلافت کے لئے ولی عہد بنا دیا تھا۔ لہٰذا اولادِ عبدالملک کو کسی قدر تسکین بھی ہوتی تھی کہ عمر بن عبدالعزیز کے بعد خلافت پھر ہمارے ہی گھرانے میں آجائے گی۔ جب رجاء نے سلیمان کا مذکورہ وصیت نامہ سُنایا تو عمر بن عبدالعزیز خلافت کے لئے اپنا نام سُن کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ رہے تھے۔

عمر بن عبدالعزیز اس تحریر کو سن کر اپنی جگہ بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ رجاء بن حیوٰۃ نے ہاتھ پکڑ کر اُن کو اُٹھایا اور ممبر پر لے جاکر بٹھایا۔ سب سے پہلے ہشام بن عبدالملک کو بلایا کہ آکر بیعت کرو۔ ہشام بن عبدالملک آیا اور بیعت کی۔ ہشام کی بیعت کے بعد سب لوگوں نے بخوشیِ خاطر بیعت کی اور کسی نے کسی قسم کی چون وچرا نہ کی۔ بیعت کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سلیمان بن عبدالملک کے جنازے کی نماز پڑھائی اور دفن سے فارغ ہو کر چلے تو لوگوں نے شاہی اصطبل کے گھوڑے لاکر حاضر کئے کہ آپ سوار ہوکر تشریف لے جائیں آپ نے فرمایا کہ میری سواری کے لئے میرا ذاتی خچر کافی ہے چنانچہ آپ اُسی اپنے خچر پر سوار ہوکر اپنے خیمے تک آئے۔ لوگوں نے آپ کو قصرِ خلافت میں لے جانا چاہا آپ نے فرمایا کہ وہاں ایوب بن سلیمان کے اہل وعیال ہیں جب تک وہ وہاں رہیں گے میں اپنے خیمے میں رہوں گا۔

بیعتِ خلافت کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں کو مخاطب کرکے جو تقریر کی وہ اس طرح تھی کہ

"(حمد و ثنا کے بعد) لوگو! قرآن شریف کے بعد ایسی کوئی کتاب نہیں اور آنحضرت محمد صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ میں کسی چیز کو شروع کرنے والا نہیں بلکہ پورا کرنے والا ہوں میں مبتدع نہیں متبع ہوں۔ میں کسی حال میں تم سے بہتر نہیں ہوں البتہ میرا بوجھ بہت زیادہ ہے۔ جو شخص ظالم بادشاہ سے بھاگ جائے وہ ظالم نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھو کہ احکامِ الٰہی کے خلاف کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔"

جب آپ سلیمان بن عبدالملک کے کفن دفن سے فارغ ہوکر واپس آرہے تھے تو آپ کے غلام نے کہا کہ آپ بہت ہی غمگین نظر آتے ہیں آپ نے اُس کو جواب دیا کہ آج اس دنیا میں اگر کوئی شخص غمگین ہونے کے قابل ہے تو وہ میں ہوں مجھ پر یہ بوجھ کیا کم ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ میرا نامۂ اعمال لکھا جائے اور مجھ سے جواب طلب ہو میں حق دار کو اُس کا حق پہنچا دوں۔ آپ جب اپنے گھر میں بیعتِ خلافت اور سلیمان کے دفن سے فارغ ہوکر داخل ہوئے تو آپ کی ڈاڑھی آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھی۔ آپ کی بیوی نے گھبرا کر پوچھا کہ کیوں خیریت تو ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خیریت کہاں ہے میری گردن میں اُمتِ محمدی کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ ننگے، بھوکے، بیمار، مظلوم، مسافر۔

قیدی، بچے، بوڑھے، کم حیثیت عیال دار وغیرہ سب کا بوجھ میرے سر پر آن پڑا ہے۔ اسی خوف میں رو رہا ہوں کہ کہیں قیامت میں مجھ سے پرسش ہو اور میں جواب نہ دے سکوں؛

خلیفہ ہونے کے بعد آپ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک سے کہا کہ تم اپنے تمام زیورات بیت المال میں داخل کر دو ورنہ میں تم سے جدائی اختیار کر لوں گا کیونکہ مجھ کو یہ کسی طرح گوارا نہیں کہ تم اور تمھارے زیورات اور میں ایک گھر میں ہوں۔ اُن کی بیوی نے فوراً اپنے تمام زیورات جن میں ایک وہ قیمتی موتی بھی تھا جو عبدالملک نے اپنی بیٹی کو دیا تھا سب مسلمانوں کے لئے بیت المال میں بھجوا دیئے۔

عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد جب یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اُس نے فاطمہ بنت عبدالملک سے کہا کہ آپ چاہیں تو اپنے زیورات بیت المال سے واپس لے لیں فاطمہ نے جواب دیا کہ جس چیز کو میں نے اپنی خوشی سے بیت المال میں داخل کر دیا تھا۔ اب عمر بن عبدالعزیز کے بعد اُس کو کیسے واپس لے سکتی ہوں۔

عبدالعزیز بن ولید سلیمان کی وفات کے وقت موجود نہ تھا۔ نہ اُس کو عمر بن عبدالعزیز کی بیعت کا حال معلوم تھا۔ سلیمان کی وفات کا حال سُن کر اُس نے خلافت کا دعویٰ کیا اور فوج لے کر دمشق کی جانب آیا۔ جب دمشق کے قریب پہنچا اور عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا حال سُنا تو بلا توقف اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور کہا کہ آپ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کا حال مجھ کو معلوم نہیں تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اگر تم خلافت اور حکومت کے لینے پر مستعد ہوتے تو میں ہرگز تمھارا مقابلہ نہ کرتا اور لڑائی کے پاس نہ جاتا بلکہ اپنے گھر بیٹھ جاتا۔ عبدالعزیز بن ولید نے کہا کہ واللہ میں آپ کے سوا کسی دوسرے کو مستحق خلافت نہیں سمجھتا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تختِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی حکم جاری کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں کوئی شخص ناشدنی الفاظ ہرگز استعمال نہ کرے۔ اب تک بنو اُمیہ میں عام طور پر رواج تھا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بُرا کہتے اور جمعہ کے خطبہ میں بھی اُن پر لعن طعن سے دریغ نہ کرتے تھے۔

حجاج بن یوسف ثقفی کو آپ ظالم سمجھتے تھے اسی لئے سلیمان کے زمانے میں اُس کے عاملوں اور متوسّلوں کو جو حجاج کے نقشِ قدم پر چلتے تھے آپ نے معزول کرا دیا تھا۔ یزید بن

مُہلب گورنر خراسان کو آپ بُرا جانتے تھے، مگر یہ آپ کو معلوم تھا کہ یزید بن مہلب نے جرجان کے علاقہ کا جزیہ وصول کر کے بیت المال میں نہیں بھجوایا ہے، چنانچہ آپ نے یزید بن مہلب کو طلب کیا، اُس نے حاضرِ دربار ہو کر مذکورہ رقم کے داخل کرنے میں عذر وانکار اور حیلے حوالوں سے کام لیا۔ آپ نے کہا کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے، میں اس کو معاف کیسے کر سکتا ہوں چنانچہ یزید بن مُہلب کو آپ نے معزول کر کے قلعہ حلب میں قید کر دیا اور اُس کی جگہ جراح بن عبداللہ حکمی کو خراسان کی گورنری پر بھیج دیا۔ مسلمہ بن عبدالملک اور اُس کے لشکریوں کو جو رومیوں کے مقابلے اور قسطنطنیہ کے محاصرے میں مسلسل مصروف رہنے کے سبب شکستہ حال ہو رہے تھے آپ نے واپس بلوا لیا۔ چند روز کے بعد آپ کے پاس جراح بن عبداللہ حکمی گورنر خراسان کی نسبت شکایت پہنچی کہ وہ موالی کو (آزاد کردہ غلام کو)۔ بلا وظیفہ ورسد جہاد پر بھیج دیتا ہے اور ذمیوں میں سے جو لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں اُن سے بھی خراج وصول کر لیتا ہے۔ آپ نے یہ شکایت سُن کر جرّاح بن عبداللہ کے پاس حکم بھیجا کہ

"جو شخص نماز پڑھتا ہو اُس کو جزیہ معاف کر دو۔"

لوگ یہ سنتے ہی جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے شروع ہو گئے۔ جراح بن عبداللہ کو ان نو مسلموں کی طرف سے اطمینان نہ تھا اُس نے ختنہ کے ذریعہ لوگوں کا امتحان لیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو یہ خبر پہنچی تو انھوں نے جراح کو لکھ بھیجا کہ آنحضرت صلعم کو خدائے تعالیٰ نے داعی بنا کر مبعوث کیا ہے۔ خاتن بنا کر نہیں بھیجا۔ اس کے بعد آپ نے جراح بن عبداللہ کو اپنے پاس طلب کیا۔ جراح اپنی طرف سے عبدالرحمٰن بن نعیم کو اپنا نائب مقرر کر کے خود دربارِ خلافت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس سے دریافت کیا کہ تم کب خراسان سے روانہ ہوئے تھے اُس نے عرض کیا کہ ماہِ رمضان المبارک میں۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص تجھ کو ظالم بتاتا ہے وہ سچا ہے تو نے کیوں نہ وہیں قیام کیا اور ماہِ صیام کے گذرنے کا انتظار کیوں نہ کیا۔

اس کے بعد آپ نے عبدالرحمٰن بن نعیم کو حرب اور نمازوں پر امیر مقرر کر کے عبدالرحمٰن قشیری کو خراج کا افسر مقرر فرمایا۔

آذر بائیجان کے علاقہ پر دشمنوں نے حملہ کر کے مسلمانوں کو لوٹا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابنِ حاتم باہلی کو فوج دے کر اُس طرف روانہ کیا اُس نے وہاں پہنچ کر دشمنوں کو قرار واقعی سزا دی اور اسلامی رُعب از سرِ نو قائم کیا۔ سندھ کے لوگوں اور وہاں کے راجاؤں نے

آپ کے ہی عہد میں بطیبِ خاطر اسلام قبول کیا اور سندھ میں اسلام کی خوب اشاعت ہوئی۔ اندلس کی طرف ضرورت پیش آئی تو آپ نے اُس طرف فوج معہ ساز وسامان روانہ کی۔ اسی طرح رومیوں کے مقابلے میں بھی فتوحات حاصل ہوئیں۔

بنواُمیہ کی ناراضی کا سبب

بنواُمیہ نے اپنی خلافت وحکومت کے زمانے میں اچھی اچھی جاگیروں پر اپنے استحقاق سے زیادہ قبضہ کرلیا تھا جس میں دوسرے مسلمانوں کی حق تلفی ہوتی تھی مگر چونکہ بنواُمیہ حکمران تھے اس لئے کوئی چون وچرا نہیں کرسکتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو اُنھوں نے سب سے پہلے اپنی بیوی کے زیورات جن میں وہ بلا استحقاق مال کی آمیزش سمجھتے تھے اپنے گھر سے نکلوا کر بیت المال میں بھجوائے۔ پھر آپ نے بنواُمیہ کو جمع کرکے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کے پاس باغِ فدک تھا۔ جس کی آمدنی سے آپ بنو ہاشم کے بچوں کی خبرگیری کیا کرتے اور اُن کی بیواؤں کے نکاح کردیا کرتے تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے اس باغ کو آنحضرت صلعم سے مانگا مگر آنحضرت صلعم نے دینے سے انکار کردیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ کے زمانے میں وہ باغ اسی حالت میں رہا آخر مروان نے اُس پر قبضہ کرلیا مروان سے منتقل ہوتے ہوئے وہ مجھے ورثہ میں پہنچا ہے۔ مگر میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جس چیز کو آنحضر[illegible]لعم نے اپنی صاحبزادی کے دینے سے انکار کردیا تھا وہ مجھ پر کس طرح حلال ہوگئی۔ لہٰذا میں تم سب کو گواہ کرتا ہوں کہ میں باغِ فدک اسی حالت میں چھوڑے دیتا ہوں جیسا کہ وہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں تھا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے تمام رشتہ داروں پھر تمام بنواُمیہ سے وہ تمام جائدادیں اور اموال وسامان واپس کرائے جو ناجائز طور پر اُن کے قبضہ وتصرف میں تھے۔ اوزاعی کہتے ہیں کہ ایک روز آپ کے مکان میں بنواُمیہ کے اکثر اشراف وسردار بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اُن سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تمھاری یہ خواہش ہے کہ میں تمھیں کسی لشکر کا سردار اور کسی علاقہ کا مالک وحاکم بنادوں؟ یاد رکھو میں اس بات کا بھی روادار نہیں ہوں کہ میرے مکان کا فرش تمھارے پیروں سے ناپاک ہو۔ تمھاری حالت بہت ہی افسوسناک ہے۔ میں تم کو اپنے دین اور مسلمانوں کے اغراض کا مالک کسی طرح نہیں بنا سکتا۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ کیا ہم کو بوجہ قرابت کچھ

کوئی حق اور کوئی فضیلت حاصل نہیں؟

آپ نے فرمایا کہ اس معاملے میں تمھارے اور ایک ادنیٰ مسلمان کے درمیان میرے نزدیک رتی برابر فرق نہیں ہے خلافتِ راشدہ کے بعد خلافت بنواُمیّہ میں شانِ جمہوریت بالکل جاتی رہی تھی اور حکومت میں وہی شخصی مطلق العنان حکومت کا رنگ پیدا ہوگیا تھا جو قیصر و کسریٰ کی حکومتوں میں پایا جاتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسلامی جمہوری شان کو پھر واپس لانے کی کوشش فرمائی۔ اور صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ کا زمانہ پھر لوگوں کی نگاہوں میں گھومنے لگا۔ چونکہ بنواُمیّہ کو آپ کی خلافت میں بہت نقصان پہنچا۔ وہ جائدادیں جو غاصبانہ طور پر اُن کے قبضے میں تھیں اُن سے چھن گئیں اور عزت و عظمت کا بلند مقام جو اُن کو دوسرے قبائل کے مقابلے میں اپنی قومی حکومت کے سبب حاصل تھا۔ مساوات سے تبدیل ہونے لگا لہٰذا تمام بنواُمیّہ اُن کی خلافت کو اپنے لئے بے حد مضر اور باعثِ نقصان سمجھنے لگے۔ اُن کی نیکی و پاک باطنی کے بنواُمیّہ بھی اسی طرح قائل تھے جیسے اور لوگ مگر بنواُمیّہ اُن کے وجود کو اپنی قوم اور قبیلے کے لئے سمِ قاتل سمجھنے لگے۔

ایک مرتبہ بنواُمیّہ نے اپنی جائدادوں کو بچانے کے لئے یہ تدبیر کی کہ عمر بن عبدالعزیز کی پھوپھی فاطمہ بنتِ مروان کے پاس گئے اور سفارش کی درخواست کی عمر بن عبدالعزیز اپنی پھوپھی کا بہت ادب و لحاظ کرتے تھے۔ چنانچہ فاطمہ بنتِ مروان نے آکر بنواُمیّہ کی سفارش کی اُنھوں نے پھوپھی کو اس طرح سمجھایا کہ وہ یہ کہنے پر مجبور ہوئیں کہ میں تو تمھارے بھائیوں کے اصرار سے تمھیں سمجھانے آئی تھی مگر جب تمھارے ایسے پاک اور نیک خیالات ہیں تو میں کچھ نہیں کہتی۔ یہ کہکر واپس آئیں اور بنواُمیّہ سے کہا کہ تم نے فاروقِ اعظمؓ کی پوتی سے رشتہ کیا تھا لہٰذا وہی فاروقی رنگ اولاد میں موجود ہے۔

فضائل و خصائل

ابونعیم نے بسند صحیح بیان کیا ہے کہ ایک روز رباح بن عبیدہ نے دیکھا کہ عمر بن عبدالعزیز نماز کے لئے جا رہے ہیں اور اُن کے ساتھ ایک بوڑھا آدمی اُن کے ہاتھ پر سہارا دیئے ہوئے چلا [illegible] ہے جب نماز سے فارغ ہو کر آپ اپنے مکان سے تشریف لے آئے تو رباح نے [illegible] دی او[illegible]

نے پوچھا کہ وہ بوڑھا آدمی کون تھا جو آپ کے ہاتھ کا سہارا لئے ہوئے جا رہا تھا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ سن کر تعجب سے کہا کہ آہا تم نے بھی دیکھ لیا۔ تم بھی ایک صالح آدمی ہو لہٰذا تم کو بتا دینے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ وہ خضرؑ تھے مجھ سے اُمتِ محمدیہ کا حال پوچھنے اور عدل و انصاف کی تلقین کرنے آئے تھے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے رات خواب میں دیکھا ہے کہ آنحضرت صلعم تشریف رکھتے ہیں۔ آپ کے داہنی طرف صدیق اکبرؓ۔ بائیں طرف فاروق اعظمؓ بیٹھے ہیں اور سامنے آپ (عمر بن عبدالعزیزؒ) ہیں۔ اتنے میں دو آدمی کچھ خصومت لائے آنحضرت صلعم نے آپ (عمر بن عبدالعزیزؒ) سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ اپنے دور ان خلافت میں دونوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے قدم بقدم چلنا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا کہ میں دیکھتا ہوں یہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہ خواب بیان کر کے راوی نے اس خواب پر قسم کھائی تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ رونے لگے۔

حکم بن عمر کہتے ہیں کہ میں ایک روز عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ داروغۂ اصطبل حاضر ہوا اور اصطبل کا خرچ مانگنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ تم تمام گھوڑوں کو شام کے شہروں میں لے جا کر جس قیمت پر ممکن ہو فروخت کر کے ان کی قیمت فی سبیل اللہ دے دو۔ میرے لئے میرا خچر ہی کافی ہے۔

زہری کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بذریعہ خط سالم بن عبداللہ سے دریافت کیا کہ صدقات کے متعلق فاروق اعظمؓ کا طرزِ عمل کیا تھا اُنھوں نے ان کے سوال کا جواب لکھ کر آخر میں لکھا کہ اگر تم وہی عمل کرو گے تو حضرت عمر فاروقؓ اپنے عہدِ خلافت میں لوگوں سے کہتے تھے تو تم خدائے تعالیٰ کی جناب میں حضرت عمر فاروقؓ سے بھی زیادہ رُتبہ پاؤ گے۔ جب آپ خلیفہ منتخب ہوگئے اور لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو آپ رونے اور کہنے لگے کہ مجھے اپنی نسبت بڑا ہی خوف ہے حضرت حماد نے پوچھا کہ آپ یہ بتایئے آپ کو درہم و دینار کی کتنی محبت ہے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جواب دیا کہ بالکل نہیں۔ حماد نے کہا کہ پھر آپ کیوں گھبراتے ہیں خدائے تعالیٰ ضرور آپ کی مدد کرے گا۔

خلیفہ بن سعید بن عاص نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے کہا کہ آپ سے پہلے جتنے خلفا ہوئے وہ ہمیں انعامات دیا کرتے تھے۔ مگر آپ نے خلیفہ ہو کر وہ سب روک دیئے۔ میرے پاس کچھ

جاگیر بھی ہے اگر آپ حکم دیں تو میں اُس میں سے اس قدر لے لیا کروں کہ میرے عیال کو کافی ہو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم مشقت سے حاصل کرو وہ تمھارا مال ہے پھر فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کیا کرو کیونکہ اگر تم تکلیف میں ہو گے تو عیش پاؤ گے اور عیش میں ہو گے تو اُس میں کچھ کمی نہ ہو گی۔

بعض عُمّال نے آپ کو لکھا کہ ہمارے شہر میں قلعوں اور راستوں کی مرمت ہونی چاہیئے لہٰذا امیرالمومنین ہمیں کچھ مال عطا فرمائیں کہ ہم آبادی و مرمت کی کوشش کریں۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ اس خط کے پڑھتے ہی تم اُس شہر میں عدل قائم کر کے قلعے بنالو اور ان کے راستوں کو ظلم سے دُور کر کے پاک کرو بس مرمت ہے۔

ابراہیم سکونی کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے کہ جب سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے جھوٹ بولنا عیب ہے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اگر اس اُمت میں کوئی مہدی ہونے والا ہے تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہیں۔

محمد بن فضالہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز ایک راہب کے پاس سے گذرے جو ایک جزیرہ میں رہتا تھا وہ راہب ان کو دیکھ کر ان کے پاس چلا آیا حالانکہ وہ کبھی کسی کے پاس نہیں آیا تھا اور ان سے کہنے لگا کہ تم کو معلوم ہے میں تمھارے پاس کیوں چلا آیا انھوں نے کہا کہ نہیں۔ راہب نے کہا کہ محض اس لئے کہ تم ایک امام عادل کے بیٹے ہو۔

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو چرواہے تعجب سے دریافت کرنے لگے کہ یہ کون شخص خلیفہ ہوا ہے کہ بھیڑیے ہماری بکریوں کو اب کچھ نقصان نہیں پہنچاتے۔ موسےٰ بن اعین کہتے ہیں کہ ہم کرمان میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ بھیڑیے ہماری بکریوں کے ساتھ چلتے پھرتے رہتے تھے اور بکریوں کو نقصان نہ پہنچاتے تھے ایک روز ایسا ہوا کہ بھیڑیا ایک بکری کو اُٹھا کر لے گیا میں نے اُسی روز کہہ دیا کہ آج خلیفہ صالح یقیناً فوت ہو گیا۔ چنانچہ جب تحقیق کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اُسی روز حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انتقال فرمایا تھا۔

ولید بن مسلم کا قول ہے کہ ایک باشندۂ خراسان نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اُس سے کہتا ہے کہ جب بنو اُمیّہ کا ایک داغ دار آدمی خلیفہ ہو تو تو فوراً اس کی بیعت کر لینا چنانچہ وہ ہر ایک خلیفہ کا حُلیہ دریافت کرتا رہا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو اُس نے متواتر تین رات خواب میں دیکھا کہ وہی شخص کہتا ہے کہ جا اب بیعت کر لے اس پر وہ خراسان سے روانہ ہوا اور عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حبیب بن ہند الاسلمی کہتے ہیں کہ مجھ سے سعید بن المسیب نے فرمایا کہ خلفا تین ہیں ابوبکرؓ وعمرؓ اور عمر بن عبدالعزیز۔ میں نے پوچھا کہ اول الذکر دونوں بزرگوں کو تو ہم جانتے ہیں یہ تیسرے کون ہیں اُنھوں نے فرمایا کہ اگر تم زندہ ہے تو معلوم ہی کرلوگے اور اگر مرگئے تو وہ تمھارے بعد ہوں گے۔ ابن مسیب کا انتقال حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت سے پہلے ہو چکا تھا۔

مالک بن دینار کا قول ہے کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص زاہد ہو سکتا ہے تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہیں دنیا اُن کے پاس آئی اور اُنھوں نے اُس کو چھوڑ دیا۔ یونس بن ابی شبیب کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کو خلافت سے پہلے دیکھا کہ اُن کے پاجامہ کا نیفہ فربہی کے سبب اُن کے پیٹ میں گھسا ہوا تھا لیکن خلیفہ ہونے کے بعد وہ اس قدر لاغر ہو گئے تھے کہ اُن کی ایک ایک ہڈی گنی جا سکتی تھی۔ عمر بن عبدالعزیز کے صاحبزادے کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوجعفر منصور نے پوچھا کہ جب اُنھوں نے انتقال کیا تو کیا آمدنی تھی میں نے کہا کہ کل چار سو دینار اور اگر کچھ دنوں اور زندہ رہتے تو اور بھی کم ہو جاتی۔

مسلمہ بن عبدالملک کا قول ہے کہ میں عمر بن عبدالعزیز کی عیادت کے لئے گیا تو دیکھا کہ وہ ایک میلا کُرتا پہنے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنی بہن یعنی اُن کی بیوی سے کہا کہ تم اُن کا کُرتا دھو کیوں نہیں دیتیں۔ اُنھوں نے کہا کہ اُن کے پاس دوسرا کُرتا نہیں ہے کہ اس کو اُتار کر اُسے پہن لیں۔ عمر بن عبدالعزیز کے غلام ابو اُمیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز اپنے آقا کی حرم محترم کی خدمت میں شکایت کی کہ مسور کی دال کھاتے کھاتے ناک میں دم آگیا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ تمھارے آقا کا بھی روز کا یہی کھانا ہے۔

ایک روز اپنی بیوی سے کہا کہ انگور کھانے کو جی چاہتا ہے اگر تمھارے پاس کچھ ہو تو دو۔ اُنھوں نے کہا کہ میرے پاس تو کوڑی بھی نہیں۔ تم باوجودیکہ امیرالمومنین ہو تمھارے پاس اتنا بھی نہیں کہ انگور لے کر کھالو۔ آپ نے فرمایا کہ انگوروں کی تمناؤں میں سے جانا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ کل کو دوزخ میں زنجیروں کی رگڑیں کھاؤں۔

آپ کی حرم محترم فرماتی ہیں کہ ایامِ خلافت میں آپ کی یہ حالت رہی ہے کہ باہر سے آکر سجدے میں سر رکھ دیتے اور روتے روتے اسی حالت میں سو جاتے جب آنکھ کُھلتی تو پھر رونے لگتے۔ ولید بن ابی سائب کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز سے بڑھ کر کسی شخص کے دل میں خدا کا خوف نہیں دیکھا۔

سعید بن سوید کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز جمعہ کی نماز پڑھانے کے لئے آئے تو دیکھا کہ اُن کے کرتے میں سامنے اور پیچھے پیوند لگے ہوئے ہیں ایک شخص نے کہا کہ امیرالمومنین خدائے تعالیٰ نے آپ کو سب کچھ عطا فرمایا ہے پھر آپ کپڑے کیوں نہیں بنواتے آپ تھوڑی دیر تک سر جھکائے ہوئے کچھ سوچتے رہے پھر فرمایا کہ تونگری میں میانہ روی اور قدرت میں عفو بڑی چیز ہے۔

ایک روز آپ نے فرمایا کہ میں پچاس برس بھی تم میں رہوں تو مراتب عدل کو تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا۔ میں عدل کرنا اور تمھارے دلوں میں سے طمع دنیوی کو نکال ڈالنا چاہتا ہوں لیکن دیکھتا ہوں کہ تمھارے دل متحمل نہ ہو سکیں گے۔ ابراہیم بن میسرہ نے طاؤس سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز مہدی ہیں اُنھوں نے کہا کہ صرف مہدی ہی نہیں ہیں بلکہ عادل کامل بھی ہیں۔ آپ کے انتقال کے وقت لوگ بہت سا مال لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ سب لے جاؤ اور اپنے کام میں لاؤ۔ اس کے بعد آپ نے اپنا مال بھی اس مال میں شامل کر دیا۔ جویریہ کہتی ہیں کہ ہم فاطمہ بنت علی بن ابی طالب کے پاس گئے انھوں نے عمر بن عبدالعزیز کی بڑی تعریف کی اور فرمایا کہ اگر وہ زندہ رہتے تو ہمیں کسی چیز کی کمی نہیں رہتی۔

اوزاعی کہتے ہیں کہ آپ کی عادت تھی کہ جب کسی شخص کو سزا دینا چاہتے تھے تو پہلے احتیاطاً تین روز تک اُسے قید کر رکھتے تھے تاکہ غصہ اور جلدی میں اُس کو سزا نہ دی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں نے نفس کو اُس کی خواہش کے موافق کچھ دیا تو اُس نے اُس سے افضل چیز کی خواہش کی۔ عمر بن مہاجر کہتے ہیں کہ آپ کی تنخواہ دو درہم روزانہ مقرر تھی اور آپ کا چراغ دان تین لکڑیوں کو کھڑا کر کے اُس پر مٹی رکھ کر بنایا گیا تھا۔ آپ نے اپنے غلام کو پانی گرم کرنے کے لئے کہا وہ شاہی باورچی خانے سے جا کر گرم کر لایا۔ آپ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے ایک درہم کی لکڑیاں اُس کے عوض میں بھجوا دیں۔ آپ کی عادت تھی کہ جب تک آپ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگ سلطنت کے معاملات میں گفتگو کرتے رہتے آپ بیت المال کا چراغ جلائے رکھتے اور جب وہ اُٹھ جاتے تو اُس کو گل کر کے اپنا ذاتی چراغ جلا لیتے۔

خلیفہ کی اردلی میں سو چوکیدار و کوتوال مقرر تھے۔ جب آپ خلیفہ ہوتے تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ میری حفاظت کے لئے قضا و قدر اور اجل کافی ہے مجھے تمھاری ضرورت نہیں تاہم

اگر تم میں سے کوئی میرے پاس رہنا چاہے تو دس دینار تنخواہ ملے گی اور اگر نہ رہنا چاہے تو اپنے اہل و عیال میں چلا جائے۔

عمر بن مہاجر کہتے ہیں کہ آپ کا جی انار کھانے کو چاہا۔ آپ کے ایک عزیز نے انار بھیج دیا آپ نے اس کی بہت ہی تعریف کی اور اپنے غلام سے فرمایا کہ جس شخص نے یہ بھیجا ہے اُس سے میرا سلام کہنا اور یہ انار واپس کر کے کہہ دینا کہ تمھارا ہدیہ پہنچ گیا۔ غلام نے کہا کہ امیرالمومنین یہ تو آپ کے قریبی عزیز نے بھیجا ہے اس کے رکھ لینے میں کیا مضائقہ ہے۔ آخر رسول اللہ صلعم بھی تو ہدیہ قبول فرمالیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلعم کے لئے ہدیہ تھا مگر ہمارے لئے رشوت ہے۔ آپ نے سوائے ایک شخص کے جس نے حضرت امیر معاویہؓ کی گستاخی کی تھی کسی شخص کے دُرّے نہیں لگوائے۔

جب آپ نے اپنے عیال کے نفقہ میں تخفیف کی تو انھوں نے آپ سے شکایت کی آپ نے فرمایا کہ میرے مال میں اس قدر وسعت نہیں ہے کہ تمھارا سابقہ نفقہ جاری رکھوں باقی رہا بیت المال سو اس میں تمھارا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا اور مسلمانوں کا یحیٰی غسانی کہتے ہیں کہ جب مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے موصل کا حاکم بنایا تو میں نے دیکھا کہ وہاں چوری کی وارداتیں بہت ہوتی ہیں۔ میں نے آپ کو اس کیفیت سے اطلاع دے کر دریافت کیا کہ ایسے مقدموں میں شہادت پر فیصلہ کروں یا محض اپنی رائے اور وجدان پر۔ آپ نے حکم دیا کہ ہر مقدمہ میں شہادت کا لینا ضروری ہے اگر حق نے ان کی اصلاح نہ کی تو خدائے تعالیٰ ان کی کبھی اصلاح نہ کرے گا۔ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور موصل سب سے زیادہ صاف مقام ہو گیا۔

رجا بن حیوۃ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ چراغ گُل ہو گیا وہیں آپ کا غلام سو رہا تھا میں نے چاہا کہ اُسے جگا دوں آپ نے منع فرما دیا پھر میں نے چاہا کہ میں خود اٹھ کر چراغ جلا دوں آپ نے فرمایا کہ مہمان کو تکلیف دینا خلافِ مروت ہے آپ خود اُٹھے اور تیل کا کوزہ اُٹھا کر چراغ میں تیل ڈالا اور اُس کو جلا کر پھر اپنی جگہ آ بیٹھے اور فرمایا کہ میں اب بھی وہی عمر بن عبدالعزیز ہوں جو پہلے تھا۔ یعنی چراغ جلانے سے میرے مرتبہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

عطا کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رات کے وقت فقہا کو جمع فرماتے اور موت و قیامت کا ذکر کر کے اس قدر روتے کہ گویا اُن کے سامنے کوئی جنازہ رکھا ہوا ہے۔ عبداللہ بن غبرار کہتے ہیں کہ ایک روز آپ نے خطبہ میں فرمایا کہ لوگو اپنی پوشیدہ باتوں میں اصلاح کرو

ظاہری باتوں میں خود اصلاح ہو جائے گی۔ آخرت کے واسطے عمل کرو اور دنیا کے لئے اسی قدر توجہ کرو جتنی ضرورت ہو اور یاد رکھو کہ تمھارے آباؤ اجداد کو موت کھا چکی ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ سلف صالحین کی راہ پر عمل کرو کیونکہ وہ تم سے اچھے اور زیادہ عالم تھے۔ جب آپ کے صاحبزادے عبدالملک نے انتقال کیا تو آپ اُن کی تعریف کرنے لگے۔ مسلمہ نے کہا کہ کیوں۔ ان کی تو آپ تعریف کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھنا یہ ہے کہ وہ مرحوم میری ہی نظروں میں قابلِ تعریف تھا یا اور بھی اُسے قابل تعریف سمجھتے ہیں کیونکہ باپ کی نظروں میں بیٹا ہمیشہ قابل تعریف ہوتا ہے۔ اس لئے اُس کے اندازے کا اعتبار نہیں ہے۔ اُسامہ بن زیدؓ کی صاحبزادی آپ کے پاس آئیں آپ نے اُن کا استقبال کیا اور اُن کو کے سامنے مؤدب بیٹھ گئے اُنھوں نے جو کچھ طلب کیا اُن کو عطا فرمایا۔

ایک مرتبہ آپ کے قریبی رشتہ داروں نے کہا کہ ہم مزاح و خوش طبعی کے ذریعہ امیرالمومنین کو اپنی طرف متوجہ کرلیں گے چنانچہ کئی شخص جمع ہو کر آپ کے پاس پہنچے۔ ایک شخص نے خوش طبعی کی راہ سے کوئی بات کہی دوسرے نے اُس کی تائید کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ تم لوگ ایک نہایت ذلیل بات پر جمع ہوئے ہو جس کا انجام دشمنی ہے بہتر یہ ہے کہ قرآن شریف پڑھو اس کے بعد حدیث شریف دیکھو اور معانیٔ حدیث میں تدبّر کرو۔

یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ آپ نے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کو ایک خارجی کے قتل سے منع فرمایا اور رائے دی کہ اس کو اُس وقت تک قید رکھے جب تک کہ یہ توبہ کرے۔ سلیمان نے اُس خارجی کو بلایا اور کہا کہ بولو اب کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا کہ اے فاسق ابن فاسق پوچھ کیا پوچھتا ہے۔ سلیمان نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز کی رائے سے مجبور ہوں۔ پھر اُن کو بلایا اور کہا کہ دیکھو یہ کہتا ہے خارجی نے پھر اُنھیں الفاظ کا اعادہ کیا۔ سلیمان نے کہا بتاؤ اب اس کے لئے کیا کہتے ہو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کسی قدر سکوت کے بعد کہا کہ امیرالمومنین جس طرح اُس نے آپ کو گالی دی ہے آپ بھی اُسے گالی دے لیجئے۔ خلیفہ سلیمان نے کہا کہ نہیں یہ مناسب نہیں ہے چنانچہ حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے وہ قتل کر دیا گیا۔ آپ وہاں سے نکلے تو راستے میں آپ کو خالد کوتوال ملا اور کہنے لگا کہ آپ نے عجیب رائے دی کہ امیرالمومنین بھی اُس کو ویسی ہی گالی دے دیں جیسی اُس نے دی ہے میں تو ڈر گیا تھا کہ کہیں امیرالمومنین آپ کی گردن اُڑانے کا حکم نہ دے دیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا کہ اگر میری گردن اُڑانے کا حکم ملتا تو تم میری گردن اُڑا دیتے

خالد نے کہا کہ میں ضرور آپ کو قتل کر دیتا۔ جب حضرت عمر بن عبد العزیز کو خلافت پہنچی تو خالد بہ معمول اپنے مرتبہ پر آکر اُن کے سامنے کھڑا ہوا۔ آپ نے خالد کو حکم دیا کہ یہ تلوار رکھ دو اور اپنے آپ کو معزول سمجھو۔ پھر عمرو بن مہاجر انصاری کو بُلایا اور کوتوال مقرر کر کے کہا کہ میں نے اس کو اکثر قرآن شریف پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور اس کو ایسی جگہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے جہاں کوئی اس کو نہ دیکھ سکتا تھا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص نزاع، غصہ اور طمع سے دور رہا وہ فلاح پا گیا۔

کسی نے حضرت عمر بن عبد العزیز سے کہا کہ اگر آپ اپنے لئے کوئی محافظ مقرر کر لیں اور کھانے پینے میں احتیاط رکھیں تو بہت اچھا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ الٰہی اگر میں قیامت کے سوا کسی اور چیز سے ڈرتا ہوں تو مجھے اُس سے امن میں نہ رکھنا۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ لوگو! خدا سے ڈرو اور طلبِ رزق میں مارے مارے نہ پھرو۔ رزق مقسوم اگر پہاڑ یا زمین کے نیچے بھی دبا ہوا ہوگا تو پہنچ کر رہے گا۔ از ہر کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا آپ کے قمیص میں پیوند لگے ہوئے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے عمرو بن قیس سکونی کو لشکر صائفہ کا سپہ سالار بنا کر روانہ کیا اور رخصت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں کے نیک لوگوں کی بات سُننا اور بدوں سے درگذر کرنا جاتے ہی اُن کا قتل شروع نہ کر دینا اور آخر میں بدنامی نہ اُٹھانا متوسط حالت اختیار کرنا کہ وہ تمہارا مرتبہ بھول نہ جائیں اور تمہاری باتیں سننے کی تمنّا کرتے رہیں۔

جراح بن عبد اللہ عامل خراسان نے آپ کو لکھا کہ اہلِ خراسان بہت ناہموار لوگ ہیں یہ بغیر تلوار کے سیدھے نہ ہوں گے۔ آپ نے جواب لکھا کہ تم یہ جھوٹ کہتے ہو کہ اہلِ خراسان بغیر تلوار کے اصلاح پر نہ آئیں گے۔ عدل اور حق رسانی وہ چیزیں ہیں کہ خود دُرست ہو جائیں گے پس اُن میں انھیں دو چیزوں کی اشاعت کرو۔

صالح بن جبیر کہتے ہیں کہ کبھی ایسا اتفاق ہوتا کہ میں کوئی بات امیر المومنین سے کہتا اور وہ مجھ سے ناراض ہو جاتے ایک مرتبہ اُن کے سامنے ذکر ہوا کہ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ بادشاہ کی ناراضی سے ڈرنا چاہیے اور جب بادشاہ کا غصہ اُتر جائے تب اُس کے سامنے جانا چاہیے۔ آپ نے یہ سُن کر فرمایا کہ صالح میں تجھے اجازت دیتا ہوں کہ تو میرے ساتھ اس کی پابندی نہ کر۔

ذہبی کہتے ہیں کہ غیلان نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہدِ خلافت میں قدر کا انکار

کیا آپ نے اُس کو بُلاکر توبہ کرنے کا حکم دیا۔ اُس نے کہا کہ اگر میں گمراہ ہوتا تو آپ کا یہ ہدایت کرنا مناسب تھا۔ آپ نے فرمایا کہ الٰہی اگر یہ شخص سچا ہے تو خیر ورنہ اس کے ہاتھ اور پیر کاٹ اور اس کو سولی پر چڑھا۔ یہ فرما کر اُس کو چھوڑ دیا۔ وہ اپنے عقیدہ پر قائم رہا اور اُس کی اشاعت بھی کرتا رہا۔ مگر خلیفہ ھشام بن عبد الملک نے اُس کو اس عقیدے کے جرم میں پکڑ کر اُس کے اعضا کٹواتے اور سولی پر چڑھا دیا۔

ایک مرتبہ بنو مروان حضرت عمر بن عبد العزیز کے دروازے پر جمع ہوئے اور آپ کے صاحبزادے سے کہا کہ اپنے والد سے جاکر کہو کہ آپ سے پہلے جتنے خلفاء ہوتے رہے، ہیں وہ سب ہمارے لئے کچھ عطایا اور جاگیریں مخصوص کرتے رہے ہیں۔ لیکن آپ نے خلیفہ ہوکر ہم پر تمام چیزیں حرام کر دیں۔ آپ کے صاحبزادے نے یہ پیغام جاکر کہا تو آپ نے فرمایا کہ اُن سے جاکر کہہ دو کہ میرا باپ کہتا ہے کہ انی اخاف ان عصیت ربی علی اب یوم عظیمۃ

خوارج

اب تک کے تمام حالات پڑھنے سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہی کہ خوارج کا فتنہ مسلسل جاری رہا اور کسی زمانے میں بھی اس کا استیصال نہیں ہو سکا۔ جب کبھی کوئی زبردست خلیفہ تختِ خلافت پر متمکن ہوا تو یہ لوگ خاموش ہوکر مناسب موقع کا انتظار کرنے لگے۔ اور جب کبھی ان کو موقع ملا فوراً میدان میں نکل آئے۔ خوارج اور تمام خفیہ سازشوں اور بغاوتوں کے لئے عراق و خراسان وغیرہ ہی مخصوص رہے ہیں اور یہیں اس نے پرورش پانے کے مواقع حاصل کئے ہیں۔ جیسا کہ آئندہ حالات سے بھی ظاہر ہوگا۔ بہرحال خوارج کبھی علانیہ اور کبھی خفیہ اپنی سرگرمیوں اور کوششوں میں برابر مصروف رہے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز تخت خلافت پر متمکن ہوئے۔ اور آپ کی نیکی و پاک باطنی کا حال لوگوں کو معلوم ہوا تو خوارج بھی آپ کے اخلاق فاضلہ کو دیکھ کر شرما گئے اور اُنھوں نے خود یہ فیصلہ کیا کہ عمر بن عبد العزیز جیسے صالح خلیفہ کے زمانے میں حکومت سلطنتِ موجودہ کے خلاف کوئی انقلابی کوشش کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ جب تک یہ فرشتہ خصائل خلیفہ موجود ہے۔ ہم اپنی سرگرمیوں کو ملتوی رکھیں۔ چنانچہ آپ کے عہدِ خلافت میں خارجیوں نے مطلق سر نہیں اُٹھایا۔

ایک مرتبہ صرف خراسان میں انھوں نے سر اٹھایا تھا۔ آپ نے وہاں کے عامل کو لکھ دیا کہ جب تک وہ کسی کو قتل نہ کریں اس وقت تک تم اُن سے تعرض نہ کرو۔ مگر ہاں اُن کی حرکات و سکنات سے تم واقف رہو۔ پھر آپ نے خوارج کے سردار کو ایک خط لکھا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ تم اللہ و رسول کی حمایت کے لئے اٹھے ہو۔ مگر اس بات کا حق تمھارے مقابلے میں ہم کو زیادہ ہے۔ تم ہمارے پاس چلے آؤ اور ہم سے مباحثہ کر لو۔ ہم حق پر ہوں تو تم ہمارا ساتھ دو۔ اور اگر تم حق پر ہو گے تو ہم تمھاری بات مان لیں گے اس خط کو پڑھ کر خوارج کے سردار نے اپنی طرف سے دو ہوشیار آدمیوں کو مناظرہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ ان دونوں نے آکر حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مناظرہ کیا۔ خوارج کہتے تھے کہ تمھارے بزرگ یعنی خلفائے بنو اُمیہ کافر تھے اُن پر لعنت بھیجنا ضروری ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کہتے تھے کہ تم نے تو کبھی فرعون پر بھی لعنت نہیں بھیجی۔۔ حالانکہ وہ کافر تھا۔ لعنت بھیجنے کو ضروری نہ سمجھو۔ جو لوگ توحید و رسالت کے قائل اور ارکانِ اسلام پر عامل ہیں ان کو کافر کیسے کہا جا سکتا ہے۔ اس مباحثہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان دونوں خارجیوں میں سے ایک تو اپنی جماعت کو ترک کر کے عام مسلمانوں میں شامل ہو گیا۔ باقی خوارج کی جماعت نے بھی بالکل خموشی اختیار کر لی۔

وفات

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ بنو اُمیہ آپ کے طرزِ عمل سے سخت ناراض تھے۔ کیونکہ ان کی جاگیریں۔ جائدادیں اور تمام اموال جو دوسروں کے حقوق مغصوبہ تھے چھن گئے تھے۔ اور کوئی ناجائز فائدہ حکومتِ وقت سے نہیں اٹھا سکتے تھے۔ آخر وہ دیر تک اپنے ان نقصانات کو برداشت نہ کر سکے اور انھوں نے آپ کے قتل کرنے کی سازش کی۔ آپ کو قتل کرنا کوئی دشوار کام بھی نہ تھا کیونکہ اپنی ذاتی حفاظت کے لئے نہ آپ نے کوئی چوکی پہرہ قائم رکھا تھا۔ نہ کھانے پینے میں کسی قسم کی احتیاط کرتے تھے۔ آپ کے قتل کرنے کا سب سے آسان ذریعہ جو بنو اُمیہ نے سوچا وہ یہ تھا کہ آپ کو زہر دیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے آپ کے غلام کو لالچ دے کر اپنا شریک بنایا۔ اور اس کے ذریعہ آپ کو زہر دلوایا۔ جب آپ کو زہر دیا گیا۔ تو آپ کو اس کا علم ہو گیا۔ جب آپ کی تکلیف د

واذیت نے ترقی اختیار کی تو لوگوں نے کہا کہ آپ دوا کیوں نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ جس وقت مجھے زہر دیا گیا۔ اُس وقت اگر کوئی مجھ سے یہ کہتا کہ تم اپنے کان کی لو کو ہاتھ لگانے سے اچھے ہو سکتے ہو تو میں اپنے کان کی لو کو ہاتھ نہ لگاتا۔

مجاہد کہتے ہیں کہ آپ نے مجھ سے پوچھا کہ لوگ میری نسبت کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ آپ پر کوئی جادو کرایا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں میں مسحور نہیں ہوں۔ بلکہ مجھ کو جس وقت زہر دیا گیا تھا۔ اسی وقت معلوم ہو گیا تھا۔ پھر آپ نے اس غلام کو بلایا۔ جس نے آپ کو زہر دیا تھا۔ وہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ افسوس تو نے مجھے زہر دے دیا آخر کس طمع نے تجھ کو اس کام پر آمادہ کیا۔ اُس نے کہا کہ مجھ کو ایک ہزار دینار دیئے گئے ہیں اور آزادی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ دینار میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ وہ لے آیا۔ آپ نے اسی وقت وہ ایک ہزار دینار بیت المال میں داخل کرا دیئے اور غلام کو حکم دیا کہ تو اب یہاں سے نکل کر کہیں بھاگ جا کہ پھر کسی کو تیری صورت نظر نہ آئے۔

عبید بن حسان کہتے ہیں کہ جب آپ کا وقتِ آخر آ پہنچا۔ اور نزع کی کیفیت شروع ہوئی تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم مجھ کو تنہا چھوڑ دو۔ چنانچہ سب اُٹھ کر باہر چلے گئے۔ مسلمہ بن عبدالملک اور آپ کی بیوی فاطمہ بنتِ عبدالملک دروازے پر کھڑے رہے۔ انھوں نے سُنا کہ آپ نے فرمایا بسم اللہ تشریف لائیے۔ یہ صورت نہ تو آدمیوں کی ہے نہ جنوں کی پھر یہ آیت پڑھی۔ تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین۔ اس کے بعد جب کوئی آواز نہ آئی تو وہ دونوں اندر گئے دیکھا تو آپ فوت ہو چکے ہیں۔

آپ کی وفات ۲۵۔ ماہ رجب سنہ ۱۰۱ھ کو ہوئی دو برس پانچ مہینے اور چار دن آپ نے خلافت کی۔ آپ کی وفات علاقہ حمص کے ایک مقام دیر سمعان میں ہوئی۔ آپ کی وفات کا حال جب حضرت امام حسن بصری نے سُنا تو فرمایا کہ افسوس آج دنیا کا سب سے بہتر آدمی اُٹھ گیا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے خلیفہ مابعد یعنی یزید بن عبدالملک کو ایک رقعہ لکھا جس میں لکھا تھا کہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم از بندۂ خدا عمر بن عبدالعزیز بعد سلام علیکم کے یزید بن عبدالملک کو معلوم ہو کہ میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس کے

سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔ میں یہ خط تمہیں اپنے کرب کی حالت میں لکھتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ مجھ سے میرے عہدِ حکومت کی نسبت سوال ہونے والا ہے۔ اور وہ سوال کرنے والا دنیا و آخرت کا مالک ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ میں اُس سے اپنا کوئی بھی عمل پوشیدہ رکھ سکوں۔ اگر وہ مجھ سے راضی ہو گیا تو میری نجات ہو جائے گی۔ ورنہ میں تباہ ہو جاؤں گا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنی رحمتِ کاملہ سے بخش دے اور عذابِ دوزخ سے بچائے۔ اور مجھ سے خوش ہو کر جنت عطا فرمائے۔ تمہیں لازم ہے کہ خدا سے ڈرو اور رعیت کی رعایت کرو میرے بعد تم بھی زیادہ دن دُنیا میں نہ رہو گے۔ ——— والسّلام

یوسف بن مالک کا قول ہے کہ ہم آپ کو قبر میں رکھ کر مٹی برابر کر رہے تھے کہ آسمان کی طرف سے ایک کاغذ گرا اس میں لکھا تھا۔ خدائے تعالیٰ کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز کو آتشِ دوزخ سے نجات دے دی گئی۔

اولاد ازدواج

آپ کی تین بیویاں تھیں۔ اور گیارہ بیٹے چھوڑے۔ آپ کی بیویوں میں فاطمہ بنتِ عبدالملک بالکل آپ ہی کی طرح نیک و باخدا تھیں۔ فاطمہ بنتِ عبدالملک خلیفہ کی پوتی خلفا کی بہن خلیفہ کی بیوی تھیں مگر نہایت زاہدانہ زندگی بسر کی۔ عمر بن عبدالعزیز کے بیٹے اسحاق، یعقوب، موسیٰ، عبداللہ، بکر، ابراہیم بیویوں سے۔ اور باقی امہاتِ ولد سے تھے۔ جن کے نام عبدالملک ولید، عاصم، یزید، عبداللہ، عبدالعزیز، ریان تھے۔ آپ کے صاحبزادے عبدالملک بالکل باپ کے نمونے پر تھے۔ اکثر آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو اپنے بیٹے عبدالملک کی وجہ سے نیکیوں اور عبادتوں کی ترغیب ہوتی ہے۔ مگر یہ آپ کے سامنے ہی فوت ہو گئے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جو ترکہ چھوڑا اس کی کُل مقدار ۲۱ دینار تھی۔ اسی میں سے چند دینار کفن دفن میں صرف ہوتے۔ باقی بیٹوں بیٹیوں میں تقسیم ہوئے عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے گیارہ بیٹے چھوڑے اور ہشام بن عبدالملک

نے بھی گیارہ ہی بیٹے چھوڑے تھے۔ عمر بن عبد العزیز کے ہر ایک بیٹے کو باپ کے ترکہ میں سے ایک ایک دینار ملا۔ اور ہشام بن عبد الملک کے بیٹوں میں سے ہر ایک نے باپ کے ترکہ سے دس دس لاکھ درم پائے۔ لیکن میں نے عمر بن عبد العزیز کے بیٹوں میں سے ایک کو دیکھا کہ اس نے ایک دن جہاد کے لئے سو گھوڑے دیئے اور ہشام کے ایک بیٹے کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے صدقہ لے رہا ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کے دورِ خلافت پر ایک نظر

حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت کا زمانہ حضرت ابوبکر صدیق کے عہدِ خلافت کی طرح بہت ہی مختصر ہے۔ لیکن جس طرح عہدِ صدیقی بہت ہی اہم اور قیمتی زمانہ تھی۔ اسی طرح عمر بن عبد العزیز کی خلافت کا زمانہ بھی عالم اسلام کے لئے قیمتی زمانہ تھا۔ بنو امیہ کی حکومت نے بتدریج لوگوں میں دنیا پرستی اور حب جاہ و مال پیدا کر کے آخرت کی طرف سے غفلت پیدا کر دی تھی۔ عمر بن عبد العزیز کی چند روزہ خلافت نے یک لخت ان تمام خرابیوں کو دور کر کے مسلمانوں کو پھر روحانیت اور نیکی کی طرف راغب کر دیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے خلافت اسلامیہ کو خلافتِ راشدہ کے نمونے پر قائم کر کے عہدِ صدیقی و عہدِ فاروقی کو دنیا میں پھر واپس بلا لیا۔

خلفاء کے استبداد اور قہر و جبر کو وہ سخت ناپسند کرتے اور دنیا میں آزادی و امن قائم کر کے ہر شخص کو اس کے انسانی حقوق سے متمتع ہونے کا موقع دینا چاہتے تھے۔ انھوں نے ایک منکرِ خدا کو بھی مجبور کرنا نہیں چاہا۔ انھوں نے خوارج کو بھی اپنے اظہارِ خیال کا موقع دیا وہ خلیفۃ المسلمین کا مرتبہ اسی حد تک قائم رکھنا چاہتے تھے۔ کہ اگر کوئی مجرم خلیفہ کو گالی دے تو زیادہ سے زیادہ خلیفہ بھی ویسی ہی گالی اس کو انتقاماً دے سکتا ہے۔ وہ اپنے ماتحتوں سے اس بات کے خواہاں نہ تھے کہ ان کی ہر ایک جا و بے جا بات کی تائید کی جائے وہ خلیفہ کو مسلمانوں کا حکمران اور فرماں روا نہیں جانتے تھے۔ بلکہ مسلمانوں کا شفیق باپ سمجھتے تھے۔ غرض عہدِ صدیقی و فاروقی میں جو جو کچھ ہم نے دیکھا ہے۔ اس کے تمام نمونے عمر بن عبد العزیز کے اندر موجود تھے اور اسی لئے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز کے فوت ہونے پر خلافتِ راشدہ ختم ہو گئی۔ ان کے زمانے میں کثیر التعداد لوگوں نے بطیبِ خاطر اسلام قبول کیا

نومسلموں کی ایسی کثرت کسی دوسرے خلیفہ کے زمانے میں نظر نہیں آتی۔ حالانکہ آپ کے عہدِ خلافت میں بہت ہی کم لڑائیاں اور چڑھائیاں ہوئیں آپ کی حکومت وسلطنت کے حدود سندھ وپنجاب وبخارا وترکستان وچین سے لے کر مراقش واندلس وفرانس تک وسیع تھے۔ اتنی بڑی عظیم الشان سلطنت میں ہر جگہ یکساں سکون اور امن وامان موجود تھا۔

آپ کے عہدِ مبارک میں سڑکیں نکالی گئیں۔ ہر ملک میں مدرسے اور شفا خانے جاری ہوئے۔ عدل وانصاف دنیا نے آپ کے بعد آج تک کبھی ایسا نہیں دیکھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے انتقال پر نہ صرف مسلمانوں کے گھروں میں ماتم ہوا بلکہ مسلمانوں سے بڑھ کر عیسائی و یہودی سوگوار پائے گئے۔ راہبوں نے آپ کے مرنے کی خبر سُن کر اپنے صومعوں اور عبادت خانوں میں سر پیٹ لئے اور کہا کہ آج دنیا سے عدل اُٹھ گیا اور عدل کا قائم کرنے والا اور عدل کی حفاظت کرنے والا دنیا کو خالی کر گیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے شیعہ، سُنی۔ خارجی وغیرہ کے تمام اختلافات مٹا دیئے اور آج بھی کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے اپنے دل میں کوئی نفرت رکھتا ہو ہر ایک سوچنے اور غور کرنے والے کے لئے موقع ہے کہ سوچے اور غور کرے کہ جو شخص سب سے زیادہ پابندِ اسلام ہوتا ہے وہی سب سے زیادہ محبوبِ عالم بن جاتا ہے۔ آخر یہ اسلام کی خوبی نہیں تو اور کیا ہے۔ صدیقِ اکبرؓ فاروق اعظمؓ، عمر بن عبدالعزیزؒ، نورالدین زنگی۔ صلاح الدین ایوبی کو اہلِ یورپ بڑی عزت وعظمت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں ساتھ ہی ان کو یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ یہ لوگ اسلام کے کس قدر پابند تھے۔ اُن کی تمام خوبیاں صرف اسی ایک بات پر منحصر تھیں کہ وہ سچے پکے مسلمان تھے۔ اور اُنھوں نے اپنی زندگیوں کو اسلامی نمونہ پر قائم رکھنا چاہا تھا۔ ایک طرف ہم سوچتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز دنیا کے سب سے بڑے شہنشاہ تھے اور دوسری طرف دیکھتے ہیں کہ وہ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے ممبر پر خطبہ دے رہے ہیں۔ تو حیرت و استعجاب کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ فرض اور ذمہ داری کے احساس کا اس سے بڑھ کر اور کیا مرتبہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی زندگی نہایت عیش وتنعم کی حالت میں بسر ہوئی تھی۔ لیکن خلیفہ ہونے کے بعد صرف ڈھائی سال کے عرصہ میں اس قدر لاغر ہو گئے تھے کہ جسم کی ایک ایک ہڈی الگ الگ گنی جا سکتی تھی۔

یزید بن عبد الملک

ابو خالد یزید بن عبد الملک بن مروان اپنے بھائی سلیمان بن عبد الملک کی وصیت کے موافق حضرت عمر بن عبد العزیز کے بعد تختِ خلافت پر بیٹھا۔ تخت نشین ہونے کے بعد اس نے کہا کہ جتنا میں خدائے تعالیٰ کا محتاج ہوں۔ اس قدر حضرت عمر بن عبد العزیز بھی نہ تھے۔ چنانچہ چالیس روز تک وہ حضرت عمر بن عبد العزیز ہی کے نقشِ قدم پر چلا۔ بنو امیہ نے جب دیکھا کہ عمر بن عبد العزیز کے بعد بھی کشود کار کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔ تو انھوں نے یزید بن عبد الملک کو اپنے منشا کے موافق طرزِ عمل اختیار کرنے کی ترغیب دینے کی کوشش کی۔ اس قسم کی کوششیں تمام عمر بن عبد العزیز کے سامنے تو بے کار ثابت ہوتی رہی تھیں۔ لیکن یزید بن عبد الملک عمر بن عبد العزیز نہ تھا۔ وہ ایک ہی ذرا سی کوشش کے مقابلہ میں بہ گیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ چالیس سفید ریش لوگوں نے حاضر ہو کر اس بات کی شہادت دی کہ خلیفہ وقت جو کچھ کرے اس کا حساب اس سے نہ لیا جائے گا اور نہ اس پر عذاب ہوگا۔ ایسی تدبیروں کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا۔ اور یزید بن عبد الملک کی جہالت نے اس کو بتدریج یزید اول کی طرح فسق و فجور کی طرف بھی مائل کر دیا حتیٰ کہ وہ شراب و مسکرات بھی استعمال کرنے لگا اور یہی سب سے پہلا خلیفہ تھا جس نے علانیہ شراب استعمال کی۔ اور گانے بجانے میں بھی اپنا وقت ضائع کرنے لگا۔ اس کے بعد بنو امیہ کو کافی موقع مل گیا۔ انھوں نے دربارِ خلافت پر مستولی ہو کر حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے کی تمام اصلاحات کو منسوخ کرا دیا۔ اور خلافت بنو امیہ کو اسی طرح غاصبانہ طور پر املاک و جاگیرات پر قابض و متصرف ہو گئے۔ اور اس بے انصافی میں پہلے سے زیادہ ترقی کر گئے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے بعد ہی سے خلافت بنو امیہ کے زوال کا زمانہ سمجھنا چاہیے۔ اسی زمانے میں بنو عباس اور ہاشمیوں کو بنو امیہ کے خلاف کوششیں اور تدبیریں عمل میں لانے کا موقع مل گیا۔

محمد بن یوسف برادرِ حجاج بن یوسف ثقفی نے اپنے عہدِ امارت میں اہلِ یمن پر ایک جدید ٹیکس لگا رکھا تھا۔ جس کو حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے عہدِ خلافت میں معاف کر کے عشر (دسواں حصہ) قائم کیا اور فرمایا کہ مجھے اس جدید خراج کے قائم کرنے سے یہ پسند

ہے کہ یمن سے ایک ذرہ برابر خراج بھی نہ آئے۔ جب یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے گورنر یمن کو لکھ بھیجا کہ اس ٹیکس کو اہلِ یمن سے ضرور وصول کرو۔ چاہے وہ کتنے ہی ناراض کیوں نہ ہو۔ یزید بن عبدالملک کا چچا محمد بن مروان جو جزیرہ و آذربائیجان کا گورنر تھا۔ انھیں دنوں میں فوت ہوا۔ یزید نے اس کی جگہ اپنے دوسرے چچا مسلمہ بن عبدالملک کو جزیرہ و آذربائیجان کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ یزید بن مہلب کو حضرت عمر بن عبدالعزیز خراج جرجان کے ادا نہ کرنے کی وجہ سے قید کر دیا تھا۔ وہ اب تک قید میں تھا۔ جب اُس نے سُنا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو بنو اُمیہ نے زہر دے دیا ہے اور وہ شاید جانبر نہ ہو سکے تو وہ قید خانے سے فرار ہو کر بصرہ کی طرف چل دیا۔ یزید بن مُہلب اور یزید بن عبدالملک کے درمیان سلیمان بن عبدالملک کے زمانے سے شکر رنجی اور ناراضی چلی جاتی تھی۔ جب یزید بن مُہلب کو یہ معلوم ہوا کہ عمر بن عبدالعزیز کی زندگی معرضِ خطر میں ہے اور اُن کے بعد یزید بن عبدالملک تخت نشین ہونے والا ہے۔ تو وہ قید خانے کے محافظین کو بھاری رشوت دے کر فرار ہو گیا کہ یزید بن عبدالملک اس پر دسترس نہ پا سکے۔ جاتے ہوئے ایک عریضہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نام لکھ کر اُن کے پاس بھجواتا گیا۔ اس میں لکھا تھا کہ اگر مجھے آپ کی زندگی کا یقین ہوجاتا تو میں ہرگز آپ کے قید خانے سے نہ بھاگتا۔ مگر اس اندیشہ سے کہ آپ کے بعد یزید بن عبدالملک مجھے قتل کرڈالے گا اور بُری طرح قتل کرے گا۔ میں یہاں سے فرار ہو رہا ہوں یہ تحریر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس اس وقت پہنچی جب اُن کا آخری وقت آ پہنچا تھا۔ آپ نے اس کو پڑھ کر فرمایا کہ الٰہی اگر یزید بن مُہلب مسلمانوں کے ساتھ بُرائی کرنے کو بھاگا ہے تو تو اس کو سزا دے۔ کیونکہ اُس نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ یزید بن عبدالملک نے خلیفہ ہو کر عدی بن ارطاۃ والی بصرہ کو یزید کے بھاگ جانے کا حال لکھ کر لکھا کہ یزید بن مُہلب کے اہل و عیال کو گرفتار کر لو۔ چنانچہ عدی نے مفضل و مروان پسران مہلب کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اسی اثنا میں یزید بن مہلب بصرہ میں پہنچ گیا۔ اہلِ بصرہ نے یزید بن مُہلب کی طرف داری کی اور عدی بن ارطاۃ کو بصرہ سے بھاگنا پڑا۔ یزید بن مہلب نے بصرہ پر قابض ہو کر اہواز تک اپنا قبضہ جما لیا۔ اور اپنی ایک الگ حکومت قائم کر کے ایک زبردست فوج تیار کی اور اہلِ عراق کو ترغیب دی کہ ترک و دیلم کے جہاد سے اہلِ شام پر جہاد کرنا

افضل ہے۔ امام حسن بصری نے اُس کی مخالفت کی مگر لوگوں نے ان کو اس خیال سے خاموش رہنے پر مجبور کیا کہ یزید بن مہلب سُن کر کہیں ان کو قتل نہ کردے۔ یزید اس فوج کو لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ یزید بن عبدالملک نے اس فوج کشی کا حال سُنا تو اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو فوج دے کر مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ مقام عقیر میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ بڑی خوں ریز لڑائی ہوئی طرفین سے خوب خوب دادِ شجاعت دی گئی۔ بالآخر میدانِ جنگ میں یزید اور اُس کا بھائی حبیب دونوں مارے گئے اور مسلمہ بن عبدالملک کو فتح حاصل ہوئی۔ بقیہ آلِ مُہلب کو جب یزید و حبیب کے مارے جانے اور فوج کے شکست کھانے کا حال معلوم ہوا تو وہ بصرہ سے فرار ہوئے اور مشرق کی طرف کشتیوں میں بیٹھ بیٹھ کر روانہ ہو گئے ان کے تعاقب میں ایک دستہ فوج روانہ کیا گیا۔ مقام قندابیل میں اس دستہ فوج سے مقابلہ ہوا۔ بجز دو بچوں ابو عتبہ بن مُہلب اور عثمان بن مفضل بن مہلب کے خاندانِ مُہلب سے کوئی متنفس باقی نہیں بچا۔ سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔

اس فتح کے بعد یزید بن عبدالملک نے مسلمہ بن عبدالملک کو عراق کا گورنر بنا دیا۔ پھر عمرو بن ہبیرہ کو مسلمہ کی جگہ حاکم عراق مقرر کیا۔ اہلِ صغد اور اہلِ سمرقند نے بغاوت کی تو عمرو بن ہبیرہ نے سعید حرشی کو خراسان کا امیر مقرر کرکے معہ فوج خراسان کی طرف روانہ کیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر اہل صغد اور اہلِ سمرقند کو قرار واقعی سزا دے کر دُرست کیا۔

بلادِ خزر و آرمینا میں بغاوت ہوئی اور وہاں کے لوگوں نے اہلِ قبچاق سے مدد لے کر مسلمانوں پر حملہ کیا اور وہاں کی اسلامی فوج کے اکثر حصے کو قتل کر ڈالا۔ ہزیمت خوردہ اور بقیۃ السیف بھاگ کر دمشق میں یزید بن عبدالملک کے پاس آئے۔ یزید نے جراح بن عبداللہ حکمی کو فوج دے کر اس طرف روانہ کیا۔ جراح نے وہاں پہنچ کر لڑائی چھیڑ دی۔ اہلِ خزر نے مقابلہ کیا۔ مگر سخت لڑائی کے بعد مسلمانوں سے شکست کھائی۔ اس کے بعد جراح نے اپنی پیش قدمی کو جاری رکھا اور دُور تک علاقہ فتح کرتا ہوا چلا گیا۔ وہاں کے بادشاہ اور اُمراء نے اطاعت اختیار کی اور تمام علاقے پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

عبدالرحمٰن بن ضحاک حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے سے حجاز کی گورنری پر مامور تھا وہ تین برس تک اس عہدے پر مامور رہا۔ اس کے بعد اس کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ میں حضرت حسینؓ کی پوتی سے شادی کروں۔ چنانچہ اس نے فاطمہ بنت الحسین یعنی

لڑکی کی ماں کے پاس پیغام بھیجا۔ اُنھوں نے انکار کر دیا۔ عبدالرحمٰن بن ضحاک نے دھمکی دی کہ میں تمھارے لڑکے کو شراب خوری کے جرم میں متہم کر کے دُرّے لگواؤں گا۔ فاطمہ بنت الحسین نے یزید بن عبدالملک کے پاس شکایت کہلا کر بھجوائی۔ یزید یہ سُن کر سخت برافروختہ ہوا۔ اور عبدالواحد بن عبداللہ قسری کو اپنے ہاتھ سے خط لکھا کہ میں نے تجھ کو مدینہ کی گورنری پر مامور کیا۔ تو اس خط کو دیکھتے ہی ابن ضحاک کے پاس جا اور اس کو معزول کر دے۔ اور اس سے چالیس ہزار دینار جرمانہ وصول کر اور اُس کو اس قدر اذیت دے کہ اُس کی آواز مجھے سُنائی دے۔ درانحالیکہ میں اپنے بستر استراحت پر ہوں۔ قاصد نے یہ خط لے جاکر عبدالواحد کو دیا۔ عبدالواحد نے مدینہ کی گورنری کا چارج لے کر ابن ضحاک کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ لوگ ابن ضحاک سے کچھ خوش نہ تھے۔ اس لئے اب اس کے معزول ہونے کے بعد اس کی ہجو میں قصیدے لکھے گئے۔ عبدالواحد کا برتاؤ انصارِ مدینہ کے ساتھ بہت اچھا تھا۔ سب اُس سے خوش رہے۔ اور قاسم سالم پسران عبداللہ بن عمر ہر کام میں اُن کے مُشیر تھے۔ ابنِ ضحاک کی معزولی اور عبدالواحد کی تقرری ماہِ شوال ۱۰۴ھ میں وقوع پذیر ہوئی تھی۔

سعید حریشی خراسان کا عامل تھا۔ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے چند روز کے بعد ابن ہبیرہ نے حریشی کو معزول کر کے اس کی جگہ مسلم بن سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی کو خراسان کی حکومت سپُرد کی۔ ابنِ ہبیرہ یزید بن عبدالملک کے آخر عہد خلافت تک عراق کا گورنر رہا۔

یزید بن عبدالملک نے اپنے بعد اپنے بھائی ہشام بن عبدالملک اور اس کے بعد اپنے بیٹے ولید بن یزید کو ولی عہد بنایا تھا۔ چار سال ایک ماہ خلیفہ رہ کر ۲۵؍ شعبان ۱۰۵ھ کو بمقام بلقاء بعمر ۳۸ سال یزید بن عبدالملک فوت ہوا اور اس کی وصیت کے موافق ہشام بن عبدالملک تختِ خلافت پر بیٹھا۔

ہشام بن عبدالملک

ابوالولید ہشام بن عبدالملک ۷۲ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ عائشہ بنتِ ہشام بن اسمٰعیل مخزومی تھی۔ جب یزید بن عبدالملک کا انتقال ہوا تو ہشام حمص میں مقیم تھا۔

وہیں قاصد یہ خبر اور یزید کا عصا اور انگوٹھی لے کر گیا۔ ہشام حمص سے دمشق میں آیا اور لوگوں سے اپنی خلافت کی بیعت لی۔

ہشام بن عبدالملک نے تخت نشین ہونے کے بعد ابنِ ہبیرہ کو عراق کی حکومت سے معزول کر کے اس کی جگہ خالد بن عبداللہ قسری کو حکومتِ عراق کی سند دے کر روانہ کیا۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ مسلم بن سعید خراسان کا حاکم مقرر ہوا تھا۔ مسلم نے فوج لے کر ترکوں پر چڑھائی کی اور ۱۰۵ھ کے آخر تک مصروفِ جنگ رہ کر اکثر ترک سرداروں کو مغلوب کر کے اُن سے خراج و جزیہ وصول کیا۔

واقعاتِ خراسان

۱۰۶ھ میں مسلم بن سعید نے جہاد کے ارادے سے بہت بڑی فوج جمع کر لی اور بخارا و فرغانہ کی طرف جا کر باغیوں کو سزائیں دیں۔ خاقانِ چین نے اہلِ فرغانہ کی مدد کی اور خاقان سے مسلم کی کئی زبردست اور خوں ریز لڑائیاں ہوئیں۔ انجام کار خاقان کو شکست ہوئی۔ اور ترکوں کے بڑے سردار مسلمانوں نے گرفتار کر لئے۔ اسی سال ہشام بن عبدالملک خلیفۂ دمشق نے خالد بن عبداللہ کو خط لکھا کہ مسلم بن سعید کو خراسان کی گورنری سے معزول کر کے اپنے بھائی اسد بن عبداللہ قسری کو خراسان کا گورنر بنا کر بھیج دو۔ چنانچہ خالد بن عبداللہ نے اسد بن عبداللہ اپنے بھائی کو خراسان کی سندِ حکومت دے کر روانہ کیا اور مسلم بن سعید نے بخوشی خراسان کی حکومت اس کے سپرد کر دی۔ خالد بن عبداللہ نے جب اپنے بھائی اسد بن عبداللہ کو خراسان کا حاکم بنا کر بھیجا تو اس کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن بن نعیم کو اس کا نائب بنا کر بھیج دیا تھا۔

اسد بن عبداللہ نے خراسان کی حکومت سنبھالتے ہی جبالِ ہرات یعنی غور وغیرہ کی طرف حملہ کیا اور وہاں سے مسلمانوں کو بہت مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ ان لڑائیوں میں نصر بن سیار اور مسلم بن احور نے بہت ناموری حاصل کی۔ اسد بن عبداللہ نے چند ہی روز کے بعد ایسے اخلاق کا اظہار کیا کہ لوگ اس سے پریشان و دہشت زدہ ہونے لگے۔ اس نے نصر بن سیار کے سو دُرّے لگوائے عبدالرحمٰن بن نعیم کا سر منڈوایا اور ان لوگوں کو اپنے بھائی خالد بن عبداللہ کے پاس بھیج دیا۔ کہ یہ میرے قتل کی سازش میں شریک تھے۔

اسی طرح وہ اہلِ خراسان کو بھی بہت لعن طعن کرتا اور سختی سے پیش آتا تھا۔
ان باتوں کا حال ہشام بن عبدالملک کو معلوم ہوا تو اس نے دمشق سے خالد بن عبداللہ کو لکھا کہ اسد بن عبداللہ کو خراسان کی حکومت سے معزول کر دو۔ پھر خود ہی براہ راست اشرس بن عبداللہ سلمی کو خراسان کی حکومت پر مامور کر کے بھیج دیا اور خالد کو اطلاع دے دی۔ اشرس نے خراسان میں پہنچ کر اپنے نیک سلوک اور خوش اخلاقی سے سب کو خوش کر لیا۔ اشرس نے سنالھ میں ابوالصیدا، صالح بن ظریف اور ربیع بن عمران تمیمی کو سمرقند و ماوراء النہر کی طرف اس غرض سے روانہ کیا کہ وہاں جا کر لوگوں کو اسلام کی خوبیاں سمجھائیں۔ اور شرک کی برائیوں سے آگاہ کر کے راہِ راست پر لائیں۔ اس علاقے میں آئے دن بغاوتیں ہوتی رہتی تھیں اور حکومتِ اسلامیہ نوک شمشیر کے ذریعہ قائم تھی۔ اشرس نے اس کا بہترین علاج یہی تجویز کیا کہ ان لوگوں کو اسلام سے آگاہ کر کے مسلمان بنایا جائے۔ تو ان کے اندر جس قدر عیوب ہیں۔ وہ خود بخود دور ہو جائیں گے اور حکومتِ اسلامیہ کے لئے پھر کوئی خطرہ باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ اس دعوتِ اسلام کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ جوق جوق اسلام میں داخل ہونے شروع ہوئے اور سمرقند کے علاقے پر حسن بن عمرطہ کندی صیغۂ مال کا افسر مقرر تھا۔
جب لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ تو اس جزیہ کی آمدنی جو ذمیوں سے لیا جاتا تھا کم ہونے لگی۔ ذمیوں کے نومسلم ہونے سے جو آمدنی میں کمی واقع ہو تو حسن بن عمرطہ نے اس کی شکایت اشرس بن عبداللہ سلمی گورنر خراسان کو لکھی۔ اشرس بن عبداللہ نے جواب دیا کہ بہت سے لوگ ممکن ہے کہ محض جزیہ کی وجہ سے مسلمان ہو گئے ہوں اور دل سے اُنھوں نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔ لہٰذا تم دیکھو کہ جس نے ختنہ کرائی ہو اور نماز پڑھتا ہو اُس کو جزیہ معاف کرو۔ ورنہ چاہے وہ اپنے آپ کو مسلمان کہے اس سے ضرور جزیہ وصول کرو۔ اشرس اگرچہ خود اس کو پسند نہ کرتا تھا۔ مگر خالد اور ہشام کا منشا یہی تھا کہ نومسلموں کے ساتھ سختی سے محاسبہ و معاملہ کیا جائے۔ اشرس کے پاس سے اس جواب کے آنے پر حسن بن عمرطہ نے اس حکم کی تعمیل میں اس لئے تامل کیا کہ یہ شریعتِ اسلام کے موافق نہ تھا۔ اشرس بن عبداللہ نے حسن بن عمرطہ کو صیغہ مال سے معزول کر کے ہانی ابنِ ہانی کو مامور کیا۔ اور سمرقند کی حکومت و سپہ سالاری پر اس کو قائم رکھا ہانی ابنِ ہانی نے نومسلموں سے آ کر جزیہ وصول کرنا شروع کیا۔ ابوالصیدا نے نومسلموں کو جزیہ دینے اور ہانی کو جزیہ لینے

سے روکا۔ ہانی نے اشرس کو خط لکھا کہ یہ لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ اُنھوں نے مسجدیں بھی بنائی ہیں ان سے جزیہ کیسے وصول ہو سکتا ہے۔ اس کے جواب میں ہانی کے پاس حکم پہنچا کہ تم ان تمام لوگوں سے جو جزیہ دیا کرتے تھے۔ جزیہ وصول کرو۔ چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو گئے ہوں۔

یہ دیکھ کر ابوالصیداء نے نومسلموں کی سات ہزار جمعیت لے کر سمرقند سے چند فرسنگ کے فاصلے پر قیام کیا۔ اور مقابلہ پر مستعد ہو گیا۔ چونکہ ابوالصیداء کے پاس وجہ مخالفت معقول تھی لہٰذا بہت سے مسلمان سردار حاکم سمرقند کی فوج میں سے ابوالصیداء کے پاس نومسلموں کی حمایت کے لئے چلے گئے۔ اشرس نے یہ حالت دیکھ کر حسن بن عمرطہ کو سمرقند کی حکومت سے معزول کرکے محشر بن مزاحم سلمی کو مامور کیا۔ محشر بن مزاحم نے سمرقند پہنچ کر ابوالصیداء اور اُس کے ہمراہی سرداروں کو صلح کے بہانے دھوکے سے بُلا کر قید کر دیا اور اشرس کے پاس بھیج دیا۔ نومسلموں نے ابو فاطمہ کو اپنا سردار بنا لیا۔ آخر مجبور ہو کر ان مسلموں کو جزیہ کی مُعافی کا وعدہ دیا گیا۔ اور جب ان کی جمعیت اور اتفاق جاتا رہا۔ تو بتدریج اُن پر سختی شروع کی گئی۔ اور طرح طرح سے ذلیل کیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ جو مسلمان ہو چکے تھے پھر مُرتد ہو کر باغی ہو گئے۔ اور ازسرِنو مقابلہ پر آمادہ ہو کر خاقان سے خواہانِ امداد ہوئے۔ خاقان اپنی زبردست فوجیں لے کر آیا اور مسلمانوں کے ساتھ ایک جدید سلسلۂ جنگ شروع ہو گیا۔ اشرس خود مقابلہ پر پہنچا۔ طرفین نے خوب خوب دادِ شجاعت دی گئی۔ بہت سے مسلمان اور بہت سے ترک تہ تیغ ہوتے آخر اس خوں ریز سلسلۂ جنگ کا خاتمہ صلح پر ہوا۔

اس جگہ ان لوگوں کو، جو اسلام کی اشاعت کو بزورِ شمشیر بتاتے ہیں غور و تامل کرنا چاہئے کہ مسلمانوں نے اپنے زورِ شمشیر کو اسلام کی اشاعت میں صرف کیا یا ان کے بعض نادان حکمرانوں نے زورِ شمشیر کو اسلام کی اشاعت کے روکنے میں صرف کیا ہے۔

۱۱۱ھ میں ہشام بن عبدالملک نے اشرس بن عبداللہ کو جب کہ وہ ترکوں اور سمرقندیوں سے مصروفِ پیکار تھا معزول کرکے جنید بن عبدالرحمٰن بن عمر بن حرث بن خارجہ بن سنان بن ابی حارثہ مری کو مامور کیا۔ جنید جب خراسان کے دارالصدر شہر مرو میں پہنچا تو اس نے وہاں بجائے اشرس کے اس کے نائب خطاب بن محرز سلمی کو پایا۔ وہ ایک روز قیام

کرکے ماوراء النہر کی طرف روانہ ہوا اور اپنی جانب سے محشر بن مزاحم سلمی کو مرو میں چھوڑ کر اور خطاب کو اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہوا اور اشرس کے ساتھ خاقان واہلِ بخارا پر فتح یاب ہو کر مرو کی جانب ۱۱۱ھ کے آخری ایام میں واپس آیا۔ مرو میں آکر اس نے قطن بن قتیبہ بن مسلم کو بخارا پر۔ ولید بن قعقاع عبسی کو ہرات پر۔ اور مسلم بن عبدالرحمٰن باہلی کو بلخ کی حکومت پر مامور کیا۔ لیکن چند ہی روز کے بعد مسلم بن عبدالرحمٰن کو معزول کر کے یحییٰ بن ضبیعہ کو بلخ کا حاکم بنایا۔

۱۱۲ھ میں جنید نے طخارستان کے باغیوں کی سرکوبی و سزادہی کے لئے عمارہ بن حریم کو اٹھارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ایک طرف سے اور ابراہیم بن بسام کو دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ دوسری طرف سے روانہ کیا اور خود بھی اس طرف روانہ ہونے کی تیاری کی۔ ترکوں کو جب اس کا حال معلوم ہوا تو وہ خاقان کو اپنا سپہ سالار اعظم بنا کر اور بہت بڑا لشکر جمع کر کے سمرقند پر حملہ آور ہوئے۔ اس زمانے میں سمرقند کا عامل سورہ بن الجبر تھا۔ اس نے جنید کے پاس خبر بھیجی کہ خاقان نے ایسے زبردست لشکر کے ساتھ سمرقند کی طرف حرکت کی ہے۔ میری مدد کے لئے جلد فوج بھیجئے۔ محشر بن مزاحم وغیرہ نے جنید کو مشورہ دیا کہ سمرقند کی طرف آپ کو کم از کم پچاس ہزار فوج کے ساتھ جانا چاہیئے۔ کیونکہ ترکوں کا مقابلہ آسان نہیں ہے۔ لیکن آج کل تمام فوج منتشر ہو چکی ہے۔ آپ کے پاس بہت ہی تھوڑے سے آدمی ہیں اس حالت میں آپ سمرقند کا ارادہ نہ کریں۔ جنید نے آہ سرد کھینچ کر کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرا بھائی سورہ بن الجبر وہاں مصیبت میں گرفتار رہے اور میں یہاں پچاس ہزار فوج کی فراہمی کے انتظار میں بیٹھا رہوں۔ یہ کہہ کر سمرقند کی طرف روانہ ہوا۔ خاقان اور ترکوں کو جب معلوم ہوا۔ کہ جنید خود سمرقند کی طرف آرہا ہے تو وہ تھوڑی سی فوج سمرقند کے محاصرہ پر چھوڑ کر جنید کے سد راہ ہوئے۔ راستے ہی میں روک کر لڑائی کا بازار گرم کیا۔ جنید اور اس کے مٹھی بھر ہمراہیوں نے وہ وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اور ایسی چپقلش مردانہ دکھائی کہ ترکوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ بڑے بڑے نامی سردار مسلمانوں میں سے بھی شہید ہوئے۔ اور ترکوں کی لاشوں کے تو انبار لگ گئے۔ ترکوں کی فوج اور خاقان کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ جنید نے پہاڑ کو پس پشت رکھ کر خاقان اور اس کے لشکر کو کئی مرتبہ پیچھے ہٹایا۔ اور ترکوں کو میدان سے بھگایا۔ آخر سرداروں کے

مشورے سے سورہ بن الجبر کے پاس سمرقند میں پیغام بھیجا کہ ہم تم سے صرف دو منزل کے فاصلے پر مصروفِ جنگ ہیں تم ہمت کر کے سمرقند سے نکل آؤ اور نہر کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوتے ہم تک پہنچو اور دوسری طرف سے ترکوں پر حملہ کر دو۔ سورہ بن الجبر سمرقند سے روانہ ہوا۔ لیکن جس راستے کی نسبت ہدایت کی گئی تھی۔ اس راستے سے نہیں آیا۔ بلکہ ایک دوسرے راستے سے آیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قریب ہی پہنچ کر ترکوں کے لشکر میں گھر گیا۔ اور لڑکر بہت سے لشکر کو قتل کرا دیا۔ اس طرح جنید کو کوئی امداد نہ پہنچ سکی۔ آخر مسلمانوں نے جی توڑ کر ایسے ایسے سخت حملے کئے کہ خاقان اور ترکوں کو بھگا دیا۔ اور سمرقند میں داخل ہو گئے۔

یہاں سے ایک تیز رفتار قاصد کے ہاتھ مفصل کیفیت لکھکر ہشام بن عبدالملک کے پاس دمشق کو بھیجی۔ خلیفہ نے کوفہ اور بصرہ کو احکام بھیجے کہ دس دس ہزار فوج دونوں مقاموں سے جنید کی مدد کے لئے روانہ ہو اور جنید کو لکھا کہ تم مصروفِ جہاد رہو۔ بیس ہزار فوج۔ تیس ہزار نیزے اور تیس ہزار تلواریں تمہاری امداد کے لئے کوفہ اور بصرہ سے بھجوا رہا ہوں۔ یہ پیغام خلیفہ کا جنید کے پاس سمرقند میں پہنچا۔ جنید سمرقند میں مقیم رہا۔ لیکن چند ہی روز کے بعد سُنا کہ خاقان نے جو جنید کے مقابلے سے بھاگ گیا تھا۔ فوجیں جمع کر کے بخارا پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ بخارا کی حکومت قطن بن قتیبہ کے سپرد تھی۔ جنید کو اندیشہ ہوا کہ کہیں قطن کی بھی وہی حالت نہ ہو جو سورہ کی سمرقند میں ہوئی تھی اس نے عثمان بن عبداللہ کو چار سو سواروں کے ساتھ سمرقند میں چھوڑا۔ اور ہر قسم کا کافی سامان رسد اُس کے لئے فراہم کر دیا۔ اور خود عورتوں بچوں اور ضروری سامان کو لے کر سمرقند سے بخارا کی طرف روانہ ہوا۔ طواویس کے قریب مقام کومنیہ میں یکم رمضان ۱۱۲ھ کو خاقان سے مقابلہ ہو گیا۔ خاقان کو شکست ہوئی اور جنید اپنے سامنے راستہ صاف پاکر بخارا کی جانب گرمِ سفر ہوا۔ راستہ ہی میں ایک مرتبہ پھر ترکوں نے مقابلہ کیا اس میں بھی مسلمانوں نے فتح پائی۔ اس کے بعد جنید بخارا میں داخل ہو گیا۔ اور یہیں کوفہ و بخارا کی فوجیں بھی جنید کے پاس پہنچ گئیں۔

جنید نے ترکوں کو متواتر اور پیہم شکستیں دے دے کر خراسان میں ہر طرف امن و امان قائم کر دیا۔ جنید کو جب خراسان کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تو اُس نے ۱۱۶ھ

میں فاضلہ بنتِ یزید بن مہلب کے ساتھ نکاح کیا ہشام بن عبد الملک کو خاندان مہلب کے ساتھ سخت عداوت تھی۔ یہ خبر پہنچی تو اس کو بہت ناگوار گذرا اور جنید کو خراسان کی حکومت سے معزول کر کے عاصم بن عبداللہ بن یزید ہلالی کو خراسان کی سندِ گورنری دے کر روانہ کیا۔ اُدھر عاصم خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر جنید کے مرض استسقائے خطرناک صورت اختیار کی۔ جس روز عاصم مرو میں داخل ہوا۔ اسی روز اس کے آنے سے پہلے جنید فوت ہو چکا تھا۔ عاصم نے خراسان پہنچ کر جنید کے عاملوں کو معزول کر کے اپنے جدید عامل مقرر کئے۔

حرث بن شریح

سنہ ۱۰۰ھ سے جب کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت کا زمانہ تھا بنو عباس نے اپنی خلافت کے لئے خلافتِ بنو اُمیہ کے خلاف خفیہ کوششوں اور سازشوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ یہ کوششیں نہایت احتیاط اور دانائی کے ساتھ جاری تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث کو خاص طور پر شائع کیا جاتا تھا۔ بعض روایات مصلحتاً وضع بھی کر لی گئی تھیں۔ بعض روایات میں کچھ فقرات اضافہ کر دیئے گئے تھے۔ جن سب کا منشاء یہ تھا کہ لوگوں کو اس بات کا کامل یقین دلایا جائے کہ خلافتِ اسلامیہ بنو عباس میں ضرور آئے گی۔ اور بہت جلد آئے گی۔ اس کے علاوہ بنو ہاشم کا حق دارِ خلافت ہونا اور بنو اُمیہ کا ناجائز طور پر برسرِ حکومت آجانا۔ چونکہ پہلے ہی سے انقلابی جماعتوں کے لئے بطور ایک زبردست ہتھیار کے استعمال ہو رہا تھا۔ لہٰذا ان باتوں سے بھی خوب فائدہ اٹھایا گیا۔ اس کام کے لئے خاص خاص قابل آدمی بطورِ مشنری مصروفِ کار تھے۔ اور بنی اُمیہ اپنی زعمِ حکومت میں ایسی باتوں کو نہ خاطر میں لاتے نہ اُن کے انسداد کی طرف متوجہ ہونے کو ضروری سمجھتے تھے۔ نہ اس قسم کی خفیہ سازشوں کی ٹوہ اور تلاش میں رہنا پسند کرتے تھے۔

فاطمیوں اور عَلویوں نے بھی عباسیوں کے متوازی اس قسم کی کوششوں اور سازشوں کا سلسلہ پہلے ہی سے باقاعدہ جاری رکھا تھا۔ اور یہ تمام سلسلے خراسان ہی میں نشو ونما پاتے تھے۔ کیونکہ خراسان ہی کی آب و ہوا ایسی کوششوں اور سازشوں کے لئے زیادہ موافق و موزوں تھی۔ خراسان میں اُزد کے نامور قبیلے کا سردار حرث بن شریح خاص طور پر علویوں

اور فاطمیوں کا شیدائی تھا۔ چنانچہ ۱۱۶ھ میں اس نے سیاہ کپڑے پہنے اور لوگوں کو اتباعِ کتاب وسنت اور بیعت امام رضا کی دعوت دی اور فاریاب میں پہنچ کر اس کام کو شروع کیا۔ چار ہزار کی جاں باز جمعیت اس کے گرد جمع ہو گئی۔ یہ اس فوج کو لے کر بلخ کی طرف متوجہ ہوا۔ بلخ میں ان دنوں نصر بن سیار حاکم تھا وہ دس ہزار فوج لے کر مقابلہ کو نکلا۔ مگر شکست کھائی۔ حرث بن شریح بلخ پر قابض ومتصرف ہو کر اور اپنی طرف سے سلیمان بن عبداللہ بن حازم کو بلخ میں مامور کر کے جرجان کی طرف بڑھا۔ بڑی آسانی سے جُرجان پر بھی قابض ومتصرف ہو کر مرو کی طرف متوجہ ہوا۔ مرو میں عاصم بن عبداللہ نے لوگوں کو جمع کر کے مقابلہ پر آمادہ کرنا چاہا۔ لیکن یہاں بھی پہلے ہی سے حرث بن شریح کے ساتھ لوگوں کی خط وکتابت جاری تھی۔

حرث بن شریح کی جمعیت ساٹھ ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ جس میں اُزد و تمیم کے نامی نامی سردار اور فاریاب وطالقان کے زمیندار سب شامل تھے۔ ادھر عاصم بن عبداللہ نے بھی مقابلہ کے لئے تمام ممکن کوششوں سے کام لیا۔ حرث بن شریح نے مرو پر نہایت جرأت کے ساتھ حملہ کیا۔ مگر عین مقابلے کے وقت اس کی فوج میں سے چار ہزار آدمی اُزد و تمیم کے کٹ کر عاصم کی فوج میں آ ملے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حرث بن شریح کے ہمراہیوں کی جرأت ودلیری اور جوش وخروش میں کسی قدر فرق آ گیا۔ مگر لڑائی بڑے زور شور کی ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حرث بن شریح شکست کھا کر پیچھے کو لوٹا۔ اور عاصم نے اس کا تعاقب نہ کیا۔ عاصم نے منازل رُہبان کے قریب پہنچ کر اپنا خیمہ نصب کیا تو اُس کے پاس کُل تین ہزار سوار آ کر جمع ہوئے حرث بن شریح نے اس کے بعد اپنی حالت کو پھر درست کر لیا اور وہ اپنے مقبوضات کو خراسان میں جلدی ترقی دیتا رہا۔

ان حالات سے مطلع ہو کر دمشق سے ہشام بن عبدالملک نے عاصم سے جواب طلب کیا تو عاصم نے لکھا کہ خراسان کا تعلق براہِ راست چونکہ دمشق یعنی دربارِ خلافت سے ہے۔ اس لئے اطلاعات کے جانے اور بوقتِ ضرورت مدد کے آنے میں توقف ہوتا ہے مناسب یہ ہے کہ جس طرح پہلے خراسان کا صوبہ عراق کے ماتحت تھا اسی طرح اس کو اب بھی عراق کے ماتحت کر دیا جائے۔ تاکہ بصرہ وکوفہ سے جلد امداد پہنچ سکے۔ ہشام بن عبدالملک نے اس رائے کو ناپسند کیا۔ مگر عاصم بن عبداللہ کو خراسان کی حکومت سے معزول کر دیا اور

خالد بن عبداللہ قسری گورنر عراق کو لکھا کہ تم اپنے بھائی اسد بن عبداللہ کو پھر خراسان کا حاکم بنا کر بھیج دو۔

عاصم کو جب اپنی معزولی اور اس جدید انتظام کی خبر پہنچی تو اُس نے حرث بن شریح کے ساتھ مصالحت کر کے یہ تجویز کی کہ آؤ ہم دونوں ہشام بن عبدالملک کو ایک تبلیغی خط لکھیں اور کتاب و سنّت پر عمل کرنے کی دعوت دیں۔ اگر وہ انکار کرے تو دونوں متفق ہو کر اُس کی مخالفت میں کوشاں ہوں۔ لیکن یہ مصالحت تا دیر قائم نہ رہ سکی اور نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی۔ دونوں میں کسی بات پر اَن بَن ہو گئی اور لڑائی تک نوبت پہنچی۔

اس لڑائی میں حرث کو شکست ہوئی اور اس کے اکثر ہمراہیوں کو عاصم نے گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ اور اس فتح کو ہشام بن عبدالملک کی خوشنودی مزاج کا ذریعہ بنانا چاہا۔ مگر اسد بن عبداللہ سند گورنری لیے ہوئے قریب پہنچ چکا تھا۔ اُس نے آتے ہی عاصم کو گرفتار کر لیا۔ یہ واقعہ ۱۱۶ھ کا ہے۔ اسد بن عبداللہ نے خراسان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی حرث بن شریح سے خراسان کے شہروں کو واپس چھیننا شروع کیا۔ بلخ کو لے کر ترمذ کا قصد کیا۔ غرض دو برس تک اسد بن عبداللہ حرث بن شریح اور تُرکوں کے ساتھ برابر مصروفِ جنگ رہا۔ حرث بن شریح کی حالت نہایت کمزور ہو گئی تھی۔ اور وہ اپنے چند رفیقوں کے ساتھ اِدھر اُدھر پناہ ڈھونڈتا پھرتا تھا۔ ۱۱۹ھ میں خاقان اور بدطرخان اسلامی لشکر کے مقابلے میں مارے گئے۔ اور اسد بن عبداللہ کی فتوحات کا سلسلہ ترکستان سے گذر کر مغربی چین تک پہنچ گیا۔

ماہِ ربیع الاوّل ۱۲۰ھ میں اسد بن عبداللہ قسری مقام بلخ میں فوت ہوا۔ مرتے وقت اس نے جعفر بن حنظلہ نہروانی کو اپنا جانشین بنایا۔ جس نے چار مہینے امارت کی اس کے بعد ماہِ رجب میں نصر بن سیار خراسان کا گورنر مقرر ہوا۔ اسی سال یعنی ۱۲۰ھ میں ہشام بن عبدالملک سے خالد بن عبداللہ گورنر عراق کے مخالفوں نے اس کی شکایت کی۔ ہشام بن عبدالملک نے خالد بن عبداللہ کو گورنری عراق سے معزول کر کے یوسف بن عمر ثقفی کو سندِ گورنری عطا کی۔ یوسف بن عمر ثقفی ایک طرف عابد و زاہد تھا تو دوسری طرف سفاک واحمق بھی تھا۔

نصر بن سیار نے خراسان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو سب سے پہلے اس بات

کی کوشش کی۔ کہ نومسلموں سے جزیہ وصول کرنے کی رسمِ بد کو مٹایا جائے۔ چنانچہ اُس نے اپنے عہدِ حکومت میں نومسلموں سے جزیہ لینا موقوف کیا جس کا اثر فوراً نمودار ہوا کہ ترکوں میں اسلام بڑی سُرعت سے پھیلنا شروع ہو گیا۔

بلادِ خضر و آرمینیا

جراح بن عبداللہ حکمی کو ہشام بن عبدالملک نے آرمینیا کی گورنری پر مامور کیا تھا ۱۱۱ھ میں جراح حکمی تفلیس کی جانب سے جہاد کرتا ہوا بلادِ ترکستان میں داخل ہوا۔ اور ان کے مشہور شہر بیضا۔ کو فتح کر کے کامیابی کے ساتھ واپس آیا۔ ۱۱۲ھ میں ترکوں نے اپنی فوجیں مرتب کر کے متفقہ طور پر بلادِ اسلامیہ پر یورش کی جراح بن عبداللہ حکمی مقابلہ کے لئے نکلا مقام مرج اردبیل میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کی تعداد بہت ہی قلیل تھی۔ جراح بن عبداللہ حکمی میدانِ جنگ میں لڑتے ہوئے شہید ہوا۔ اور اپنی شہادت سے پہلے پہلے اپنے بھائی حجاج بن عبداللہ حکمی کو اپنا قائم مقام بنا گیا۔ جراح کی شہادت سے ترکمانوں اور ترکوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ اور اپنی کامیابی کی خوشی اور جوش میں وہ بڑھتے ہوئے موصل کے قریب تک پہنچ گئے۔

یہ خبر دارالخلافہ دمشق میں پہنچی تو ہشام بن عبدالملک نے سعید حریشی کو بلا کر کہا کہ دیکھو جراح ترکوں سے شکست کھا کر بھاگ نکلا سعید نے کہا کہ جراح کے دل میں خدا کا خوف شکست کھا کر بھاگنے سے زیادہ ہے۔ وہ ترکوں سے شکست کھا کر فرار کی ندامت گوارا نہیں کر سکتا۔ میرا خیال یہ ہے کہ وہ شہید ہو گیا ہے۔ ہشام نے کہا اب کیا تدبیر کی جائے۔ سعید حریشی نے کہا کہ آپ مجھ کو صرف چالیس آدمیوں کے ساتھ اس طرف روانہ کر دیجئے اور روزانہ چالیس آدمی روانہ کرتے رہئے نیز ایک حکمِ عام اُس طرف کے تمام امیروں اور عاملوں کے نام بھیج دیجئے کہ وہ بوقتِ ضرورت میری مدد کریں۔

ہشام نے اس تجویز کو پسند کیا اور سعید چالیس آدمیوں کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ راستے میں جراح کے ہمراہی ملے جو تباہ حال آ رہے تھے اُن کو بھی سعید نے اپنے ہمراہ لیا۔ اور راستے میں جہاں جہاں مسلمان قبیلوں پر سے اس کا گذر ہوا جہاد کی ترغیب لوگوں کو دیتا گیا اس طرح اس کے ساتھ ہر جگہ سے لوگ شامل ہوتے رہے۔ مقام خلاط پر پہنچ کر سعید کا

ترکوں سے مقابلہ ہوا۔ نہایت خوں ریز جنگ کے بعد ترکوں کو شکست دی۔ مسلمانوں کے ہاتھ خوب مالِ غنیمت آیا۔ اس فتح کے بعد سعید نے مقام برزغہ میں مقام کیا۔ ترکوں نے مقام ورثان کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ سعید نے برزعہ سے اہلِ ورثان کے پاس اسلامی لشکر کے پہنچنے کی خبر بھیجی اور ترکوں کو پیغام دیا کہ ورثان کا محاصرہ اُٹھالو۔ ورنہ ہم حملہ آور ہوتے ہیں۔

ترک ڈر کے مارے خود ہی محاصرہ اُٹھا کر چل دیئے۔ سعید ورثان میں داخل ہوا اس کے بعد وہ اردبیل تک بڑھتا چلا گیا۔ وہاں جاکر مقام کیا معلوم ہوا کہ وہاں سے چار کوس کے فاصلے پر ترکوں کا دس ہزار لشکر پڑا ہے۔ اور اُن کے پاس پانچ ہزار مسلمان قیدی گرفتار ہیں۔ سعید نے رات ہی کو حملہ کیا اور ان دس ہزار ترکوں کو قتل کر کے مسلمان قیدیوں کو آزاد کیا۔ اگلے روز باجروان کی طرف روانہ ہوا۔ ایک جاسوس نے اطلاع دی کہ ترکوں کا ایک اور لشکر قریب ہی خیمہ زن ہے۔ سعید نے اسی رات ان پر بھی حملہ کیا اور سب کو قتل کر کے مسلمان قیدیوں کو چھڑایا۔ انھیں قیدیوں میں جراح کے لڑکے اور اہل و عیال بھی تھے۔ اس کے بعد پھر ترکوں نے متفق ہو کر ایک بڑا لشکر مقابلہ کے لئے فراہم کیا۔ مقام زرند میں دونوں لشکر مقابلہ پر آئے سخت خوں ریز لڑائی ہوئی اور مسلمانوں کے مقابلے سے ترکوں کو پشت پھیر کر بھاگنا پڑا۔ اس شکست کی تلافی کے لئے ایک مرتبہ پھر ترکوں نے مقابلہ کی تیاریاں کیں اور انتقام لینے کی غرض سے بہت سے ترک قبائل مارنے مرنے پر تیار ہو کر نہر بیقان کے کنارے مجتمع ہوئے سعید حریشی نے پہنچ کر لڑائی شروع کر دی۔ سخت لڑائی ہوئی میدانِ جنگ میں بہت سے ترک مارے گئے جو بچ کر فرار ہوتے ان میں اکثر نہر میں ڈوب کر مر گئے۔ اس فتح کے بعد حریشی مقام باجروان میں واپس آکر مقیم ہوا اور خلیفہ ہشام بن عبدالملک کو فتح و کامیابی کا بشارت نامہ روانہ کیا۔ اور مالِ غنیمت کا خُمس بھی خلیفہ کی خدمت میں بھیجا۔ ہشام بن عبدالملک نے اس کے بعد سعید حریشی کو دمشق میں واپس بُلوا لیا اور اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو آرمینیا و آذربائیجان کی سندِ گورنری عطا کر کے اس طرف روانہ کیا۔

سعید حریشی کے واپس چلے جانے اور اس کی جگہ مسلمہ کے آنے سے ترکوں نے پھر مجتمع ہو کر بہت بڑی جمعیت اور بڑے ساز و سامان کے ساتھ مقابلے اور حملے کی تیاریاں کیں،

مسلمہ بن عبدالملک ایک تجربہ کار سپہ سالار اور بہادر شخص تھا۔ وہ اپنی بزدلی کے سبب نہیں بلکہ اسلامی فوج کی قلّتِ تعداد اور غنیم کی قوت کا صحیح اندازہ کرنے کے بعد اس خطرناک علاقہ کو چھوڑ کر، جہاں ترکوں کے ہاتھ میں مال و متاع اور عورتوں بچوں کا گرفتار ہو جانا یقینی تھا۔ مقام دربند میں واپس چلا آیا۔ مسلمہ بن عبدالملک نے اپنی دو ڈیڑھ سال کی حکومت ارمینیا میں ترکوں کے ساتھ نرمی و ملاطفت کا برتاؤ کیا تھا۔ اس لئے اور بھی ترکوں کو مسلمانوں سے مقابلہ اور بغاوت پر آمادہ ہونے کی جرأت ہوئی۔ مسلمہ کے دربند آجانے کے بعد مروان بن محمد بن مروان جو مسلمہ کی فوج میں شامل تھا چھپ کر دمشق کی جانب بھاگ آیا اور ہشام بن عبدالملک سے مسلمہ کی شکایت کی کہ اس نے ارمینیا و آذربائیجان میں نہایت نرمی کا برتاؤ کیا جس کی وجہ سے ترکوں نے بغاوت پر آمادگی کا اظہار کیا۔ پھر جب کہ مقابلہ اور معرکہ کا وقت آیا تو وہاں سے لپسپا ہو کر اور علاقے کو چھوڑ کر دربند میں واپس چلا آیا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر آپ مجھ کو ایک لاکھ بیس ہزار جنگ جو لشکر کے ساتھ اس طرف بھیجیں تو میں ترکوں کو اچھی طرح سیدھا کر دوں۔

چنانچہ ہشام بن عبدالملک نے مروان بن محمد بن عبدالملک کو ایک لاکھ بیس ہزار فوج دے کر بلنجر (بلاد خزر وارمینیا) کی طرف روانہ کیا۔ اسی اثنا میں مسلمہ بن عبدالملک دربند میں بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ مروان کے ساتھ ایسی زبردست فوج دیکھ کر ترکوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور انھوں نے اطاعت قبول کر لی۔ مروان نے جیسا کہ اس نے کہا تھا۔ بہت اچھی طرح ترکوں کو سیدھا کیا اور ارمینیا و سواحلِ بحرِ خضر کے تمام علاقے میں امن و سکون قائم ہو گیا۔ مروان بن محمد کو ہشام بن عبدالملک نے ۱۱۴ھ میں فوج دے کر ارمینیا کی طرف روانہ کیا تھا۔

قیصرِ رُوم

ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں قیصر کی فوجوں کو بھی بار بار مسلمانوں سے شکستیں دیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے سے سردی اور گرمی کے موسموں میں شمال کی جانب حملہ آور ہونے والی فوجیں مقرر تھیں۔ یہ سرمائی اور گرمائی فوجیں قسطنطنیہ اور قیصر کے علاقوں پر حملہ آور ہوتی رہتی تھیں اور اسی لئے رومیوں پر مسلمانوں کا رُعب قائم تھا

ہشام کے زمانے میں معاویہ بن ہشام۔ سعید بن ہشام، سلیمان بن ہشام، مسلمہ بن عبدالملک مروان بن محمد۔ عباس ولید وغیرہ شہزادے ان فوجوں کے سردار ہو ہو کر حملہ آور ہوتے رہے ان شہزادوں کے ساتھ عبداللہ بطال اور عبدالوہاب بن بخت وغیرہ مشہور شہسوار سردار ہوتے تھے۔ جن کی بہادری وجاں بازی کی دھاک ملکِ روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ رومیوں کو ہشام کے عہد میں مسلمانوں کے ہاتھ سے بڑے بڑے نقصانات برداشت کرنے پڑے اور کبھی ان کو کوئی فتح مسلمانوں کے مقابلے میں حاصل نہ ہو سکی۔

اندلس میں بھی عبداللہ بن عقبہ کے کارنامے یورپ کے عیسائیوں اور عیسائی بادشاہوں کو خوف زدہ رکھنے اور مسلمانوں کے نام سے لرزاں وترساں بنانے کے لئے کافی تھے۔ حجاز ویمن وغیرہ میں بھی امن وامان تھا۔

زید بن علی

حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ کربلا میں اور عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ مکہ میں حکومتِ بنو اُمیہ کی طرف سے جو سلوک ہوا اُس نے اور اس کے بعد حجاج وغیرہ نے حجاز وعراق میں جس قسم کا طرزِ عمل اختیار کیا تھا۔ اُس نے حجاز وعراق کے عربی قبائل کو اول خوف زدہ بنا کر خاموش کر دیا تھا۔ اس کے بعد ایصالِ زر اور مال ودولت کے استعمال نے یہ اثر پیدا کیا کہ لوگوں کے دلوں میں بنو اُمیہ کی طرف سے حاسدانہ جذبہ پیدا ہو کر اندر ہی اندر بنو اُمیہ کے ساتھ خلوص وہمدردی دلوں سے دُور ہونے لگی۔ ہشام کی حکومتِ بست سالہ کا زمانہ بظاہر امن وسکون اور اطمینان کا زمانہ تھا۔ اب عراق و حجاز میں حجاج وابنِ زیاد وغیرہ سخت گیر وتشدد پسند حکمران بھی نہ تھے۔ بنو ہاشم کو رہ رہ کر اپنی بربادیوں اور بنو اُمیہ کی کامیابیوں کا خیال آتا تھا۔ وہ تمام ان لوگوں کو جو براہِ راست حکومتِ وقت سے کوئی غیر معمولی فائدہ نہیں اٹھا رہے تھے اپنا ہمدرد دیکھتے تھے۔ خوف وہشت کا پتھر بھی چھاتی سے اُتر چکا تھا۔ لہٰذا بنو ہاشم نے بنو اُمیہ کی حکومت کے مٹانے اور خود حکومت حاصل کرنے کا مصمم ارادہ کیا۔ حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے سے ان کو تجربہ تھا کہ حکومتوں کے مٹانے اور فنا کرنے کے لئے تلوار سے زیادہ تدبیر کارگر ہوتی ہے۔ لہٰذا سازشوں اور خفیہ کارروائیوں کا سلسلہ زور شور سے شروع

کیا گیا۔ یہ کام بنو ہاشم کے دو خاندانوں نے ایک ہی وقت میں شروع کیا۔ یعنی علی بن طالب اور عباس بن عبد المطلب کی اولادوں نے جداجدا کوششیں شروع کیں۔ عباسیوں کی کوششوں کا بیان آگے آئے گا۔ اس وقت علویوں یعنی فاطمیوں کی ایک کوشش کا تذکرہ مقصود ہے۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یوسف بن عمر ثقفی کو ہشام بن عبد الملک نے عراق کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اُس کے عہدِ امارت یعنی ۱۲۲ھ میں زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے مخفی طور پر لوگوں سے بیعت لینی شروع کی مذکورہ اسباب کی بنا پر چونکہ اُمیہ کی مقبولیت اس قدر کمزور ہو چکی تھی کہ اس بیعت میں زید بن علی کو بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ شہر کوفہ میں زید بن علی کے ہاتھ پر پندرہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔

امام ابو حنیفہؒ بھی زید بن علی کے حامیوں میں تھے۔ جو لوگ گذشتہ زمانے کے حالات پر نظر رکھتے تھے اُنھوں نے زید بن علی کو خروج سے باز رکھنے اور ابھی اور انتظار کرنے کا مشورہ دیا لیکن زید بن علی نے اس مشورے پر عمل نہ کیا۔ اُنھوں نے کوفہ میں خروج کیا۔ یوسف بن عمر ثقفی نے اِس بغاوت کو دبانے کی کوشش کی۔ معرکہ آرائی تک نوبت پہنچی۔ کوفیوں نے جس طرح حسینؓ بن علیؓ اور مصعف بن زبیرؓ کو دھوکا دیا تھا۔ اسی طرح زید بن علی کو بھی دھوکا دیا۔ جب تلوار چلانے اور مردانگی کے جوہر دکھانے کا وقت آیا تو اُنھوں نے زید بن علی کے ساتھ طالب علمانہ کج بحثی شروع کی۔ اُن سے سوال کیا کہ پہلے آپ یہ فرمایئے کہ صدیقِ اعظمؓ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیسا سمجھتے ہیں جو اُنھوں نے کہا کہ میں نے اپنے خاندان میں کسی کو ان دونوں حضرات کی نسبت بُرا کہتے نہیں سُنا۔ کوفیوں نے کہا کہ جب خلافت کے اصل حق دار آپ ہی کے خاندان والے تھے۔ اور ان دونوں کے خلافت پر قابض ہو جانے سے وہ ناراض نہ ہوئے تو اب اگر بنو اُمیہ نے بجائے آپ کے خلافت پر قبضہ کر لیا ہے تو آپ ان کو کیوں بُرا کہتے اور اُن سے لڑتے ہیں۔ یہ کہکر بیعت فسخ کرکے چل دیئے اور زید بن علی نے ان کو رافضی کا خطاب دیا۔

صرف دو سو بیس آدمی زید بن علی کے ساتھ رہ گئے۔ ان مُٹھی بھر آدمیوں سے زید بن علی نے یوسف ثقفی کی کئی ہزار فوج کا مقابلہ کیا۔ غرض کوفہ کی گلیوں میں وہ ایک ایک شخص کے گھر پر پہنچ کر آواز دیتے اور عہدِ بیعت یاد دلا کر اپنی حمایت کے لئے بُلاتے تھے۔ مگر کوئی نہیں نکلتا تھا۔ آخر کئی مرتبہ گورنر عراق کی فوجوں کو شکست دینے کے بعد وہ فوت ہوئے۔ ان کی پیشانی میں ایک تیر آکر لگا جس کے صدمہ سے جاں بر نہ ہو سکے۔ یوسف بن عمر ثقفی نے ان کا سر کٹوا کر ہشام بن عبد الملک کے پاس

دمشق میں بھجوا دیا۔ زید بن علی کے صاحبزادے یحییٰ بن زید اپنے باپ کے فوت ہونے کے بعد اوّل بنوا کی طرف جاکر روپوش رہے۔ پھر موقع پاکر خراسان کی طرف چلے گئے۔

زید بن علی کی یہ کوشش عجلت اور ناعاقبت اندیشی کے سبب ناکام رہی۔ لیکن اس سے عباسیوں نے فائدہ اٹھانے میں کمی نہیں کی ان کو زیادہ احتیاط برتنے اور زیادہ دُور اندیشی سے کام لینے کی ترغیب ہوئی اور وہ اس بات کا بھی صحیح اندازہ کرسکے کہ ملک میں بنواُمیہ کے اثر و اقتدار کی اب کیا کیفیت ہے۔ زید بن علی کی وفات نے اور بھی زیادہ لوگوں کی ہمدردی کو بنو ہاشم کی طرف مائل کر دیا۔ کیونکہ ہشام بن عبدالملک نے زید بن علی کے کٹے ہوئے سر کو دمشق کے دروازے پر لٹکا دیا۔ اور یوسف ثقفی نے زید بن علی کے ہمراہیوں کی لاشوں کو کوفہ میں سولی پر لٹکا دیا۔ جو برسوں وہاں لٹکتی اور لوگوں کو بنوامیہ سے متنفر اور بنو ہاشم کا ہمدرد بناتی رہیں۔

عبّاسیوں کی سازش

ابوہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ بن علی بن ابی طالب کی سلیمان بن عبدالملک وغیرہ خلفائے بنواُمیہ بہت عزّت و مدارات کرتے تھے۔ لیکن بنواُمیہ سے ان کو بھی ہاشمی ہونے کے سبب تعصب تھا اور وہ بدل بنوامیہ کی حکومت کے مٹانے اور بنو ہاشم کو برسرِ اقتدار لانے کے خواہاں تھے۔ ان کی کوشش صرف یہیں تک محدود تھی۔ کہ وہ اپنے معتقدوں اور دوستوں میں جس کو اہل پاتے۔ اپنے خیالات سے آگاہ فرما دیتے تھے اور اس قسم کے لوگ ان کو تھوڑے نہیں بہت دستیاب ہو گئے تھے۔ جو عراق میں بھی تھے اور خراسان و حجاز میں بھی رہتے تھے۔

محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بھی بنواُمیہ کی حکومت کے مٹانے اور بنو عباس کے خلافت قائم کرنے کی فکر میں مصروف تھے۔ ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملک کے عہدِ خلافت میں ابو ہاشم عبداللہ بن محمد سلیمان بن عبدالملک کے پاس دمشق گئے وہاں سے واپسی میں وہ مقام حمیمہ علاقہ بلقاء میں محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس ٹھہرے اتفاقاً وہ وہاں بیمار ہوکر فوت ہوگئے۔ فوت ہوتے وقت انھوں نے محمد بن علی بن عبداللہ کو وصیّت کی کہ تم خلافتِ اسلامیہ کے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اس وصیت نے محمد بن علی کو بہت فائدہ پہنچایا۔ یعنی وہ تمام لوگ جو ابو ہاشم عبداللہ بن محمد کے معتقد و ہم راز تھے۔ محمد بن علی کے ہاتھ پر آ آکر مخفی طور پر بیعت ہو گئے اس کے بعد ۱۰۰ھ میں بہ عہدِ خلافت حضرت عمر بن عبدالعزیز محمد بن علی عباسی نے اپنے کارندے

عراق وخراسان وحجاز ویمن ومصر وغیرہ ممالکِ اسلامیہ کی طرف روانہ کئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اگرچہ بنوامیہ کی نسبت اس نفرت و عداوت کو جو اکثر لوگوں کے دلوں میں تھی۔ بہت کم کر دیا تھا۔ لیکن پھر بھی محمد بن علی کی تحریک برابر مصروف عمل رہی۔ چنانچہ محمد بن علی کی طرف سے میسرہ عراق میں اور ابو محمد صادق خراسان میں عباسیوں کی خلافت کے لئے برابر دعوت کرتے رہے۔ محمد بن علی نے مضافات بلقاء میں سکونت اختیار کر کے وہیں سے اپنی تحریک کو ممالکِ اسلامیہ میں شائع کیا۔ چند روز کے بعد اس نے اپنے بارہ نقیب مقرر کئے۔ ہرچہار سمت ممالکِ اسلامیہ میں بھیجے ان لوگوں کو ہر جگہ کامیابی حاصل ہوئی۔

سنہ ۱۰۲ھ اور بروایت دیگر سنہ ۱۰۴ھ میں ابو محمد صادق خراسانی سے وہاں کے چند بااثر لوگوں کو جنھوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا تھا۔ ہمراہ لے کر محمد بن علی کے پاس آیا۔ انھیں ایام میں محمد بن علی اپنے اس لڑکے کو جس کی عمر صرف پندرہ یوم تھی لے کر آیا اور ان لوگوں سے کہا کہ یہی تمہارا سردار ہوگا (یہی لڑکا عبداللہ سفاح تھا) اس کے بعد بکیر بن ماہان جو سندھ میں جنید کے ساتھ تھا۔ وہاں سے کوفہ میں آیا اور ابو محمد صادق سے ملا۔ اس نے بکیر کو دعوت دی اس نے فوراً قبول کر لیا۔

یہ سنہ ۱۰۵ھ کا واقعہ ہے۔ سنہ ۱۰۵ھ میں بکیر بن ماہان نے جو کہ کوفہ میں محمد بن علی کی جانب سے دعوتِ عراق وخراسان کا افسر ومہتمم تھا۔ ابو عکرمہ۔ ابو محمد صادق۔ محمد خنیس۔ عمار عبادی وغیرہ چند شخصوں کو خراسان کی طرف خلافتِ عباسیہ کی دعوت کے لئے روانہ کیا۔ خراسان میں اسد قسری گورنر تھا۔ اس کو اتفاقاً اس کا علم ہو گیا کہ چند آدمی خلافتِ عباسیہ کے لئے لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں۔ اُس نے سب کو گرفتار کرا کر قتل کر دیا۔ صرف ایک شخص عمار بچ کر بھاگا اور بکیر بن ماہان کو آ کر اطلاع دی۔ بکیر نے یہ کیفیت محمد بن علی کے پاس لکھ کر بھیجی۔ محمد بن علی نے جواب میں لکھا کہ خدا کا شکر ہے کہ تمہاری دعوت اور کوشش کامیاب ونتیجہ خیز ثابت ہوئی۔ اب تم کو خود اپنے نسل کا بھی منتظر رہنا چاہیئے۔ سنہ ۱۱۸ھ میں بکیر نے عمار بن زید کو ہوا خواہانِ بنوعباس کا سردار بنا کر خراسان کی جانب روانہ کیا اس نے وہاں جا کر اپنے آپ کو خداش کے نام سے موسوم کیا۔ خداش نے چند دنوں بنوعباس کو نمازروزہ پر بھی ترجیح دی۔ وہ لوگوں سے کہا کہ روزہ نماز سے بڑھ کر یہ کام ہے کہ بنوعباس کی خلافت قائم کرنے کے لئے کوشش کرو اور اس معاملہ کو راز داری میں رکھ کر افشا ہونے سے بچاؤ۔ محمد بن علی نے یہ حالات سُن کر خداش کی نسبت ناراضی کا اظہار کیا۔

گورنرِ خراسان اسد قسری کو خداش کا حال معلوم ہوا تو اس نے گرفتار کرا کر اس کو قتل کر دیا۔ محمد بن علی اہل خراسان کی اس ضعیف الاعتقادی سے ناراض ہو گئے تھے۔ لہٰذا خراسان سے با اثر لوگوں کا ایک وفد محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی خطاؤں کی معافی چاہی۔

محمد بن علی نے خراسان میں خود نقیب مقرر کر کے روانہ کئے اور ان کے لئے چند عصا اپنے پاس سے مرحمت کئے۔ جو نقیبی اور سرداری کی علامت سمجھے گئے۔ ۱۲۴ھ میں محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کا بہ حالتِ زندگی انتقال ہو گیا۔ مرتے وقت وہ اپنے بیٹے ابراہیم کو اپنا جانشین بنا گئے اور اپنے نقیبوں اور مریدوں کو وصیت کر گئے کہ میرے بعد سب ابراہیم بن محمد بن علی کو امام تسلیم کر کے اس کی اطاعت و فرماں برداری کریں بکیر بن ماہان ابراہیم بن محمد کی خدمت میں حاضر ہو کر اور ابراہیم بن محمد سے ہدایات لے کر خراسان کی طرف روانہ ہوا کہ وہاں جا کر لوگوں کو محمد بن علی کے فوت ہونے اور ابراہیم بن محمد کے امام مقرر ہونے کی خبر سنائے۔ بکیر بن ماہان نے خراسان جا کر پوشیدہ طور پر اپنے ہم خیال لوگوں کو جمع کر کے سب کو حالات سنائے اور ہدایات پہنچائیں۔ ہوا خواہانِ بنو عباس نے جو کچھ زر نقد ان کے پاس تھا۔ لا لا کر جمع کر دیا اور بکیر بن ماہان اس روپیہ کو لے کر امام ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی ۱۲۴ھ میں ابراہیم بن محمد نے ابو مسلم کو خراسان کی طرف روانہ کیا۔ ابو مسلم اور امام ابراہیم کے حالات اور اس تحریک کی آئندہ حالت آگے کسی دوسرے موقع پر بیان کی جائے گی۔

ہشام بن عبدالملک کی خلافت کے حالات جو قابلِ تذکرہ تھے۔ مختصر طور پر بیان ہو چکے ہیں۔ یزید بن عبد الملک کی وصیت کے موافق ہشام کے بعد ولید بن یزید ولی عہد تھا۔ لیکن ہشام کی خواہش تھی کہ ولید کو معزول کر کے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنائے مگر اُمرائے سلطنت چونکہ اس پر رضامند نہ تھے۔ لہٰذا وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ مگر ہشام اور ولید کے دلوں میں رنجش ضرور پیدا ہو گئی۔ آخر ۶ ربیع الثانی ۱۲۵ھ میں ساڑھے اُنیس سال خلافت کرنے کے بعد ہشام بن عبدالملک نے وفات پائی۔

ولید بن یزید بن عبدالملک

ابوالعباس ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان بن حکم ۹۰ھ میں پیدا ہوا۔ اُس کی ماں حجاج بن یوسف ثقفی کی بھتیجی اور محمد بن یوسف کی بیٹی تھی۔ یزید بن عبدالملک کی وفات کے وقت یہ کم عمر تھا۔ ابتدا ہی سے اس کا چال چلن اچھا نہ تھا۔ فسق و فجور اور عیش پرستی میں مصروف رہنے کی وجہ سے انگشت نما تھا۔ اس لئے ہشام بن عبدالملک کا اس کو ولی عہدی سے معزول کرنے کا ارادہ کچھ نامناسب نہ تھا۔ مگر ناعاقبت اندیش امیروں اور سرداروں کی مخالفت نے ہشام کو اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ اور ولید بن یزید ہشام بن عبدالملک کے بعد تخت نشین ہوا۔ ولید بن یزید کا عہدِ خلافت بنوامیہ کی تباہی و بربادی کا دروازہ کھلنا تھا۔

ولید بن یزید نے تختِ خلافت پر بیٹھتے ہی ان لوگوں سے جن کو وہ اپنا مخالف سمجھتا تھا انتقام لینا شروع کیا کسی کا وظیفہ بند کیا۔ کسی کو قید کیا۔ کسی کو قتل کرایا۔ سلیمان بن ہشام اپنے چچا زاد بھائی کو پکڑ کر کوڑوں سے پٹوایا اور ڈاڑھی منڈوا کر تشہیر کرایا۔ یزید بن ہشام اور ولید بن عبدالملک کے کئی بیٹوں کو قید کر دیا۔ غرض تخت نشین ہو کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے اکثر اہلِ خاندان کو اپنا دشمن بنایا۔ پھر ہشام بن اسمٰعیل مخزومی والیٔ مدینہ کے لڑکوں اور خالد بن عبداللہ قسری سابق گورنر عراق کو پکڑ کر یوسف بن عمر والیٔ عراق کے سپرد کیا۔ اُن سے ان شرفا کو نہایت سخت اذیتیں دے دے کر مار ڈالا۔

اپنی خلافت کے پہلے ہی سال یعنی ۱۲۵ھ میں ولید بن یزید نے اپنے بیٹوں عثمان و حکم کے لئے ولی عہدی کی بیعت لوگوں سے لی۔ اگرچہ بیعتِ ولی عہدی کی رسم پہلے سے جاری تھی اور لوگ ایسی بیعت کے عادی ہو چکے تھے۔ لیکن ان لڑکوں کی بیعت کسی نے شرح صدر کے ساتھ نہیں کی لہٰذا اور بھی دلوں میں انقباض پیدا ہوا۔

ولید بن یزید بن عبدالملک نے نہ صرف مذکورہ غلط کاریوں ہی پر اکتفا کیا بلکہ اُس نے اپنے عقائد اور آزاد مشربی کے اعلان و اظہار سے اور بھی لوگوں کو برافروختہ ہونے کا موقع دیا۔ چنانچہ وہ علانیہ اپنے ناشدنی عقائد و خیالات کی اشاعت کرتا تھا۔ مے نوشی اور

زنا کے جرموں کا بھی اس سے ارتکاب ہوا۔ ان تمام باتوں کی شہرت نے صوبوں اور ولایتوں کے حاکموں کو بدول کر دیا۔ جس نے بیعتِ اطاعت کی خوف اور ڈر کی وجہ سے کی اور سچی ہواخواہی اور ہمدردی سب کے دلوں سے جاتی رہی۔

۱۲۵ھ یعنی اپنی خلافت کے پہلے ہی سال صوبہ خراسان کو عراق کا ماتحت کر کے خراسان کے حاکم نصر بن سیار کو معزول کیا۔ نصر کے پاس ایک طرف ولید بن یزید کا اور دوسری طرف سے یوسف بن عمر گورنر عراق کا حکم پہنچا کہ تم معزول کئے گئے فوراً دارالخلافہ دمشق میں حاضر ہو کر اپنے صوبہ کا حساب کتاب سمجھاؤ۔

عہدِ بنو اُمیّہ میں صوبوں کی تقسیم

اس جگہ یہ بات سمجھا دینی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ عہد بنو اُمیہ میں کُل ممالک اسلامی چند صوبوں میں تقسیم تھے ہر صوبہ پر ایک امیر یا وائسرائے یا نائب السلطنت مقرر ہوتا تھا۔ اس کو اپنے صوبہ میں کامل شاہانہ اختیارات حاصل ہوتے تھے اور وہ خود ہی اپنی طرف سے اپنے صوبہ کی ولایتوں میں حاکم مقرر کرتا تھا۔ بڑے بڑے صوبے حجاز۔ عراق۔ جزیرہ۔ وارمینیا۔ شام۔ مصر۔ افریقہ۔ اندلس۔ خراسان وغیرہ تھے۔ حجاز کے صوبہ میں مکہ۔ مدینہ۔ طائف یمن کی ولایتیں شامل تھیں کبھی ایسا ہوتا تھا کہ یمن کو حجاز کی ماتحتی سے نکال کر ایک الگ صوبہ قرار دیا جاتا تھا اور وہاں کا حاکم دارالخلافہ سے مقرر ہوتا تھا۔ شام کے صوبہ میں اردن۔ حمص۔ دمشق۔ قنسرین کی ولایتیں شامل تھیں۔ مصر کے صوبہ میں کبھی افریقہ بھی شامل ہوتا تھا اور کبھی افریقہ کو مصر سے الگ صوبہ قرار دے کر قیروان کا گورنر دربارِ خلافت سے مقرر کیا جاتا تھا۔ اسی طرح اندلس کبھی الگ صوبہ قرار دیا جاتا تھا اور وہاں کا حاکم خلیفہ خود مقرر کرتا تھا اور کبھی اندلس کو قیروان کے امیر کا ماتحت کر کے صوبہ افریقہ میں شامل کر دیا جاتا تھا۔ اس حالت میں قیروان کا امیر خود اپنے اختیار سے اندلس میں کسی کو حاکم مقرر کرتا تھا۔ یہی کیفیت عراق و خراسان کی تھی یعنی کبھی خراسان ایک الگ صوبہ ہوتا تھا اور وہاں کا گورنر یا امیر دربارِ خلافت سے مقرر ہوتا تھا اور کبھی خراسان کو صوبہ عراق میں شامل کر دیا جاتا تھا۔ اس حالت میں خراسان کا حاکم گورنر عراق کی طرف سے مقرر کیا جاتا تھا۔ صوبوں کے امیروں اور ولایتوں کے والیوں

کو اپنے متعلقہ ملکوں میں سیاہ وسفید کے کامل اختیارات حاصل ہوتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی یہ بھی ہوتا تھا کہ محکمہ مال کی افسری یعنی وصولی خراج وجزیہ کے لئے دربارِ خلافت سے الگ کوئی اہل کار مقرر ہو جاتا تھا۔ دربارِ خلافت سے مقرر شدہ افسر مال اپنے آپ کو صوبہ یا ولایت کے حاکم کا ماتحت نہیں سمجھتا تھا لیکن فوج کا سپہ سالار اور مُلک کے امن وامان کا ذمہ دار ہمیشہ اس صوبہ کا امیر یا اس ولایت کا والی ہی ہوتا تھا۔ افسر مال کی طرح کبھی کبھی صوبہ کا امیر شریعت یا قاضیٔ اعظم بھی دربارِ خلافت سے مقرر ہو کر جاتا تھا۔ لیکن نمازوں کا امام ہمیشہ امیر یا گورنر ہی ہوتا تھا۔ یعنی نمازوں کی امامت اور سپہ سالاری لازم وملزوم تھی۔ بعد میں نمازوں کی امامت اور صوبہ کی امارت بھی جدا جدا ہونے لگی۔ تاہم جمعہ کا خطبہ حاکمِ صوبہ اور سپہ سالار اعظم ہی سے متعلق رہا۔ آج یہ حقیقت جاہل مسلمانوں اور مسجد کے تنخواہ دار اماموں کی سمجھ میں کہاں آسکتی ہے۔؟

نصر بن سیار کے پاس جب معزولی کے احکام پہنچے تو اُس نے اول اُن کی تعمیل کا ارادہ کیا۔ لیکن پھر متوہم ہو کر خراسان کا قبضہ نہ چھوڑا اور خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ واقعات کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے یہ ایک واقعہ اسی جگہ بیان کر دینا چاہیئے کہ نصر بن سیار کے پاس ابھی معزولی کے احکام نہیں پہنچے تھے اور وہ ولید بن یزید کی خلافت کو تسلیم کر چکا تھا کہ اس کے پاس حکم پہنچا کہ یحییٰ بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کو جو اپنے باپ کے مقتول ہونے کے بعد خراسان پہنچ کر بلخ میں مقیم ہیں گرفتار کر کے بھیج دو نصر بن سیار نے یحییٰ بن زید کو بُلا کر قید کر دیا اور ولید بن یزید کو لکھ بھیجا کہ میں نے یحییٰ کو قید کر دیا ہے۔ ولید نے لکھا کہ یحییٰ کو ہمارے پاس بھیج دو۔ نصر بن سیار نے یحییٰ کو آزاد کر کے حکم دیا کہ تم دمشق میں خلیفہ کے پاس چلے جاؤ۔ یحییٰ وہاں سے روانہ ہو کر راستہ ہی سے پھر خراسان کی طرف لوٹ پڑے ان کے ساتھ معتقدین کی ایک جمعیت فراہم ہو گئی۔ نصر نے مقابلہ کے لئے فوج بھیجی اور یحییٰ پیشانی پر تیر کا زخم کھا کر جیسے کہ ان کے باپ بھی پیشانی پر تیر کھا کر فوت ہوئے تھے فوت ہو گئے اور ان کے تمام ہمراہی قتل ہوئے یہ واقعہ ۱۲۵ھ مقام جوزجان میں وقوع پذیر ہوا۔ یحییٰ کا سر ولید کے پاس بھیج دیا گیا۔ اور لاش جرجان میں صلیب پر لٹکا دی گئی جو سات سال تک برابر لٹکتی رہی۔ اور ابو مسلم خراسانی نے اس کو اُتار کر دفن کرایا۔

ولید بن یزید کے مظالم نے لوگوں کو رنجیدہ وبرافروختہ کر ہی رکھا تھا کہ اس کے بنی اعمام نے جن پر ولید نے بڑے بڑے ظلم کئے تھے اس کے خلاف کوششیں شروع کر دیں۔ ولید بن یزید کا چچا زاد بھائی یزید بن ولید بن عبدالملک خاص طور پر ولید کے خلاف مصروف کار رہا۔ یزید بن ولید خاندانِ سلطنت میں زیادہ نیک اور باخدا سمجھا جاتا تھا لہٰذا اس نے ولید بن یزید کی خلافِ شرع باتوں کی شکایات لوگوں سے بیان کرنی شروع کیں اور بہت جلد لوگ اس کے ہم خیال وہم نوا ہو گئے۔ اس کام میں یزید بن ولید کو نہ صرف سردارانِ لشکر اور امرائے سلطنت بلکہ خاندانِ سلطنت کی بھی حمایت حاصل ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب نے مخفی طور پر یزید بن ولید کے ہاتھ پر بیعت کی اور لشکرِ شام کا بڑا حصہ یزید بن ولید کے ساتھ شامل ہو گیا۔ یزید بن ولید نے دمشق کی سکونت ترک کر کے دمشق سے تھوڑے فاصلہ پر ایک گاؤں میں قیام کیا۔ اور وہیں سے اپنے کارندے بلادِ اسلامیہ کی طرف روانہ کئے کہ وہ ولید بن یزید کی بداعمالیوں کے حالات لوگوں کو سنائیں۔ اور اس طرح تمام عالمِ اسلامی کی رائے عامہ کو ولید کے خلاف اور یزید کے موافق بنائیں یہ پہلا موقع تھا کہ بنوامیہ کے درمیان بلکہ خاندانِ سلطنت کے درمیان ایسی پھوٹ پڑی اور مخالفت نے یہاں تک ترقی کی کہ خفیہ سازشوں اور اشاعتی کارروائیوں سے کام لیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد ولید کے خلاف اور یزید کے موافق حالات پیدا ہو گئے۔ یزید بن ولید کا بھائی عباس بن ولید بھی اگرچہ ولید بن یزید سے سخت ناراض اور اذیت رسیدہ تھا۔ مگر وہ اپنے بھائی یزید کو اس کام سے روکنا اور منع کرنا چاہتا تھا۔ عباس کے اختلاف سے تنگ آ کر ہی یزید نے دمشق کو چھوڑا اور ایک الگ جائے قیام تلاش کی تھی۔ یزید نے ہر طرح اپنا اطمینان کر لینے کے بعد ۲۷ رجمادی الثانی ۱۲۶ھ روز جمعہ خروج کے لئے مقرر کیا۔ چنانچہ بعد نمازِ عشا دمشق میں داخل ہو کر اول کوتوال شہر کو گرفتار کیا۔ پھر سرکاری اسلحہ خانہ پر قبضہ حاصل کر لیا۔ ولید بن یزید کو اس سے پیشتر ان سازشوں اور تیاریوں کا کوئی علم نہ ہو سکا۔ چنانچہ وہ حیران و پریشان ہو کر رہ گیا اور کچھ نہ کر سکا۔ دارالامارۃ کا دروازہ بند کر کے بیٹھ گیا۔ اب اہل دمشق اور ارد گرد کے لوگوں نے آ آ کر یزید بن ولید کے ہاتھ پر علانیہ بیعتِ خلافت کرنی شروع کی۔ ولید بن یزید نے دمشق سے نکل کر حمص کی طرف جانا چاہا۔ آخر مقام قصرِ نعمانی میں یزید نے ولید کا محاصرہ کر لیا۔ ولید کے ہمراہیوں نے خوب جی توڑ کر مقابلہ کیا۔ عباس بن ولید یعنی یزید

کا حقیقی بھائی اپنی جماعت کو لے کر ولید کی حمایت اور یزید کی مخالفت ومقابلے کے لئے دمشق سے چلا۔ لیکن راستے میں اس کو منصور بن جمہور نے گرفتار کرکے یزید بن ولید کے سامنے حاضر کر دیا۔ ولید بن یزید نے جب دیکھا کہ اب کوئی صورت نجات کی نہیں ہے۔ تو یہ کہکر کہ آج میرے لئے بھی ویسا ہی دن ہے جیسا عثمان غنیؓ پر آیا تھا۔ قرآن شریف لے کر پڑھنے بیٹھ گیا یزید کے آدمیوں نے قصر کی دیواروں پر چڑھ کر اور قصر کے اندر داخل ہو کر ولید بن یزید کا سر کاٹ لیا۔ اور منصور بن جمہور نے لاکر یزید بن ولید کے سامنے پیش کیا۔ یزید نے حکم دیا کہ اس کو تشہیر کراکر ولید کے بھائی سلیمان بن یزید کو دے دیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۲۸ر جمادی الثانی ۱۲۶ھ کو ولید ایک برس تین ماہ خلیفہ رہنے کے بعد مقتول اور اسی روز یزید بن ولید بن عبدالملک تخت نشین ہوا بنی اُمیہ کے درمیان یہ آپس کی لڑائی ایسی ہوئی کہ اس کے بعد خاندانِ بنوامیہ مسلسل مبتلائے مصائب رہ کر برباد ہی ہوگیا۔ اور پھر دم بدم اُن پر تباہی نازل ہوتی رہی۔

یزید بن ولید بن عبدالملک

ابو خالد یزید بن ولید بن عبدالملک بن مروان بن حکم کو یزید ثالث اور یزید الناقص بھی کہتے ہیں۔ یزید الناقص اس کو اس لئے کہا جاتا تھا کہ اس نے لوگوں کے وظائف یعنی فوج کی تنخواہوں کو کم کر دیا تھا۔ ولید بن یزید نے خلیفہ ہو کر فی کس دس درہم کا اضافہ وظائف میں کر دیا تھا۔ یزید نے خلیفہ ہو کر اس اضافہ کو موقوف کرکے وہی تنخواہیں مقرر رکھیں جو ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں مقرر تھیں۔ یزید نے خلیفہ ہو کر لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ ولید بد عقیدہ بد اعمال تھا۔ اسی لئے وہ مارا گیا ہے۔ میں اب تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کروں گا۔ تمہاری تنخواہیں مقررہ وقت پر ضرور مل جایا کریں گی۔ میں جب تک حدودِ ممالک اسلامیہ کو مضبوط اور عدل وانصاف سے شہروں کو آباد نہ کرلوں گا۔ اس وقت تک بلاضرورت کسی کو کوئی جاگیر نہ دی جائے گی۔ میں اپنے دروازے پر دربان نہ رکھوں گا تاکہ ہر شخص بآسانی مجھ تک پہنچ سکے۔ اگر میں غلط روی اختیار کروں تو تم کو اختیار ہے کہ مجھ کو معزول کردو۔ اس کے بعد یزید بن ولید نے لوگوں سے اپنے بھائی

ابراہیم بن ولید اور اس کے بعد عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک کی ولی عہدی کے لئے بیعت لی۔

اہلِ حمص کو جب یہ معلوم ہوا کہ ولید بن یزید قتل ہو گیا ہے۔ تو انھوں نے بغاوت کی اور ولید کے خون کا بدلہ لینے کی غرض سے یزید بن خالد بن یزید بن معاویہ کو اپنا سردار بنا کر دمشق کی طرف روانہ ہوئے یزید بن ولید نے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک کو فوج دے کر مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اول اہلِ حمص کے سامنے صلح کی درخواست پیش کی گئی۔ لیکن جب وہ نہ مانے تو لڑائی شروع ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یزید بن خالد گرفتار ہو کر قید ہوا اور اہلِ حمص بہت سے مارے گئے جو باقی رہے وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

یہ خبر سُن کر اہلِ فلسطین نے بھی بغاوت کی اور یزید بن سلیمان بن عبدالملک کو اپنا سردار بنایا۔ اہلِ اردن نے سُنا تو محمد بن عبدالملک کو اپنا بادشاہ بنالیا اور اہلِ فلسطین کے ساتھ شریک ہو گئے اور دونوں جگہ کی فوجیں مل کر دمشق کی طرف بڑھیں۔ ان تمام مقامات کے لوگوں کو یزید بن ولید نے پہلے اپنا ہم خیال بنالیا تھا لیکن خلیفہ کے قتل کا حادثہ نہ تھا لہٰذا ان لوگوں کے دل میں یکا یک مقتول خلیفہ کی ہمدردی اور موجودہ خلیفہ کی نفرت کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک قاتل ڈاکو کو جب پھانسی کی سزا دی جاتی ہے تو اگرچہ معقولی طور پر ہر شخص اس کو پھانسی کا مستحق یقین کرتا ہے لیکن جب اس کو پھانسی پر لٹکتا ہوا دیکھتے ہیں تو اس وقت تمام ہمدردی اسی کے شامل حال ہو جاتی ہے اور وہ نفرت جو اس کی نسبت پہلے دل میں موجود تھی کافور ہو جاتی ہے۔ اس لشکر کا حال سُن کر یزید نے سلیمان بن ہشام کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے مامور کیا۔ چنانچہ سلیمان نے ان سب کو شکست دے کر خلیفۂ وقت کی بیعت و اطاعت پر آمادہ کر دیا۔

ملکِ شام کے مذکورہ فسادات کو فرو کرنے کے بعد یزید نے یوسف بن عمر کو عراق وخراسان کی امارت سے معزول کر کے اس کی جگہ منصور بن جمہور کو عراق وخراسان کا حاکم مقرر کیا۔ یوسف نے منصور کو باقاعدہ اپنی امارت کا چارج نہیں دیا۔ بلکہ عراق سے دمشق کی جانب پوشیدہ طور پر روانہ ہوا۔ دمشق کے قریب پہنچا تھا کہ یزید بن ولید نے گرفتار کرا کر قید کر دیا۔ اور اسی

حالت میں مقتول ہوا۔ منصور بن جمہور نے کوفہ پہنچ کر یوسف کے زمانے کے قیدیوں کو رہا کیا اور اپنی طرف سے خراسان کی گورنری پر اپنے بھائی کو بھیجا۔ وہاں نصر بن سیار نے خراسان میں اس کو دخل نہیں دیا۔ ابھی یہ جھگڑا طے نہیں ہونے پایا تھا۔ اور منصور بن جمہور کو کوفہ میں آئے ہوئے دو مہینے بھی نہ گذرے تھے کہ یزید بن ولید نے منصور کو معزول کر کے اس کی جگہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو عراق کی امارت پر روانہ کر دیا۔ منصور بن جمہور عراق کی امارت عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے سپرد کر کے شام کی طرف روانہ ہوا۔ عبداللہ بن عمر نے خراسان کی حکومت پر باقاعدہ طور پر نصر بن سیار کو مقرر فرمایا۔ ان دنوں یمامہ کی ولایت بھی عراق کے صوبہ سے متعلق تھی۔ کبھی یمامہ حجاز میں شامل کر دیا جاتا تھا۔ کبھی عراق میں یوسف بن عمر کے زمانہ سے اہلِ یمامہ علی بن مہاجر حاکم یمامہ کو نکال کر اپنی خودمختاری کا اعلان کر چکے تھے۔ ابھی تک وہ بدستور اپنی خودمختاری پر قائم رہے۔ اور کوئی بندوبست اس علاقہ پر قبضہ قائم کرنے کے لئے نہ ہو سکا۔

عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز نے عراق کی امارت اپنے ہاتھ میں لے کر جب نصر بن سیار کو خراسان کا حاکم اپنی طرف سے مقرر کیا تو وہاں جدیع بن کرمانی ازدی نے نصر بن سیار سے بغاوت و سرکشی اختیار کی۔ جدیع بن علی اصل میں ازدی تھا۔ لیکن چونکہ وہ کرمان میں پیدا ہوا تھا اس لئے کرمانی مشہور تھا۔ وہ یہ دیکھ کر کہ نصر بن سیار جو پہلے خراسان کا خودمختار حاکم تھا۔ اب کوفہ کے گورنر کی طرف سے نامزد و مامور ہو کر مرکزی حکومت سے متعلق ہو گیا۔ رنجیدہ ہوا اور اُس نے اپنے دوستوں سے کہا کہ "یہ لوگ فتنہ میں پڑ رہے ہیں تم اپنے کاموں کے لئے کسی کو اپنا امیر منتخب کر لو۔" نصر بن سیار اور کرمانی کے دلوں میں پیشتر سے کچھ کدورت تھی۔ اب کرمانی کے اس جدید فتنہ برپا کرنے پر نصر نے اس کو گرفتار کرا لیا اور ۲۷ر رمضان ۱۲۶ھ کو قید کر دیا۔ کرمانی چند روز قید رہا۔ اس کے بعد قید خانہ میں نقب لگا کر نکل آیا اور فوراً تین ہزار آدمیوں کو اپنے گرد جمع کر لیا۔ ادھر سے نصر نے بھی اس کی سرکوبی کے لئے ایک سردار کو مامور کیا۔ مگر لوگوں نے درمیان میں پڑ کر لڑائی کے روکنے اور صلح کرانے کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کرمانی نصر کے پاس چلا آیا۔ اور نصر بن سیار نے اس کو خانہ نشینی کی ہدایت کی۔ چند روز کے بعد پھر کرمانی نے بغاوت و سرکشی کا ارادہ کیا۔ غرض اس طرح کئی مرتبہ جنگ کی تیاری اور کئی مرتبہ صلح ہوئی۔ آخر یہ تجویز ہوئی کہ کرمانی خراسان کو چھوڑ کر جرجان کی طرف

چلا جائے چنانچہ اس پر عمل درآمد ہوا۔

جن دنوں نصر اور کرمانی کے درمیان بار بار نزاع پیدا ہو کر صورتِ حالات خطرناک ہو رہی تھی ۔نصر کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں کرمانی بلادِ ترکستان سے حرث بن شریح کو بلوا کر اپنی طاقت کو نہ بڑھالے حرث بن شریح کا ذکر اوپر آچکا ہے وہ بارہ تیرہ سال سے بلادِ ترک میں مقیم تھا۔ چنانچہ نصر نے حرث کو بلانے اور اپنے پاس لانے کے لئے مقاتل بن حیان نبطی کو بھیجا اور ادھر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے پاس کوفہ میں اور یزید بن ولید کے پاس دمشق میں خطوط بھیجے جن میں حرث بن شریح کے متعلق اندیشہ و خطرہ کی اطلاع دے کر اس کی سفارش کی تھی کہ اس کو امان دے کر بلوا لینے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے ۔ دونوں جگہ سے امان نامے آگئے۔ اُدھر حرث بن شریح بھی بلادِ ترکستان سے خراسان میں آگیا۔ نصر نے اس کی خوب خاطر مدارات کی اور مرو میں اس کو ٹھہرایا۔ پچاس درہم روزانہ اس کا روزینہ مقرر کیا اور کہا کہ آپ جس شہر کی حکومت پسند کریں وہاں کا عامل آپ کو بنا دیا جائے۔ حرث نے کہا کہ میں حکومت اور دولت کا خواہش مند نہیں ہوں میں تو کتاب و سنت پر عمل درآمد کرنے کا خواہش مند ہوں۔ ظلم و تعدی سے پریشان ہو کر ان شہروں سے نکل گیا تھا۔ اب بارہ تیرہ برس کے بعد تم نے مجھ کو پھر اس طرف واپس بلایا ہے ۔نصر یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ حرث نے اس کے بعد کرمانی کے پاس کہلا کر بھیجا کہ اگر نصر بن سیار نے کتاب و سنت پر عمل کیا تو میں اس کا طرف دار ہو کر اس کے دشمنوں سے لڑوں گا اور اگر اس نے کتاب و سنت پر عمل نہ کیا تو پھر میں تمہارا شریک ہو جاؤں گا بشرطیکہ تم نے کتاب و سنت پر عمل کرنے کا اقرار کیا۔ اس کے بعد حرث نے قبائل تمیم اور دوسرے لوگوں کو اپنی امارت کی طرف متوجہ کیا۔ چند روز میں تین ہزار آدمیوں نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

خراسان کی تو یہ کیفیت تھی جو مذکور ہوئی۔ اُدھر ارمینیا میں مروان بن محمد بن مروان اور جزیرہ میں عبدہ بن ریاح غسانی امارت کر رہے تھے۔ جب ولید بن یزید مقتول ہوا تو عبدہ غسانی جزیرہ سے ملکِ شام کی طرف چلا گیا مروان بن محمد کے بیٹے عبدالملک نے جزیرہ کے صوبہ کو خالی دیکھ کر اس پر قبضہ کر کے جا بجا اپنے گماشتے بھیج دیئے اور اپنے باپ مروان بن محمد بن مروان کو لکھا کہ یہ موقع نہایت ہی موزوں ہے آپ خونِ ولید

کا معاوضہ لینے کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ ادھر حمص و اردن و فلسطین کی بغاوتوں سے یزید بن ولید کو فرصت نہ ملنے پائی تھی کہ مروان بن محمد کے خروج کی خبر ملی۔ یزید کے لئے یہ موقع چونکہ بہت ہی نازک تھا۔ اُس نے مروان کو لکھ بھیجا کہ تم میری بیعت کر لو۔ میں تم کو جزیرہ، آذربائیجان، ارمینیا، موصل تمام ولایتوں کی حکومت دے دوں گا اور سند گورنری تمھارے پاس بھیج دوں گا۔ مروان بن محمد نے بیعت کر لی اور یزید نے جیسا کہ وعدہ کیا تھا۔ سندِ گورنری اس کے پاس بھیج دی۔ اس طرح راستے ہی سے مروان واپس چلا گیا۔ اور اپنے متعلقہ صوبوں پر حکومت کرنے لگا۔ پہلے وہ صرف ارمینیا پر حاکم تھا۔ اب موصل تک کے تمام علاقہ کا حکمران مقرر ہو گیا۔

یزید بن ولید المشہور بہ یزید الناقص اپنے اخلاق و قابلیت کے اعتبار سے بُرا نہ تھا۔ لیکن اُس کی عمر نے وفا نہ کی اور ۲۰ ماہ ذالحجہ ۱۲۶ھ کو چند روز کم چھ مہینے خلافت کر کے ۳۵ سال کی عمر میں مرضِ طاعون سے وفات پائی۔

ابراہیم بن ولید بن عبدالملک

ابواسحٰق ابراہیم بن ولید بن عبدالملک اپنے بھائی یزید الناقص کی وفات کے بعد اس کی وصیت کے موافق خلیفہ ہوا۔ ابراہیم کے ہاتھ پر بیعتِ عامہ نہیں ہوئی۔ بعض لوگ اس کی بیعت سے انکار بھی کرتے رہے۔ مروان بن محمد بن مروان بن حکم گورنر ارمینیا نے جب یزید کے مرنے کی خبر سُنی تو وہ دمشق کی جانب فوج لے کر چلا۔ اول قنسرین پہنچا۔ قنسرین کو فتح کر کے حمص کی جانب روانہ ہوا۔ حمص کی حالت یہ تھی کہ حمص والوں نے ابراہیم کی بیعت نہیں کی تھی۔ اس لئے دمشق سے لشکر شام عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک کی افسری میں ابراہیم کا فرستادہ حمص کا محاصرہ کئے ہوئے پڑا تھا جب مروان بن محمد کے قریب پہنچنے کی خبر سُنی تو عبدالعزیز لشکر شام کو لے کر اور محاصرہ اٹھا کر دمشق کی جانب چل دیا۔ اور مروان کے پہنچنے پر اہلِ حمص نے بلا توقف اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ابراہیم کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو اس نے سلیمان بن ہشام کو ایک لاکھ بیس ہزار کی جمعیت سے مروان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ مروان کے پاس کل اسّی ہزار فوج تھی۔ مروان جنگ شروع ہونے سے

پیشتر یہ پیغام بھیجا کہ ہم ولید بن یزید کے خون کا دعویٰ چھوڑے دیتے ہیں۔ تم اس کے بیٹے حکم و عثمان کو جنہیں ولید نے ولی عہد بنایا تھا۔ رہا کر دو۔ سلیمان بن ہشام نے اس درخواست کو نامنظور کیا۔ آخر لڑائی شروع ہوئی سلیمان بن ہشام کو، ۱۷ ہزار آدمی کٹوا ڈالنے کے بعد شکست فاش حاصل ہوئی۔ مروان نے حکم و عثمان پسران ولید بن یزید کی بیعت لوگوں سے لی اور دمشق کی طرف بڑھا۔ یہاں دمشق میں ابراہیم اور اُس کے مشیروں نے مشورہ کیا کہ حکم و عثمان کو قتل کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ یہ دونوں قیدی قتل کر دیئے گئے۔ مروان فاتحانہ دمشق میں داخل ہوا۔ اور ابراہیم و سلیمان وغیرہ دمشق سے تدمر کی طرف فرار ہو گئے۔ مروان نے حکم و عثمان کی لاشوں کو دیکھا۔ بہت افسوس کیا۔ نماز جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کرایا۔ اور یہ سوال لوگوں کے سامنے پیش کیا کہ تم کس کو اپنا خلیفہ بنانا چاہتے ہو۔ سب نے بالاتفاق مروان بن محمد بن مروان بن حکم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ روز دوشنبہ ۲۴ر صفر ۱۲۷ھ کا واقعہ ہے۔ ابراہیم کو مروان نے امان دے دی اور اس نے مروان کے حق میں بہ خوشی خلافت سے دست برداری داخل کر دی۔ ابراہیم بن ولید کی خلافت کے متعلق مورخین کا اختلاف ہے بعض اس کو خلیفہ سمجھتے ہیں اور بعض خلفا میں اس کا شمار نہیں کرتے۔ کیونکہ اس کی خلافت پورے طور پر تمام عالمِ اسلام میں تسلیم نہیں ہوئی تھی۔ کہ اس نے خلع خلافت کیا۔ ابراہیم کی خلافت جیسی کچھ تھی صرف دو مہینے چند روز رہی۔

مروان بن محمدؐ بن مروان بن حکم

مروان بن محمد خاندان بنو اُمیہ کا آخری خلیفہ ہے۔ اس کو لوگ مروان الحمار بھی کہتے تھے حمار ملکِ عرب میں صابر ہونے کی وجہ سے مشہور ہے۔ صعوبت کش آدمی کو حمار کہہ دیا جاتا تھا۔ اس لیے اس خلیفہ کو بھی حمار کہنے لگے۔ کیونکہ اس کی خلافت کا تمام زمانہ لڑائیوں میں بسر ہوا اور اس نے نہایت صعوبت کش اور صابر ہونے کا ثبوت بہم پہنچایا۔ مروان بن محمد نے بجائے دمشق کے مقام حران میں اقامت اختیار کی۔ تدمر سے ابراہیم معزول خلیفہ کو اپنے پاس بُلا لیا اور اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ یکم شوال کو مروان کے پاس خبر پہنچی کہ اہلِ حمص بغاوت و سرکشی کی پوری تیاری کر کے مدافعت پر آمادہ ہیں اور اطراف و جوانب سے عرب قبائل اُن

کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ مروان اس خبر کے سنتے ہی فوراً فوج لے کر حمص کی جانب روانہ ہوا۔ ابراہیم اور سلیمان بھی اس کے ہمراہ تھے۔ ۳ر شوال کو حمص کے قریب پہنچے۔ دیکھا کہ اہلِ حمص نے شہر کے دروازے بند کر لئے ہیں۔ مروان کے منادی نے پکار کر کہا کہ تم لوگوں نے امیر المومنین کی بیعت کیوں توڑ دی ہے۔ شہر والوں نے جواب دیا کہ ہم نے بیعت نہیں توڑی بلکہ ہم مطیع و فرماں بردار اور اپنی بیعت پر قائم ہیں۔ چنانچہ انھوں نے شہر کے دروازے کھول دیئے اور مروان کے ہمراہی شہر میں داخل ہوئے تو اہلِ شہر اور مخالفین نے مقابلہ کیا۔ یہ حالت دیکھ کر مروان شہر کے دروازے پر چڑھ گیا اور مخالفین کا مقابلہ کر کے ان کو شکست دی۔ شہر پناہ تین سو گز کے قریب ڈھا کر زمین کے برابر کر دی۔ اور اہلِ شہر سے اپنی بیعت لی۔ ابھی مروان حمص ہی میں تھا کہ خبر پہنچی کہ اہلِ غوطہ نے یزید بن خالد قسری کو اپنا سردار بنا کر دمشق پر حملہ کیا اور والئ دمشق کو محصور کر لیا۔ مروان نے والی دمشق کی امداد کے لئے حمص سے دس ہزار فوج روانہ کی۔ اس فوج نے پہنچ کر باہر سے اور اہلِ دمشق نے اندر سے مقابلہ کیا۔ اہلِ غوطہ کو شکست ہوئی یزید بن خالد مارا گیا۔ اس کا سر کاٹ کر مروان کے پاس بھیج دیا گیا۔ اس فتنہ کے فرو ہوتے ہی ثابت بن نعیم نے اہلِ فلسطین کو مجتمع کر کے طبریہ کا محاصرہ کیا۔ طبریہ میں اس وقت ولید بن معاویہ بن مروان بن حکم والی تھا۔ مروان بن محمد نے یہ خبر سن کر ابوالورد اپنے فوجی سردار کو اس طرف بغاوت فرو کرنے کے لئے روانہ کیا۔ ابوالورد کے پہنچتے ہی اہلِ طبریہ نے شہر سے نکل کر محاصرین کا مقابلہ کیا۔ اہلِ فلسطین نے شکست فاش کھائی اور ثابت بن نعیم کے تین لڑکے ابوالورد نے گرفتار کر کے مروان کے پاس بھیج دیئے۔ مروان نے فلسطین کی حکومت پر رماحس بن عبدالعزیز کنانی کو مامور کیا۔ اس نے تلاش کر کے ثابت بن نعیم کو گرفتار کیا اور مروان کے پاس بھیج دیا۔ مروان نے اس کے اور اس کے تینوں لڑکوں کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر صلیب پر چڑھا دیا۔ ان واقعات سے فارغ ہو کر مروان بن محمد نے دیر ایوب میں اپنے لڑکوں عبداللہ و عبیداللہ کی ولی عہدی کی بیعت لی اور ہشام کی لڑکیوں سے ان کا عقد کر دیا۔ اس کے بعد مروان نے تدمر کی جانب فوج کشی کی کیونکہ اہل تدمر ابھی تک خودمختاری پر قائم تھے۔ اہل تدمر کو بیعت اور اطاعت کرنی پڑی۔ اس کے بعد مروان نے یزید بن عمر بن ہبیرہ کو عراق کی جانب روانہ کیا کہ وہ ضحاک شیبانی خارجی کو جو کوفہ پر متسلط ہو گیا تھا خارج کرے اور امدادی فوجیں عقب سے بھیجتے رہنے کا انتظام کرنے کے لئے خود قرقیسیا میں آ ٹھہرا۔ اس سے پیشتر سلیمان بن

ہشام آرام کرنے کے لئے رصافہ میں ٹھہر گیا تھا۔ اہلِ شام کا ایک گروہ کثیر جس کو مروان نے یزید بن عمر بن ہبیرہ کے ساتھ عراق کی جانب روانہ کیا تھا۔ اس سے جُدا ہو کر رصافہ میں سلیمان بن ہشام کے پاس پہنچا اور کہا کہ آپ خلافت قبول کر لیں۔ سلیمان نے اس بات کو منظور کر لیا۔ اور ان لوگوں کو ہمراہ لیے ہوئے قنسرین کی جانب روانہ ہوا۔ قنسرین پہنچ کر سلیمان نے اہلِ شام کو خطوط لکھے۔ جن کا اثر یہ ہوا کہ اہلِ شام ہر طرف سے سلیمان بن ہشام کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک زبردست فوج سلیمان کے پاس جمع ہو گئی۔ مروان نے یہ خبر سُنی تو یزید بن عمر بن ہبیرہ کو قیام کر دینے کا فرمان بھیجا اور خود قرقیسا سے سلیمان کی طرف چلا۔ قنسرین کے باہر مقام حناف میں مروان و سلیمان کی صف آرائی ہوئی اور سلیمان کو مروان نے شکست دے کر بھگا دیا۔ سلیمان کے ہمراہیوں کو جو گرفتار ہوئے قتل کیا۔ سلیمان بن ہشام کا لڑکا اور ہشام بن عبدالملک کا ماموں خالد بن ہشام مخزومی میدانِ جنگ میں قتل ہوئے سلیمان بھاگ کر حمص پہنچا اور دوبارہ لشکر مرتب کر کے شہر پناہ کو درست کرایا۔ مروان یہ سُن کر حمص پہنچا۔ نہایت خوں ریز جنگ ہوئی۔ پھر مروان نے حمص کا محاصرہ کر لیا۔ قریباً دس مہینے حمص کا محاصرہ جاری رہا۔ اسّی منجنیقیں برابر مصروف سنگ باری تھیں۔ مجبور ہو کر اہلِ حمص نے امان طلب کی اور سلیمان تدمر کی طرف چلا گیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر مروان کوفہ کی طرف ضحاک خارجی سے جنگ کرنے کو روانہ ہوا۔

یزید بن عمر بن ہبیرہ نے کوفہ کی طرف بڑھ کر ضحاک خارجی کے لشکر کو شکست دی ضحاک نے دوبارہ لشکر مرتب کیا۔ یزید بن عمر نے دوبارہ اس کو شکست دی اور کوفہ میں داخل ہوا۔ خارجیوں نے کئی مرتبہ خروج کیا مگر ہر مرتبہ ان کو شکست حاصل ہوئی۔ یزید بن عمر بن ہبیرہ نے عراق پر قابض و متصرف ہو کر اپنی طرف سے نصر بن سیار کو خراسان کی گورنری پر قائم رکھا۔ اس نے مروان بن محمد کی بیعت کر لی۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ خراسان میں حرث بن شریح موجود تھا۔ اور اس کے گروہ میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا۔ حرث بن شریح کو یہ بھی خیال ہوا کہ مجھ کو یزید بن ولید نے امان دی تھی۔ مروان بن محمد نے تو امان نہیں دی۔ اُدھر عبداللہ بن عبدالعزیز گورنر کوفہ نے بھی امان دی تھی۔ یزید بن عمر بن ہبیرہ موجودہ گورنر کوفہ نے امان نہیں دی۔ لہٰذا حرث بن شریح نے مخالفت کا اعلان کیا۔ نصر بن سیار نے اس کو بہت سمجھایا۔ لیکن وہ نہ مانا۔

بالآخر نوبت لڑائی تک پہنچی۔ خاص شہر مرو کی گلیوں میں جنگ وپیکار کے شعلے بلند ہوئے اُدھر کرمانی بھی کرمان میں کافی قوت حاصل کر چکا تھا۔ نصر بن سیار نے کرمانی کو بلوایا۔ لیکن اس کا بھی دل صاف نہ ہوا اور علانیہ مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ غرض مرو میں کرمانی۔ حرث، نصر تین شخص جمع ہو گئے۔ تینوں کی طاقت مساوی تھی۔ اور تینوں اپنے الگ الگ مقاصد واغراض رکھتے تھے کوئی کسی کا ہمدرد وشریک نہ تھا۔ آخر حرث وکرمانی دونوں نے متفق ہو کر نصر بن سیار کو ہزیمت دے کر مرو سے نکال دیا اور چند روز کے بعد دونوں آپس میں لڑے اس لڑائی میں حرث بن شریح مارا گیا اور کرمانی مرو پر قابض ومتصرف ہوا یہ ۱۲۸ھ کا واقعہ ہے جب حرث بن شریح مارا گیا تو نصر نے اپنی جمعیت فراہم کرکے کرمانی کے مقابلے پر یکے بعد دیگرے فوجیں بھیجنی شروع کیں۔ لڑائیاں ہوئیں اور قریبًا ہر ایک معرکہ میں نصر کے سرداروں کو کرمانی کے مقابلے میں شکست ہوئی۔ آخر نصر بن سیار خود بڑی جمعیت سے کر مرو پر پہنچا۔ طرفین سے مورچے قائم ہوئے اور لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہوا۔ یہ لڑائیاں ابھی جاری تھیں اور کوئی فریق غالب یا مغلوب نہ ہونے پایا تھا کہ مسلم خراسانی نے جس کا بیان مفصل آگے آتا ہے۔ اس موقع کو بہت غنیمت سمجھا اور اپنی جمعیت کو فراہم کرکے اُدھر نصر سے خط وکتابت جاری کی اور ادھر کرمانی سے۔ نصر کو لکھتا کہ امام ابراہیم نے تمھارے متعلق کچھ مجھ کو ہدایات بھیجی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اُن سے تم کو فائدہ پہنچے گا۔ اسی مضمون کا خط کرمانی کو لکھا کہ میں تمھارا ہمدرد ہوں اور امام ابراہیم نے تمھارے متعلق مجھ کو لکھا ہے کہ ضرورت کے وقت تمھاری مدد کروں۔ یہ خطوط جن قاصدوں کے ہاتھ روانہ کرتا ان کو ہدایت کرتا کہ جو قبائل نصر کے ہمدرد ہیں راستے میں ان کو نصر کے نام کا خط دکھاتے ہوئے جائیں اور جو قبائل کرمانی کے ہمدرد ہیں ان کو کرمانی کے نام کا خط دکھاتے ہوئے جائیں۔ منشا اس سے یہ تھا کہ تمام قبائل کی ہمدردی حاصل ہو جائے۔ اسی طرح اس نے خارجیوں کی ہمدردی وحمایت بھی مناسب تدبیروں سے حاصل کر لی۔ آخر ابو مسلم خراسانی اپنی جمعیت سے کر کرمانی اور نصر بن سیار کے مورچوں کے درمیان آکر خیمہ زن ہوا۔ فریقین یہ اندازہ نہ کر سکے کہ یہ کس کی حمایت کرے گا اور کس کی مخالفت۔ اگلے روز ابو مسلم نے کرمانی کو کہلا بھجوایا کہ میں تمھاری طرف سے نصر کا مقابلہ کروں گا۔ کرمانی یہ سُن کر خوش ہوا۔ نصر نے اس خبر سے مطلع ہو کر کرمانی کو لکھ بھیجا کہ ابو مسلم چالاکی سے تم کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے تم اس کے فریب میں نہ آنا۔ اس کے مقابلہ

ہیں ہم کو اپنی مخالفت فراموش کر دینی چاہیئے کرمانی نے نصر کی رائے کو پسند کیا اور اگلے روز دونوں میں ملاقات کی تجویز منظور ہوئی ۔کرمانی دو سو آدمی لے کر نصر بن سیار کی ملاقات کے لئے نکلا ۔نصر کے آدمیوں نے موقع پاکر کرمانی اور اُس کے ہمراہیوں کو قتل کر دیا کرمانی کا بیٹا علی بھاگ کر ابو مُسلم کے پاس آیا ۔کرمانی کی فوج اور ابو مسلم کی جمعیت نے مل کر ابو مُسلم اور علی بن کرمانی کی سرداری میں نصر بن سیار پر حملہ کیا۔ نصر بن سیار کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر کسی معمولی شخص کے مکان میں چھپا اور ابومسلم و علی نے مرو پر قبضہ کیا ۔ علی بن کرمانی نے ابومسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہی ۔لیکن ابو مسلم نے کہا تم ابھی اسی حالت میں رہو امام کا حکم آنے پر جو مناسب ہو گا کیا جائے گا ۔نصر بن سیار نے مرو سے نکل کر پھر اپنے گرد لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا۔ ابو مُسلم اور علی بن کرمانی دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رہتے تھے ۔ابو مُسلم نے خارجیوں کے سردار شیبان خارجی کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا کیونکہ نصر بن سیار خارجیوں کا دُشمن تھا ۔علی بن کرمانی اس لئے ابو مُسلم کا شریک تھا کہ وہ نصر بن سیار سے اپنے باپ کے خون کا انتقام لینا چاہتا تھا ۔نصر بن سیار نے خارجیوں کے سردار کو یہ پیغام بھیج کر جُدا کرنا چاہا کہ ابو مُسلم شیعہ علی ہے غرض کبھی خارجی ابومسلم سے جُدا ہوتے کبھی ابن کرمانی الگ ہو گیا یہ چاروں گروہ یعنی ابومسلم شیبان خارجی ۔ابنِ کرمانی ۔نصر بن سیار تمام ملکِ خراسان میں ادھر اُدھر پھر رہے تھے اور ایک دوسرے کے خلاف اتفاق و مخالفت جلد جلد قائم ہو ہو کر ٹوٹ جاتی تھی ۔ان چاروں میں نصر بن سیار اور ابو مُسلم خراسانی بہت ہوشیار اور مآل اندیش تھے نتیجہ یہ ہوا کہ ابو مُسلم خراسانی نے یکے بعد دیگرے مناسب موقع پاکر شیبان خارجی اور ابنِ کرمانی کو ۱۳۰ھ میں قتل کرا دیا ۔اور ۱۳۱ھ میں رے کے متصل نصر بن سیار خود بیمار ہو کر مر گیا اور ملکِ خراسان میں ابو مُسلم کا کوئی رقیب باقی نہ رہا۔

خوارج

خراسان کے مجمل حالات اُوپر مذکور ہو چکے ہیں ۔اسی سلسلہ میں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ خارجیوں نے سلطنت اسلامیہ میں خانہ جنگیوں کی کثرت اور ضعف کے آثار دیکھ کر خروج کیا ۔ اور خراسان کے خارجیوں نے مل کر ضحاک بن قیس شیبانی کو اپنا سردار بنایا ۔ضحاک نے کوفہ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو کوفہ سے واسط آنا پڑا ۔سلیمان بن ہشام مروان بن محمد سے ہزیمت پاکر ضحاک بن قیس سے آملا ۔اس طرح ضحاک کی طاقت اور بھی بڑھ گئی۔

ضحاک نے طاقت پا کر موصل پر چڑھائی کی۔ وہاں مروان بن محمد کے بیٹے عبداللہ بن مروان نے مقابلہ کیا۔ لیکن اس کے پاس کل سات ہزار فوج تھی اور ضحاک کے ساتھ ایک لاکھ آدمی تھے۔ ضحاک نے عبداللہ بن مروان کا محاصرہ کر لیا۔

مروان بن محمد یہ خبر سن کر اس طرف متوجہ ہوا خوب زور شور کا مقابلہ ہوا۔ ضحاک مارا گیا۔ خارجیوں نے سعید بن بہدل کو اپنا امیر بنایا وہ بھی مارا گیا۔ اس کے بعد شیبان بن عبدالعزیز کو خارجیوں نے اپنا امیر منتخب کیا۔ مروان نے یزید بن ہبیرہ کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ اس نے وہاں سے خارجیوں کو خارج کیا۔ ادھر شیبان بن عبدالعزیز خارجیوں کی تمام جمعیت کو لے کر فارس کی طرف چلا گیا وہاں جا کر وہ ابومسلم کا شریک ہوا جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ اور ۱۳۰ھ میں مقتول ہوا۔

حجاز و یمن و حضر موت میں بھی بغاوتیں نمودار ہوئیں ابوحمزہ مختار بن عوف ازدی نے علم بغاوت بلند کیا۔ حضر موت کا رئیس عبداللہ بن یحییٰ بھی اس کا شریک ہو گیا۔ ابوحمزہ نے اول مدینہ پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد شام کی طرف بڑھا۔ مروان بن محمد نے ابن عطیہ سعدی کو اس کے مقابلہ پر مامور کیا۔ وادی قری میں لڑائی ہوئی ابوحمزہ مارا گیا۔ ابن عطیہ یمن کی طرف بڑھا۔ وہاں عبداللہ بن یحییٰ کو مقابلہ پر مستعد پایا۔ دونوں میں لڑائی ہوئی۔ عبداللہ بن یحییٰ مارا گیا۔ ابن عطیہ نے اس کا سر کاٹ کر مروان کے پاس بھیجا۔

جس وقت مروان بن محمد ضحاک خارجی سے موصل کے قریب برسر مقابلہ تھا اس وقت اس کے پاس ایک خط امام ابراہیم کا لکھا ہوا جو ابومسلم خراسانی کے نام لکھا گیا تھا پکڑا ہوا پیش کیا گیا تھا۔ اس خط میں امام ابراہیم نے ابومسلم کو ہدایات لکھی تھیں اور یہ بھی لکھا تھا کہ خراسان میں کسی عربی النسل یا عربی اللسان کو زندہ نہ چھوڑنا۔ خراسان کے اصلی باشندے جو مسلمان ہو گئے ہیں وہ ہمارے بہت کام آئیں گے اور انھیں پر زیادہ اعتماد رکھنا چاہیے۔ اسی خط سے یہ راز بھی منکشف ہوتا تھا کہ بنو عباس نے بنو امیہ کے خلاف عرصہ سے سازش کا جال پھیلا رکھا ہے اور امام ابراہیم اس سازش کے موجودہ امام ہیں۔ جو مقام حمیمہ علاقہ بلقاء میں سکونت پذیر ہیں۔

مروان بن محمد نے اس خط کو پڑھ کر اپنے عامل کو جو بلقاء میں مامور تھا لکھا کہ ابراہیم بن محمد کو حمیمہ سے گرفتار کر کے بھیج دو۔ چنانچہ ابراہیم بن محمد اور ان کے ساتھ کئی اور اہل خاندان ہو کر مروان کے پاس بھیجے گئے۔ مروان بن محمد نے ان کو مقام حران میں قید کر دیا۔ امام ابراہیم کے ساتھ سعید بن ہشام بن عبدالملک اور اس کے دونوں لڑکے عثمان و مروان اور عباس بن ولید بن عبدالملک اور عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز اور ابومحمد سفیانی بھی قید کر دیئے گئے۔ چند روز کے بعد

حران میں وبائی بیماری پھیلی اسی میں بحالتِ قید امام ابراہیم عباس بن ولید۔ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز فوت ہو گئے۔

سعید بن ہشام معہ اور قیدیوں کے داروغہ جیل کو قتل کر کے اور جیل خانہ توڑ کر بھاگ نکلا۔ اہلِ حران نے ان مفرور قیدیوں کو پکڑ کر مار ڈالا۔ صرف ابو محمد سفیانی قید خانہ سے نہ نکلا۔ اس کو مروان بن محمد نے لزاب سے شکست خوردہ واپس آ کر آزاد کیا۔ امام ابراہیم نے اپنی گرفتاری وقید کے وقت وصیت کر دی تھی۔ کہ میرے بعد میرا جانشین میرا بھائی عبداللہ بن محمد المشہور بہ ابو العباس سفاح ہو گا۔ ساتھ ہی یہ بھی وصیت کر دی تھی کہ اب ابو العباس سفاح کو علاقہ بلقاء میں سکونت نہیں رکھنی چاہیئے بلکہ کوفہ میں جا کر رہنا چاہیئے۔ چنانچہ عبداللہ بن محمد سفاح معہ اہلِ خاندان اسی وصیت کے موافق کوفہ میں آ کر اقامت پذیر ہوا تھا۔ امام ابراہیم نے اپنی گرفتاری سے پیشتر حکم دیا تھا کہ ابو مسلم خراسانی کو اپنا افسر سمجھ کر اس کے احکام کی تعمیل کرو۔ اس کے بعد وہ قحطبہ بن شبیب کو ایک سیاہ پھریرہ دے کر ابو مسلم کے پاس روانہ کر چکے تھے کہ اس جھنڈے کو بلند کر کے خراسان میں خروج اور ملکوں پر قبضہ شروع کر دو۔

ابو مسلم نے ۱۲۰ھ سے ۱۳۱ھ تک تمام خراسان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد قحطبہ بن شبیب کو فوج دے کر کوفہ کی طرف بھیجا کوفہ پر قبضہ کرنے کے بعد ابو العباس سفاح عبداللہ بن محمد کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی۔ یہ خبر سن کر مروان بن محمد حران سے کوفہ کی طرف ایک لاکھ بیس ہزار فوج لے کر چلا۔ راستے میں نہر زاب کے کنارے سفاح کی فوج سے جس کا سردار سفاح کا چچا عبداللہ بن علی تھا۔ مقابلہ ہوا۔ مروان بن محمد کی فوج اگر لڑنا چاہتی تو بڑی آسانی سے عبداللہ بن علی کے لشکر کو شکست دے سکتی تھی۔ لیکن عین معرکہ جنگ میں جب کہ مروان بن محمد عبداللہ بن علی کی فوج کے اکثر حصے کو شکست دے کر بھگا چکا تھا اور فتح میں کوئی کسر باقی نہ رہ گئی تھی۔ مروان کی فوج کے اکثر حصے نے لڑنے اور حملہ کرنے سے انکار کر دیا۔ گویا وہ مروان بن محمد کو شکست ہی دلانا چاہتے تھے۔

عبداللہ بن علی نے اپنے آپ کو شکست خوردہ دیکھ کر اور اپنی جان پر کھیل کر اپنے مخصوص ہمراہیوں کے ساتھ حملہ کیا۔ مگر مروان کی طرف سے اس کی مدافعت میں کوئی سردار نہ بڑھا مروان نے ان کو انعام اکرام کا لالچ دیا۔ جب یوں بھی کام نہ چلا تو جس قدر خزانہ اس کے ہمراہ تھا۔ وہ سب مروان نے میدان میں ڈلوا دیا۔ اور کہا کہ حملہ کرو اور کمزور دشمن کو مار کر یہ تمام خزانہ

آپس میں تقسیم کرلو۔ یہ دیکھ کر لشکر اس خزانہ کے لوٹنے میں مصروف ہوگیا۔ اور جو لوگ ابھی تک لڑ رہے تھے وہ بھی لوٹ کھسوٹ میں مصروف ہوگئے۔ اس بدنظمی وافراتفری کو دیکھکر مروان نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بھیجا کہ لوگوں کو اس حرکت سے روکے۔ اس کے پہنچتے ہی سب کے سب میدان سے بھاگنے لگے اور مروان کو چند ہمراہیوں کے ساتھ تنہا چھوڑ کر چل دیئے مروان اپنے لشکر کی اس بے وفائی سے مجبور ہوکر میدان سے بھاگا اور موصل پہنچا۔ وہاں لوگوں نے مروان پر اس شکست کی وجہ سے آوازے کسے وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھ کر مقام حران کی طرف آیا جہاں اس کا بھتیجا ابان بن یزید بن محمد عامل تھا۔ نہر زاب کے کنارے یوم شنبہ ۱۱ رجمادی الثانی ۱۳۲ھ کو مروان بن محمد نے شکست کھائی تھی۔ مقام حران میں مروان صرف بیس ہی روز قیام کرنے پایا تھا کہ عبداللہ بن علی کے آنے کی خبر سنی مروان وہاں سے حمص کی طرف روانہ ہوا۔ جب عبداللہ بن علی حران کے قریب پہنچا تو حران کا عامل ابان بن یزید بن محمد سیاہ کپڑے پہن کر اور سیاہ جھنڈا لے کر اس کے استقبال کو نکلا اور اس کے ہاتھ پر سفاح کی خلافت کی بیعت کرلی۔ عبداللہ بن علی نے اس کو امان دے دی۔ مروان حمص میں پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اول تو فرماں برداری وعقیدت کا اظہار کیا۔ لیکن مروان کے ہمراہیوں کو کم دیکھکر سرکشی اور مقابلہ پر آمادہ ہوئے۔ مروان وہاں سے تین دن کے بعد ہی چل دیا۔ لیکن اہلِ حمص نے اس کے مال واسباب کے چھیننے کا ارادہ کیا۔ مروان نے ان کو اول سمجھایا۔ لیکن جب وہ باز نہ آئے تو مقابلہ پر آمادہ ہوکر اُن کو مار کر بھگا دیا۔

حمص سے مروان دمشق میں پہنچا۔ یہاں کا عامل اس کا چچازاد بھائی ولید بن معاویہ بن مروان بن حکم تھا۔ یہاں بھی قیام مناسب نہ سمجھ کر اور ولید بن معاویہ کو مخالفین دولت امویہ سے لڑنے کی ترغیب دے کر فلسطین کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہاں خاموش اور بے تعلق زندگی بسر کرنے کے ارادے سے ٹھہر گیا۔

ادھر عبداللہ بن علی حران میں اس قید خانہ کو جس میں ابراہیم بن محمد قید تھے مسمار کرکے دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں اس کا بھائی عبدالصمد بن علی جس کو سفاح نے آٹھ ہزار کی جمعیت سے اس کی مدد کے لئے روانہ کیا تھا آ پہنچا۔ اس کے بعد عبداللہ بن علی قنسرین وبعلبک ہوتا اور لوگوں سے بیعت لیتا ہوا دمشق آ پہنچا۔ دمشق کا محاصرہ کیا چند روزہ محاصرے کے بعد بتاریخ ۵ رمضان ۱۳۲ھ بروز چہار شنبہ بزور شمشیر دمشق میں داخل ہوا۔ اور دمشق کی

گلیوں میں خون کے دریا بہا دیئے۔ اسی معرکہ میں ولید بن معاویہ حاکم دمشق مارا گیا۔ اس فتح اور قتلِ عام کے بعد عبداللہ بن علی پندرہ روز دمشق میں مقیم رہا۔ اس کے بعد فلسطین کی طرف روانہ ہوا۔ عبداللہ بن علی اپنا لشکر لئے ہوئے ابھی سرحد فلسطین پر ہی پہنچا تھا کہ عبداللہ سفاح کا فرمان پہنچا کہ مروان بن محمد کے تعاقب میں اپنے بھائی صالح بن علی کو مامور کردو' یہ فرمان شروع ذیقعدہ ۱۳۲ھ میں پہنچا۔ صالح بن علی فوج لے کر روانہ ہوا۔ مروان یہ سن کر فلسطین سے روانہ ہو کر مقام عریش میں چلا گیا۔ وہاں سے نہر نیل کی طرف گیا۔ وہاں سے صعید کی طرف روانہ ہوا۔ صالح بن علی بھی بڑھتا چلا گیا۔ اس نے خود فسطاط میں ڈیرہ ڈال کر فوجی دستوں کو آگے مروان کے تعاقب اور سراغ میں روانہ کیا۔ اتفاقاً صالح کے دستوں سے مروان کے سواروں کا مقابلہ ہو گیا۔

مروان کے سوار پہلے ہی سے افسردہ خاطر اور بد دل تھے اُنھوں نے مقابلہ نہ کیا اور بھاگ پڑے ان بھاگنے والوں میں سے چند گرفتار بھی ہو گئے۔ ان گرفتار شدہ سواروں سے پوچھا گیا تو اُنھوں نے مروان بن محمد کے قیام کا پتہ بتلا دیا۔ کہ وہ قصبہ بوصیر میں مقیم ہے۔ صالح کی فوج کے افسر ابو عون نے یہ سن کر رات ہی میں مروان کی جائے۔ قیام پر شبخون مارنا مناسب سمجھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ مروان کا مقابلہ آسان نہیں ہے چنانچہ شبخون مارا گیا اس اچانک حملہ سے گھبرا کر مروان اپنے مکان سے باہر نکل آیا۔ ایک شخص نے جو پہلے ہی سے اس تاک میں کھڑا تھا برچھے کا وار کیا۔ مروان گرا۔ اور اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ افسوس امیر المومنین مارے گئے۔ اس آواز کو سُن کر ابو عون اور اس کے ہمراہی دوڑ پڑے فوراً مروان کا سر کاٹ لیا۔ اور ابو العباس عبداللہ سفاح کے پاس روانہ کر دیا۔

یہ واقعہ ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۲ھ مطابق ۵ اگست ۷۵۰ء کو وقوع پذیر ہوا۔ اور اس کے ساتھ خلافت بنو امیہ کا خاتمہ ہو کر خلافتِ بنو عباس کی ابتدا ہوئی۔ قتلِ مروان کے بعد اس کے لڑکے عبداللہ و عبیداللہ سرزمینِ حبشہ کی طرف بھاگے۔ حبشیوں نے بھی ان کو امان نہ دی۔ عبیداللہ حبشیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور عبداللہ فلسطین میں آکر پوشیدہ طور پر رہنے لگا۔ جس کو خلافت مہدی کے زمانے میں عاملِ فلسطین نے گرفتار کر کے مہدی کے دربار میں بھیج دیا اور اُس نے اُس کو قید کر دیا۔

مروان بن محمد کا عہدِ خلافت

مروان بن محمد بنو امیہ کا آخری خلیفہ ہے۔ اس لیے عام طور پر خلافتِ بنوامیہ کی بربادی و تباہی کا ذمہ دار اسی کو سمجھا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بنو اُمیہ کی بربادی کے سامان اس کی خلافت سے پہلے ہی اس کے پیش روؤں کی غفلت سے مرتب و مہیا ہو چکے تھے۔ مروان کی خلافت کا زمانہ کچھ عرصہ کم چھ سال ہے۔ اس مدت میں مروان کو ایک روز بھی چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔

اس نے اپنا تمام عہدِ خلافت گھوڑے کی پشت پر ہی بسر کیا۔ اس کی جفاکشی و بہادری اور اس کے عزم و استقلال کا صحیح اندازہ اس لیے بھی نہیں ہو سکا کہ اس کے ہاتھ میں ایک ایسی سلطنت دی گئی تھی جو ناقابلِ علاج امراض میں مبتلا تھی۔ مروان اگر چند روز پہلے تختِ خلافت پر بیٹھتا تو یقیناً وہ دولتِ اموبیہ کی بربادی کو ایک طویل زمانہ کے لئے پیچھے ڈال دیتا۔ مگر وہ موجودہ خرابیوں اور بنو عباس کی سازشوں پر غالب نہ آ سکا۔ مروان کوئی ایسا غیر معمولی عالی دماغ اور عقلمند بھی نہ تھا کہ کسی قریب المرگ سلطنت میں از سرِنو جان ڈال سکتا۔ اس کا تمام زمانہ جھگڑوں اور لڑائیوں ہی میں گذر گیا۔ اس کے عہدِ خلافت میں عالمِ اسلام کے اندر ہر طرف تلواریں چمکتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ کسی کو اطمینان حاصل نہ تھا۔ کفار پر جہاد کرنے کا تو موقع ہی میسر نہ تھا۔ اس زمانے میں مسلمانوں کا خون مسلمانوں کے ہاتھوں سے جس قدر بہایا گیا اس کی نظیر بہت ہی کم کسی زمانے میں مل سکتی ہے۔

مروان ۷۲ھ یا ۷۳ھ میں جب کہ اس کا باپ محمد بن مروان جزیرہ کا گورنر تھا پیدا ہوا تھا۔ مروان کی ماں کردستان کی ایک پرستار تھی۔ جو ابراہیم اشتر کے پاس تھی۔ ابراہیم اشتر کے قتل کے بعد محمد بن مروان نے اس کو لے لیا۔ اُسی کے پیٹ سے مروان پیدا ہوا تھا۔

خلافتِ بنو اُمیہ پر ایک نظر

(۱) حضرت عثمان غنی کی خلافت کے نصف آخر سے جو اندرونی خرخشے اور خفیہ سازشیں شروع ہوئیں۔ ان کا ایک ابتدائی حصہ اس نتیجہ پر ختم ہوا کہ حضرت امیر معاویہؓ خلیفہ تسلیم

کئے گئے اور خلافتِ بنواُمیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ خلافتِ بنواُمیہ کی ابتدا ہی میں اُس کی ہلاکت و بربادی اور عالمِ اسلام کی بدنصیبی کا سب سے بڑا سامان بانیٔ خلافت بنواُمیہ یعنی حضرت امیر معاویہ کے ہاتھوں یہ پیدا ہوا کہ اُنھوں نے اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنایا۔ یہ ولی عہدی کی وبا ایسی شروع ہوئی کہ اُس نے آج تک مسلمانوں کا پیچھا نہیں چھوڑا حضرت امیر معاویہ کے اسی عمل کا نتیجہ تھا کہ وہ خوش گوار اور نافعِ نوعِ انسانی جمہوریت جو اسلام نے قائم کی تھی ضائع ہوکر اُس کی جگہ خاندانوں کی حکومتیں جو نوعِ انسانی کے لئے ایک لعنت ہیں۔ برباد ہونے کے بعد دوبارہ قائم ہوگئیں۔ خاندان بنواُمیہ میں حضرت امیر معاویہؓ عبدالملک بن مروان۔ ولید بن عبدالملک تین خلیفہ اپنی فتوحاتِ مُلکی اور قابلیت مُلک داری کے اعتبار سے ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز اس خاندان میں بالکل ایک نرالی قسم کے خلیفہ تھے۔ ان کی خلافت بالکل خلافتِ راشدہ کے اولین زمانے کا نمونہ تھا۔ عمر بن عبدالعزیز پر چونکہ مذہبیت اور للّٰہیت غالب تھی۔ لہٰذا وہ کسی پہلو میں بھی کسی اموی خلیفہ سے مشابہ نہیں کہے جا سکتے۔ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا زمانہ اگرچہ بہت ہی تھوڑا زمانہ ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی خلافت کے مرتبہ کو بلند کر دیا ہے۔ اور باوجود ہر قسم کی قابلِ اعتراض اور قابلِ ملامت حرکات کے خلافتِ بنواُمیہ کو محض عمر بن عبدالعزیز کی وجہ سے قابلِ فخر خلافت کہا جا سکتا ہے۔ ان کے بعد ہشام بن عبدالملک بھی ایک ایسا خلیفہ گذرا ہے۔ جس کو اول الذکر تین خلیفوں کی فہرست میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ ہشام بن عبدالملک کے بعد پورے دس برس بھی نہیں گذرنے پائے تھے کہ خلافتِ بنواُمیہ کا عالی شان قصر منہدم ہوکر زمین کی برابر ہوچکا تھا اور اُس کی بُنیادیں بھی اُکھیڑ کر پھینک دی گئی تھیں۔ جن پانچ خلیفوں کے نام اوپر لئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ سب کے سب عیش پرست۔ پست ہمت۔ تن آسان اور عقل و بصیرت سے ناآشنا تھے اور ہرگز اس قابل نہ تھے کہ کسی ایسی بڑی شہنشاہی کے فرماں روا ہوں جیسی کہ خلافتِ بنواُمیہ تھی۔ اسلام نے آکر موسیقی اور شراب نوشی کو مٹا دیا تھا۔ لیکن انھیں خلفاء بنواُمیہ نے ان دونوں پلید اور مضر چیزوں کو پھر رواج دیا۔ جن کا سلسلہ آج تک بھی مسلمانوں میں موجود پایا جاتا ہے۔

(۲) بنواُمیہ کے جُرموں کی فہرست میں ایک یہ جُرم بھی قابلِ تذکرہ ہے کہ اسلام نے

خاندانوں اور قبیلوں کی تفریق و امتیاز کو مٹا کر سب کی ایک ہی برادری اور ایک ہی قبیلہ بنادیا تھا۔ بنو اُمیہ نے قبیلوں کی عصبیت اور امتیاز کو از سرِ نو پھر زندہ کر دیا۔ اور حمیت الجاہلیتہ کو پھر واپس بُلانے کے سامان فراہم کر دیئے۔ اُنھوں نے عربوں کے فراموش شُدہ سبق کو پھر یاد دلایا۔ اور مسلمان قوم و قبیلے کو اسلامی اخوت پر ترجیح دینے لگے۔ جس چیز کو بنو اُمیہ نے دوبارہ پیدا کیا۔ بالآخر وہی چیز ان کی بربادی کا باعث ہوئی۔ یعنی علویوں اور عباسیوں نے اسی خاندانی امتیاز کو آلۂ کار بنا کر بنو اُمیہ کی بربادی کے سامان فراہم کئے۔

(۳) بنو اُمیہ نے اپنی حکومت و خلافت کے قیام و استحکام کے لئے ظلم و تشدد اور لوگوں کے قتل کرنے میں دریغ و تامل نہیں کیا۔ خلفاءِ بنو امیہ کے سب سے زیادہ نامور اور کارگذار اہل کار و صوبہ دار وہی تھے۔ جو سب سے زیادہ لوگوں کو بلا دریغ قتل کرنے اور سختی سے کام لینے والے تھے۔ بنو اُمیہ کو ظلم و تشدد کا طرزِ عمل مجبوراً اپنی حکومت قائم رکھنے کے لئے اختیار کرنا پڑا تھا۔ لیکن آخر میں یہی طرزِ عمل اُن کی بربادی کا باعث ثابت ہوا۔ کیونکہ رعایا کے دلوں سے ان کی حمایت و ہمدردی مسلسل خوف و دہشت کے جاری رہنے سے جاتی رہی تھی۔

(۴) بنو امیہ اس میں شک نہیں کہ قبائلِ قریش اور مُلکِ عرب میں ایک نامور اور سردار قبیلہ تھا۔ اس قبیلے میں اکثر ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جو تدبیر و رائے میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے اور حکومت و مُلک داری کے اُصولوں سے واقف تھے۔ یہ خصوصیتیں اس قبیلہ کو عہدِ جاہلیت میں بھی حاصل تھیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں تھا۔ کہ بنو اُمیہ کے گھروں میں کوئی نالائق پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر بنو اُمیہ میں ولی عہدی کی رسم جاری نہ ہوتی اور خلیفہ کا انتخاب صرف قبیلہ بنو امیہ میں محدود کر دیا جاتا۔ یعنی مسلمان اپنی مرضی اور کثرت رائے سے قبیلہ بنو اُمیہ کے کسی قابل و لائق ترین شخص کو خلافت کے لئے منتخب کر لیا کرتے۔ تب بھی اگرچہ بڑی بے انصافی اور غلطی ہوتی۔ تاہم خلافت بنو اُمیہ کی یہ حالت نہ ہوتی اور عالمِ اسلام کو اتنا بڑا نقصان نہ پہنچتا۔ جو پہنچا۔ اس طرح ممکن تھا کہ خلافتِ بنو اُمیہ کی عمر بہت زیادہ طویل ہوتی۔ اور وہ شکایتیں جو خلافت بنو اُمیہ سے پیدا ہوئیں۔ شاید پیدا نہ ہوتیں۔

(۵) خفیہ تدبیروں، سازشوں اور چالاکیوں میں بنو اُمیہ کو عرب کے دوسرے قبائل پر فضیلت حاصل تھی اور اُن کی خلافت کا قیام انھیں چیزوں سے امداد حاصل کرنے کا نتیجہ تھا۔ لیکن تعجب ہے کہ انہیں چیزوں کے ذریعہ ہاشمیوں نے ان کو مغلوب کیا۔ حالانکہ ہاشمی ان چیزوں

میں ان کے شاگرد تھے۔ اس کا سبب بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ دولت و حکومت کے مردم افگن نشے نے ان کو جاہل و غافل بنا دیا تھا اور ولی عہدی کی رسمِ بد نے اس جہالت غفلت کو اور بھی بڑھا دیا تھا۔

(۶) مذکورہ بالا باتوں کے علاوہ بنواُمیہ کی خلافت میں بعض ایسی خوبیاں بھی پائی جاتی ہیں جو ان کے بعد بہت ہی کم دیکھی گئیں۔ اور اُن کے جانشینوں کو نصیب نہ ہوئیں۔ مثلاً خلافت بنواُمیہ نے خلافت راشدہ کی فتوحات کو وسعت دے کر مشرق و مغرب میں دور دور تک پھیلا دیا مشرق میں چین اور مغرب میں بحرِ ظلمات تک انھوں نے گویا اپنے زمانے کی تمام متمدن دنیا کو فتح کر ڈالا۔ انھیں کے زمانے میں سمندروں کے دور دراز جزیروں براعظم افریقہ کے ریگستانوں اور ہندوستان کے میدانوں تک اسلام پہنچا۔ خلافتِ بنواُمیہ کے زمانے میں اسلامی حکومت زیادہ سے زیادہ دنیا میں پھیل چکی تھی۔ اور حکومتِ اسلامیہ کا ایک مرکز تھا۔ بنواُمیہ کے بعد مسلمانوں کو جدید فتوحاتِ مُلکی کا بہت ہی کم موقع ملا گویا مُلک گیری بنواُمیہ نے ختم کر دی۔ اس کے بعد صرف مُلک داری باقی رہی بنواُمیہ کے بعد اسلامی حکومت کا مرکز بھی ایک نہیں رہا۔ بلکہ ایک سے زیادہ الگ الگ حکومتیں قائم ہونے لگیں۔ جن میں خلافتِ عباسیہ سب سے بڑی حکومت تھی۔

(۷) بنواُمیہ کے عہدِ خلافت میں عربوں کی حیثیت ایک فاتح قوم کی رہی۔ عربی اخلاق۔ عربی زبان۔ عربی تمدن۔ عربی مراسم سب پر غالب و فائق تھے۔ لیکن بنوامیہ کے بعد عجمیوں اور دوسری مفتوح قوموں کو یہ مرتبہ حاصل ہونے لگا۔ کہ وہ عربوں پر حکومت کریں۔ اور عربوں کی کسی فضیلت و خصوصیت میں فاتحانہ عظمت کو تسلیم نہ کریں۔

(۸) عہدِ بنواُمیہ میں اگرچہ خارجی شیعہ اور بعض دوسرے گروہ پیدا ہو گئے تھے۔ لیکن سب کا عمودِ مذہب اور مدارِ استدلال قرآن و حدیث کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ کتاب و سنّت کے سوا کسی تیسری چیز کو قاضی نہ سمجھتے تھے لیکن بعد میں ایسے بہت سے فرقے مسلمانوں میں پیدا ہونے لگے۔ جنھوں نے کتاب و سنت کو پسِ پُشت ڈال کر اپنے پیروں، مرشدوں، اماموں اور صاحب گروہ علماء کے اقوال و اجتہاد کی پیروی کو کافی سمجھا۔ یہی وجہ تھی کہ خلافتِ بنواُمیہ کے زمانے میں مسلمانوں کی تمام تر توجہ قرآن مجید اور سنّتِ رسول اللہ کی طرف منعطف رہی۔ اس کے بعد قرآن مجید کی طرف سے مسلمانوں نے کم التفاتی و غفلت کا برتاؤ

شروع کیا۔ اور یہ نحوست یہاں تک ترقی پذیر ہوئی کہ آج ہمارے زمانے میں ایک واعظ اور ایک فارغ التحصیل مولوی کے لیے بھی یہ ضروری نہیں سمجھا جاتا کہ وہ قرآن مجید کو تدبر کے ساتھ پڑھ اور سمجھ چکا ہو۔

(۹) خلافتِ راشدہ میں اعلیٰ درجہ کی کامیابی اور فتح یہ سمجھی جاتی تھی کہ لوگ شرک و گمراہی سے نجات پاکر توحید اور عبادتِ الٰہی کی طرف متوجہ ہو جائیں اور مذہب اسلام لوگوں کا دستورالعمل زندگی بن جائے۔ مال و دولت اور مادی شان و شوکت کی کوئی قدر و قیمت اور عزت و وقعت نہ تھی۔ لیکن خلافتِ بنو اُمیہ میں مال و دولت اور شان و شوکت کو کامیابی سمجھا جانے لگا۔ اور بیت المال کا روپیہ ان لوگوں کے لئے زیادہ صرف ہونے لگا۔ جو خلافت و سلطنت یعنی خاندان بنو اُمیہ کے لیے موجبِ تقویت اور مفید ثابت ہو سکتے تھے۔ جن لوگوں سے بنو اُمیہ کو کسی امداد و اعانت کی توقع نہ ہوتی تھی۔ یا جن کا خوش رکھنا وہ اپنے لئے ضروری نہ سمجھتے تھے۔ اُن کی طرف سے بے التفاتی برتی جاتی تھی۔ اور اُن کے حقوق اِن کو نہ ملتے تھے۔ یہ رسم بد بعد کی خلافتوں میں اور بھی زیادہ ترقی کر گئی تھی۔ اسی نسبت سے عام طور پر مسلمانوں میں اغراض پرستی اور باہمی رقابت بڑھتی چلی گئی۔

(۱۰) ابتدائے اسلام اور خلافتِ راشدہ کے زمانے میں مسلمانوں کی زندگی نہایت سادہ اور ان کی ضروریاتِ زندگی بہت ہی محدود تھیں۔ عہدِ بنو اُمیہ میں سامان عیش کا استعمال شروع ہوا۔ اور وہ سپاہیانہ انداز جو پہلے موجبِ فخر تھا۔ بتدریج مٹتے مٹتے بالکل دور ہونے لگا۔ خوبصورت لباس، پُر تکلف مکانات اور زیب و زینت کے سامان ضروریاتِ زندگی میں داخل ہونے لگے۔ اور اسی نسبت سے مسلمانوں کے اندر صدیقؓ و فاروقؓ اور خالدؓ و ضرار کے ہونے کم نظر آنے لگے۔

بنو اُمیہ کے رقیبوں کی کوشش

قتل عثمان کے بعد ہاشمیوں اور امویوں میں جو رقابت پیدا ہوئی، اُس کا نتیجہ بحسبِ ظاہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد حضرت امام حسنؓ کے خلافت کے دست بردار ہو جانے پر نکلا کہ بنو اُمیہ نے بنو ہاشم پر غلبہ پا لیا اور بازی لے گئے جمل اور صفین کی معرکہ آرائیوں اور خارجیوں کی لڑائیوں کے بعد خلافت کا بنو اُمیہ میں چلا جانا بنو ہاشم کی ایک ایسی ناکامی تھی

کہ وہ خلافت کے حصول کے لئے اپنی تلواروں کو کند محسوس کر چکے تھے اور جلد طاقت کے استعمال پر آمادہ نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن حضرت امیر معاویہؓ کے بعد یزید کا خلیفہ مقرر ہونا اور ولی عہدی کی بدعت کا ایجاد ہونا بنو اُمیہ کے لئے بے حد مضر اور اُن کی کمزوری کا سامان تھا لہٰذا حضرت امام حسینؓ نے جرأت سے کام لیا اور اپنے ہمدردوں کی نصیحت پر عمل نہ کیا جس کے نتیجہ میں کربلا کا حادثہ رونما ہوا۔

امیر معاویہؓ کے کمزور جانشین یزید اور یزید کے غلط کار اہل کار ابن زیاد نے اپنے اعمال ناشائستہ سے بنو ہاشم کی ہمتوں کو تو زیادہ پست کر دیا۔ لیکن ساتھ ہی حکومتِ بنو اُمیہ کی قبولیت کو نقصان پہنچا کر عام لوگوں کو بنو اُمیہ کی مخالفت کے اظہار پر دلیر بنا دیا جس کے نتیجہ میں ابنِ زبیرؓ کا واقعہ پیش آیا۔ ابنِ زبیرؓ کا واقعہ جب پیش آیا ہے تو حکومتِ امویہ کا تاج دار ایک زبردست شخص تھا۔ اس لئے وہ حکومت امویہ کی اس کمزوری کو جلد دور کر کے نہ صرف اقتدار رفتہ ہی کو قائم کر سکا بلکہ اُس نے پہلے سے بھی زیادہ لوگوں کو مرعوب و خوف زدہ بنا دیا۔ اب ہاشمیوں کے لئے تلوار کے استعمال اور طاقت کے اظہار کا کوئی موقع باقی نہ رہا تھا۔ انھوں نے اپنے جوشِ انتقام کے لئے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا اور اُن کارروائیوں سے فائدہ اُٹھایا جو وہ عبداللہ بن سبا اور اُس کے اتباع کی دیکھ چکے تھے اور جن کے سبب وہ صفین اور اذرح میں ناکام ہو چکے تھے۔ ہاشمیوں میں صرف دو ہی گھرانے سردار و مقتدا پائے جاتے تھے۔ ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد اور دوسری حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی اولاد۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلعم کے چچا زاد بھائی اور داماد تھے اور حضرت عباسؓ آپ کے چچا تھے۔ یہ دونوں گھرانے اہلِ بیت نبوی میں شمار ہوتے تھے اور اس لئے ان کی عظمت و سیادت سب کو تسلیم تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو چونکہ بنو اُمیہ کے مقابلہ میں براہِ راست مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ اس لئے علویوں میں عباسیوں کی نسبت زیادہ جوش تھا۔ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے سبب علویوں میں فاطمیوں کو زیادہ جوش تھا اور وہ زیادہ درپئے انتقام تھے۔ علویوں میں دو گروہ تھے ایک وہ جو امام حسینؓ کی اولاد کو مستحقِ خلافت سمجھتے تھے۔ ایک وہ جو محمد بن الحنفیہ کو سب سے زیادہ خلافت کا حق دار مانتے تھے۔ تیسرا گروہ عباسیوں کا تھا۔ سب سے زیادہ طاقتور گروہ فاطمیوں یا حسینیوں کا تھا، کیونکہ واقعہ کربلا کی وجہ سے اُن کو لوگوں کی زیادہ ہمدردی حاصل تھی دوسرے یہ کہ حضرت فاطمہ الزہرا

کی اولاد ہونے کے سبب بھی وہ زیادہ مکرم و محبوب تھے۔

اُن کے بعد دوسرا گروہ محمد بن الحنفیہ کا تھا اُس کے بعد عباسیوں کا مرتبہ تھا۔ بعد میں فاطمیوں کے اندر بھی دو گروہ ہو گئے تھے ایک وہ جو زید بن علی بن حسینؓ کے طرف دار تھے وہ زیدی کہلائے دوسرے وہ جنھوں نے اسمٰعیل بن جعفر صادق کے ہاتھ پر بیعت کی تھی وہ اسمٰعیلی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مذکورہ بالا تینوں گروہ بنواُمیہ کے مخالف اور تینوں مل کر اہلِ بیت کے ہواخواہ کہلاتے تھے۔ زید بن علی بن حسین اور اُن کے بیٹے یحییٰ کے مقتول ہونے کا حال اوپر پڑھ چکے ہو۔ محمد بن الحنفیہ کی کوششوں اور مختار کی کوفہ میں کارروائیوں کا ذکر بھی اوپر آ چکا ہے۔ علویوں کو جب کبھی ذرا سا بھی موقع ملا اُنھوں نے خروج میں تامل نہیں کیا مگر اکثر ناکام ہوتے رہے۔ علویوں کی ان کارروائیوں اور اُن کے انجام سے عباسی نصیحت و عبرت حاصل کرتے رہے اور اُنھوں نے بنواُمیہ کے خلاف اپنی کوششوں کو بڑی احتیاط اور اور تامل اندیشی کے ساتھ جاری رکھا۔ ان تینوں گروہوں نے اپنے لئے ایک ہی راہِ عمل تجویز کی کہ پوشیدہ طور پر لوگوں کو اپنا ہم خیال بنایا جائے اور مخفی طور پر لوگوں سے بیعت لی جائے تاآنکہ بنواُمیہ کے مقابلہ اور مقاتلے کے قابل طاقت فراہم ہو جائے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے اُنھوں نے اپنے مشنری ملکوں میں پھیلا دیئے جو نہایت مخفی طریقوں سے اہلِ بیعت کی محبت کا وعظ کہتے اور بنواُمیہ کی حکومت کے عیوب و نقائص لوگوں کو سمجھاتے اور خلافت و حکومت کا حق دار اہلِ بیعت ہی کو بتاتے تھے۔ یہ خفیہ اشاعتی کام بڑی احتیاط اور بڑے عزم و حزم کے ساتھ شروع کیا گیا۔ اس کی ابتدا عبدالملک بن مروان ہی کے زمانے سے ہو چکی تھی اور تینوں گروہوں کو ایک دوسرے کی سرگرمیوں کا علم تھا لیکن چونکہ تینوں کا دشمن ایک ہی تھا اس لئے ان تینوں گروہوں کے اندر آپس میں کوئی منافرت نہ تھی اور ایک دوسرے کے راز کو اطلاع ہو جانے پر پوشیدہ رکھنے اور افشا ہونے سے بچانے کی کوشش کرتے تھے۔ ہر ایک کے کارندے اور نقیب اگرچہ جدا جدا تھے۔ لیکن تبلیغ کے لئے اُن کو ایسے الفاظ استعمال کرنے کی تاکید کی گئی تھی جس سے دوسرے گروہ کے ساتھ تصادم لازم نہ آئے مثلاً بجائے اس کے کہ حضرت عباس یا محمد بن الحنفیہ یا امام زین العابدین کی فضیلت بیان کی جائے صرف اہلِ بیت کا ایک عام لفظ استعمال کیا جاتا تھا اور اہلِ بیت کی فضیلت بیان کرکے اُن کو مستحقِ خلافت ثابت کرنے کی کوشش ہوتی تھی۔ پھر یہی نہیں کہ

آپس میں ایک دوسرے کی مخالفت نہ کرتے تھے بلکہ بنوامیہ کی مخالفت کے جوش میں خارجیوں کے ساتھ بھی یہ لوگ ہمدردی و اعانت کا برتاو جائز سمجھتے تھے کیونکہ خارجی بھی شروع ہی سے بنوامیہ کو کافر کہتے اور اُن کے خلاف کوششوں میں مصروف رہتے تھے۔ حالانکہ خارجی جس طرح خلافت بنوامیہ کے دُشمن تھے اسی طرح حضرت علیؓ اور اُن کی اولاد کے بھی مخالف تھے۔ اس خفیہ اشاعت کے کام میں علویوں سے بار بار جلد بازی کا ارتکاب ہوا اور وہ زیادہ خوبی کے ساتھ اس کام کو انجام نہ دے سکے لہٰذا خلفاء بنوامیہ کو علویوں کی کارروائیوں اور سازشوں کا علم ہوتا رہا اور وہ ان کے خلاف انسدادی کارروائیوں کا موقعہ بھی پاتے رہے۔ لیکن عباسیوں کی سازش سے خلفاء بنوامیہ آخر تک بے خبر رہے۔ اور اسی لئے عباسی علویوں کو پیچھے چھوڑ کر کامیابی حاصل کر سکے۔

عباسیوں نے علاوہ مذکورہ بالا تدابیر کے ایک اور احتیاط یہ بھی کی کہ اپنا مرکز مدینہ، مکہ، کوفہ، بصرہ، دمشق وغیرہ میں سے کسی بڑے شہر کو نہیں بنایا بلکہ ایک نہایت غیر معروف گاؤں حمیمہ جو بنوامیہ کی عطا کردہ جاگیر اور دمشق و مدینہ کے درمیان واقع تھا اور باوجود دمشق سے قریب ہونے کے خلفاء بنوامیہ یا گورنرانِ بنوامیہ کی توجہ سے محفوظ تھا اپنا قیام گاہ اور مرکزِ سازش بنایا۔ علویین کی کوششیں اور سازشیں چونکہ طشت از بام ہوتی رہیں۔ لہٰذا وہ بار بار قتل ہوتے رہے۔ لیکن بنوعباس اس قسم کے نقصانات سے بالکل محفوظ رہے۔ اور اُن کی سازش کی رفتار ترقی معتدل رفتار سے برابر جاری رہی۔ اس رفتار ترقی میں بہت بڑی طاقت اس لئے پیدا ہو گئی کہ محمد بن الحنفیہ کی جماعت تمام و کمال بنوعباس کے ساتھ شامل ہو کر ایک جماعت بن گئی یعنی ابوہاشم بن محمد نے اپنے تمام حقوق محمد بن علی عباسی کو حمیمہ میں فوت ہوتے وقت تفویض کر دیئے اور اُن لوگوں کو جو ابوہاشم کی خلافت کے لئے کوشش کر رہے تھے تاکیدی نصیحت کی کہ آئندہ محمد بن علی کے زیر فرمان کوشش کریں اور محمد بن علی کو اپنا پیشوا مانیں۔ علویوں کا ایک زبردست گروہ جب عباسیوں میں شامل ہو گیا تو عباسیوں نے پہلے سے زیادہ ہمت کے ساتھ باقاعدہ کوششیں شروع کیں اور قریباً تمام طاقت سازش کنندوں کی عباسیوں کے ہاتھ میں آ گئی۔ محمد بن علی عباسی اس زبردست سازشی جماعت کے پیشوا تھے جب اُن کا انتقال ۱۲۴ھ میں ہوا تو اُن کے بیٹے امام ابراہیم اُن کے جانشین ہوئے امام ابراہیم نے اس سازش کو پہلے سے زیادہ وسیع اور باقاعدہ اصولوں

قائم کر کے ہر ایک علاقہ کے لئے الگ الگ موزوں داعی مقرر کئے اور نہایت نظم و ترتیب کے ساتھ عراق، خراسان، فارس، شام، حجاز وغیرہ ممالکِ اسلامیہ میں اپنی تحریک کا ایک جال پھیلا دیا امام ابراہیم کو خوش قسمتی سے ایک ایسا شخص مل گیا۔ جس نے آئندہ چل کر بہت جلد اس سازش کو کامیابی تک پہنچانے کا تمام کام اپنے ذمے لیا۔ وہ شخص ابو مسلم خراسانی تھا۔

امام ابراہیم نے ابو مسلم خراسانی کو عراق و خراسان کے تمام دعاۃ کا سردار بنا کر سب کو حکم دیا تھا کہ ابو مسلم کی ماتحتی میں کام کریں اور ابو مسلم کے ہر ایک حکم کو مانیں، ابو مسلم کے ساتھ اُن کی خط و کتابت رہتی تھی اور وہ ابو مسلم کو اپنے ہر ایک منشاء سے مطلع کرتے رہتے تھے۔ اس میں یہ فائدہ تھا کہ امام ابراہیم کو ہر ایک شخص سے خود خط و کتابت نہیں کرنی پڑتی تھی۔ جب امام ابراہیم کی وفات کے بعد اُن کا جانشین عبداللہ سفاح اُن کا بھائی ہوا جو امام ابراہیم کی طرح ذی ہوش و عقلمند تھا اور ابو مسلم کی قابلیت اور طاقت آخری نتائج پیدا کرنے والی تھی۔ ابو مسلم نے جلد جلد خراسان میں طاقت و قوت حاصل کرنی شروع کی۔ امام ابراہیم کی گرفتاری اور بنو اُمیہ کو اس عباسی تحریک کی واقفیت اُس وقت ہوئی جب کہ ابو مسلم خراسان پر گویا مستولی ہو چکا تھا اور اس تحریک کے افشا ہونے کا مناسب وقت آ چکا تھا۔ لہٰذا عباسیوں کو کسی ناکامی و نقصان کا سامنا نہ ہوا۔

جب ابو مسلم کو خراسان میں امام ابراہیم کی وفات کے بعد قوت و اقتدار حاصل ہونے لگا اور بنو اُمیہ کی خلافت کے برباد ہونے کی علامات نمایاں طور پر نظر آنے لگیں تو بنی عباس اور علویوں کے خیر خواہوں اور ان سازشی کارروائیوں میں حصہ لینے والوں نے اپنے خاص خاص سربرآوردہ ممبروں کو بماہ ذالحجہ ۱۲۹ھ جب کہ وہ بتقریب حج مکہ میں آئے ہوئے تھے ایک مکان میں جمع کیا اور یہ مسئلہ پیش ہوا کہ بنو اُمیہ کی بربادی اور خلافت اُن کے قبضہ سے نکالنے کی کوششیں بہت جلد آخری کامیابی حاصل کرنے والی ہیں لہٰذا یہ طے ہو جانا چاہیے کہ خلیفہ کس کو بنایا جائے گا۔ اس مجلس میں ابوالعباس عبداللہ سفاح کا بھائی ابو جعفر منصور بھی موجود تھا اور اولادِ علیؓ میں سے بھی چند حضرات تشریف رکھتے تھے۔ ابو جعفر منصور نے بلا توقف کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لینا چاہیے۔ حاضرین مجلس نے اس بات کو پسند کیا اور اتفاق رائے سے محمد بن عبداللہ بن حسن

بن علی المعروف بہ نفس ذکیہ کو منتخب کیا گیا۔ یہ نہایت ہی نازک موقعہ تھا کیونکہ بنو اُمیہ کی حکومت کو مضمحل کرنے اور خراسان پر ابو مُسلم کے قابض ہو جانے میں سب سے زیادہ اس بات کو دخل تھا کہ شیعانِ علی اور شیعانِ بنو عباس مل کر کام کر رہے تھے اور متفقہ طاقت کے ساتھ مصروفِ عمل تھے اگر اس مجلس میں بنو عباس اور علویوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو جاتا تو مکہ سے لے کر خراسان کے آخری سرے تک کے تمام علاقے میں اختلاف کی ایک لہر ایسی سُرعت کے ساتھ دوڑ جاتی کہ پھر اُس کی روک تھام قابو سے باہر ہوتی اور خلافت بنو اُمیہ میں جو مُردہ ہو چکی تھی از سرِ نو جان پڑ جاتی مگر ابو جعفر منصور کی ہوشیاری و دانائی نے اس موقعہ پر بڑا کام کیا اور شیعانِ علی پہلے سے بھی زیادہ جوش کے ساتھ مصروفِ عمل ہو گئے اور اُن کی یہ تمام کوششیں عباسیوں کے لئے زیادہ مفید ثابت ہوئیں۔

ابو مُسلم خراسانی

ابو مسلم کا نام ابراہیم بن عثمان بن بشار تھا۔ یہ ایرانی النسل تھا اور مشہور ہے کہ بزرجمہر کی اولاد سے تھا۔ اصفہان میں پیدا ہوا تھا۔ ماں باپ نے کوفہ کے متصل ایک گاؤں میں آ کر سکونت اختیار کر لی تھی جس وقت ابو مُسلم کا باپ عثمان فوت ہوا ہے تو ابو مُسلم کی عمر سات برس کی تھی اس کا باپ مرتے وقت وصیت کر گیا تھا کہ عیسیٰ بن موسیٰ سراج اس کی پرورش اور تربیت کرے۔ عیسیٰ اس کو کوفہ میں لے آیا ابو مسلم چار جامہ دوزی کا کام عیسیٰ سے سیکھتا تھا اور اُسی کے پاس کوفہ میں رہتا تھا۔ عیسیٰ بن موسیٰ اپنے زین اور چار جامے لے کر خراسان جزیرہ اور موصل کے علاقوں میں فروخت کرنے کے لئے جاتا تھا اور اس تقریب سے اکثر سفر میں رہتا اور ہر طبقہ کے آدمیوں سے ملتا تھا اُس کی نسبت یہ شبہ ہوا کہ یہ بھی بنو ہاشم اور علویوں کا نقیب ہے اسی طرح اُس کے خاندان کے دوسرے آدمیوں پر شبہ کیا گیا نتیجہ یہ ہوا کہ یوسف بن عمر گورنر کوفہ نے عیسیٰ بن موسیٰ اور اُس کے چچا زاد بھائی ادریس بن معقل اور ان دونوں کے چچا عاصم بن یونس عجلی کو قید کر دیا۔ اسی قید خانہ میں خالد قسری کے گرفتار شدہ عُمّال بھی قید تھے۔

ابو مُسلم قید خانہ میں عیسیٰ بن موسیٰ کی وجہ سے اکثر جاتا تھا۔ جہاں تمام قیدی وہ تھے جن کو حکومتِ بنو اُمیہ سے نفرت تھی یا قید ہونے کے بعد لازماً نفرت پیدا ہو جانی چاہیئے تھی۔ ان ہی میں بعض ایسے قیدی بھی تھے جو واقعی بنو عباس یا بنو فاطمہ کے نقیب تھے لہٰذا ان لوگوں کی باتیں سُن سُن کر ابو مُسلم

کے قلب پر بہت اثر ہوا اور وہ بہت جلد ان لوگوں کا ہمدرد بن کر ان کی نگاہ میں اپنا اعتبار قائم کر سکا اتفاقاً قحطبہ بن شبیب جو امام ابراہیم کی طرف سے خراسان میں کام کرتا اور لوگوں کو خلافتِ عباسیہ کے لئے دعوت دیتا تھا۔ خراسان سے جیمہ کی طرف جا رہا تھا راستے میں وہ کوفہ کے اِن قیدیوں سے بھی ملا یہاں اُس کو معلوم ہوا کہ عیسیٰ و عاصم وغیرہ کا خادم ابو مسلم بہت ہوشیار اور جوہر قابل ہے اُس نے عیسیٰ سے ابو مُسلم کو مانگ لیا اور اپنے ساتھ لے کر جیمہ کی طرف روانہ ہو گیا وہاں امام ابراہیم کی خدمت میں ابو مسلم کو پیش کیا امام ابراہیم نے ابو مسلم سے پوچھا کہ تمھارا نام کیا ہے؟ ابو مُسلم نے کہا کہ میرا نام ابراہیم بن عثمان بن بشار ہے امام ابراہیم نے کہا نہیں، تمھارا نام عبدالرحمٰن ہے چنانچہ اُس روز سے ابو مسلم کا نام عبدالرحمٰن ہو گیا۔ امام ابراہیم ہی نے اُس کی کینت ابو مسلم رکھی۔ اور قحطبہ بن شبیب سے مانگ لیا۔

چند روز تک ابو مُسلم امام ابراہیم کی خدمت میں رہا اور اُنھوں نے اچھی طرح ابو مسلم کی فطرت واستعداد کا مطالعہ کر لیا۔ اس کے بعد اپنے ایک مشہور نقیب ابو نجم عمران بن اسمٰعیل کی لڑکی سے اُس کا عقد کر دیا ابو نجم عمران بن اسمٰعیل اُن لوگوں میں سے تھا جو خلافتِ اسلامیہ کو اولادِ علی میں لانا چاہتے تھے۔ اس عقد سے یہ فائدہ حاصل کرنا مقصود تھا کہ ابو مُسلم کو شیعانِ علی کی حمایت حاصل رہے اور اُس کی طاقت کمزور نہ ہونے پائے۔ اس انتظام واہتمام کے بعد امام ابراہیم نے ابو مُسلم کو خراسان کی طرف روانہ کیا اور تمام دعاۃ ونقبا کو اطلاع دے دی کہ ہم نے ابو مُسلم کو خراسان کے تمام علاقہ کا مہتمم بنا کر روانہ کیا ہے۔ سب کو دعوتِ بنو ہاشم کے کام میں ابو مُسلم کی فرماں برداری کرنی چاہیے۔ خراسان کے مشہور اور کارگذار نقبا جو محمد بن علی عباسی یعنی امام ابراہیم کے باپ کے زمانے سے کام کر رہے تھے۔ یہ تھے سلیمان بن کثیر مالک بن ہثیم، زیاد بن صالح۔ طلحہ بن زریق۔ عمر بن اعین، یہ پانچوں شخص قبیلۂ خزاعہ کے تھے قحطبہ بن شبیب بن خالد بن سعدان یہ قبیلۂ طے سے تعلق رکھتا تھا۔ ابو عیینہ موسیٰ بن کعب۔ لاہز بن قریظ قاسم بن مجاشع۔ اسلم بن سلام یہ چاروں تمیمی تھے۔ ابو داؤد خالد بن ابراہیم شیبانیؒ ابو علی ہروی اسی کو شبل بن طہمان بھی کہتے تھے۔ ابو النجم عمران بن اسمٰعیل۔ جب ابو مُسلم خراسان میں پہنچا تو سلیمان بن کثیر نے اُس کو نوعمر ہونے کی وجہ سے واپس کر دیا یہ تمام نقبا سن رسیدہ اور پختہ عمر کے تجربہ کار لوگ تھے انھوں نے ایک نوعمر شخص کو اپنی خفیہ کارروائیوں اور رازداری کے مخفی کاموں کا افسر و مہتمم بنانا خلافِ مصلحت سمجھا۔

جس وقت ابو مسلم خراسان پہنچا تھا اُس وقت ابو داؤد خالد بن ابراہیم شیبانی ماوراء النہر کی طرف کسی ضرورت سے گیا ہوا تھا وہ جب مرو میں واپس آیا اور امام ابراہیم کا خط اُس نے پڑھا۔ تو ابو مسلم کو دریافت کیا اُس کے دوستوں نے کہا کہ سلیمان بن کثیر نے اُس کو نو عمر ہونے کی وجہ سے واپس لوٹا دیا ہے کہ اس سے کوئی کام نہ ہو سکے گا اور یہ ہم سب کو اور اُن لوگوں کو جنھیں دعوت دی جاتی ہے خطرات میں مبتلا کر دے گا۔ ابو داؤد نے تمام نقبا کو جمع کر کے کہا کہ آنحضرت صلعم کو خدا تعالےٰ نے اولین و آخرین کا علم دیا آپ کی عترت و اہلِ بیت اُس علم کے وارث ہیں اور آپ کے اہلِ بیت معدنِ علوم اور ورثا رسول ہیں کیا تم لوگوں کو اس میں کچھ شک ہے حاضرین نے کہا نہیں۔ ابو داؤد نے کہا پھر تم نے کیوں شک و شبہ کو دخل دیا۔ اُس شخص کو امام نے کچھ سوچ سمجھ کر اور اُس کی قابلیت کو جانچ کر ہی تمھاری طرف بھیجا ہوگا۔ اس تقریر کو سُن کر سب کو ابو مسلم کے واپس کرنے کا افسوس ہوا اسی وقت آدمی روانہ کیا گیا وہ ابو مسلم کو راستے سے لوٹا کر واپس لایا۔ سب نے اپنے تمام کاموں کا متولی و مہتمم ابو مسلم کو بنا دیا۔ اور بخوشی اُس کی اطاعت کرنے لگے۔ چونکہ سلیمان بن کثیر نے اول اُس کو واپس کر دیا تھا۔ اس لئے ابو مسلم سلیمان بن کثیر کی طرف سے کچھ کبیدہ خاطر ہی رہتا تھا ابو مسلم نے نقبا کو ہر طرف شہروں میں پھیلا دیا اور تمام ملک خراسان میں اس تحریک کو ترقی دینے لگا۔

۱۲۹ھ میں امام ابراہیم نے ابو مسلم کو لکھ بھیجا کہ اس سال موسم حج میں مجھ سے آکر مل جاؤ تاکہ تم کو تبلیغ دعوت کے متعلق مناسب احکام دیئے جائیں۔ یہ بھی لکھا کہ قحطبہ بن شبیب کو بھی اپنے ہمراہ لیتے آؤ اور جس قدر مال و اسباب اُس کے پاس جمع ہو گیا ہے وہ بھی لیتا آئے۔ اس جگہ یہ تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان خفیہ سازشوں کے لئے ایامِ حج بہترین موقعہ تھا مکہ معظمہ میں حج کے لئے دنیا کے ہر حصہ سے لوگ آتے تھے کسی کو کسی کے آنے پر کوئی شبہ کا موقعہ نہ ملتا تھا اور سازشی لوگ بہ آسانی آپس میں مل کر ہر قسم کی گفتگو کر لیتے تھے اور حج کے موقعہ کو کبھی فوت نہ ہونے دیتے تھے۔ چنانچہ ابو مسلم اور نقبا کو بھی ہمراہ لے کر مع قحطبہ بن شبیب امام سے ملنے کی غرض سے مکہ کی جانب روانہ ہوا۔ مقام قومس پہنچا تو امام ابراہیم کا خط ملا جس میں لکھا تھا کہ تم فوراً خراسان کی طرف واپس ہو جاؤ اور اگر خراسان سے روانہ نہ ہوئے ہو تو وہیں مقیم رہو اور اب اپنی دعوت کو پوشیدہ نہ رکھو بلکہ علانیہ دعوت دینی شروع کر دو اور جن لوگوں سے بیعت لے چکے ہو اُن کو جمع کر کے قوت کا استعمال شروع کر دو۔ اس خط کو پڑھتے ہی ابو مسلم تو مرو کی جانب لوٹ گیا اور قحطبہ بن شبیب مال و اسباب لئے ہوئے

امام ابراہیم کی جانب روانہ ہوا۔ قحطبہ نے جرجان کا راستہ اختیار کیا اطرافِ جرجان میں پہنچ کر خالد بن برمک اور ابو عون کو طلب کیا یہ لوگ معہ مال و اسباب فوراً حاضر ہوئے قحطبہ اس مال و اسباب کو بھی لے کر امام کی طرف چلا۔

جب ابو مُسلم کو علانیہ دعوت اور طاقت کے استعمال کی اجازت ملی ہے تو یہ وہ زمانہ تھا کہ خراسان میں کرمانی اور نصر بن سیار کی لڑائیوں کا سلسلہ جاری تھا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ ابو مُسلم نے اپنی جماعت کے لوگوں کو فراہم کیا اور اُن کو لے کر کرمانی اور نصر بن سیار کے درمیان خیمہ زن ہوا اور بالآخر کرمانی قتل ہوا اُس کا لڑکا علی بن کرمانی ابو مُسلم کے پاس آ گیا اور ابو مُسلم نے نصر کو مرو سے خارج کرکے مرو پر قبضہ کر لیا مگر چند روزہ قیام کے بعد مرو سے ماخران کی جانب چلا آیا۔ نصر بن سیار نے مروان بن محمد خلیفہ دمشق کو امداد کے لئے خط لکھا تھا مروان بن محمد اُن دنوں ضحاک بن قیس خارجی سے مصروفِ جنگ تھا۔ وہ کوئی مدد نصر کے پاس نہیں بھیج سکا جن ایام میں نصر کی عرض داشت مروان کے پاس پہنچی اُنھیں دنوں امام ابراہیم کا خط جو مُسلم کے نام اُنھوں نے روانہ کیا تھا اور جس میں لکھا تھا کہ خراسان میں عربی زبان بولنے والوں کو زندہ نہ چھوڑنا اور نصر و کرمانی دونوں کا خاتمہ کر دینا، پکڑا گیا اور مروان الحمار کی خدمت میں پیش ہوا۔ یہی پہلا موقعہ تھا کہ بنو اُمیہ کو عباسیوں کی سازش کا حال معلوم ہوا۔ مروان نے علاقہ بلقا کے عامل کو لکھا کہ امام ابراہیم کو حمیمہ میں جا کر گرفتار کر لو۔ چنانچہ امام ابراہیم گرفتار ہو کر آئے اور مروان نے اُن کو قید کر دیا۔ جیسا کہ اوپر ذکر آ چکا ہے۔ ابو مُسلم نے خراسان میں جب علانیہ دعوت و تبلیغ شروع کی ہے تو خراسان کے لوگ جوق درجوق اُس کے پاس آنے لگے۔

۱۲۹ھ کے شروع ہوتے ہی ابو مُسلم نے کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ کی پیروی اور اہلِ بیت نبویؐ کی اطاعت و فرماں برداری پر لوگوں سے بیعت لینی شروع کر دی۔ کرمانی، شیبان خارجی اور نصر بن سیار تینوں ابو مُسلم سے اس بیعت لینے اور لوگوں کے فراہم کرنے سے ناراض تھے لیکن وہ اس طرح اپنی لڑائیوں میں مصروف تھے کہ ابو مُسلم کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ قتل کرمانی کے بعد علی بن کرمانی اپنے باپ کی جماعت کا سردار تھا۔ اِدھر ابو مُسلم بھی کافی طاقت حاصل کر چکا تھا نصر بن سیار اور شیبان خارجی بھی اسی درجہ کی طاقت رکھتے تھے۔ اب خراسان میں یہی چار طاقتیں موجود تھیں۔

ابو مُسلم نے شیبان خارجی کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا اور ابنِ کرمانی کو اُس کے پاس جانے

کی تحریک کی۔ علی بن کرمانی شیبان خارجی کے پاس چلا گیا۔ نصر بن سیار نے شیبان خارجی سے صُلح کرنی چاہی تاکہ وہ مطمئن ہو کر ابومُسلم سے دو دو ہاتھ کرے لیکن ابومُسلم نے علی بن کرمانی کے ذریعہ ایسی کوشش کی کہ دونوں کی صلح نہ ہو سکے جب ان دونوں کی صلح نہ ہوئی تو ابومُسلم نے موقعہ مناسب دیکھ کر نصر بن نعیم کو ایک جمعیت کے ساتھ ہرات کی طرف روانہ کر دیا۔ نصر بن نعیم نے ہرات پہنچ کر بہ حالتِ غفلت ہرات پر قبضہ کر لیا اور نصر بن سیار کے عامل عیسٰی بن عقیل بن معقل لیثی کو ہرات سے نکال دیا۔ یحیٰی بن نعیم بن ہبیرہ شیبانی یہ سُن کر ابنِ کرمانی کے پاس آیا اور کہا کہ تم نصر سے صُلح کر لو اگر تم نے صلح کر لی تو ابومُسلم فوراً نصر کے مقابلے پر آمادہ ہو جائے گا اور تم سے کوئی تعرّض نہ کرے گا۔ لیکن اگر تم نے نصر سے صُلح نہ کی تو ابومُسلم نصر سے صلح کر کے تمھارے مقابلے پر مستعد ہو گا شیبانی نے فوراً نصر کو لکھا کہ ہم تم سے صُلح کرنا چاہتے ہیں۔ نصر فوراً صُلح پر آمادہ ہو گیا کیونکہ اُس کی پہلے ہی سے یہ خواہش تھی۔

ابومُسلم نے فوراً علی بن کرمانی کو، جو شیبان خارجی کا شریک تھا توجہ دلائی کہ نصر بن سیار تمھارے باپ کا قاتل ہے۔ علی بن کرمانی یہ سُنتے ہی شیبان خارجی سے جُدا ہو گیا اور اُس کے ساتھ لڑائیوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ابومُسلم ابنِ کرمانی کی مدد کے لئے پہنچا۔ اُدھر نصر بن سیار شیبان خارجی کی طرف سے آمادہ پیکار رہا۔ یہ بھی عجیب زمانہ تھا لڑنے والے چاروں گروہ مختلف الخیال اور مختلف العقیدہ تھے مگر موقع اور وقت کی مُناسبت سے ہر ایک دوسرے کو اپنے ساتھ ملا کر تیسرے کو فنا کرنے کی تدبیروں میں مصروف تھا۔ خالص شیعانِ علی بھی خراسان میں پہلے سے بکثرت موجود تھے۔ وہ بھی سب ابومُسلم کے شریک تھے۔

عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے کوفہ میں لوگوں سے بیعت خلافت لی تھی۔ مگر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے غالب ہو جانے پر وہ مدائن کی طرف چلے گئے تھے اُن کے ساتھ کوفہ کے بھی کچھ لوگ آئے تھے پھر انھوں نے پہاڑی علاقہ کا رُخ کیا اور اُس پر قابض ہو کر حلوان تومس۔ اصفہان اور رے پر قابض ہوئے۔ اصفہان کو اپنی قیام گاہ بنایا۔ ۱۲۹ھ میں شیراز پر قبضہ کیا جب یزید بن عمر بن ہبیرہ عراق کا گورنر مقرر ہو کر آیا تو اُس نے عبداللہ بن معاویہ کے مقابلہ کو لشکر روانہ کیا۔ اصطخر کے قریب جنگ ہوئی۔ عبداللہ بن معاویہ کو شکست ہوئی۔ اُن کے ہمراہی بہت سے مارے گئے۔ منصور بن جمہور سندھ کی طرف بھاگ گیا اُس کا تعاقب کیا گیا۔ لیکن وہ ہاتھ نہ آیا۔ عبداللہ بن معاویہ کے ہمراہیوں سے جو لوگ

گرفتار ہوئے اُن میں عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس بھی تھا۔ جس کو یزید بن عمر گورنر کوفہ نے رہا کر دیا۔ عبداللہ بن معاویہ فرار ہوکر ابومُسلم کی طرف چلے کیونکہ اُس سے امداد کی توقع تھی کہ وہ اہلِ بیت کا ہوا خواہ ہے۔ لیکن وہ شیراز سے کرمان اور وہاں سے اوّل ہرات پہنچے ہرات میں ابومسلم کے عامل نصر بن نعیم نے ان کو ٹھہرا کر ابو مُسلم کو اُن کے آنے کی اطلاع دی ابومُسلم نے لکھ بھیجا کہ عبداللہ بن معاویہ کو قتل کر دو اور اُن کے دونوں بھائیوں حسن و یزید کو رہا کر دو چنانچہ نصر بن نعیم نے اس حکم کی تعمیل کر دی۔

۱۳۰ھ کے شروع ہوتے ہی خراسان میں مذکورہ بالا چاروں طاقتیں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں آخر علی بن کرمانی اور ابومُسلم نے نصر بن سیار اور شیبان خارجی کو ہزیمت دے کر مرو پر مستقل قبضہ کر لیا۔ ابومُسلم نے مرو کے دارالامارۃ میں جا کر لوگوں سے بیعت لی اور خطبہ دیا۔ نصر مرو سے شکست خوردہ سرخس اور طوس ہوتا ہوا نیشاپور میں آکر مقیم ہوا۔ اور علی بن کرمانی ابومُسلم کے ساتھ ساتھ رہنے لگا۔ اور ہاں میں ہاں ملاتا رہا شیبان خارجی جو مرو کے قریب ہی شکست خوردہ قیام پذیر تھا۔ اُس کے پاس ابومُسلم نے پیغام بھیجا کہ تم بیعت کر لو۔ اُس نے جواب میں کہلا بھجوایا کہ تم ہی میری بیعت کر لو۔ اس کے بعد شیبان خارجی سرخس چلا گیا۔ اور ایک گروہ بکر بن وائل کا اپنے گرد جمع کر لیا۔ یہ سُن کر ابومُسلم نے ایک دستۂ فوج سرخس کی طرف روانہ کیا وہاں لڑائی ہوئی اور شیبان خارجی مارا گیا۔ اس کے بعد ابومُسلم نے اپنے نقیبوں میں سے موسیٰ بن کعب کو ابیورد کی طرف اور ابوداؤد خالد بن ابراہیم کو بلخ کی جانب بھیجا دونوں کو کامیابی حاصل ہوئی ابیورد اور بلخ پر جب قبضہ ہو گیا تو ابومُسلم نے ابوداؤد کو تو بُلا بھیجا اور یحییٰ بن نعیم کو بلخ کا حاکم مقرر کرکے بھیج دیا۔ زیاد بن عبدالرحمٰن قشیری نے جو حکومت بنواُمیّہ کی طرف سے بلخ کا عامل تھا اور ابوداؤد سے شکست کھا کر ترمذ چلا گیا تھا۔ یحییٰ بن نعیم سے خط و کتابت کرکے اُس کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور مُسلم بن عبدالرحمٰن باہلی اور عیسیٰ بن زرعہ سلمی۔ ملوک طخارستان ملوک ماوراء النہر اور اہلِ بلخ و اہلِ ترمذ سب کو مجتمع کرکے اور یحییٰ بن نعیم کو معہ اس کے ہمراہیوں کے ہمراہ لے کر ابومُسلم کی جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ سب نے متفق ہوکر سیاہ پھریرے والوں سے (دعاۃ بنوعباس)، لڑنے کی قسمیں کھائیں۔ مقاتل بن حیان نبطی کو امیر لشکر بنایا۔

ابومُسلم نے یہ کیفیت سُن کر ابوداؤد کو دوبارہ بلخ کی جانب روانہ کیا۔ بلخ سے تھوڑے

فاصلہ پر فریقین کا مقابلہ دریا کے کنارے ہوا۔ مقابل بن حیان نبطی کے ساقہ کا سردار ابو سعید قرشی تھا ساقہ فوج کا پچھلا حصہ ہوتا ہے اس حصہ کو مسلح اور زبردست اس لئے رکھا تھا کہ کہیں حریف دھوکہ دے کر پیچھے سے حملہ نہ کرے۔ جب لڑائی خوب زور سے شروع ہو گئی تو ابو سعید قرشی نے بھی اپنی متعلقہ فوج سے دشمنوں کا مقابلہ کرنا اور اُن کو مار کر پیچھے ہٹانا ضروری سمجھا اتفاقاً ابو سعید کا جھنڈا بھی سیاہ تھا وہ جب اپنی فوج کو لے کر متحرک ہوا تو لڑنے والی اگلی صفوں کے لوگ یہ بھول گئے کہ ہمارا بھی ایک جھنڈا سیاہ ہے وہ ابو سعید کے جھنڈے کو دیکھتے ہی یہ سمجھے کہ دشمنوں کی فوج نے پیچھے سے ہم پر زبردست حملہ کیا ہے اور یہ انھیں کی فوج فاتحانہ پیچھے سے بڑھتی چلی آتی ہے۔ چنانچہ اُن کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ بہت سے دریا میں غرق ہو کر ہلاک ہوئے۔ زیاد دیجی ترمذ کی طرف چلے گئے۔ اور ابوداؤد نے بلخ پر قبضہ کیا۔

اس فتح کے بعد ابو مُسلم نے ابوداؤد کو بلخ سے واپس بلا لیا اور بلخ کی حکومت پر نصر بن صبیح مزنی کو مامور کیا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے علی بن کرمانی ابو مُسلم کے پاس رہتا تھا۔ اُس کے ساتھ اُس کا بھائی عثمان بن کرمانی بھی تھا۔ ابوداؤد نے ابو مُسلم کو رائے دی کہ ان دونوں بھائیوں کو ایک دوسرے سے جُدا کر دینا نہایت ضروری ہے ابو مُسلم نے اس رائے کو پسند کر کے عثمان بن کرمانی کو بلخ کی حکومت پر نامزد کر کے بھیج دیا۔ عثمان بن کرمانی نے بلخ پہنچ کر فرافصہ بن ظہیر کو اپنا نائب بنایا اور خود مع نصر بن صبیح کے مرو الرود چلا گیا یہ خبر سُن کر مُسلم بن عبدالرحمٰن باہلی نے ترمذ سے مضریوں کو ہمراہ لے کر بلخ پر حملہ کیا اور بزور شمشیر اُس پر قابض ہو گیا۔

عثمان و نصر کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ مرو رود سے بلخ کی طرف روانہ ہوتے اُن کے آنے کی خبر سُن کر عبدالرحمٰن کے ہمراہی راتوں رات بھاگ نکلے نصر نے ایک سمت سے اور عثمان نے دوسری سمت سے بلخ پر حملہ کیا تھا۔ نصر کے ہمراہیوں نے تو بھاگنے والوں سے کوئی تعرض نہ کیا۔ لیکن عثمان بن کرمانی نے لڑائی چھیڑ دی اور خود ہزیمت اُٹھا کر بھاگ نکلے اور بہت سے مارے گئے اور بلخ پر قبضہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔ یہ خبر سُن کر ابو مُسلم اور ابوداؤد نے مشورہ کیا۔ ابو مُسلم تو نیشاپور کی طرف روانہ ہوا اور ابوداؤد پھر بلخ کی جانب آیا۔ ابو مسلم کے ہمراہ علی بن کرمانی تھا۔ ابو مُسلم نے نیشاپور کے راستے میں علی بن کرمانی کو قتل کیا اور ابوداؤد نے مشورہ کے موافق بلخ پر قابض ہو کر اور عبدالرحمٰن کو بلخ سے بھگا کر عثمان بن کرمانی کو قتل کر دیا اس طرح ان دونوں بھائیوں کے خرخشے کو مٹایا۔

اوپر پڑھ چکے ہو کہ امام ابراہیم نے ابو مسلم کو اوّل بلایا تھا پھر اُس کو روک دیا تھا کہ علانیہ دعوت

شروع کر دے۔ ابومسلم نے قحطبہ بن شبیب کو مال و اسباب کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ قحطبہ نے امام ابراہیم سے ملاقات کی، مال و اسباب پیش کیا۔ امام ابراہیم نے ایک جھنڈا قحطبہ کے ہاتھ روانہ کیا اور مکہ معظمہ سے اس کو خراسان کی جانب رخصت کر دیا۔ اور خود حمیمہ کی طرف چلے آئے یہاں آتے ہی گرفتار ہو کر قید ہو گئے۔ قحطبہ یہ جھنڈا لے کر ابومسلم کے پاس آیا ابومسلم نے اس جھنڈے کو مقدمۃ الجیش میں رکھا اور قحطبہ بن شبیب کو مقدمۃ الجیش کا سردار بنایا۔ اور ۱۳۰ھ کے ختم ہونے سے پہلے پہلے خراسان کے بڑے حصہ پر قابض و متصرف ہو کر ایک ایک دشمن کا قصہ پاک کیا۔ علی بن کرمانی کے قتل سے فارغ ہو کر ابومسلم مرو کی طرف لوٹ آیا اور قحطبہ کو چند سرداران لشکر ابوعون عبدالملک بن یزید، خالد بن برمک، عثمان بن نہیک اور خازم بن خزیمہ وغیرہ کے ساتھ طوس کی جانب روانہ کیا۔ اہل طوس نے مقابلہ کیا اور شکست کھائی قحطبہ نے بڑی بے دردی سے ان کا قتل عام کیا۔ اس کے بعد قحطبہ نے تمیم بن نصر پر جو مقام سوذقان میں تھا حملہ کی تیاری کی تمیم بن نصر معہ تین ہزار ہمراہیوں کے مقتول ہوا قحطبہ نے شہر میں داخل ہو کر قتل عام کیا اور خالد بن برمک کو مال غنیمت کی فراہمی پر مامور کیا۔

اس کے بعد قحطبہ نے نیشاپور کا قصد کیا۔ یہاں نصر بن سیار مقیم تھا وہ نیشاپور سے قومس بھاگ آیا۔ قحطبہ شروع رمضان ۱۳۰ھ میں نیشاپور پر قابض ہوا۔ اور آخر شوال تک نیشاپور میں مقیم رہا۔ نصر بن سیار کی مدد کے لئے یزید بن عمر بن ہبیرہ گورنر کوفہ نے نباتہ بن حنظلہ کے ماتحت ایک فوج کوفہ سے بھیجی تھی۔ نصر بن سیار قومس میں بھی زیادہ دنوں نہ ٹھہرا وہاں سے وہ جرجان چلا آیا یہیں نباتہ بن حنظلہ معہ اپنی فوج کے نصر بن سیار کے پاس پہنچا۔ قحطبہ نے شروع ذیقعدہ میں نیشاپور سے جرجان کی جانب کوچ کیا۔

قحطبہ کے ہمراہیوں نے جب یہ سنا کہ نباتہ بن حنظلہ عظیم الشان لشکر شام کے ساتھ جرجان میں پہنچ گیا ہے تو وہ خوف زدہ ہوتے قحطبہ نے ان کو ایک پرجوش خطبہ دیا اور کہا کہ امام ابراہیم نے پیش گوئی کی ہے کہ تم لوگ ایک بڑی فوج کا مقابلہ کر کے اس پر فتح پاؤ گے۔ اس سے لشکریوں کے دل بڑھ گئے۔ آخر معرکہ کارزار گرم ہوا۔ نباتہ بن حنظلہ معہ دس ہزار آدمیوں کے مارا گیا۔ قحطبہ کو فتح عظیم حاصل ہوئی اس نے نباتہ بن حنظلہ کا سر کاٹ کر ابومسلم کے پاس بھیج دیا۔ یہ لڑائی شروع ماہ ذالحجہ ۱۳۰ھ میں ہوئی۔ قحطبہ نے جرجان پر قبضہ کیا تیس ہزار اہل جرجان کو قتل کر ڈالا۔ شکست جرجان کے بعد نصر بن سیار خوار الرے کی طرف چلا آیا وہاں کا امیر ابوبکر عقیلی تھا۔ یزید بن عمر ہبیرہ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے ایک بہت بڑا لشکر ابن غطیف کی سرداری میں نصر بن سیار کی امداد کے لئے روانہ کیا۔

قحطبہ نے جُرجان سے اپنے لڑکے حسن بن قحطبہ کو خوار الرّئے کی طرف روانہ کیا اور عقب سے ایک لشکر ابو کامل اور ابو القاسم صحرز بن ابراہیم اور ابو العباس مروزی کی سرداری میں حسن کی امداد کے لئے روانہ کیا۔ لیکن جس وقت یہ لوگ حسن کے لشکر کے قریب پہنچے تو ابو کامل اپنے ہمراہیوں سے جُدا ہو کر نصر سے جا ملا اور اُس کو حسن کے لشکر کی نقل و حرکت سے آگاہ کر دیا۔ آخر لڑائی ہوئی اور حسن بن قحطبہ کو شکست فاش حاصل ہوئی ابو نصر سے مالِ غنیمت اور فتح کا بشارت نامہ یزید بن عمر بن ہبیرہ کے پاس روانہ کیا۔ یہ واقعہ محرم سنہ ۱۳۰ھ کا ہے۔ اِدھر سے نصر بن سیار کے قاصد مالِ غنیمت اور فتح کی خوش خبری لئے ہوئے جا رہے تھے اُدھر سے ابنِ غطیف فوج لئے ہوئے آ رہا تھا۔ مقام رَے میں دونوں کی ملاقات ہوئی ابنِ غطیف نے قاصد سے خط اور مالِ غنیمت لے لیا اور رَے میں قیام کر دیا۔

نصر کو یہ خبر سُن کر سخت ملال ہوا۔ جب نصر نے خود رَے کا قصد کیا تو ابنِ غطیف مع فوج ہمدان کی جانب روانہ ہو گیا گر ہمدان کو چھوڑ کر اصفہان چلا گیا۔ نصر دو روز تک رَے میں مقیم رہا تیسرے روز بیمار ہو گیا۔ بیمار ہوتے ہی رَے سے کوچ کر دیا۔ مقام سادہ میں پہنچا تھا کہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۱ھ کو فوت ہو گیا۔ اُس کے ہمراہی اُس کی وفات کے بعد ہمدان چلے گئے۔ رَے کا عامل حبیب بن یزید نہشلی تھا۔ نصر کی وفات کے بعد جب قحطبہ بن شبیب جُرجان سے فوج لے کر رَے کی طرف آیا تو حبیب بن یزید اور اہلِ شام جو اُس کے پاس موجود تھے بلا مقابلہ رَے کو چھوڑ کر چل دئے۔ قحطبہ نے رَے پر قبضہ کیا اور اہلِ رَے کے اموال و اسباب ضبط کئے رَے کے اکثر مفرور ہمدان چلے گئے قحطبہ نے رَے سے ہمدان کی طرف اپنے بیٹے حسن کو روانہ کیا۔ لیکن یہ لوگ ہمدان چھوڑ کر نہاوند کی جانب چلے گئے۔ حسن نے نہاوند پہنچ کر نہایت مضبوطی سے محاصرہ ڈال دیا۔

یزید بن عمر بن ہبیرہ نے سنہ ۱۲۹ھ میں اپنے بیٹے داؤد بن یزید کو عبداللہ بن معاویہ سے لڑنے کو بھیجا تھا اور داؤد بن یزید کرمان تک اُن کا تعاقب کرتا ہوا چلا گیا تھا داؤد کے ساتھ عامر بن صبارہ بھی تھا۔ یہ دونوں کرمان میں پچاس ہزار کی جمعیت سے مقیم تھے۔

جب یزید بن عمر بن ہبیرہ کو نباتہ بن حنظلہ کے مارے جانے کا حال معلوم ہوا تو اُس نے داؤد اور ابن صبارہ کو لکھا کہ تم قحطبہ کے مقابلہ کو بڑھو۔ یہ دونوں پچاس ہزار فوج کے ساتھ کرمان سے روانہ ہوئے اور اصفہان جا پہنچے۔ قحطبہ نے ان کے مقابلہ کے لئے مقاتل بن

حکیم کعبی کو مامور کیا۔ اُس نے مقام خم میں قیام کیا۔ ابن صبارہ نے یہ سُن کر کہ حسن بن قحطبہ نے نہاوند کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ نہاوند کے بچانے کا ارادہ کیا اور اُس طرف روانہ ہوا اور مقاتل سے مل کر اور اُس کو ہمراہ لے کر ابنِ صبارہ کے مقابلہ کو روانہ ہوا۔ جب دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا تو قحطبہ کے ہمراہیوں نے ایسی جاں بازی سے حملہ کیا کہ ابنِ صبارہ کے لشکر کو ہزیمت ہوئی اور وہ خود بھی مارا گیا۔

یہ واقعہ ماہِ رجب ۱۳۱ھ کا ہے۔ قحطبہ نے اس فتح کی خوش خبری اپنے بیٹے حسن کے پاس کہلا بھجوائی اور خود اصفہان میں بیس روز قیام کیا پھر حسن کے پاس آکر محاصرہ میں شریک ہو گیا۔ تین مہینے تک اہلِ نہاوند محاصرہ میں رہے۔ آخر نہاوند فتح ہو گیا اور بہت سے آدمی اہلِ نہاوند کے قتل کیے گئے اس کے بعد قحطبہ نے حسن کو حلوان کی طرف روانہ کیا حلوان بآسانی قبضہ میں آگیا۔ پھر قحطبہ نے ابوعون عبدالملک بن یزید خراسانی کو شہر زور پر حملہ کرنے کو بھیجا۔ یہاں کا عامل عثمان بن سفیان تھا اُس کے مقدمۃ الجیش پر عبداللہ بن مروان بن محمد تھا۔ ابوعون اور عثمان کی آخری ذوالحجہ تک لڑائی ہوتی رہی آخر عثمان مارا گیا اُس کی فوج کو شکست ہوئی۔ ابوعون عبدالملک نے بلادِ موصل پر قبضہ کر لیا۔

جب عامر بن صبارہ مارا گیا تو داؤد بن یزید اپنے باپ کے پاس بھاگ آیا۔ داؤد بن یزید سے جب یزید بن عمر بن ہبیرہ نے اس شکست کا حال سُنا تو ایک عظیم الشان لشکر لے کر چلا۔ خلیفہ مروان بن محمد نے بھی حوثرہ بن سہیل باہلی کو اُس کی کمک کے لئے روانہ کیا۔ یزید بن عمر بن ہبیرہ معہ حوثرہ بن سہیل حلوان پہنچا۔ قحطبہ بھی یہ سُن کر حلوان کی طرف چلا اور دجلہ کو انبار کی طرف عبور کیا۔ یزید بن عمر نے بھی کوفہ کی طرف مراجعت کی اور حوثرہ کو پندرہ ہزار کی جمعیت سے آگے کوفہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ قحطبہ نے انبار سے ۸؍ محرم ۱۳۲ھ کو دریائے فرات عبور کیا اس وقت ابنِ ہبیرہ دہانہ فرات پر ۲۳ فرسنگ کے فاصلہ پر خیمہ زن تھا۔ ہمراہیوں نے اُس کو رائے دی کہ کوفہ کو چھوڑ کر خراسان کا قصد کیجئے۔ قحطبہ مجبوراً کوفہ کا ارادہ ترک کر کے ہمارے تعاقب میں آئے گا۔ یزید بن عمر نے اس رائے سے اختلاف کر کے دجلہ کو مدائن سے عبور کیا اور دونوں لشکر بقصدِ کوفہ فرات کے دونوں جانب سفر کرنے لگے فرات کے ایک پایاب مقام پر قحطبہ نے دریا کو عبور کیا سخت لڑائی ہوئی۔ یزید بن عمر بن ہبیرہ کی فوج کو شکست ہوئی مگر قحطبہ بن شبیب مارا گیا۔ قحطبہ جب معن بن زائدہ کے وار سے زخمی ہو کر گرا

تو اُس نے وصیت کی کہ کوفہ میں شیعانِ علی کی امارت قائم ہونی چاہیے اور ابو سلمہ کو امیر بنانا چاہیے۔ حوثرہ ویزید بن عمر بن ہبیرہ وابن نباتہ بن خنظلہ واسط کی طرف بھاگ گئے۔ قحطبہ کی فوج نے حسن بن قحطبہ کو اپنا سردار بنایا۔ اس واقعہ کی خبر کوفہ میں پہنچی تو محمد بن خالد قسری نے شیعانِ علی کو مجتمع کرکے شب عاشورا ۱۳۲ھ کو خروج کیا اور قصرِ امارت میں داخل ہو کر قابض ہو گیا۔

اس واقعہ کا حال سُن کر حوثرہ واسط سے کوفہ کی طرف لوٹا محمد بن خالد قصرِ امارت میں محصور ہو گیا۔ مگر حوثرہ کے ہمراہیوں نے دعوتِ عباسیہ کو قبول کرکے حوثرہ سے جُدا ہونا شروع کیا۔ وہ مجبوراً واسط کی طرف واپس چلا گیا۔ محمد بن خالد نے اس واقعہ کی اطلاع اور اپنے قصرِ امارت پر قابض ہونے کی اطلاع ابن قحطبہ کو دی۔ حسن بن قحطبہ کوفہ میں داخل ہوا اور محمد بن خالد کو ہمراہ لے کر ابو سلمہ کے پاس حاضر ہوا اور ابو سلمہ کو بطور امیر منتخب کرکے بیعت کی۔ ابو سلمہ نے حسن بن قحطبہ کو ابنِ ہبیرہ کی جنگ کے لیے واسط کی طرف روانہ کیا اور محمد بن خالد کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد ابو سلمہ نے حمید بن قحطبہ کو مدائن کی طرف روانہ کیا۔ اہواز میں عبدالرحمٰن بن عمر بن ہبیرہ امیر تھا۔ اُس سے اور بسام سے جنگ ہوئی عبدالرحمٰن شکست کھا کر بصرہ کی جانب بھاگا۔ بصرہ میں مسلم بن قتیبہ باہلی عامل تھا۔ بسام نے عبدالرحمٰن کو شکست دے کر بصرہ کی حکومت پر سفیان بن معاویہ بن یزید بن مہلب کو مامور کرکے بھیجا۔ ماہِ صفر ۱۳۲ھ میں لڑائی ہوئی اور مُسلم نے فتح پائی اور وہ بصرہ پر اُس وقت تک قابض رہا جب تک کہ اُس کے پاس یزید بن عمر کے مارے جانے کی خبر پہنچی۔ اس خبر کو سُن کر وہ بصرہ سے نکل کھڑا ہوا اور میدان خالی پا کر محمد بن جعفر نے خروج کرکے بصرہ پر قبضہ کیا چند روز کے بعد ابو مالک عبداللہ بن اسید خزاعی ابومُسلم کی طرف سے وارد بصرہ ہوا۔ اور ابو العباس سفاح نے اپنی بیعتِ خلافت کے بعد سفیان بن معاویہ کو بصرہ کا عامل مقرر کیا۔

امام ابراہیم کی وفات کے وقت حمیمہ میں اُن کے خاندان کے مندرجہ ذیل حضرات موجود تھے ابوالعباس۔ عبداللہ سفاح۔ ابوجعفر منصور اور عبدالوہاب۔ یہ تینوں امام ابراہیم کے بھائی تھے۔ محمد بن ابراہیم۔ عیسیٰ بن موسیٰ۔ داؤد۔ عیسیٰ۔ صالح۔ اسمٰعیل۔ عبداللہ۔ عبدالصمد۔ یہ آخرالذکر چھ شخص امام ابراہیم کے چچا تھے۔ امام ابراہیم نے گرفتاری سے پہلے اپنے بھائی ابو العباس عبداللہ سفاح کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا۔ اور مرتے وقت ابو العباس عبداللہ سفاح کے نئے

وصیت کی تھی کہ کوفہ میں جاکر قیام کریں۔ چنانچہ اس وصیت کے موافق ابوالعباس عبداللہ سفاح معہ مذکورۂ بالا اہلِ خاندان حمیمہ سے روانہ ہوکر کوفہ میں آیا۔

ابوالعباس جب کوفہ میں پہنچا ہے تو وہ یہ زمانہ تھا کہ کوفہ میں ابوسلمہ کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ ابوسلمہ کوفہ میں امام ابراہیم کی طرف سے قائم مقام اور مرکزِ کوفہ میں تحریک کا مہتمم تھا۔ لیکن اب اُس کی تمامتر کوششیں اولادِ علی کو خلیفہ بنانے میں صرف ہونے لگی تھیں۔ محطبہ بن شبیب بھی اسی خیال کا آدمی تھا لیکن چونکہ ابوہاشم بن محمد نے وصیت کردی تھی کہ محمد بن علی عباسی کو اُن کی جماعت کے تمام آدمی اپنا پیشوا تسلیم کریں۔ اس لیے وہ اس آخری نتیجہ کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کرسکا تھا۔

جب ابوالعباس کے قریب پہنچنے کی خبر پہنچی تو ابوسلمہ معہ شیعانِ علی بہ غرض استقبال حمام ابین تک آیا اور ابوالعباس کو ولید بن سعد کے مکان پر ٹھہرایا اور کُل شیعانِ علی و سپہ سالاران لشکر سے چالیس دن تک اس راز کو پوشیدہ رکھا۔ ابوسلمہ نے چاہا کہ آلِ ابی طالب میں سے کسی شخص کو خلیفہ منتخب کرکے اُس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے لیکن ابوالجہم نے جو شیعانِ علی میں سے تھا اس رائے کی مخالفت کی اور کہا کہ کہیں آلِ ابی طالب خلافت سے محروم نہ رہ جائیں اور لوگ ابوالعباس ہی کو خلیفہ تسلیم نہ کریں اگر ابوالعباس امام ابراہیم کی وصیت کے موافق کوفہ میں نہ آگیا ہوتا تو بہت زیادہ ممکن تھا کہ ابوسلمہ آلِ ابی طالب کو خلیفہ بنانے میں کامیاب ہوجاتا۔ ابوسلمہ نہیں چاہتا تھا کہ لوگوں کو ابوالعباس کے آنے کی اطلاع ہو اور وہ اس کی طرف متوجہ ہونے لگیں۔ چنانچہ ابوسلمہ نے اس عرصہ میں امام جعفر صادق بن امام باقر بن امام زین العابدین بن حسین بن علی کو خط لکھا کہ آپ کوفہ میں آیئے اور خلیفہ بن جایئے۔ اُنھوں نے جواب میں انکار کیا۔ اتفاقاً لوگوں کو ابوالعباس سفاح کے کوفہ میں آجانے کی اطلاع ہوگئی۔

کوفہ میں اب دو قسم کے لوگ موجود تھے۔ ایک وہ جو آلِ عباس کی خلافت کے خواہاں تھے دوسرے وہ جو آلِ ابی طالب کو خلیفہ بنانے کے خواہش مند تھے عباسیوں کے طرف داروں نے سنتے ہی ابوالعباس سفاح کے پاس آنا جانا شروع کیا اور اُن کے ساتھ ہی شیعانِ علی بھی ابوالعباس کے پاس آنے جانے لگے۔ جب لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ ابوسلمہ حاکمِ کوفہ نے جو وزیرِ اہلِ بیت کے لقب سے مشہور تھا۔ ابوالعباس عبداللہ سفاح کے ساتھ مہمان نوازی کے لوازم و شرائط کی ادائگی میں کوتاہی کی ہے تو بہت سے شیعانِ علی بھی عبداللہ سفاح کے ہمدرد و ہواخواہ بن گئے

اور اس طرح ابوالعباس عبداللہ سفاح کی کوفہ کی موجودگی نے عام طور پر لوگوں کی توجہ اور ہمدردی کو اپنی طرف منعطف کر لیا۔

آخر ۱۲ ربیع الاوّل بروز جمعہ ۱۳۲ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۷۴۹ء کو لوگوں نے مجتمع ہو کر ابوالعباس عبداللہ سفاح کو اُس کی جائے قیام سے ہمراہ لیا اور دار الامارۃ میں داخل ہوئے۔ عبداللہ سفاح دار الامارۃ سے جامع مسجد میں آیا۔ خطبہ دیا۔ نماز جمعہ پڑھائی اور نماز جمعہ کے بعد پھر ممبر پر چڑھ کر خطبہ دیا۔ اور لوگوں سے بیعت لی۔ یہ خطبہ نہایت بلیغ و فصیح تھا۔ اس میں اپنے آپ کو مستحقِ خلافت ثابت کیا اور لوگوں کے وظائف بڑھانے کا وعدہ کیا۔ اہلِ کوفہ کی ستائش کی اس خطبہ کے بعد عبداللہ سفاح کے چچا داؤد نے ممبر پر چڑھ کر تقریر کی اور بنو عباس کی خلافت کے متعلق مناسب الفاظ بیان کر کے بنو اُمیہ کی مذمت کی اور لوگوں سے بیان کیا کہ آج امیر المومنین عبداللہ سفاح کسی قدر بخار و اعضا شکنی کی تکلیف میں مبتلا ہیں اس لئے زیادہ بیان نہ کر سکے۔ آپ سب لوگ اُن کے لئے دعا کریں۔ اس کے بعد ابوالعباس عبداللہ سفاح قصرِ امارت کی طرف روانہ ہوا اور اُس کا بھائی ابو جعفر منصور مسجد میں بیٹھا ہوا رات تک لوگوں سے بیعت لیتا رہا۔ ابوالعباس عبداللہ سفاح بیعتِ خلافت لینے کے بعد قصرِ امارت میں گیا پھر وہاں سے ابو سلمہ کے خیمے میں جا کر اُس سے ملاقات کی ابو سلمہ نے بھی بیعت تو کر لی مگر وہ دل سے اس بیعت اور عباسیوں کی خلافت پر رضامند نہ تھا۔ عبداللہ سفاح نے مضافات کوفہ کی نیابت اپنے چچا داؤد کو دی اور اپنے دوسرے چچا عبداللہ بن علی کو ابوعون بن یزید کی کمک کے لئے روانہ کیا اور اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو حسن بن قحطبہ کی مدد کے لئے بھیجا جو واسط کا محاصرہ کئے ہوئے پڑا تھا اور ابنِ ہبیرہ کو محصور کر رکھا تھا اور یحییٰ بن جعفر بن تمام بن عباس کو حمید بن قحطبہ کی امداد پر مدائن کی طرف روانہ کیا اسی طرح ہر طرف سرداروں کو متعین و مامور کیا۔ ابو مسلم خراسان ہی میں موجود تھا اور وہ خراسان کو جلد جلد دشمنوں سے صاف کر رہا تھا۔ عبداللہ سفاح کوفہ میں خلیفہ ہو کر ہر ایک اہم معاملہ میں ابو مسلم کا مشورہ طلب کرتا تھا۔ اور جیسے ابو مسلم لکھتا تھا اُسی کے موافق عمل درآمد کرتا تھا۔

یہ زمانہ تمام عالمِ اسلامی میں بڑا نازک اور خطرناک زمانہ تھا۔ ہر ایک مُلک اور ہر ایک صوبہ میں جا بجا لڑائیاں اور فسادات برپا تھے۔ واسط میں ابنِ ہبیرہ کو مغلوب کرنا آسان

نہ تھا۔ اُدھر مروان بن محمد اموی خلیفہ شام میں موجود تھا۔ حجاز میں بھی طائف الملوکی برپا تھی۔ مصر کی حالت بھی خراب تھی۔ اندلس میں عباسی تحریک کا مطلق کوئی اثر ہی نہ تھا۔ جزیرہ وارمینیا میں اموی سردار موجود تھے اور عباسیوں کے خلاف مقابلہ پر آمادہ ہو گئے تھے۔ خراسان بھی پورے طور پر قابو میں نہ آیا تھا۔ بصرہ میں بھی عباسی حکومت قائم نہ ہو سکتی تھی۔ حضرموت ویمامہ ویمن کی بھی یہی حالت تھی۔ عبداللہ سفاح کے خلیفہ ہوتے ہی آلِ ابی طالب یعنی علویوں میں جو اب تک شریک کار تھے ایک ہلچل سی پیدا ہو گئی تھی اور وہ اس نتیجہ پر حیران اور ناراض تھے کیونکہ اُن کو اپنی خلافت کی توقع تھی۔ عباسیوں کی اس کامیابی میں سب سے بڑا دخل محمد بن حنفیہ کے بیٹے ابوہشام عبداللہ کی اُس وصیت کو ہے جو انھوں نے مرتے وقت محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے حق میں کی تھی۔ اس وصیت کی وجہ سے شیعوں کے فرقہ کیسانیہ کا یہ عقیدہ قائم ہوا کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب کے بعد محمد بن حنفیہ امام تھے۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے ابوہشام عبداللہ امام ہوئے۔ اُن کے بعد محمد بن علی عباسی اُن کے جانشین اور امام تھے۔ محمد بن علی کے بعد اُن کے بیٹے ابراہیم امام ہوئے اور امام ابراہیم کے بعد عبداللہ سفاح امام ہیں۔ اس طرح شیعوں کی ایک بڑی جماعت شیعوں سے کٹ کر عباسیوں میں شامل ہو گئی اور علویوں یا فاطمیوں کو کوئی موقع عباسیوں کے خلاف کھڑے ہونے کا نہ مل سکا وہ اندر ہی اندر پیچ وتاب کھا کر رہ گئے۔

جب مروان بن محمد آخری اموی خلیفہ مارا گیا تو حبیب بن مرہ حاکم بلقار نے عبداللہ سفاح کے خلاف خروج کیا اور سفید جھنڈے لے کر نکلا اُدھر عامل بن قنسرین بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ عبداللہ بن علی عباسی کے ہاتھ پر بیعت کر چکا تھا۔ اہلِ حمص بھی اُس کے شریک ہو گئے۔ اُدھر ارمینیا کے گورنر اسحٰق بن مسلم عقیلی نے عباسیوں کے خلاف خروج کیا۔ ان تمام بغاوتوں کے دور کرنے کے لئے عبداللہ سفاح نے اپنے سرداروں اور رشتہ داروں کو بھیجا اور بتدریج کامیابی حاصل کی۔ لیکن یزید بن عمر بن ہبیرہ ابھی تک واسط پر قابض و متصرف تھا اور کوئی سردار اُس کو مغلوب و مفتوح نہ کر سکا تھا۔ آخر مجبور ہو کر یزید بن عمر بن ہبیرہ سے ابوجعفر منصور برادر عبداللہ سفاح نے جا کر صلح کی اور یزید بن عمر بیعت پر آمادہ ہوا۔ لیکن ابومسلم نے خراسان سے عبداللہ سفاح کو لکھا کہ یزید بن عمر کا وجود بے حد خطرناک ہے اس کو قتل کر دو چنانچہ دھوکے سے منصور عباسی نے اُس کو قتل کرا دیا اور اس خطرہ سے

نجات حاصل کی۔

اب کوفہ میں ابو سلمہ باقی تھا اور بظاہر کوئی موقع اُس کے قتل کا حاصل نہ تھا کیونکہ عباسی اس ابتدائی زمانہ میں شیعانِ اولادِ علی کی مخالفت علانیہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ابو سلمہ کے متعلق تمام حالات لکھکر ابو مُسلم کے پاس خراسان بھیجے گئے اور اُس سے مشورہ طلب کیا گیا۔ ابو مسلم نے لکھا کہ ابو سلمہ کو فوراً قتل کرا دینا چاہیئے۔ اس پر عبداللہ سفاح نے اپنے چچا داؤد بن علی کے مشورہ سے ابو مُسلم کو لکھا کہ اگر ہم اُس کو قتل کریں گے تو ابو سلمہ کے طرف داروں اور شیعانِ علی کی جانب سے علانیہ مخالفت اور بغاوت کا خطرہ ہے تم وہاں سے کسی شخص کو بھیج دو۔ جو ابو سلمہ کو قتل کر دے۔ ابو مُسلم نے مراد بن انس کو ابو سلمہ کے قتل پر مامور کرکے بھیج دیا۔ مُراد نے کوفہ میں آکر ایک روز کوفہ کی کسی گلی میں جب کہ ابو سلمہ جا رہا تھا اُس پر تلوار کا وار کیا۔ ابو سلمہ مارا گیا مُراد بن انس بھاگ گیا اور لوگوں میں مشہور ہوا کہ کوئی خارجی ابو سلمہ کو قتل کر گیا۔ اس قتل کے بعد ابو مُسلم نے اسی طرح سلیمان بن کثیر کو بھی قتل کرا دیا۔ یہ وہی سلیمان بن کثیر ہے جس نے ابو مسلم کو شروع میں وارد خراسان ہوتے پر واپس کر دیا تھا اور ابو داؤد نے ابو مُسلم کو راستے سے واپس بلایا تھا۔ غرض ابو مُسلم نے چُن چُن کر ہر ایک اُس شخص کو جو اُس کی مخالفت کر سکتا تھا قتل کرا دیا۔

بنو امیہ کا قتلِ عام عباسیوں کے ہاتھ سے

خلافتِ اسلامیہ کو جو قوم یا جو خاندان وراثۃً اپنا حق سمجھے وہ سخت غلطی اور ظلم میں مبتلا ہے بنو اُمیہ نے اگر حکومتِ اسلامی کو اپنی ہی قوم اور خاندان میں باقی رکھنا چاہا تو یہ اُن کی غلطی تھی بنو عباس یا بنو ہاشم اگر اُس کو اپنا خاندانی حق سمجھتے تھے تو یہ بھی اُن کی غلطی و ناانصافی تھی۔ مگر چونکہ دنیا میں عام طور پر لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں لہٰذا سلطنت اور حکومت میں بھی حق وراثت کو جاری سمجھا جاتا ہے۔ اس بنا پر جو شخص کسی غاصب سلطنت سے اپنا حق یعنی سلطنت واپس چھینتا ہے وہ اکثر قتل و تشدد سے کام لیا کرتا ہے لیکن اس قتل و تشدد کو بنو عباس نے بنو اُمیہ کے حق میں جس طرح روا رکھا ہے۔ اس کی مثال کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ ہاں تاریخی زمانہ سے گذر کر اگر نیم تاریخی حکایات کو قابلِ اعتنا سمجھا جائے تو بخت نصر نے بنی اسرائیل کے قتل کرنے میں بڑی سفاکی و بیباکی سے کام لیا تھا اور بنی اسرائیل کو

صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہا تھا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی قوم آج تک دُنیا میں موجود ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر ہندوستان میں آریوں نے غیر آریوں پر ظلم وستم کی انتہا کر دی تھی۔ مگر کوہِ ہمالہ و بندھیاچل کے جنگلوں اور راجپوتانہ کے ریگستانوں نے غیر آریوں کی نسلوں کو اپنے آغوش میں چھپائے رکھا اور ہندوؤں کی شدر قوموں کی صورت میں وہ آج بھی ہندوستان کی آبادی کا ایک قابلِ تذکرہ حصہ سمجھے جاتے ہیں۔ ہندوستان کے آریہ بھی ایرانی و خراسانی لوگ تھے۔ عباسیوں کے خُراسانی سپہ سالار بھی بنواُمیہ کے قتل و غارت میں عباسیوں کو ایسے مظالم اور ایسے تشدد پر آمادہ کر سکے کہ ہندوستان کے غیر آریوں کی مظلومی کے افسانے دُرست نظر آنے لگے۔ دنیا کی خفیہ انجمنوں کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان خفیہ سازشوں کو کامیاب بنانے والے حد سے زیادہ قتل و خوں ریزی اور مظالم و بے رحمی کا ارتکاب کر سکتے ہیں اس تاریخ اسلام میں بھی ہم برابر اسی بات کا ثبوت پاتے چلے آئے ہیں۔ خاندانِ بنواُمیہ سے خلافتِ اسلامی کا نکالنا کوئی جرم نہ تھا۔ لیکن خاندانِ بنواُمیہ سے خلافتِ اسلامیہ کو نکال کر ایک دوسرے خاندان کو اُسی طرح خلافتِ اسلامیہ کا سپرد کر دینا ہرگز کوئی خوبی کی بات نہ تھی اسلام اور عالمِ اسلام کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا لہٰذا بنو عباس کو نہایت ہی قابلِ شرم خوں ریزی اور قتل و غارت کا ارتکاب کرنا پڑا۔

ابو مُسلم اور قحطبہ بن شبیب اور دوسرے نقبائے اہلِ بیت نے خراسان کے شہروں میں جس قدر قتلِ عام کا بازار گرم کیا اُس کا کچھ تھوڑا تھوڑا تذکرہ اُوپر کے صفحات میں آچکا ہے۔ امام ابراہیم نے خود ابو مُسلم کو اپنے آخری خط میں تاکیدی طور پر لکھا تھا کہ خراسان میں کسی عربی بولنے والے کو زندہ نہ رکھنا اس سے بھی اُن کا مدعا یہی تھا کہ بنواُمیہ کے طرف دار لوگ خراسان میں وہی عربی قبائل تھے جو فاتحانہ خراسان میں سکونت پذیر تھے باشندگانِ خراسان جو نومسلم تھے وہ سب کے سب دعوتِ عباسیہ کے معمول بن سکتے تھے۔ ابو مُسلم نے قتل کرائے اور نتیجہ یہ ہوا کہ مُلکِ خراسان میں جو کثیر التعداد عربی قبائل پہنچ کر اس مُلک کی زبان، معاشرت، تمدن کو عربی بنانے میں کامیابی حاصل کر رہے تھے۔ سب کے سب قتل ہو گئے اور عربی عنصر جو تمام مُلک کو اپنا ہم رنگ بنا رہا تھا یک لخت مغلوب و بے اثر اور ناپید ہو گیا جس کی وجہ سے ایرانی زبان، ایرانی تمدن ... ایرانی معاشرت۔ ایرانی اخلاق مرتے مرتے پھر زندہ ہو گئے اور ایران و خراسان جو مصر کی طرح سے آج عربی مُلک ہوتے، پھر فارسی مُلک بن گئے۔ ابو مسلم خود خراسانی اور ایرانی النسل تھا۔

اس کے لئے عربوں کے قتل سے زیادہ دوسرا دلچسپ کام نہیں ہو سکتا تھا۔ قومی تعصب جس کو اسلام نے بالکل مٹا دیا تھا۔ عہدِ بنو اُمیہ ہی میں کچھ عود کر آیا تھا اور اسی قومی عصبیت اور قبائلی افتراق کے واپس آ جانے کا نتیجہ تھا کہ ایرانی النسل نومسلموں کو عربوں کے قتل کرنے میں خوب مزا آتا تھا۔ بنو عباس دیکھ چکے تھے کہ بنو اُمیہ نے کس طرح تمام عربی قبائل بالخصوص بنو ہاشم کو مجبور بنا دیا تھا۔ اس لئے وہ ہر ایک اُس شخص کو جس کی نسبت اُنھیں معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ قبیلہ بنو اُمیہ سے تعلق رکھتا ہے نہایت خوف اور دہشت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اُنھوں نے قابو پاتے ہی اپنی تمام قوت اس خوف وخطرہ سے محفوظ رہنے کے لئے صرف کر دی اور مصمم ارادہ کر لیا کہ اس قبیلہ کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیا جائے۔

عبداللہ سفاح کا چچا عبداللہ بن علی جب ۵ رمضان ۱۳۲ھ کو دمشق میں داخل ہوا ہے تو اُس نے قتلِ عام کا حکم دیا۔ جب آخری اموی خلیفہ مروان بن محمد بوصیر میں قتل ہو چکا تو عباسیوں کے لئے سب سے ضروری کام بنو اُمیہ کا استیصال تھا لیکن خلافت بنو اُمیہ کے قصرِ رفیع کو منہدم کرنے کے کام میں بعض بنو اُمیہ بھی عباسیوں کے شریک ہو گئے تھے اور فاتح عباسیوں کے ساتھ ساتھ عزت و تکریم کے ساتھ رہتے تھے۔ اس طرح بنو اُمیہ کی نسل کا تخم سوختہ ہونا ممکن نہ تھا لیکن ابو مسلم اس کام پر کمرِ ہمت چست باندھ چکا تھا۔ اُس نے عبداللہ سفاح اور عباسی سرداروں کو بار بار لکھا کہ بنو اُمیہ کے کسی فرد کو چاہے وہ کیسا ہی ہمدرد و بہی خواہ کیوں نہ ہو ہرگز زندہ نہ چھوڑا جائے۔ اس مشورے پر عمل تو ہوا لیکن بعض ایسے افراد تھے جنھوں نے بڑی بڑی جمعیت کے ساتھ عین نازک و خطرناک موقعوں پر عباسیوں کی شرکت اور اموی خلیفہ کی بغاوت اختیار کر کے نہایت اہم امداد پہنچائی تھی۔ اُن کو قتل کرنے سے انسانی شرافت مانع تھی۔ ابو مسلم نے یہ اہتمام کیا کہ شاعروں اور مصاحبوں کو جو عباسی خلیفہ اور عباسی سپہ سالاروں کے دربار میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ رشوتیں بھیج بھیج کر اور اپنی طرف سے لوگوں کو یہ تعلیم دے دے کر روانہ کیا کہ دربار میں جا کر ایسے اشعار پڑھیں اور ایسی باتیں کریں کہ جس سے بنو اُمیہ کی نسبت عباسیوں کا غصہ بھڑکے اور اُن کی طبیعت میں انتقام اور قتل کے لئے اشتعال پیدا ہو چنانچہ اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ عباسیوں نے چُن چُن کر ہر ایک بنو اُمیہ کو قتل کر دیا۔ سفاح نے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک کو سرِ دربار ایک ایسے ہی شاعر کے اشتعال انگیز اشعار سن کر بلا توقف قتل کرا دیا حالانکہ سلیمان بن ہشام عبداللہ

سفاح کی مصاحبت میں موجود اور اُس کا بڑا ہمدرد تھا۔ عبداللہ بن علی جن دنوں فلسطین کی طرف تھا وہاں نہر ابی فطرس کے کنارے دسترخوان پر بیٹھا کھانا کھا رہا تھا اور اسی ۸۰ بنو اُمیہ اُس کے ساتھ کھانے میں شریک تھے۔ اسی اثنا میں شبل بن عبداللہ آگیا اُس نے فوراً اپنے اشعار پڑھنے شروع کئے جن میں بنو اُمیہ کی مذمت اور امام ابراہیم کے قید ہونے کا ذکر کر کے بنو اُمیہ کے قتل کی ترغیب دی گئی تھی۔ عبداللہ بن علی (عبداللہ سفاح کے چچا) نے اُسی وقت حکم دیا کہ اِن سب کو قتل کر دو اُس کے خادموں نے فوراً قتل کرنا شروع کیا۔ ان میں بہت سے ایسے تھے جو بالکل مر گئے تھے بعض ایسے بھی تھے کہ وہ زخمی ہو کر گر پڑے تھے مگر ابھی اُن میں دم باقی تھا۔ عبداللہ بن علی نے ان سب مقتولوں اور زخمیوں کی لاشوں کو برابر لِٹا کر اُن کے اوپر دسترخوان بچھوایا اُس دسترخوان پر کھانا چُنا گیا اور عبداللہ بن علی معہ ہمراہیوں کے پھر اُس دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں مصروف ہوا۔ یہ لوگ کھانا کھا رہے تھے اور ان کے نیچے وہ زخمی جو ابھی مرے نہیں تھے کراہ رہے تھے حتیٰ کہ یہ کھانا کھا چکے اور وہ سب کے سب مر گئے۔ ان مقتولوں میں محمد بن عبدالملک بن مروان مغر بن یزید۔ عبدالواحد بن سلیمان۔ سعید بن عبدالملک۔ ابو عبیدہ بن ولید بن عبدالملک بھی تھے۔ بعضوں کا بیان ہے کہ ابراہیم معزول خلیفہ بھی انھیں میں شامل تھا۔ اس کے بعد عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس نے خلفائے بنو اُمیہ کی قبروں کو آ کر کھُدوایا۔ عبدالملک کی قبر سے اُس کی کھوپڑی برآمد ہوئی۔ امیر معاویہؓ کی قبر میں سے کچھ نہ نکلا۔ بعض قبروں سے بعض بعض اعضا برآمد ہوئے باقی سب مٹی بن چکے تھے۔ ہشام بن عبدالملک کی قبر کھودی گئی تو صرف ناک کی اونچائی جاتی رہی تھی باقی تمام لاش صحیح سالم نکلی۔ عبداللہ بن علی نے اس لاش کے کوڑے لگوائے پھر اس کو صلیب پر چڑھایا پھر جلا کر اُس کی راکھ ہوا میں اُڑا دی۔ عبداللہ بن علی کے بھائی سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس نے بصرہ میں بنو اُمیہ کے ایک گروہ کو قتل کر کے لاشوں کو راستے میں پھکوا دیا اور دفن کرنے کی ممانعت کر دی۔ ان لاشوں کو مدتوں کتے کھاتے رہے۔ عبداللہ بن علی کے دوسرے بھائی یعنی سفاح کے چچا داؤد بن علی کے مکہ و مدینہ اور حجاز و یمن میں چن چن کر ایک ایک اموی کو قتل کرا دیا اور بنو اُمیہ میں سے کسی کا نام و نشان باقی نہ رکھا غرض تمام ممالک محروسہ میں حکم عام جاری کر دیا گیا کہ جہاں کوئی بنو اُمیہ نظر آئے اُس کو بلا دریغ قتل کر دیا جائے۔ ولایتوں کے والی اور شہروں کے حاکم جو عموماً عباسی تھے اپنی اپنی جگہ اس تجسس میں مصروف رہنے لگے کہ کہیں کسی بنو اُمیہ کا پتہ چلے اور

اس کو قتل کیا جاتے۔ یہاں تک کہ جس طرح کسی درندہ کا شکار کرنے کے لئے لوگ گھر سے نکلتے ہیں اس طرح بنوامیہ کا شکار کرنے کے لئے روزانہ لوگ گھروں سے نکلتے تھے۔ بنوامیہ کے لئے کوئی مکان، کوئی گاؤں، کوئی قصبہ، کوئی شہر جائے امن نہ رہا اور برسوں ان کو تلاش کر کر کے عباسی لوگ قتل کرتے رہے۔ خراسان میں ابومسلم نے یہ کام اور بھی زیادہ اہتمام و ہمت کے ساتھ انجام دیا تھا اس لئے نہ صرف بنوامیہ بلکہ اُن لوگوں کو بھی جنھوں نے کبھی نہ کبھی بنوامیہ کی حمایت یا کوئی خدمت انجام دی تھی قتل کرا دیا۔ اس قتلِ عام میں جو لوگ بچ بچ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگ کر جا سکے۔ انھوں نے اپنا بھیس بدل بدل کر نام اور قوم دوسری بتا بتا کر سرحدوں کی طرف رُخ کیا۔ خراسان کے صوبوں اور ولایتوں میں یہ قتلِ عام چونکہ بہت زیادہ سخت و شدید تھا۔ لہٰذا یہاں جو بنوامیہ اور اُن کے ہمدرد قبائل تھے۔ وہ سندھ کوہ سلیمان اور کشمیر کی طرف بھاگ کر پناہ گزیں ہوئے جن لوگوں نے اپنے قبیلوں کے نام بدل دیئے تھے وہ بھی رفتہ رفتہ اسلامی حکومت کی حدود سے باہر نکل آئے کیونکہ اُن کو سلطنتِ عباسیہ کی حدود میں اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ مغرور عربی قبائل جو سندھ و کشمیر و پنجاب وغیرہ کی طرف بھاگ کر آئے تھے اُن کی نسلیں کہا جاتا ہے کہ آج تک ہندوستان میں موجود ہیں اور اپنے بدلے ہوئے ناموں اور پیشوں کی وجہ سے اپنے عربی نژاد ہونے کو بھول گئی ہیں۔ بنوامیہ کا ایک شخص عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام شکار ہوتے ہوتے بال بال بچ گیا اور فرار ہو کر مصر و قیروان ہوتا ہوا اندلس میں پہنچ گیا اندلس چونکہ دعوتِ عباسیہ کے اثر سے نسبتاً پاک تھا اور وہاں بنوامیہ کے ہواخواہ بکثرت موجود تھے۔ لہٰذا اندلس پہنچتے ہی اُس مُلک پر قابض ہو گیا اور ایک ایسی سلطنت و خلافت قائم کرنے میں کامیاب ہوا۔ جس کو عباسی خلفاء ہمیشہ رشک کی نگاہوں سے دیکھتے رہے اور اس اموی سلطنت کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔

باب ۳

خلافتِ عبّاسیہ

ابو العباس عبداللہ سفاح

ابو العباس عبداللہ سفاح بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم ۱۰۴ھ میں بمقام حمیمہ علاقہ بلقاء میں پیدا ہوا۔ وہیں پرورش پائی۔ اپنے بھائی ابراہیم امام کا جانشین ہوا اپنے بھائی منصور سے عمر میں چھوٹا تھا۔ ابنِ جریر طبری کا قول ہے کہ جس روز سے آنحضرت صلعم نے اپنے چچا عباسؓ سے فرمایا تھا کہ تمہاری اولاد میں خلافت آئے گی اُسی وقت سے اولادِ عباس خلافت کی اُمیدوار چلی آتی تھی۔

عبداللہ سفاح خوں ریزی، سخاوت، حاضر جوابی، تیز فہمی میں ممتاز تھا۔ سفاح کے عمّال بھی خوں ریزی میں مشاق تھے۔ سفاح نے اپنے چچا داؤد کو پہلے کوفہ کی حکومت پر مامور کیا پھر اُس کو حجاز و یمن و یمامہ کی امارت پر مامور کیا اور کوفہ پر اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد کو مقرر کیا۔

جب ۱۳۳ھ میں داؤد کا انتقال ہو گیا تو سفاح نے اپنے ماموں یزید بن عبید اللہ بن عبد المدان حارثی کو حجاز و یمامہ کی اور محمد بن یزید بن عبداللہ بن عبد المدان کو یمن کی گورنری پر مامور کیا۔ ۱۳۲ھ میں سفیان بن عیینہ مہلبی کو بصرہ کا عامل بنایا گیا تھا ۱۳۳ھ میں اُس کو معزول کر کے اُس کی جگہ اپنے چچا سلیمان بن علی کو سندِ حکومت عطا کی اور بحرین و عمان بھی اُسی کی حکومت میں شامل کر دیئے۔ ۱۳۲ھ میں سفاح کا چچا اسمٰعیل بن علی اہواز کا، دوسرا چچا عبداللہ بن علی شام کا۔ ابو عون عبدالملک بن یزید مصر کا، ابو مسلم خراسانی خراسان اور جبال کا گورنر اور خالد بن

برمک دیوان الخراج یعنی محکمہ مال گذاری کا افسر تھا۔ ۱۳۳ھ میں ابو مسلم نے اپنی طرف سے محمد بن اشعث کو فارس کا گورنر مقرر فرما کر روانہ کیا۔ اسی زمانہ میں سفاح نے اپنے چچا عیسٰی بن علی کو فارس کی سندِ گورنری دے کر بھیجا۔ محمد بن اشعث پہلے پہنچ چکا تھا۔ جب عیسٰی بن علی پہنچا۔ تو محمد بن اشعث نے اوّل اُس کو فارس کی حکومت سپرد کرنے سے انکار کیا پھر یہ اقرار لے کر کہ کبھی ممبر پر خطبہ نہ دے گا اور جہاد کے سوا کبھی تلوار نہ اٹھائے گا اُس کو فارس کی حکومت سپرد کر دی۔ مگر حقیقتاً خود ہی حاکم رہا۔ جب محمد بن اشعث فوت ہو گیا تو سفاح نے اپنے چچا اسمٰعیل بن علی کو فارس کی حکومت پر بھیجا اور محمد بن صول کو موصل کی حکومت پر بھیجا۔ اہلِ موصل نے محمد بن صول کو نکال دیا۔

یہ لوگ بنو عباس سے منحرف تھے۔ سفاح نے ناراض ہو کر اپنے بھائی یحیٰی بن محمد بن علی کو بارہ ہزار کی جمعیت سے روانہ کیا۔ یحیٰی بن محمد نے موصل پہنچ کر قصرِ امارت میں قیام کیا اور اہلِ موصل کے بارہ سربرآوردہ آدمیوں کو دھوکے سے بلا کر قتل کر دیا۔ اہلِ موصل میں اس سے سخت اشتعال پیدا ہوا اور جنگ کرنے پر تیار ہو گئے۔ یحیٰی نے یہ حالت دیکھ کر منادی کرا دی کہ جو شخص جامع مسجد میں چلا آئے گا اُس کو امان دی جائے گی۔ یہ سُن کر لوگ جامع مسجد کی طرف دوڑ پڑے۔

جامع مسجد کے دروازوں پر یحیٰی نے اپنے آدمیوں کو کھڑا کر رکھا تھا جو جامع مسجد کے اندر جاتا تھا۔ قتل کر دیا جاتا تھا۔ اس طرح گیارہ ہزار آدمی قتل کئے گئے۔ پھر شہر میں قتلِ عام کیا گیا۔ رات ہوئی تو یحیٰی کے کان میں اُن عورتوں کے رونے کی آواز آئی جن کے شوہر، باپ بھائی، بیٹے ظلماً قتل کر دیئے گئے تھے۔ صبح ہوتے ہی یحیٰی نے حکم دیا کہ عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کر دیا جائے۔ تین روز تک فوج کو اہلِ شہر کا خون مُباح کر دیا گیا۔ اس حُکم کے سنتے ہی شہر میں قتلِ عام بڑی شدت سے جاری ہو گیا۔

یحیٰی کے لشکر میں چار ہزار زنگی بھی تھے زنگیوں نے عورتوں کی عصمت دری میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا ہزارہا عورتوں کو پکڑ پکڑ کر لے گئے۔ چوتھے روز یحیٰی گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کی سیر کے لئے نکلا۔ ایک عورت نے ہمت کر کے یحیٰی کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا کہ کیا تم بنو ہاشم نہیں ہو۔ کیا تم رسول اللہ صلعم کے چچا کے لڑکے نہیں ہو؟ کیا تم کو یہ خبر نہیں ہے کہ مومنات و مسلمات سے زنگیوں نے جبراً نکاح کر لیا ہے۔

یحییٰ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا اور چلا گیا۔ اگلے دن زنگیوں کو تنخواہ تقسیم کرنے کے بہانے سے بلایا۔ جب تمام زنگی جمع ہو گئے تو سب کے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔

سفاح کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو اس نے اسمٰعیل بن علی کو موصل بھیج دیا اور یحییٰ کو فارس کی حکومت پر تبدیل کر دیا۔

سنہ ۱۳۳ھ میں قیصر روم نے ملطیہ اور قالیقلا مسلمانوں سے بزور شمشیر فتح کر لئے۔ اسی سنہ میں یزید بن عبید اللہ بن عبد المدان نے مدینہ سے ابراہیم بن حبان سلمیٰ کو یمامہ کی طرف فوج دے کر روانہ کیا۔ وہاں مثنیٰ بن یزید بن عمر ہبیرہ اپنے باپ کے زمانے سے حاکم تھا اُس نے ابراہیم کا مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ اسی سال بخارا میں شریک بن شیخ مہری نے ابو مسلم کے خلاف خروج کیا اور تیس ہزار سے زیادہ آدمی جمع کر لئے ابو مسلم نے زیاد بن صالح خزاعی کو شریک کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ شریک نے مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ ابو مسلم نے ذوالحجہ سنہ ۱۳۳ھ میں ابو داؤد خالد بن ابراہیم کو بلاد ختل پر چڑھائی کرنے کے لئے روانہ کیا۔ حبش بن شبل بادشاہ ختل کو شکست ہوئی وہ بھاگ کر فرغانہ ہوتا ہوا ملک چین میں چلا گیا۔ اسی زمانہ میں اخشید فرغانہ۔ شاش کے بادشاہوں میں لڑائی ہوئی بادشاہ چین نے ان کے جھگڑے میں دخل دے کر شاش و فرغانہ کے بادشاہوں کے خلاف ایک لاکھ فوج بھیج دی ابو مسلم نے زیاد بن صالح کو اُس طرف روانہ کیا۔ چینی فوج سے زیاد بن صالح کا مقابلہ نہر طراز پر ہو گیا۔ پچاس ہزار چینی قتل ہوئے اور بیس ہزار مسلمانوں نے گرفتار کر لئے۔

سنہ ۱۳۴ھ میں بسام بن ابراہیم بن بسام نے جو خراسان کا ایک نامور سپہ سالار تھا علم بغاوت بلند کیا اور مداین پر قابض ہو گیا۔ سفاح نے خازم بن خزیمہ کو بسام کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ خازم نے بسام کو شکست فاش دی اور میدانِ جنگ سے بھگا دیا۔ اس کے بعد سفاح نے خازم کو عمان کی طرف خارجیوں سے لڑنے کے لئے روانہ کیا وہاں اُس نے خارجیوں کو شکست دے کر اُن کے سردار کو قتل کر دیا۔ اسی سال ابو داؤد خالد بن ابراہیم نے اہلِ کش پر فوج کشی کی اور کش کے بادشاہ کو جو ذمی تھا قتل کر ڈالا۔ اور اُس کے سر کو ابو مسلم کے پاس سمرقند میں بھیج دیا اور مقتول بادشاہ کے بھائی طاران کو تخت نشین کر کے بلخ لوٹ آیا۔ ابو مسلم نے اسی زمانہ میں اہلِ صغد اور اہلِ بخارا کا قتلِ عام کیا اور بخارا و سمرقند کا حاکم زیاد بن صالح کو بنا کر اور شہر سمرقند کی شہر پناہ بنانے کا حکم دے کر مرو کو واپس آیا۔ ان واقعات کے بعد سفاح کے پاس خبر پہنچی کہ منصور بن جمہور

نے سندھ میں بغاوت و عہد شکنی اختیار کی ہے (یہ منصور بن جمہور وہی ہے جو دوسرے ہیںنے۔
یزید الناقص کے عہد میں گورنر عراق و خراسان بھی رہ چکا تھا اور عبداللہ بن معاویہ بن
عبداللہ بن جعفر کے ساتھیوں میں تھا۔ جب عبداللہ بن معاویہ کو اصطخر کے قریب داود بن یزید
بن عمر بن ہبیرہ اور معن بن زائدہ کے مقابلہ میں شکست فاش حاصل ہوئی تو منصور بن جمہور
سندھ کی طرف بھاگ کر چلا آیا تھا اور عبداللہ بن معاویہ ہرات پہنچ کر مالک بن ہثیم
خزاعی والیٔ ہرات کے ہاتھ سے ابو مسلم کے حکم کی موافق قتل ہوئے تھے) سفاح نے
اپنے افسر پولیس موسیٰ بن کعب کو سندھ کی طرف روانہ کیا اور اس کی جگہ میسب بن زہیر
کو مقرر کیا۔ موسیٰ اور منصور سے سرحدِ ہند پر مقابلہ ہوا۔ منصور کے ہمراہ بارہ ہزار فوج تھی
مگر موسیٰ سے شکست کھا کر بھاگا۔ اور ریگستان میں شدتِ تشنگی سے مرگیا منصور کے گورنر نے
جو سندھ میں تھا یہ سن کر مع اہل و عیال و اموال بلادِ خزر کی طرف کوچ کیا۔ اسی سال یعنی
ذالحجہ ۱۳۴ھ میں سفاح مقام انبار میں آیا اور اسی مقام کو دارالخلافہ بنایا۔

۱۳۵ھ میں زیاد بن صالح نے جو ابو مسلم کی طرف سے سمرقند و بخارا کا عامل تھا
بغاوت اختیار کی ابو مسلم یہ سن کر مرو سے روانہ ہوا۔ اور ابو داود خالد بن ابراہیم نے زیاد
کی بغاوت کا حال سن کر نصر بن راشد کو ترمذ کی طرف بھیج دیا کہ ترمذ کو زیاد کی دست برد سے
بچائے۔ نصر بن راشد ترمذ پہنچا ہی تھا کہ چند لوگوں نے طالقان سے نکل کر اس کو مار ڈالا ابو داود
نے یہ سن کر عیسیٰ بن ماہان کو قاتلین نصر کے تعاقب پر مامور کیا۔ عیسیٰ نے قاتلین نصر کو قتل کیا۔
اسی اثنا میں ابو مسلم مقام آمد میں پہنچ گیا اس کے ساتھ سباع بن نعمان ازدی بھی تھا۔ سفاح نے
زیاد بن صالح اور سباع بن نعمان ازدی کو یہ سمجھا کر ابو مسلم کے پاس روانہ کیا تھا کہ اگر موقعہ ملے تو ابو مسلم
کو قتل کر دینا۔

مقام آمد میں پہنچ کر ابو مسلم کو کسی ذریعہ سے یہ خبر معلوم ہوئی اس نے فوراً سباع کو آمد میں قید کر دیا
اور وہاں کے عامل کو یہ حکم دے گیا کہ سباع کو قتل کر دینا۔ آمد سے ابو مسلم بخارا کی طرف روانہ ہوا راستے
میں اس کو زیاد بن صالح کے چند سپہ سالار ملے جو اس سے منحرف ہو کر ابو مسلم کی طرف آرہے تھے۔
زیاد ابو مسلم کے بخارا پہنچنے پر ایک دہقان کے گھر میں جا چھپا دہقان نے اس کو قتل کر ڈالا اور سر ابو مسلم
کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا۔ ابو مسلم نے قتل زیاد کی خبر ابو داود کو لکھ بھیجی۔ ابو داود مہم طالقان میں
مصروف تھا فارغ ہو کر کش واپس آیا اور عیسیٰ بن ماہان کو بسام کی طرف روانہ کیا مگر اس کو کچھ کامیابی حاصل

نہ ہوئی اسی زمانہ میں عیسیٰ بن ماہان نے چند خطوط ابومسلم کے ہمراہیوں کے پاس بھیجے تھے۔ اُن خطوط میں ابوداؤد کی بُرائیاں لکھی تھیں ابومُسلم نے ان خطوط کو لے کر ابوداؤد کے پاس بھیج دیا۔ ابوداؤد نے عیسیٰ کو پکڑ کر قید کر دیا۔ چند روز کے بعد جب اُس کو رہا کیا تو لشکری اُس پر ٹوٹ پڑے اور عیسیٰ کو مار ڈالا اس ہم سے فارغ ہو کر ابومسلم مرو کی طرف واپس آگیا۔

۱۳۶ھ میں عبداللہ بن علی سفاح کی خدمت میں آیا۔ سفاح نے اُس کو لشکرِ شام اور لشکرِ عراق کے ساتھ رومیوں کی طرف روانہ کیا۔ سفاح کا بھائی ابوجعفر منصور جزیرہ کا عامل تھا اُس نے اس سال سفاح کے اشارے سے حج کا ارادہ کیا اور سفاح سے اجازت طلب کی۔ سفاح نے لکھا کہ تم میرے پاس چلے آؤ میں تم کو امیر حج بنا کر بھیجوں گا۔ چنانچہ منصور انبار چلا آیا اور حران کی حکومت پر مقاتل بن حکیم مامور کیا گیا۔ بات یہ تھی کہ اسی سال ابومُسلم نے بھی سفاح سے حج کی اجازت طلب کی تھی۔ لہٰذا سفاح نے خود ہی اپنے بھائی منصور کو مخفی طور پر اطلاع دی کہ تم فوراً حج کے لئے تیار ہو جاؤ اور درخواست بھیج دو۔ اس موقعہ پر یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ ابومُسلم خراسانی نے دعوتِ عباسیہ کو کامیاب بنانے میں سب سے بڑا کام کیا تھا۔ جیسا کہ واقعاتِ گذشتہ سے ظاہر ہے۔ اب سفاح کے خلیفہ ہو جانے اور حکومتِ عباسیہ کے استقلال کے بعد وہ خراسان کا گورنر بنا دیا گیا اور سفاح نے اُس کے نام باقاعدہ سندِ حکومت بھی بھیج دی تھی۔ مگر ابومُسلم نے خود حاضر دربارِ خلافت ہو کر بیعت نہیں کی تھی وہ شروع میں پہلی مرتبہ جب امام ابراہیم کی طرف سے خراسان بھیجا گیا تھا۔ اُسی وقت سے اب تک مسلسل خراسان میں موجود تھا اُسی نے خراسان پر قبضہ کیا اُسی نے اپنی حکومت قائم کی اور وہی ملکِ خراسان پر مستولی تھا۔ جب ایک ایک کر کے تمام دشمنوں کا کام تمام ہو گیا تو عبداللہ سفاح کو خیال آیا کہ ابومُسلم کی منشا کے خلاف نہ اُس کو کسی صوبہ کی حکومت پر تبدیل کر سکتا تھا نہ اُس کے زور و قوت کو گھٹا سکتا تھا۔

ابومُسلم اپنے آپ کو خلافتِ عباسیہ کا بانی سمجھتا اور خلیفہ سفاح کا سرپرست اپنے آپ کو جانتا تھا وہ خلیفہ سفاح کو مشورے دیتا اور سفاح اُس کے مشوروں پر اکثر عمل کرتا لیکن خراسان کے معاملات میں وہ سفاح سے اجازت یا مشورہ لینا ضروری نہ سمجھتا تھا۔ عثمان بن کثیر عباسیوں کے نقباء میں ایک نامور اور سب سے پُرانا نقیب تھا اُس کو ابومسلم نے ذاتی کاوش کی بنا پر قتل کر دیا اور سفاح اُس کے متعلق ابومُسلم سے کوئی جواب طلب نہ کر سکا ادھر سفاح، اُس کے چچا، اُس کے بھائی بھی اپنے حوصلے بلند رکھنے اور ابومُسلم کی اس خود سرانہ حکمرانی کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔

سفاح نے جب اپنے بھائی ابو جعفر منصور کو خراسان کی طرف بیعت لینے کے لئے بھیجا اور اُسی کے ہاتھ ابو مُسلم کے نام سند گورنری بھیجی تو ابو مُسلم کا برتاؤ ابو جعفر منصور کے ساتھ موہ بانہ نہ تھا بلکہ اُس کی ہر ایک حرکت سے خودسری اور مطلق العنانی ابو جعفر منصور نے محسوس کی تھی چنانچہ ابو مُسلم اور ابو جعفر کے درمیان ایک کشیدگی دل میں پیدا ہو چکی تھی۔ ابو جعفر نے جب یہ تمام حالات سفاح کو سُنائے تو وُہ اور بھی زیادہ اس فکر میں پڑ گیا کہ ابو مُسلم کے اقتدار و اثر اور اختیار و تسلط کو کس طرح کم کرے چنانچہ اُس نے یہی مناسب سمجھا کہ ابو مُسلم کا کام تمام کر دیا جائے اسی لئے زیاد بن صالح اور سباع بن نعمان ازدی سے سفاح نے اس کام کی سفارش کی جیسا کہ اوپر ذکر آ چکا ہے۔ غرض حالت یہ تھی کہ سفاح اور ابو مُسلم کے دل صاف نہ رہے تھے۔

ابو مُسلم چونکہ اقتدار پسند اور اُولوالعزم شخص تھا اُس کو جب خلیفہ سفاح کی طرف سے شبہ پیدا ہوا تو اُس نے صرف خراسان ہی پر اپنے اثر و اقتدار کو کافی نہ سمجھ کر حجاز و عراق میں بھی اپنا اثر قائم کرنے کی کوشش ضروری سمجھی تاکہ وہ اگر ضرورت پڑے تو عباسیوں کو کچل سکے۔ ایک ایسے شخص کا جو دعوتِ عباسیہ کو کامیاب بنا چکا تھا حجاز و عراق اور تمام اسلامی ممالک میں اپنی قبولیت بڑھانے کے کام پر مخفی طریقہ سے آمادہ ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔ لیکن اُس کو یہ بات یاد نہ رہی کہ اُس کے مقابلہ پر وہ خاندان ہے جس میں محمد بن علی اور ابراہیم بن محمد جیسے شخص یعنی بانئ تحریک عباسیہ پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور خلافتِ بنو اُمیہ کی بربادی سے فارغ ہو کر ابھی اُس پر قابض ہوئے ہیں۔ ابو مُسلم نے اگرچہ سب سے زیادہ کام کیا تھا لیکن وہ اس کام میں عباسیوں کا شاگرد اور عباسیوں ہی کا تربیت کردہ تھا۔

غرض ابو مُسلم نے سفاح سے حج کی اجازت طلب کی سفاح نے اُس کو اجازت دی اور لکھا کہ پانچ سو آدمیوں سے زیادہ اپنے ہمراہ نہ لاؤ۔ ابو مسلم نے لکھا کہ لوگوں کو مجھ سے عداوت ہے اتنے تھوڑے آدمیوں کے ساتھ سفر کرنے میں مجھ کو اپنی جان کا خطرہ ہے۔

سفاح نے لکھا کہ زیادہ سے زیادہ ایک ہزار آدمی کافی ہیں۔ زیادہ آدمیوں کا ساتھ ہونا اس لئے باعث تکلیف ہوگا کہ سفر مکہ میں سامان رسد کی فراہمی دشوار ہے۔ ابو مسلم آٹھ ہزار فوج کے ساتھ مرو سے روانہ ہوا اور جب خراسان کی حد پر پہنچا تو سات ہزار فوج کو سرحدی مقامات پر چھوڑ کر ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ دارالخلافہ انبار کی طرف بڑھا۔ سفاح نے اپنے بڑے بڑے نامی سپہ سالاروں کو استقبال کے لئے بھیجا اور جب دربار میں حاضر ہوا تو اُس کی بے حد تعظیم و تکریم کی اور کہا کہ اگر اس سال میرے بھائی ابو جعفر منصور کا ارادہ حج کا نہ ہوتا تو میں تم ہی کو امیر حج مقرر کرتا۔ اس طرح ابو مُسلم کی امیر حج ہونے کی خواہش

پوری ہونے سے رہ گئی۔ غرض دارالخلافہ انبار سے ابو جعفر منصور اور ابو مسلم دونوں ساتھ ساتھ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ ابو مسلم خراسان سے ایک بڑا خزانہ ہمراہ لے کر آیا تھا۔ منصور کی معیت اُس کو پسند نہ تھی کیونکہ وہ آزادانہ بہت سے کام جو کرنا چاہتا تھا نہیں کر سکتا تاہم اُس نے مکہ کے راستے میں ہر منزل پر کنوئیں کھدوانے، سرائیں بنوانے اور مسافروں کے لئے سہولتیں بہم پہنچانے کے کام شروع کرا دیئے۔ کپڑے تقسیم کئے۔ لنگر خانے جاری کئے۔ لوگوں کو بے دریغ انعامات دیئے اور اپنی سخاوت و بخشش کے ایسے نمونے دکھائے کہ لوگوں کے دل اُس کی طرف مائل ہو گئے۔

مکہ معظمہ میں بھی اُس نے یہی کام وسیع پیمانہ پر کئے جہاں ہر طرف کے لوگ موجود تھے۔ ایام حج کے گذرنے پر ابو جعفر منصور نے ابھی روانگی کا قصد نہیں کیا تھا کہ ابو مسلم مکہ سے روانہ ہو گیا۔ مکہ سے دو منزل اس طرف آگیا تھا کہ دارالخلافہ انبار کا قاصد اُس کو ملا جو سفاح کے مرنے کی خبر اور ابو جعفر منصور کے خلیفہ ہونے کی خوش خبری لے کر منصور کے پاس جا رہا تھا۔ ابو مسلم نے اُس قاصد کو دو دن تک ٹھہرائے رکھا اور پھر منصور کے پاس روانہ کر دیا۔ منصور کو ابو مسلم کے پہلے ہی روانہ ہونے کا ملال تھا اب اس بات کا ملال اور ہوا کہ ابو مسلم نے اس خبر کے سُننے پر منصور کو خلافت کی مبارکباد نہیں بھیجی۔ بیعت کے لئے بھی نہیں ٹھہرا حالانکہ سب سے پہلے اُسی کو بیعت کرنی چاہیے تھی اور کم از کم منصور کے آنے تک اُسی مقام پر قیام کرنا نہایت ضروری تھا کہ دونوں ساتھ ساتھ سفر کرتے ابو جعفر منصور یہ خبر سنتے ہی فوراً مکہ سے روانہ ہو گیا۔ لیکن ابو مسلم اُس سے آگے سفر کرتا ہوا انبار پہنچا۔ اُس کے بعد منصور داخل دارالخلافہ ہوا۔

ابو مسلم اور ابو جعفر کو روانہ کرنے کے بعد ابو العباس عبداللہ سفاح چار برس آٹھ مہینے خلافت کر کے بتاریخ ۱۳ ذوالحجہ ۱۳۶ھ فوت ہوا اُس کے چچا عیسیٰ نے نماز جنازہ پڑھائی انبار میں دفن ہوا۔ اُس نے مرنے سے پہلے اپنے بھائی ابو جعفر منصور اور اُس کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ کی ولی عہدی کا عہد نامہ لکھ کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر اور اپنے اہل بیت کی مُہریں لگا کر عیسیٰ کے سپرد کر دیا تھا۔ چونکہ منصور موجود نہ تھا اس لئے عیسیٰ بن موسیٰ نے منصور کی خلافت کے لئے لوگوں سے نیا بیعت لی اور اس واقعہ کی اطلاع کے لئے قاصد مکہ کی طرف روانہ کیا۔

عبداللہ سفاح نے مال و دولت سے اپنی خلافت کے قیام و استحکام میں اُسی طرح کام لیا جس طرح بانی خلافت بنو امیہ حضرت امیر معاویہؓ نے کام لیا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی سخاوت کے ذریعہ اپنے مخالفوں یعنی علویوں کا منہ بند کر دیا تھا اور اُن کو اپنا ہمدرد بنا لینے میں کامیابی حاصل کی تھی اسی طرح

بانیٔ خلافت عباسیہ سفاح کے مقابلہ پر بھی علوی ہی دعوے دارِ خلافت تھے اُنھوں نے عباسیوں کے ساتھ مِل کر بنو اُمیہ کو برباد کیا تھا اور اب عباسیہ خاندان میں خلافت کے چلے جانے سے وہ بالکل اسی طرح ناخوش تھے۔ جیسے کہ خاندان بنو اُمیہ میں خلافت کے جانے سے ناراض تھے۔۔ عبداللہ سفاح نے بھی علویوں کو حضرت امیر معاویہؓ کی طرح بے دریغ مال و دولت دے کر خاموش کر دیا۔ جب سفاح کوفہ میں خلیفہ بنایا گیا تو عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی اور دوسرے علوی لوگ کوفہ میں آئے اور کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ خلافت جو ہمارا حق تھا اُس پر تم نے قبضہ کیا یہ وہی عبداللہ بن حسن مثنیٰ ہیں جن کے لڑکے محمد کو بماہ ذالحجہ ۱۳۱ھ مکہ میں مجلس کے اندر عباسیوں اور علویوں نے مِل کر خلافت کے لئے منتخب کیا تھا اور تمام حاضرین مجلس کے ساتھ ابوجعفر منصور نے بھی محمد کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ سفاح نے عبداللہ بن حسن مثنیٰ کی خدمت میں دس لاکھ درم پیش کر دیئے حالانکہ یہ رقم سفاح کے پاس اُس وقت موجود نہ تھی ابنِ مقرن سے قرض لے کر دی۔ اسی طرح ہر ایک علوی کو انعام و اکرام سے مالا مال کر کے رخصت کیا۔ عبداللہ بن حسن ابھی سفاح کے پاس سے رخصت نہ ہوئے تھے کہ مروان بن محمد کے قتل ہونے کی خبر اور بہت سے قیمتی جواہرات و زیورات جو مالِ غنیمت میں آئے تھے لے کر قاصد پہنچا۔ سفاح نے وہ تمام قیمتی جواہرات و زیورات بھی عبداللہ بن حسن مثنیٰ کو دے دیئے اور اسی ہزار دینار۔ دے کر وہ زیورات ایک تاجر نے عبداللہ بن حسن سے خرید لئے۔ غرض کہ عبداللہ سفاح سے اس کام میں ذرا بھی کوتاہی ہوتی تو یقیناً علوی فوراً علانیہ مخالفت پر آمادہ ہو کر اُٹھ کھڑے ہوتے اور اُس وقت ممکن تھا کہ بہت سے نقباء بھی جو کافی اثر رکھتے تھے اُن کا ساتھ دیتے اور عباسیوں کے لئے اپنی خلافت کا قائم رکھنا بے حد دُشوار ہو جاتا۔ لہٰذا عبداللہ سفاح کے کاموں میں سب سے بڑا کارنامہ یہی سمجھنا چاہیئے کہ اُس نے تمام علویوں کو مال و دولت دے کر خاموش رکھا اور کسی کو مقابلہ پر کھڑا نہ ہونے دیا۔ عبداللہ سفاح کی وفات کے بعد ہی علوی خروج پر آمادہ ہو گئے۔ مگر اب خلافتِ عباسیہ مستحکم ہو چکی تھی۔

ابوجعفر منصور

ابوجعفر عبداللہ منصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی ماں سلامہ

بربریہ لونڈی تھی یا ابوجعفر منصور ۹۵ھ میں اپنے دادا کی حیات میں پیدا ہوا۔ بعض روایتوں کے بموجب وہ ۱۰۱ھ میں پیدا ہوا تھا۔ یہ ہیبت و شجاعت و جروت اور عقل و رائے میں خصوصی امتیاز رکھتا تھا۔ لہو و لعب کے پاس نہ پھٹکتا تھا۔ ادب و فقہ کا عالم کامل تھا۔ اس نے حضرت امام ابوحنیفہ کو عہدہ قضا سے انکار کرنے کے جرم میں قید کر دیا تھا۔ انھوں نے قیدخانہ ہی میں انتقال کیا۔ بعض کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ نے منصور پر خروج کرنے کا فتوٰی دیا تھا۔ اس لیے اُن کو زہر دلوایا گیا۔ منصور نہایت فصیح و بلیغ اور خوش تقریر شخص تھا۔ حرص و بخل سے اُس کو متہم کیا جاتا ہے۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک اموی نے ۱۳۸ھ یعنی منصور کے عہدِ خلافت میں اندلس کے اندر اپنی حکومت اور خلافت قائم کرلی تھی وہ بھی ایک بربریہ کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اس لیے لوگ کہتے تھے کہ اسلام کی حکومت بربریوں ہی میں تقسیم ہو گئی۔ ابنِ عساکر نے لکھا ہے کہ جب منصور طلب علم میں اِدھر اُدھر پھرا کرتا تھا ایک روز کسی منزل پر اُترا تو چوکیدار نے اُس سے دو درہم محصول کے مانگے اور کہا کہ جب تک محصول نہ ادا کرو گے اس منزل پر نہ ٹھہر سکو گے۔ منصور نے کہا کہ میں بنو ہاشم میں سے ہوں مجھے معاف کر دو۔ مگر وہ نہ مانا۔ پھر منصور نے کہا کہ میں آنحضرت صلعم کے چچا کے بیٹوں میں سے ہوں۔ وہ پھر بھی نہ مانا منصور نے کہا میں قرآن شریف جانتا ہوں مجھے معاف کر دے۔ اُس نے پھر بھی نہ سُنا منصور نے کہا میں عالم، فقیہہ اور ماہر فرائض ہوں وہ پھر بھی نہ مانا۔ آخر منصور کو دو درہم دینے ہی پڑے۔ اُسی روز سے منصور نے ارادہ کرلیا تھا کہ مال و دولت جمع کرنا چاہیے۔ منصور نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے مہدی کو نصیحت کی کہ بادشاہ بغیر رعایا کی اطاعت کے قائم نہیں رہ سکتا اور رعایا بغیر عدل کے اطاعت نہیں کر سکتی۔ سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو باوجود قدرت عفو کرے اور سب سے بیوقوف وہ ہے جو ظلم کرے۔ کسی معاملہ میں بلا غور و فکر حکم نہیں دینا چاہیے کیونکہ فکر و تامل ایک آئینہ ہے جس میں انسان اپنا حسن و قبح دیکھ لیتا ہے۔ دیکھو ہمیشہ نعمت کا شکر کرنا۔ مقدرت میں عفو کرنا.... تالیف قلوب کے ساتھ اطاعت کی اُمید رکھنا فتح یابی کے بعد تواضع اور رحمت اختیار کرنا۔

خروج عبداللہ بن علی

منصور کے چچا عبداللہ بن علی کو عبداللہ سفاح نے خراسانی و شامی لشکر کے ساتھ

اپنی موت سے پہلے صائفہ کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ محرم ۱۳۷ھ میں منصور انبار میں پہنچ کر تخت نشین خلافت ہوا تھا۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے سفاح کی وفات سے عبداللہ بن علی کو بھی اطلاع دی تھی اور لکھا تھا کہ سفاح نے اپنے بعد منصور کی خلافت کے لئے وصیت کی ہے عبداللہ بن علی نے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ عبداللہ سفاح نے جب مہم حران کے لئے فوج روانہ کرنی چاہی تھی تو کسی کو اس طرف جانے کی ہمت نہ ہوئی سفاح نے کہا تھا کہ جو شخص اس مہم پر جائے گا وہ میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ چنانچہ اس مہم پر میں روانہ ہوا اور میں نے ہی مروان بن محمد اور دوسرے اموی سرداروں کو شکست دے کر اس مہم میں کامیابی حاصل کی سب نے اس کی تصدیق کی اور عبداللہ بن علی کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ عبداللہ بن علی نے مقام دلوک سے مراجعت کر کے مقام حران میں مقاتل بن حکیم کا محاصرہ کر لیا۔ چالیس روز تک محاصرہ کئے رہا اثنائے محاصرہ میں اہل خراسان سے مشتبہ ہو کر ان میں سے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اور حمید بن قحطبہ کو والی حلب مقرر کر کے ایک خط دے کر روانہ کیا جو زفر بن عاصم گورنر حلب کے نام تھا اس خط میں لکھا تھا کہ حمید کو پہنچتے ہی قتل کر ڈالنا حمید نے راستے میں خط کھول کر پڑھ لیا اور بجائے حلب کے عراق کی طرف چل دیا۔ ادھر منصور جب انبار میں پہنچا ہے تو ابومسلم بھی وہاں پہلے پہنچ چکا تھا۔ ابومسلم نے منصور کے ہاتھ پر بیعت کی اور منصور نے اس کے ساتھ عزت افزائی اور دلجمعی کا برتاؤ کیا۔ اسی اثنا میں خبر پہنچی کہ عبداللہ بن علی باغی ہو گیا ہے۔ منصور نے ابومسلم سے کہا کہ مجھ کو عبداللہ بن علی کی طرف سے بہت خطرہ ہے ابومسلم تو ایسے واقعات کا خواہش مند ہی تھا فوراً آمادہ ہو گیا کہ اس طرح منصور کو بھی براہِ راست احسان مند بنایا جا سکے گا۔ چنانچہ ابومسلم کو عبداللہ بن علی کی سرکوبی پر مامور کیا گیا۔ ابن قحطبہ جو عبداللہ بن علی سے ناراض عراق کی جانب آرہا تھا وہ ابومسلم سے آملا عبداللہ بن علی نے مقاتل بن حکیم کو امان دے دی اور مقاتل نے حران عبداللہ بن علی کے سپرد کر دیا۔ عبداللہ بن علی نے مقاتل کو مع ایک خط کے عثمان بن عبدالاعلیٰ حاکم رقہ کے پاس بھیجا عثمان نے مقاتل کو پہنچتے ہی قتل کر دیا۔ اور اس کے دونوں لڑکوں کو گرفتار کر لیا۔ منصور نے ابومسلم کو روانہ کرنے کے بعد محمد بن صول کو آذر بائیجان سے طلب کر کے عبداللہ بن علی کے پاس دھوکا دینے کی غرض سے روانہ کیا۔ محمد بن صول نے عبداللہ بن علی کے پاس پہنچ کر یہ کہا کہ میں نے سفاح سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ میرے بعد میرا جانشین میرا چچا عبداللہ ہوگا۔ عبداللہ بن علی بولا تو جھوٹا ہے۔ میں تیرے فریب کو خوب سمجھ گیا ہوں یہ کہکر اس کی

گردن اُڑادی۔ اس کے بعد عبداللہ بن علی نے حران سے روانہ ہو کر نصیبین میں آکر قیام کیا۔ اور خندق کھود کر مورچے قائم کیے۔ منصور نے ابو مُسلم کو روانہ کرنے سے پہلے حسن بن قحطبہ والی آرمینیا کو بھی لکھ دیا تھا کہ آکر ابو مُسلم کی شرکت اختیار کرے۔ چنانچہ حسن بن قحطبہ بھی موصل کے مقام پر ابو مُسلم سے آملا تھا ابو مُسلم مع اپنے لشکر کے جب نصیبین کے قریب پہنچا تو نصیبین کا رُخ چھوڑ کر شام کے راستے پر پڑاؤ ڈالا اور یہ مشہور کیا۔ مجھ کو عبداللہ بن علی سے کوئی واسطہ نہیں میں تو شام کی گورنری پر مامور کیا گیا ہوں شام کو جا رہا ہوں عبداللہ بن علی کے ہمراہ جو شامی لوگ تھے وہ یہ سُن کر گھبرائے اور اُنھوں نے عبداللہ بن علی سے کہا کہ ہمارے اہل و عیال ابو مسلم کے پنجۂ ظلم میں گرفتار ہو جائیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم اُس کو شام کی طرف جانے سے روکیں عبداللہ بن علی نے ہر چند سمجھایا کہ وہ ہمارے ہی مقابلہ کو آیا ہے شام میں نہ جائے گا۔ لیکن کوئی نہ مانا آخر عبداللہ بن علی نے اُس مقام سے کوچ کیا۔ جب عبداللہ بن علی اپنے مقام کو چھوڑ کر شام کی طرف روانہ ہوا تو ابو مُسلم فوراً عبداللہ بن علی کی بہترین لشکر گاہ میں آکر مقیم ہو گیا اور عبداللہ بن علی کو لوٹ کر اُس مقام پر قیام کرنا پڑا جس میں ابو مسلم پہلے مقیم تھا۔ اس طرح ابو مُسلم نے بہترین لشکر گاہ حاصل کر لی۔ اب دونوں لشکروں میں لڑائی کا سلسلہ جاری ہوا کئی مہینے تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر ۷ جمادی الثانی یوم چہار شنبہ ۱۳۷ھ کو عبداللہ بن علی نے شکست کھائی اور ابو مُسلم نے فتح پاکر فتح کا بشارت نامہ منصور کے پاس بھیجا۔ عبداللہ بن علی نے اس میدان سے فرار ہو کر اپنے بھائی سلیمان بن علی کے پاس جاکر بصرہ میں پناہ لی اور ایک مدت تک وہاں چھپا رہا۔

قتل ابو مسلم

جب عبداللہ بن علی کو شکست ہوئی اور ابو مُسلم نے اُس کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا اور مالِ غنیمت خوب ہاتھ آیا تو المنصور نے اس فتح کا حال سُن کر اپنے خادم ابو خصیب کو مالِ غنیمت کی فہرست تیار کرنے کے لئے روانہ کیا۔ ابو مسلم کو اس بات سے سخت غصہ آیا کہ منصور نے میرا اعتبار نہ کیا اور اپنا آدمی فہرست مرتب کرنے کے لئے بھیجا۔ ابو مُسلم کی اس ناراضی و ناخوشی کی اطلاع جب منصور کے پاس پہنچی تو اُس کو یہ فکر ہوئی کہ کہیں ابو مُسلم ناراض ہو کر خراسان کو نہ چلا جائے۔ چنانچہ اُس نے مصر و شام کی سندِ گورنری لکھ کر ابو مُسلم کے پاس بھیج دی ابو مسلم

کو اس سے اور بھی زیادہ رنج ہوا اور وہ سمجھ گیا کہ منصور مجھ کو خراسان سے جُدا کرکے بے دست و پا کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ ابو مُسلم جزیرہ سے نکل کر خراسان کی طرف روانہ ہوگیا یہ سُن کر منصور انبار سے مدائن کی طرف روانہ ہوا اور ابو مُسلم کو اپنے پاس حاضر ہونے کے لئے بُلایا۔ ابو مُسلم نے آنے سے انکار کرکے لکھ بھیجا کہ " میں دُور ہی سے آپ کی اطاعت کروں گا۔ آپ کے تمام دشمنوں کو میں نے مغلوب کردیا ہے اب جب کہ آپ کے خطرات دور ہوگئے ہیں تو آپ کو میری ضرورت بھی باقی نہیں رہی۔ اگر آپ مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دیں گے تو میں آپ کی اطاعت سے باہر نہ ہوں گا اور اپنی بیعت پر قائم رہوں گا۔ لیکن اگر آپ میرے درپئے رہے تو میں آپ کی خلع خلافت کا اعلان کرکے آپ کی مخالفت پر آمادہ ہوجاؤں گا " اس خط کو پڑھ کر منصور نے ابو مُسلم کو نہایت نرمی اور محبت کے لہجہ میں ایک خط لکھا کہ " ہم کو تمھاری وفاداری اور اطاعت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ تم بڑے کارگذار اور مستحق انعام ہو۔ شیطان نے تمھارے دل میں وسوسے ڈال دیئے ہیں۔ تم اُن وسوسوں سے اپنے آپ کو بچاؤ اور ہمارے پاس چلے آؤ۔ یہ خط منصور نے اپنے آزاد غلام ابو حمید کے ہاتھ روانہ کیا۔ اور اُن کو تاکید کی کہ منت سماجت سے جس طرح ممکن ہو ابو مُسلم کو میرے پاس آنے کی ترغیب دینا۔ اور اگر وہ کسی طرح نہ مانے تو پھر میرے غصہ سے اُس کو ڈرانا یہ خط جب ابو مُسلم کے پاس پہنچا تو اُس نے مالک بن ہیثم سے مشورہ کیا۔ اُس نے کہا کہ تم ہرگز منصور کے پاس نہ جاؤ۔ وہ تم کو قتل کردے گا لیکن ابو داؤد خالد بن ابراہیم کو خراسان کی گورنری کا لالچ دے کر منصور نے بذریعہ خط پہلے ہی اِس بات پر آمادہ کرلیا تھا کہ ابو مُسلم کو جس طرح ممکن ہو میرے پاس آنے پر آمادہ کرو ابو داؤد کے مشورے سے ابو مُسلم منصور کے پاس جانے پر آمادہ ہوگیا۔ مگر اُس نے پھر بھی اس احتیاط کو ضروری سمجھا کہ اپنے وزیر ابو اسحٰق خالد بن عثمان کو اوّل منصور کے پاس بھیج کر وہاں کے حالات سے زیادہ واقفیت حاصل کرے۔ ابو اسحٰق پر ابو مُسلم کو بہت اعتماد تھا چنانچہ اوّل ابو اسحٰق کو روانہ کیا گیا ابو اسحٰق جب دربار خلافت کے پاس پہنچا تو تمام سرداران بنو ہاشم اور اراکین دولت استقبال کو آئے۔ منصور نے حد سے زیادہ تکریم و محبت کا برتاؤ کیا اور اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے اسحٰق کو اپنی جانب مائل کرکے کہا کہ تم ابو مُسلم کو خراسان جانے سے روک کر اوّل میرے پاس آنے پر آمادہ کردو تو میں تم کو خراسان کی حکومت اس کام کے صلہ میں دے دوں گا۔ ابو اسحٰق یہ سُن کر آمادہ ہوگیا۔ رخصت ہوکر ابو مُسلم کے پاس آیا اور اُس کو منصور کے پاس

جانے پر آمادہ کرلیا۔ چنانچہ ابو مسلم اپنے لشکر کو حلوان میں مالک بن ہیثم کی افسری میں چھوڑ کر تین ہزار فوج کے ساتھ مدائن کی طرف روانہ ہوا۔ جب ابو مسلم مدائن کے قریب پہنچا تو ابو مسلم کے پاس منصور کے اشارہ کے موافق ایک شخص پہنچا اور ملاقات کرنے کے بعد ابو مسلم سے کہا کہ آپ منصور سے میری سفارش کر دیں کہ وہ مجھ کو کسکر کی حکومت دے دے۔ نیز یہ کہ وزیر السلطنت ابوایوب سے منصور آج کل سخت ناراض ہے۔ آپ ابوایوب کی بھی سفارش کر دیں۔ ابو مسلم یہ سن کر خوش ہو گیا۔ اور اُس کے دل سے رہے سہے خطرات سب دور ہو گئے۔ ابو مسلم دربار میں عزت واحترام کے ساتھ داخل ہوا اور عزت کے ساتھ رخصت ہو کر قیام گاہ پر آرام کرنے گیا دوسرے روز جب دربار میں آیا تو منصور نے پہلے سے عثمان بن نہیک۔ شبیب بن رواح، ابوحنیفہ حرب بن قیس وغیرہ چند شخصوں کو پسِ پردہ چھپا کر بٹھا دیا اور حکم دے دیا تھا۔ کہ جب میں اپنے ہاتھ پر ہاتھ ماروں تو تم نکل کر فوراً ابو مسلم کو قتل کر ڈالنا۔ چنانچہ ابو مسلم دربار میں حاضر ہوا۔ خلیفہ منصور نے باتوں باتوں میں اُس سے اُن دو تلواروں کا حال دریافت کیا جو ابو مسلم کو عبداللہ بن علی سے ملی تھیں۔ ابو مسلم اُس وقت اُنھیں تلواروں میں سے ایک کو اپنی کمر سے لگائے ہوئے تھا اُس نے کہا کہ ایک تو یہ موجود ہے منصور نے کہا ذرا میں بھی دیکھوں ابو مسلم نے فوراً خلیفہ منصور کے ہاتھ میں تلوار دے دی وہ تھوڑی دیر تک اُس کو دیکھتا رہا۔ پھر اُس کو اپنے زانو کے نیچے رکھ کر ابو مسلم سے اُس کی حرکات کی شکایت کرنے لگا۔ پھر سلیمان بن کثیر کے قتل کا ذکر کیا اور کہا کہ تو نے اُس کو کیوں قتل کیا۔ حالانکہ وہ اُس وقت سے ہمارا خیرخواہ تھا جب کہ تو اس کام میں شریک بھی نہ ہوا تھا۔ ابو مسلم اول خوشامدانہ اور عاجزانہ لہجہ میں معذرت کرتا رہا لیکن دم بدم منصور کے طیش وغضب کو ترقی کرتے ہوئے دیکھ کر جب اُس کو یقین ہو گیا کہ آج میری خیر نہیں ہے تو اُس نے جرأت سے جواب دیا کہ جو آپ کا جی چاہے کیجئے۔ میں خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ منصور نے ابو مسلم کو گالیاں دیں اور ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ تالی کے بجتے ہی عثمان بن نہیک وغیرہ نے نکل کر ابو مسلم پر وار کئے۔ اور اُس کا کام تمام کر دیا۔ یہ واقعہ ۲۵ شعبان ۱۳۷ھ کا ہے۔ ابو مسلم کے مارے جانے کے بعد وزیر السلطنت نے باہر آکر ابو مسلم کے ہمراہیوں کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ امیر اس وقت امیرالمومنین کی خدمت میں رہیں گے تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ اس کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ نے دربارِ خلافت میں حاضر ہو کر ابو مسلم کو دریافت کیا۔ جب اُس کے قتل کا حال معلوم ہوا تو اُس کی زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون نکل گیا

یہ بات منصور کو ناگوار گذری اور اُس نے کہا کہ ابومسلم سے زیادہ کوئی تمہارا دشمن نہ تھا۔ پھر منصور نے جعفر بن حنظلہ کو بُلوایا اور ابومُسلم کے قتل کی نسبت مشورہ کیا۔ جعفر نے اُس کے قتل کی رائے دی۔ منصور نے کہا خدا تجھے جزائے خیر دے۔ اس کے بعد ابومُسلم کی لاش کی طرف اشارہ کیا۔ جعفر نے ابومُسلم کی لاش دیکھتے ہی کہا کہ "امیرالمومنین آج سے آپ کی خلافت شمار کی جائے گی"۔ منصور مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

ابونصر مالک بن ہثیم جس کو ابومسلم اپنا لشکر اور مال سپرد کر آیا تھا۔ حلوآن سے بقصدِ خراسان ہمدان کی طرف روانہ ہو گیا۔ پھر منصور کی خدمت میں واپس چلا آیا۔ منصور نے اُس کو ملامت کی کہ تو نے ابومُسلم کو میرے پاس آنے کے خلاف مشورہ دیا تھا۔ اُس نے کہا کہ جب تک ابومُسلم کے پاس تھا اُس کو نیک مشورہ دیا۔ اب آپ کے پاس آگیا ہوں تو آپ کی بہتری کے لئے کوشاں رہوں گا۔ منصور نے اُس کو موصل کی حکومت پر بھیج دیا۔

خروج سنباد

ابومسلم کے قتل سے فارغ ہو کر بظاہر منصور کو اطمینان حاصل ہو چکا تھا۔ لیکن اس کے بعد بھی منصور کے لیے مشکلات کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ ابومُسلم کے ہمراہیوں میں ایک مجوسی فیروز نامی جو سنباد کے نام سے مشہور تھا۔ وہ مُسلمان ہو کر ابومُسلم کی فوج میں شامل تھا۔ ابومُسلم کے قتل کے بعد اُس نے ابومسلم کے خون کا معاوضہ طلب کرنے کے لئے خروج کیا اور کوہستان کے لوگوں نے اُس کا ساتھ دیا۔ سنباد نے نیشاپور اور رے پر قبضہ کر کے اُس تمام مال و اسباب کو جو ابومسلم حج کے لئے روانہ ہوتے وقت رے اور نیشاپور میں چھوڑ گیا تھا قبضہ کیا سنباد نے لوگوں کے مال و اسباب کو لوٹا اور اُن کو گرفتار کر کے باندی غلام بنایا اور مرتد ہو کر اعلان کیا کہ میں خانہ کعبہ کو مُنہدم کرنے جاتا ہوں۔ نومسلم ایرانیوں کے لئے اس قدر تحریک کافی تھی اُن میں جو لوگ مذہبِ اسلام سے واقف نہ ہوئے تھے وہ یہ دیکھ کر کہ ہماری ہی قوم و مُلک کا ایک شخص سلطنتِ اسلامی کے خلاف اٹھا ہے اُس کے شریک ہو گئے۔ منصور نے جب اس فتنہ کا حال سُنا تو سنباد کی سرکوبی کے لئے جمہور بن مرار عجلی کو مامور کیا ہمدان و رے کے درمیان لڑائی ہوئی جمہور نے سنباد کو شکست دی۔ قریبًا سات ہزار آدمی سنباد کے ہمراہیوں میں سے مارے گئے۔ سنباد نے فرار ہو کر طبرستان میں پناہ لی وہاں عامل طبرستان کے ایک

خادم نے سنباد کو قتل کر دیا۔ منصور نے یہ خبر سُن کر عامل طبرستان کو لکھا کہ سنباد کا مال و اسباب ہمارے پاس بھیج دو اُس نے مال و اسباب سے انکار کیا۔ منصور نے عامل طبرستان کی گوشمالی کے لیئے فوج بھیجی۔ عامل طبرستان دیلم کی طرف بھاگ گیا ادھر جمہور نے جب سنباد کو شکست دی تھی تو اُس کے بہت سے مال و اسباب اور قریباً ملک کے تمام خزانہ پر اُس کا قبضہ ہو گیا تھا۔ ابو مُسلم کا خزانہ اُس کے قبضے میں آگیا تھا۔ اس خزانے اور مال و اسباب کو جمہور نے منصور کے پاس نہ بھیجا اور رے میں جاکر قلعہ بندی کر کے منصور کی خلع خلافت اور بغاوت کا اعلان کر دیا۔ منصور نے جمہور کے مقابلے پر محمد بن اشعث کو فوج دے کر روانہ کیا۔ جمہور یہ سُن کر رے سے اصفہان کی طرف چلا گیا۔ جمہور اصفہان پر اور محمد بن اشعث رے پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد محمد نے اصفہان پر چڑھائی کی جمہور نے مقابلہ کیا۔ سخت لڑائی کے بعد جمہور شکست کھا کر آذربائیجان کی طرف بھاگا۔ وہاں جمہور کے ہمراہیوں میں سے کسی نے اُس کو قتل کر کے اُس کا سر منصور کے پاس بھیج دیا۔ یہ ۱۳۸ھ کا واقعہ ہے۔

۱۳۹ھ میں منصور نے اپنے چچا سلیمان کو حکومتِ بصرہ سے معزول کر کے اپنے پاس بلایا اور لکھا کہ عبداللہ بن علی کو (جو ابو مُسلم سے شکست کھا کر بصرہ میں اپنے بھائی سلیمان کے پاس چلا آیا تھا) امان دے کر اپنے ہمراہ میرے پاس لیتے آؤ۔ جب عبداللہ بن علی کو سلیمان نے دربار میں حاضر کیا تو منصور نے اُس کو قید کر دیا (بعد میں قتل کرا دیا تھا)

فرقہ راوندیہ

فرقہ راوندیہ کو شیعوں کے فرقوں میں شمار کیا جاتا ہے یہ درحقیقت ایران و خراسان کے جاہل لوگوں کا ایک گروہ تھا جو علاقہ راوند میں رہتا اور اُن لوگوں میں سے نکلا تھا جن کو ابو مسلم خراسانی نے اپنے ساتھ شامل کیا تھا۔ ابو مسلم نے جو جماعت تیار کی تھی اُس کو مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ جس طرح ممکن ہوتا تھا اُن کو سیاسی اغراض کے لئے آمادہ و مستعد کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ یہ گروہ جس کو راوندیہ کہا جاتا ہے تناسخ اور حلول کا قائل تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ خدائے تعالیٰ نے منصور میں حلول کیا ہے۔ چنانچہ یہ لوگ خلیفہ منصور کو خدا سمجھ کر اُس کی زیارت کرتے تھے اور منصور کے درشن کرنے کو عبادت جانتے تھے۔ اُن کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ آدمؑ کی روح نے عثمان بن نہیک میں اور جبرئیل نے ہثیم بن معاویہ

میں حلول کیا ہے۔ یہ لوگ دارالخلافہ میں آکر اپنے اعمال و عقائد ناشدنی کا اعلان کرنے لگے تو منصور نے ان میں سے دو سو آدمیوں کو پکڑ کر قید کر دیا۔ ان کی پانچ چھ سو کی تعداد اور موجود تھی اُن کو اپنے ہم عقیدہ لوگوں کی اس گرفتاری سے اشتعال پیدا ہوا اور قید خانہ پر حملہ کر کے اپنے بھائیوں کو قید سے چھڑا لیا اور پھر منصور کے محل کا محاصرہ کر لیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ منصور کو خدا کہتے تھے اور پھر اُس خدا کی مرضی کے خلاف آمادہ جنگ تھے۔ اس موقع پر یہ بات قابلِ تذکرہ ہے کہ یزید بن ہبیرہ کے ساتھیوں میں معن بن زائدہ بھی تھا اور جب ابن ہبیرہ کی لڑائیاں عباسیوں سے ہوئی ہیں تو معن بن زائدہ ابن ہبیرہ کے نامور سرداروں میں سے ایک تھا۔ معن بن زائدہ ابن ہبیرہ کے بعد دارالخلافہ ہاشمیہ میں آکر روپوش تھا اور منصور اُس کی تلاش و جستجو میں تھا کہ معن بن زائدہ کو گرفتار کرا کر قتل کرے۔ ان بد مذہب راوندیوں نے جب منصور کے محل کا محاصرہ کیا تو منصور پیادہ پا اپنے محل سے نکل آیا اور بلوائیوں کو مارنے اور ہٹانے لگا۔ منصور کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی تھے اور حقیقت یہ تھی کہ اُس وقت دارالخلافہ میں کوئی جمعیت اور طاقت ایسی موجود نہ تھی کہ ان بلوائیوں کی طاقت کا مقابلہ کر سکتی۔ منصور کے لئے یہ وقت نہایت ہی نازک تھا اور قریب تھا کہ دارالخلافہ اُس کے ساتھ ہی خلافت اور اپنی جان منصور کے ہاتھ سے جاتے اور راوندیوں کا قبضہ ہو جائے۔ اس خطرناک حالت سے فائدہ اُٹھانے میں معن بن زائدہ نے کوتاہی نہیں کی وہ فوراً منصور کے پاس پہنچ گیا اور جاتے ہی بلوائیوں کو مارنے اور ہٹانے میں مصروف ہو گیا۔ اتنے میں اور لوگ بھی آ آکر منصور کے گرد جمع ہونے لگے۔ لیکن معن بن زائدہ کے حملے بہت ہی زبردست اور کارگر ثابت ہو رہے تھے اور منصور اپنی آنکھ سے اس اجنبی شخص کی جرأت انگیز بہادری کو دیکھ رہا تھا۔ آخر معن بن زائدہ نے اس لڑائی میں سپہ سالاری کے فرائض خود بخود ادا کرنے شروع کر دیئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ سخت و شدید زور آزمائی و معرکہ آرائی کے بعد ان بلوائیوں کو شکست ہوئی شہر کے آدمی بھی سب اُٹھ کھڑے ہوئے تمام بلوائیوں کو قتل کر کے رکھ دیا۔ اس ہنگامے کے فرو ہونے کے بعد منصور نے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے جس نے اپنی پامردی و بہادری کے ذریعہ اس فتنہ کو فرو کرنے میں سب سے زیادہ کام کیا ہے تب اُس کو معلوم ہوا کہ یہ معن بن زائدہ ہے۔ منصور نے اُس کو امان دی اور اُس کے سابقہ جرموں کو معاف کر کے اُس کی عزت و مرتبہ کو بڑھایا۔

ابو داؤد خالد بن ابراہیم ذہلی بلخ کا عامل اور آج کل خراسان کا گورنر تھا اسی عرصہ یعنی ۱۴۰ھ میں اُس کے لشکر میں بغاوت پھوٹی اور اہلِ لشکر نے اُس کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ ابو داؤد مکان

کی چھت پر ان باغیوں کے دیکھنے کے لئے چڑھا۔ اتفاق سے پاؤں پھسل کر گر پڑا اور اُسی دن مرگیا اُس کے بعد اُس کے سپہ سالار حصام نے اس بغاوت کو فرو کیا اور خراسان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر منصور کو اطلاع دی منصور نے عبدالجبار بن عبدالرحمٰن کو گورنر خراسان بنا کر بھیجا۔

عبدالجبار کی بغاوت اور قتل

عبدالجبار نے خراسان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی ابوداؤد کے عاملوں کو معزول و بے عزت اور قتل کرنا شروع کیا۔ اور بڑے بڑے سرداروں کو ذرا ذراسے شبہ میں قتل کر کے تمام مُلک میں ہل چل مچادی یہ خبر منصور کے پاس پہنچی کہ عبدالجبار عباسیوں کے خیر خواہوں کو قتل کئے ڈالتا ہے۔ منصور متامل تھا کہ عبدالجبار کو خراسان سے کس طرح بآسانی جدا کرے کیونکہ اُس کو اندیشہ تھا کہیں وہ علانیہ باغی نہ ہو جائے۔ آخر منصور نے عبدالجبار کو لکھا کہ لشکر خراسان کا ایک بڑا حصہ جہاد روم پر روانہ کر دو۔ مدعا یہ تھا کہ جب لشکر خراسان کا بڑا حصہ خراسان سے جُدا ہو جائے گا تو پھر عبدالجبار کا معزول کرنا اور کسی دوسرے گورنر کا وہاں بھیج دینا آسان ہوگا۔ عبدالجبار نے جواباً لکھا کہ ترکوں نے فوج کشی شروع کر دی ہے۔ اگر آپ لشکر خراسان کو دوسری طرف منتقل کر دیں گے تو مجھ کو خراسان کے نکل جانے کا اندیشہ ہے یہ جواب دیکھ کر منصور نے عبدالجبار کو لکھا کہ مجھ کو خراسان کا مُلک سب سے زیادہ عزیز ہے اور اُس کو محفوظ رکھنا نہایت ضروری سمجھتا ہوں اگر ترکوں نے فوج کشی شروع کر دی ہے تو میں خراسان کی حفاظت کے لئے ایک لشکر عظیم روانہ کرتا ہوں تم کوئی فکر نہ کرو۔ اس تحریر کو پڑھ کر عبدالجبار نے فوراً منصور کو لکھا کہ خراسان کے مُلک کی آمدنی اس قدر بار عظیم کی متحمل نہ ہو سکے گی آپ کوئی بڑا لشکر نہ بھیجئے یہ جواب دیکھ کر منصور کو یقین ہو گیا کہ عبدالجبار بغاوت پر آمادہ ہے۔ چنانچہ اُس نے فوراً بلا توقف اپنے بیٹے مہدی کو ایک زبردست فوج دے کر روانہ کیا۔ مہدی نے رَے میں پہنچ کر قیام کیا اور خازم بن خزیمہ کو عبدالجبار سے لڑنے کے لئے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ دونوں میں لڑائی اور سخت معرکہ آرائی ہوئی آخر عبدالجبار شکست کھا کر بھاگا اور محشر بن مزاحم نے اُس کو گرفتار کر کے خازم بن خزیمہ کی خدمت میں پیش کیا۔ خازم بن خزیمہ نے اُس کو بالوں کا ایک جبہ پہنا کر دُم کی طرف منہ کر کے اُونٹ پر سوار کیا اور تشہیر کرا کر مع اُس کے گرفتار شدہ ہمراہیوں کے منصور کے پاس بھیج دیا۔ منصور نے ان لوگوں کو قید کر دیا اور ۱۴۲ھ میں

عبدالجبار کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کرنے کا حکم دیا۔ عبدالجبار پر فتح پانے کے بعد مہدی نے خراسان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور ۱۴۹ھ تک وہ خراسان کا گورنر رہا۔

عینیہ بن موسیٰ بن کعب

موسیٰ بن کعب سندھ کا عامل تھا اُس کے بعد اُس کا بیٹا عینیہ عاملِ سندھ مقرر کیا گیا تھا اُس نے سندھ میں منصور کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ منصور کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ دارالخلافہ سے بصرہ میں آیا اور بصرہ سے عمر بن حفص بن ابی صفوہ عتکی کو سندھ و ہند کی سندِ گورنری عطا کر کے جنگِ عینیہ پر مامور کیا عمر بن حفص نے سندھ میں پہنچ کر عینیہ کے ساتھ جنگ شروع کی اور بالآخر سندھ پر قبضہ حاصل کر لیا۔ یہ واقعہ ۱۴۲ھ کا ہے اسی عرصہ میں والی طبرستان نے بغاوت اختیار کی طبرستان کی طرف خازم بن خزیمہ اور روح بن حاتم بھیجے گئے جنھوں نے طبرستان پر قبضہ حاصل کیا اور عاملِ طبرستان جو ایک ایرانی النسل نومسلم تھا خودکشی کر کے مر گیا۔

علویوں کی قید و گرفتاری

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ مکہ میں بنو اُمیہ کی حکومت کے آخر ایام میں ایک مجلس منعقد ہوئی تھی اُس میں خلیفہ کے تعین اور انتخاب کا مسئلہ پیش ہوا تھا تو منصور نے جو اُس مجلس میں موجود تھا محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی کے حق میں اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کر کے محمد عبداللہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اس بیعت میں منصور بھی شریک تھا یعنی منصور محمد بن عبداللہ حسنی کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر چکا تھا۔ سفاح نے اپنے عہدِ خلافت میں علویوں کو خاموش رکھا اور انعام و اکرام اور بذل مال سے اُن کو خوش رکھ کر مخالفت اور خروج پر آمادہ نہ ہونے دیا۔ منصور جب خلیفہ ہوا تو اُس نے سفاح کے زمانے کی سخاوت کو باقی نہ رکھا اور سب سے زیادہ محمد بن عبداللہ کی فکر میں رہنے لگا۔ محمد بن عبداللہ کے باپ عبداللہ بن حسن کا ذکر بھی اوپر آ چکا ہے۔ کہ وہ سفاح کے پاس آئے تھے اور سفاح نے اُن کو بہت سا مال و زر دے کر خوش و خرم واپس کیا تھا۔ جب منصور خلیفہ ہوا تو عبداللہ بن حسن نے اپنے بیٹے محمد اور ابراہیم کو اس خیال سے روپوش

کردیا کہ کہیں منصور اُن کو قتل نہ کرادے۔ ان محمد بن عبداللہ کو جن کے ہاتھ پر منصور نے بیعت کی تھی محمد مہدی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ لہٰذا آئندہ ان کا نام محمد مہدی ہی لکھا جائے گا۔ ۱۳۶ھ میں جب منصور حج کرنے گیا تھا اور اُس نے وہاں سفاح کے مرنے کی خبر سُنی تھی تو سب سے پہلے اُس نے محمد مہدی کو دریافت کیا اُس وقت وہ وہاں موجود نہ تھے۔ مگر لوگوں کو شبہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ روپوش ہو گئے۔ اُن کے ساتھ اُن کے بھائی ابراہیم بھی روپوش رہے۔ منصور خلیفہ ہونے کے بعد برابر محمد مہدی کا حال لوگوں سے دریافت کرتا رہتا تھا۔ اس تفحص و تجسس میں اُس نے اس قدر مبالغہ کیا کہ ہر شخص کو یہ حال معلوم ہو گیا کہ منصور کو محمد مہدی کی بڑی تلاش ہے۔ عبداللہ بن حسن مثنیٰ کو جب منصور کی طرف سے مجبور کیا گیا کہ اپنے بیٹے کو حاضر کرو تو انھوں نے منصور کے چچا سلیمان بن علی سے مشورہ کیا۔ سلیمان نے کہا کہ اگر منصور درگذر کرنے کا عادی ہوتا تو اپنے چچا سے درگذر کرتا یعنی عبداللہ بن علی پر سختی و تشدد روا نہ رکھتا۔ عبداللہ بن حسن سُن کر اپنے بیٹوں کے روپوش رکھنے میں اور بھی زیادہ مبالغہ کرنے لگے۔ آخر منصور نے حجاز کے چپے چپے میں اپنے جاسوس پھیلا دیئے اور جعلی خطوط لکھ لکھ کر عبداللہ بن حسن کے پاس بھجوائے کہ کسی طرح محمد مہدی کا پتہ چل جائے۔ محمد مہدی اور اُن کے بھائی ابراہیم دونوں حجاز میں چھپتے پھرے پھر منصور صرف انھیں کے تجسس و تلاش میں خود حج کے بہانے مکہ میں پہنچا یہ دونوں بھائی حجاز سے بصرہ میں آکر بنوراہب اور بنو مُرّہ میں مقیم ہوئے منصور کو اس کا پتہ لگا تو وہ سیدھا بصرہ میں آیا۔ لیکن اُس کے آنے سے پیشتر محمد مہدی اور ابراہیم بصرہ چھوڑ چکے تھے۔ بصرہ سے یہ دونوں عدن چلے گئے۔ منصور بصرہ سے دارالخلافہ کو روانہ ہو گیا جب عدن میں بھی ان دونوں بھائیوں کو اطمینان نہ ہوا تو سندھ چلے گئے چند روز سندھ میں رہ کر کوفہ میں آکر روپوش رہے۔ پھر کوفہ سے مدینہ منورہ چلے آئے۔ ۱۴۰ھ میں منصور پھر حج کو آیا یہ دونوں بھائی بھی حج کے لئے مکہ آئے۔ ابراہیم نے قصد کیا کہ منصور کی زندگی کا خاتمہ کر دیں مگر اُن کے بھائی محمد مہدی نے منع کر دیا۔ منصور کو اس مرتبہ بھی ان کا کوئی پتہ نہ چلا۔ اُس نے ان کے باپ عبداللہ بن حسن مثنیٰ کو بُلا کر دونوں بیٹوں کے حاضر کرنے کے لئے مجبور کیا۔ جب اُنھوں نے لاعلمی بیان کی تو منصور نے اُن کو قید کرنا چاہا مگر زیاد عامل مدینہ نے اُن کی ضمانت کی تب وہ چھوٹے۔ چونکہ زیاد عاملِ مدینہ نے عبداللہ بن حسن کی ضمانت کی تھی۔ اس لئے منصور اُس سے بھی بدگمان ہو گیا اور دارالخلافہ میں واپس آکر محمد بن خالد بن عبداللہ قسری کو مدینہ کا عامل بنا کر بھیجا اور زیاد کو معہ اُس کے دوستوں کے گرفتار کرا کر بلوایا اور قید کر دیا۔ محمد بن خالد نے مدینہ کا عامل ہو کر محمد مہدی کی تلاش و جستجو میں بڑی کوشش کی اور بیت المال کا تمام روپیہ اسی کوشش میں صرف کر دیا منصور

نے محمد بن خالد کے اسراف اور ناکامی پر اُس کو بھی معزول کیا اور رباح بن عثمان بن حیان مزنی کو مدینہ کا عامل بنایا۔ رباح نے مدینہ میں پہنچ کر عبداللہ بن حسن کو بہت تنگ کیا اور تمام مدینہ میں ہل چل مچادی اور مندرجہ ذیل علویوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا:۔

۱۔ عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن علیؓ (محمد مہدی کے باپ)

۲۔ ابراہیم بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علیؓ (محمد مہدی کے چچا)

۳۔ جعفر بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علیؓ (محمد مہدی کے چچا)

۴۔ سلیمان بن داؤد بن حسن مثنیٰ بن علیؓ (محمد مہدی کے چچا زاد بھائی)

۵۔ عبداللہ بن داؤد بن حسن بن حسن بن علیؓ (محمد مہدی کے چچا زاد بھائی)

۶۔ محمد بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علیؓ (محمد مہدی کے چچا زاد بھائی)

۷۔ اسمٰعیل بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علیؓ (محمد مہدی کے چچا زاد بھائی)

۸۔ اسحٰق بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علیؓ (محمد مہدی کے چچا زاد بھائی)

۹۔ عباس بن حسن بن حسن بن علیؓ (محمد مہدی کے چچا)

۱۰۔ موسیٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علیؓ (محمد مہدی کے حقیقی چچا)

۱۱۔ علی بن حسن بن حسن بن علیؓ (محمد مہدی کے چچا)

ان لوگوں کو گرفتار کر کے منصور کو اطلاع دی گئی تو اس نے لکھا کہ ان لوگوں کے ساتھ محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان کو بھی گرفتار کر لو کیونکہ عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی کی ماں ایک ہی ہے یعنی یہ دونوں فاطمہ بنت حسینؓ کے بیٹے ہیں چنانچہ رباح نے اس حکم کی بھی تعمیل کی اور محمد بن عبداللہ بن عمرو کو قید کر لیا۔ انھیں ایّام میں گورنر مصر نے علی بن محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی (محمد مہدی کے بیٹے) کو گرفتار کر کے منصور کے پاس بھیجا۔ منصور نے اُن کو قید کر دیا۔ یہ اپنے باپ کی طرف سے مصر میں دعوت و تبلیغ کے لئے بھیجے گئے تھے۔

تعمیر بغداد اور تدوین علوم

سفاح نے انبار کو اپنا دارالسلطنت بنایا تھا اور چند روز کے بعد انبار کے متصل اُس نے اپنا ایک محل اور ارکینِ سلطنت کے مکانات بنوائے یہ ایک چھوٹی سی بستی الگ قائم

ہو گئی تھی اُس کا نام ہاشمیہ رکھا گیا تھا۔ منصور ہاشمیہ ہی میں تھا کہ خراسانیوں کا ہنگامہ ہوا۔ سنہ ۱۴۰ھ یا سنہ ۱۴۱ھ میں منصور نے اپنا ایک جُدا دارالخلافہ بنانا چاہا اور شہر بغداد کی بنیاد رکھی گئی بغداد کی تعمیر کا کام تقریباً نو دس برس تک جاری رہا اور سنہ ۱۴۹ھ میں اُس کی تعمیر مکمل ہو گئی اُس روز سے بنو عباس کا دارالخلافہ بغداد رہا۔ اسی عرصہ میں علماء اسلام نے علوم دینی کی تاسیس وتدوین کا کام شروع کیا۔

ابنِ جریج نے مکہ میں۔ مالک نے مدینہ میں۔ اوزاعی نے شام میں۔ ابنِ ابی عروبہ اور حماد بن سلمہ نے بصرہ میں۔ معمر نے یمن میں۔ سفیان ثوری نے کوفہ میں احادیث کی کتابیں لکھنے کا کام شروع کیا۔ ابنِ اسحٰق نے مغازی پر۔ ابو حنیفہ نے فقہ پر کتابیں لکھیں۔ اس سے پہلے احادیث و مغازی وغیرہ کا انحصار زبانی روایات پر تھا۔ تصنیف و تالیف کا یہ سلسلہ شروع ہو کر دم بدم ترقی کرتا رہا اور اس کے بعد بغداد و قرطبہ کے درباروں نے مصنفین کی خوب خوب ہمت افزائیاں کیں احادیث کی کتابیں لکھنے اور قوتِ حافظہ کا بوجھ کتابت و قرطاس پر ڈالنے کا یہی زمانہ سب سے زیادہ موزوں اور ضروری بھی تھا جس کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔

قتلِ سادات

رباح نے جن بزرگوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا تھا وہ سنہ ۱۴۴ھ کے آخر ایام تک مدینہ میں قید رہے۔ منصور برابر محمد مہدی اور اُن کے بھائی ابراہیم کے تجسس و تلاش میں مصروف رہا۔ اس عرصہ میں یہ دونوں بھائی حجاز کے قبائل اور غیر معروف مقامات میں روپوش رہے اور جلد جلد اپنی جائے قیام کو تبدیل کرتے رہے۔ غرض حضرت حسن بن علیؓ کی اولاد میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو قید نہ ہو گیا ہو یا اپنی جان بچانے کے لئے چُھپا چُھپا نہ پھرتا ہو۔ سنہ ۱۴۴ھ کے ماہ ذالحجہ میں منصور حج کرنے گیا اور محمد بن عمران بن ابراہیم بن طلحہ اور مالک بن انس کو یہ پیغام دے کر اولادِ حسنؓ کے پاس قید خانہ میں بھیجا کہ محمد و ابراہیم دونوں بھائیوں کو ہمارے سپرد کر دو۔ ان دونوں کے باپ عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسنؓ نے ان دونوں کے حال سے اپنی لاعلمی بیان کر کے خود منصور کے پاس حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ منصور نے کہا کہ جب تک اپنے دونوں بیٹوں کو حاضر نہ کرے میں عبداللہ بن حسن سے ملنا نہیں چاہتا۔ جب منصور حج سے واپس ہو کر عراق کی جانب آنے لگا تو رباح کو حکم دیا کہ ان قیدیوں کو ہمارے پاس عراق بھیج دو۔ رباح نے

ان سب قیدیوں کو قید خانہ سے نکال کر طوق، ہتکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر بغیر کجاوہ کے اونٹوں پر سوار کرایا اور محافظ دستہ کے ساتھ عراق کی جانب روانہ کر دیا۔ راستے میں محمد و ابراہیم دونوں بھائی بدوؤں کے لباس میں اپنے باپ عبداللہ سے آکر ملے اور خروج کی اجازت چاہی مگر عبداللہ بن حسن نے اُن کو صبر کرنے اور عجلت سے کام نہ لینے کی ہدایت و نصیحت کی۔ یہ قیدی جب منصور کے پاس پہنچے تو منصور نے محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ کو اپنے سامنے بُلا کر گالیاں دیں اور ڈیڑھ سو کوڑے لگوائے۔ محمد بن عبداللہ بن عمرو کا منصور اس لئے دشمن تھا کہ اہل شام اُن کے ہوا خواہ تھے اور مُلکِ شام میں اُن کا بہت اثر تھا۔

ان قیدیوں کے عراق میں منتقل ہو جانے کے بعد محمد مہدی نے اپنے بھائی ابراہیم کو عراق و خراسان کی طرف روانہ کر دیا کہ تم وہاں جا کر لوگوں کو دعوت دو اور عباسیوں کی مخالفت پر آمادہ کرو خود محمد مہدی حجاز میں رہے۔ منصور کو اس بات کا یقین تھا کہ محمد مہدی حجاز میں موجود ہیں اُس نے اُن کو دھوکہ دینے اور اُن کا پتہ لگانے کی غرض سے جو تدابیر اختیار کیں اُن میں ایک یہ بھی تھی کہ وہ مسلسل مختلف شہروں کے لوگوں کی طرف سے محمد مہدی کے نام خطوط لکھوا لکھوا کر مکہ و مدینہ کے ایسے لوگوں کے پاس بھجواتا رہتا تھا جن کی نسبت اُس کو شبہ تھا کہ یہ محمد مہدی کے ہمدرد اور اُن کے حال سے باخبر ہیں ان خطوط میں لوگوں کی طرف سے اظہارِ عقیدت اور منصور کی بُرائیاں درج ہوتی تھیں اور خروج کے لئے ترغیب دی جاتی تھی۔ مُدعا منصور کا یہ تھا کہ اس طرح ممکن ہے محمد مہدی تک بھی کوئی جاسوس پہنچ جائے اور وہ گرفتار ہو سکیں۔ یہ مدعا تو حاصل نہ ہوا۔ لیکن یہ ضرور ہوا کہ محمد مہدی کو ایسے خطوط کی اطلاع اپنے دوستوں کے ذریعہ پہنچتی رہی اور اُن کو اپنے ہوا خواہوں اور فدائیوں کا اندازہ کرنے میں کسی قدر غلط فہمی ہو گئی۔ یعنی اُنھوں نے اپنی جماعت کا اندازہ حقیقت سے زیادہ کر لیا۔ اِدھر اُن کے بھائی ابراہیم نے بصرہ، کرمان، اصفہان، خراسان، موصل اور شام وغیرہ کا سفر کر کے جابجا اپنے داعی اور ہمدرد پیدا کر لئے اور منصور کے دارالخلافہ میں آ کر ایک مرتبہ منصور کے دستر خوان پر کھانا کھا گئے اور منصور کو علم نہ ہوا۔ دوسری مرتبہ جب کہ منصور بغداد کی تعمیر کے معائنہ کو آیا ہوا تھا وہ منصور کے آدمیوں میں ملے جُلے اُس کے ساتھ موجود تھے منصور کو جاسوسوں نے اطلاع دی کہ ابراہیم یہاں موجود ہیں۔ مگر اس مرتبہ بھی منصور اُن کو گرفتار نہ کرا سکا۔ اسی طرح محمد مہدی بھی حجاز میں رباح کی سخت ترین کوشش و تلاش کے باوجود

اُس کے ہاتھ نہ آئے۔ آخر ۱۴۵ھ میں ابو عون عاملِ خراسان نے منصور کے پاس ایک تحریر بھیجی کہ خراسان میں مخفی سازش بڑی تیز رفتاری سے ترقی کر رہی ہے اور تمام اہلِ خراسان محمد مہدی کے خروج کا انتظار کر رہے ہیں۔ منصور نے اس تحریر کو پڑھتے ہی محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو قید خانہ سے بُلا کر جلاد کے سپرد کیا اور اُن کا سر اُترواکر خراسان بھیج دیا اس سر کے ساتھ چند آدمی ایسے بھیجے گئے جنھوں نے جاکر قسم کھاکر شہادت دی کہ یہ سر محمد بن عبداللہ کا ہے اور اُن کی دادی کا نام فاطمہ بنتِ رسول اللہ تھا۔ اس طرح اہلِ خراسان کو دھوکا دیا گیا کہ محمد مہدی قتل ہو گئے اور یہ انھیں کا سر ہے۔ پھر منصور نے محمد بن ابراہیم بن حسن کو زندہ ایک ستون میں چنوا دیا۔ اس کے بعد عبداللہ بن حسن بن حسن بن علیؓ اور علی بن حسن بن حسن بن علیؓ کو قتل کیا گیا۔ پھر ابراہیم بن حسن بن حسن بن علیؓ اور عباس بن حسن بن حسن بن علیؓ وغیرہ کو سخت اذیتوں کے ساتھ قتل کیا گیا۔ منصور کی یہ سنگ دلی اور قساوتِ قلبی نہایت حیرت انگیز ہے۔ بنو اُمیہ علویوں کے مخالف اور دشمن تھے اور عباسی تو اب تک علویوں کے ساتھ شیر و شکر چلے آتے تھے۔ بنو اُمیہ کی علویوں سے کوئی قریبی رشتہ داری نہ تھی۔ لیکن عباسیوں اور علویوں کا تو بہت ہی قریبی رشتہ تھا۔ علویوں نے بنو امیہ کی سخت مخالفت کی تھی اور بارہا بنو اُمیہ کے خلاف تیر و تلوار کا استعمال کر چکے تھے۔ لیکن بنو عباس کے خلاف ابھی تک اُنھوں نے کوئی جنگی مظاہرہ بھی نہیں کیا تھا۔ ان تمام باتوں کو ذہن میں رکھو اور سوچو کہ بنو اُمیہ نے کسی علوی کو اس طرح محض شبہ میں گرفتار کر کے قتل نہیں کیا۔ بلکہ اُن کے ہاتھ سے وہی علوی قتل ہوئے جو میدانِ جنگ میں لڑتے ہوئے مارے گئے مگر منصور نے بالکل بے گناہ اولاد حسنؓ کے کتنے افراد کس قساوتِ قلبی اور بے دردی کے ساتھ قتل کیے ہیں۔ منصور کا یہ قتلِ ساداتِ جرم و گناہ کے اعتبار سے یزید بن معاویہ کے قتلِ حسینؓ سے بہت بڑھ چڑھ کر نظر آتا ہے۔ شاید اسی کا نام دنیا ہے جس کی ہوس میں انسان اندھا ہو کر ہر ایک ناشدنی کام کر گذرتا ہے۔

محمد مہدی نفس زکیہ کا خروج

جب منصور نے عبداللہ بن حسن اور دوسرے افرادِ آلِ حسن کو قتل کرا دیا تو محمد مہدی نے اس خبر کو سُن کر زیادہ انتظار مناسب نہ سمجھا۔ اُن کو یہ بھی یقین تھا کہ لوگ ہمارا

ساتھ دینے اور منصور کی خلافت کرنے کے لئے ہر جگہ تیار ہیں چنانچہ اُنھوں نے اپنے مدینہ کے دوستوں سے خروج کا مشورہ کیا اتفاقاً عاملِ مدینہ ریاح کو جاسوسوں کے ذریعہ اس کی اطلاع ہوگئی کہ آج محمد مہدی خروج کرنے والے ہیں اُس نے جعفر بن محمد بن حسین اور حسین بن علی بن حسین اور چند قریشیوں کو بُلا کر کہا کہ اگر محمد مہدی نے خروج کیا تو میں تم کو قتل کر دوں گا۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ تکبیر کی آواز آئی اور معلوم ہوا کہ محمد مہدی نے خروج کیا ہے۔ ابتداءً اُن کے ساتھ صرف ڈیڑھ سو آدمی تھے اُنھوں نے سب سے پہلے قید خانہ کی طرف جاکر محمد بن خالد بن عبد اللہ قسری اور اُس کے بھتیجے تدیر بن یزید بن خالد اور اُن لوگوں کو جو اُن کے ساتھ قید تھے آزاد کیا۔ پھر دارالامارۃ کی طرف آکر ریاح اور اُس کے بھائی عباس اور ابن مُسلم بن عقبہ کو گرفتار کرکے قید کر دیا۔ اس کے بعد مسجد کی طرف آئے اور خطبہ دیا جس میں منصور کی بُری عادات اور افعالِ مجرمانہ کا ذکر کرکے لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کے برتاؤ کا وعدہ کیا اور اُن سے امداد کے خواہاں ہوئے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ کے عہدۂ قضا پر عثمان بن محمد بن خالد بن زبیر کو اسلحہ خانہ پر۔ عبد العزیز بن مطلب بن عبد اللہ مخزومی کو محکمہ پولیس پر۔ عثمان بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب کو مقرر کیا اور محمد بن عبد العزیز کے پاس ملامتانہ پیام بھیجا کہ تم کیوں گھر میں چھُپ کر بیٹھ رہے۔ محمد بن عبد العزیز نے امداد کا وعدہ کیا۔ اسمٰعیل بن عبد اللہ بن جعفر نے محمد مہدی کی بیعت نہیں کی اسی طرح اور بھی چند شخصوں نے بیعت سے اعراض کیا محمد مہدی کے خروج اور ریاح کے مقید ہونے کے نو دن بعد منصور کے پاس خبر پہنچی۔ وہ یہ سُن کر سخت پریشان ہوا۔ فوراً کوفہ میں آیا۔ اور کوفہ سے ایک خط بطور امان نامہ محمد مہدی کے نام لکھ کر روانہ کیا۔ اس خط میں منصور نے لکھا تھا کہ:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذالک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم۔ میرے اور تمھارے درمیان اللہ اور اُس کے رسول کا عہد و میثاق اور ذمہ ہے کہ میں تم کو تمھارے اہلِ خاندان

کو اور تمھارے متبعین کو جان اور مال و اسباب کی امان دیتا ہوں نیز اب تک تم نے جو خوں ریزی کی ہو یا کسی کا مال لے لیا ہو اُس سے بھی در گذر کرتا اور تم کو ایک لاکھ درم اور دیتا ہوں ۔ اس کے علاوہ جو تمھاری اور کوئی حاجت ہوگی وہ بھی پوری کر دی جائے گی جس شہر کو تم پسند کرو گے اُسی میں مقیم کئے جاؤ گے جو لوگ تمھارے شریک ہیں ان کو امن دینے کے بعد اُن سے کبھی مواخذہ نہ کروں گا ۔ اگر تم ان باتوں کے متعلق اپنا اطمینان کرنا چاہو تو اپنے معتمد کو میرے پاس بھیج کر مجھ سے عہد نامہ لکھوا لو اور ہر طرح مطمئن ہو جاؤ"

یہ خط جب محمد مہدی کے پاس پہنچا تو انھوں نے جواب میں لکھا کہ

"طسم ۔ تلک آیات الکتاب المبین ۔ نتلو علیک من نبا ء موسیٰ و فرعون بالحق لقوم یؤمنون ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعاً یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابناءھم ویستحی نساءھم انہٗ کان من المفسدین و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃً و نجعلھم الوارثین ونمکن لھم فی الارض ونری فرعون وھامان وجنودھما منھم ما کانوا یحذرون ۔ ہم تمھارے لئے ویسا ہی امان پیش کرتے ہیں جیسا کہ تم نے ہمارے لئے پیش کیا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت ہمارا حق ہے تم ہمارے ہی سبب سے اس کے مدعی ہوئے اور ہمارے ہی گروہ والے بن کر حکومت حاصل کرنے کو نکلے اور اسی لئے کامیاب ہوئے ہمارا باپ علی وصی اور امام تھا تم اُس کی ولایت کے وارث کس طرح ہو گئے ۔ ؟ حالانکہ اُن کی اولاد موجود ہے ۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہم جیسے شریف و صحیح النسب لوگوں نے حکومت کی خواہش نہیں کی ۔ ہم ملعونوں اور مردودوں کے بیٹے نہیں ہیں ۔ بنو ہاشم میں کوئی شخص بھی قرابت و سابقیت و فضیلت میں ہمارا ہمسر نہیں ہے زمانۂ جاہلیت میں ہم فاطمہ بنت عمرو کی اولاد سے ہیں اور اسلام میں فاطمہ بنت رسول اللہ کی اولاد ہیں ۔ خدائے تعالےٰ نے ہم کو تم سے برتر و بہتر بنایا ہے ۔ نبیوں میں ہمارے باپ محمد صلعم ہیں جو

سب سے افضل ہیں اور سلف میں علیؓ ہیں جنھوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور ازواج مطہرات میں سب سے پہلے خدیجۃ الکبریٰؓ نے قبلہ کی طرف نماز پڑھی۔ لڑکیوں میں فاطمہ سیدۃ النساء دختر رسول اللہ ہیں جن کو تمام جہان کی عورتوں پر فضیلت ہے۔ مولودین اسلام میں حسن و حسین ہیں جو اہلِ جنت کے سردار ہیں۔ ہاشم سے علی کا دوہرا سلسلۂ قرابت ہے اور حسن کا عبدالمطلب سے دوہرا سلسلۂ قرابت ہے۔ میں باعتبار نسب کے بہترین بنی ہاشم ہوں۔ میرا باپ بنی ہاشم کے مشاہیر میں سے ہے مجھ میں کسی عجمی کی آمیزش نہیں اور نہ مجھ میں کسی لونڈی باندی کا اثر ہے میں اپنے اور تمھارے درمیان خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اگر تم میری اطاعت اختیار کر لو گے تو میں تم کو تمھاری جان و مال کی امان دیتا ہوں اور ہر ایک بات سے جس کے تم مرتکب ہو چکے ہو درگذر کرتا ہوں۔ مگر کسی حد کا حدود اللہ سے یا کسی مسلمان کے حق یا معاہدہ کا میں ذمہ دار نہ ہوں گا۔ کیونکہ اس معاملہ میں جیسا کہ تم جانتے ہو۔ میں مجبور ہوں یقیناً میں تم سے زیادہ مستحقِ خلافت اور عہد کا پورا کرنے والا ہوں تم نے مجھ سے پہلے بھی چند لوگوں کو امان اور قول دیا تھا۔ پس تم مجھے کون سی امان دیتے ہو۔ آیا امان ابن ہبیرہ کی۔ یا امان اپنے چچا عبداللہ بن علی کی۔ یا امان ابو مسلم کی۔

منصور کے پاس جب یہ خط پہنچا تو اُس نے بہت پیچ و تاب کھایا اور ذیل کا خط لکھ کر محمد مہدی کے پاس روانہ کیا۔

"میں نے تمھارا خط پڑھا۔ تمھارے فخر کا دارومدار عورتوں کی قرابت پر ہے جس سے جاہل بازاری لوگ دھوکا کھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چچاؤں۔ باپوں اور ولیوں کی طرح نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے چچا کو باپ کا قائم مقام بنایا ہے اور اپنی کتاب میں اس کو قریب ترین ماں پر مقدم کیا ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ عورتوں کی قرابت کا پاس و لحاظ کرتا تو آمنہ (مادرِ رسول اللہ صلعم) جنت میں داخل ہونے والوں کی سردار ہوتیں۔ خدا تعالےٰ نے اپنی مرضی کے موافق جس کو چاہا برگزیدہ کیا اور تم نے جو فاطمہ ام ابی طالب کا ذکر کیا ہے تو اُس کی حالت یہ ہے کہ خدا نے اُس کے کسی لڑکے اور کسی لڑکی کو

اسلام نصیب نہیں کیا اگر اللہ تعالےٰ مردوں میں سے کسی کو بوجہ قرابت برگزیدہ کرتا تو عبد اللہ بن عبد المطلب کو اور بے شک وہ ہر طرح بہتر تھے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے دین کے لئے جس کو چاہا اختیار کیا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء وھو اعلم بالمھتدین اور جب اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کو مبعوث کیا تو اس وقت آپ کے چار چچا موجود تھے پس اللہ تعالےٰ نے آیہ کریمہ وانذر عشیرتک الاقربین نازل فرمائی۔ چنانچہ آپ نے ان لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا اور دینِ حق کی طرف بلایا ان چاروں میں سے دو نے اس دینِ حق کو قبول کر لیا جن میں سے ایک میرا باپ تھا اور دو نے دینِ حق کے قبول کرنے سے انکار کیا ان میں سے ایک تمھارا باپ (ابو طالب) تھا لہٰذا اللہ تعالےٰ نے ان دونوں کا سلسلۂ ولایت آپ سے منقطع کر دیا اور آپ میں اور ان دونوں میں کوئی عزیزداری اور میراث قائم نہ کی۔ حسن کی بابت جو تم نے یہ لکھا ہے کہ عبد المطلب سے ان کا دوہرا سلسلۂ قرابت ہے اور پھر تم کو رسول اللہؐ سے دوہرا رشتۂ قرابت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم خیر الاولین والاخرین ہیں۔ ان کو ہاشم و عبد المطلب سے ایک پدری تعلق تھا تمھارا یہ خیال ہے کہ تم بہترین بنو ہاشم ہو اور تمھارے ماں باپ ان میں زیادہ مشہور تھے اور تم میں عجمیوں کا میل اور کسی لونڈی کا لگاؤ نہیں ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم نے کل بنو ہاشم سے اپنے آپ کو زیادہ مفتخر بنایا ہے۔ ذرا غور تو کرو تم پر تُف ہے۔ کل خدائے تعالیٰ کو کیا جواب دو گے تم نے حد سے زیادہ تجاوز کیا اور اپنے آپ کو اس سے بہتر بتایا جو تم سے ذات و صفات میں بہتر ہے یعنی ابراہیم بن رسول اللہ بالخصوص تمھارے باپ کی اولاد میں کوئی بہتر و اہلِ فضل سوائے کنیزک زادوں کے نہیں ہے۔ بعد وفات رسول اللہ صلعم کے تم میں علی بن حسین یعنی امام زین العابدین سے افضل کوئی شخص پیدا نہیں ہوا اور وہ کنیزک کے لڑکے اور بلا شبہ تمھارے دادا حسن بن حسن سے

بہتر ہیں ان کے بعد تم میں کوئی شخص پیدا محمد بن علی کی مانند نہیں ہوا اُن کی دادی کنیزک تھیں اور وہ تمھارے باپ سے بہتر ہیں اُن کے لڑکے جعفر تم سے بہتر ہیں اور اُن کی دادی کنیزک تھیں۔ تمھارا یہ کہنا غلط ہے کہ ہم محمد رسول اللہ صلعم کے بیٹے ہیں کیونکہ خدائے تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم۔ ہاں تم اُن کی لڑکی کے لڑکے ہو اور بے شک یہ قرابت قریبہ ہے۔ مگر اس کو میراث نہیں پہنچ سکتی اور نہ یہ ولایت کی وارث ہوسکتی ہے اور نہ اس کو امامت جائز ہے۔ پس اس قرابت کے ذریعہ تم کس طرح وارث ہو سکتے ہو۔ تمھارے باپ نے ہر طرح اس کی خواہش کی تھی فاطمہ کو دن میں نکالا۔ اُن کی بیماری کو چھپایا اور رات کے وقت اُن کو دفن کیا۔ مگر لوگوں نے سوائے شیخین کے کسی کو منظور نہ کیا۔ تمام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ نانا۔ ماموں اور خالہ مورث نہیں ہوتے۔ پھر تم نے علی اور اُن کے سابق بالاسلام ہونے کی وجہ سے فخر کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے وفات کے وقت دوسرے کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ بعدازاں لوگ ایک کے بعد دوسرے کو امام بناتے گئے اور اُن کو منتخب نہ کیا۔ حالانکہ یہ بھی اُن چھ شخصوں میں سے تھے لیکن سبھوں نے اُن کو اس امر کے قابل نہ سمجھ کر چھوڑ دیا اور اس معاملہ میں ان کو حق دار نہ سمجھا۔ عبدالرحمٰنؓ نے تو ان پر عثمانؓ کو مقدم کر دیا اور وہ اس معاملہ میں متہم بھی ہیں۔ طلحہؓ وزبیرؓ ان سے لڑے سعدؓ نے ان کی بیعت سے انکار کیا بعدازاں معاویہؓ کی بیعت کی۔ بعد اس کے تمھارے باپ نے پھر خلافت کی تمنا کی اور لڑے۔ اُن سے اُن کے ساتھی جدا ہو گئے اور حکم مقرر کرنے سے پہلے اُن کے ہواخواہ اُن کے مستحق ہونے کی بابت مشکوک ہو گئے۔ پھر اُنھوں نے رضامندی سے دو شخصوں کو حاکم مقرر کیا۔ ان دونوں نے اُن کی معزولی پر اتفاق کر لیا۔ پھر حسنؓ خلیفہ ہوئے۔ اُنھوں نے خلافت کو معاویہؓ کے ہاتھ کپڑوں اور درہموں کے عوض فروخت کر ڈالا۔ اور اپنے ہوا خواہوں کو معاویہؓ کے سپرد کر دیا۔ اور حکومت نا اہل کو سونپ دی

پس اگر اس میں تمھارا کوئی حق بھی تھا تو تم اُس کو فروخت کر چکے اور قیمت وصول کرلی۔ پھر تمھارے چچا حسینؓ نے ابنِ مرجانہ (ابنِ زیاد) پر خروج کیا لوگوں نے تمھارے چچا کے خلاف، اُس کا ساتھ دیا یہاں تک کہ لوگوں نے تمھارے چچا کو قتل کیا اور اُن کا سر کاٹ کر اُس کے پاس لے آئے۔ پھر تم لوگوں نے بنو اُمیہ پر خروج کیا۔ اُنھوں نے تم کو قتل کیا۔ خرما کی ڈالیوں پر سولی دی۔ آگ میں جلایا، شہر بدر کردیا۔ یحییٰ بن زید کو خراسان میں قتل کیا تمھارے ذکور کو قتل کیا۔ لڑکوں اور عورتوں کو قید کرلیا اور بغیر پردہ کے اونٹوں پر سوار کرکے تجارتی لونڈیوں کی طرح شام بھیج دیا۔ یہاں تک کہ ہم نے اُن پر خروج کیا اور ہم نے تمھارا معاوضہ طلب کیا چنانچہ تمھارے خونوں کا بدلہ ہم نے لے لیا۔ اور ہم نے تم کو اُن کی زمین وجائداد کا مالک بنایا۔ ہم نے تمھارے بزرگوں کو فضیلت دی اور معزز بنایا۔ کیا تم اُس کے ذریعہ ہم کو ملزم بنانا چاہتے ہو۔ شاید تم کو یہ دھوکا لگا ہے کہ تمھارے باپ کا حمزہؓ وعباسؓ اور جعفرؓ پر مقدم ہونے کی وجہ سے ہم ذکر کیا کرتے تھے۔ حالانکہ جو کچھ تم نے سمجھا ہے وہ بات نہیں ہے۔ یہ لوگ تو دنیا سے ایسے صاف گئے کہ سب لوگ اُن کے مطیع تھے اور اُن کے افضل ہونے کے قائل تھے مگر تمھارا باپ جدال وقتال میں بتلا کیا گیا۔ بنو اُمیہ اُن پر اسی طرح لعنت کرتے تھے جیسے کفار پر نماز فرائض میں کی جاتی ہے پس ہم نے جھگڑا کیا اُن کے فضائل بیان کئے۔ بنو اُمیہ پر سختی کی اور اُن کو سزا دی۔ تم کو معلوم ہے کہ ہم لوگوں کی بزرگی جاہلیت میں حجاج کے پانی پلانے کی وجہ سے تھی اور یہ بات تمام بھائیوں میں صرف عباسؓ ہی کو حاصل تھی۔ تمھارے باپ نے اس کے متعلق ہم سے جھگڑا کیا۔ عمر فاروقؓ نے ہمارے حق میں فیصلہ کیا پس اس کے مالک جاہلیت اور اسلام میں ہم ہی رہے جن دنوں مدینہ میں قحط پڑا تھا تو عمر فاروقؓ نے اپنے رب سے پانی مانگنے میں ہمارے ہی باپ کے ذریعہ توسل کیا تھا اور اللہ تعالےٰ نے پانی برسایا تھا۔ حالانکہ تمھارے باپ اُس وقت موجود تھے اُن کا توسل نہیں کیا تم جانتے ہو کہ جب آنحضرت صلعم نے وفات پائی ہے تو بنی عبدالمطلب میں سے کوئی شخص سوائے عباسؓ کے باقی نہ تھا۔ پس وراثت چچا کی طرف منتقل ہوگئی۔ پھر بنی ہاشم میں سے کئی شخصوں نے خلافت کی خواہش کی۔ مگر

سوائے عباس کی اولاد کے کوئی کامیاب نہ ہوا۔ سقایت تو اُن کی تھی ہی، نبی کی میراث بھی اُن کی طرف منتقل ہو گئی اور خلافت اُن کی اولاد میں آ گئی۔ غرض دنیا و آخرت اور جاہلیت و اسلام کا کوئی شرف باقی نہ رہا۔ جس کے وارث و مورث عباسؓ نہ ہوئے ہیں۔ جب اسلام شائع ہوا ہے تو عباسؓ اُس وقت ابو طالب اور اُن کی اولاد کے کفیل تھے اور قحط کی حالت میں اُن کی دست گیری کرتے تھے۔ اگر بدر میں عباسؓ کو بالکراہ نہ نکالا جاتا تو ابی طالب و عقیل بھوکے مرجاتے اور عتبہ و شیبہ کے برتن چاٹتے رہتے لیکن عباسؓ اُن کو کھانا کھلا رہے تھے۔ انھوں نے ہی تمھاری آبرو رکھی غلامی سے بچایا۔ کھانے کپڑے کی کفالت کرتے رہے۔ پھر جنگ بدر میں عقیل کو فدیہ دے کر چھڑایا۔ پس تم ہمارے سامنے کیا تفاخر جتاتے ہو۔ ہم نے تمھارے عیال کی کفر میں بھی خبر گیری کی۔ تمھارا فدیہ دیا۔ تمھارے بزرگوں کی ناموس کو بچایا۔ اور ہم خاتم الانبیاء کے وارث ہوئے۔ تمھارا بدلہ بھی ہم نے لیا اور جس چیز سے تم عاجز ہو گئے تھے اور حاصل نہ کر سکتے تھے۔ اُس کو ہم نے حاصل کر لیا ـــــــــــ والسلام۔

تفاخرِ نسبی کے معاملہ میں بے شک محمد مہدی کی طرف سے ابتدا ہوئی تھی اور منصور نے جو کچھ جواباً لکھا ہے۔ مگر منصور اس جواب میں حد سے بڑھ گیا ہے۔ محمد مہدی نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کچھ نہیں لکھا تھا۔ منصور نے بلا وجہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی شان میں گستاخانہ الفاظ لکھے منصور نے یہ بھی سخت بہتان باندھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمۃ الزہرا کو خلافت حاصل کرنے کے لئے دن کے وقت باہر نکالا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شان میں بھی منصور نے بڑی بدتمیزی اور گستاخی کی ہے اُنھوں نے خلافت کو فروخت نہیں کیا بلکہ اُنھوں نے مسلمانوں کے دو گروہوں میں جو آپس میں لڑتے تھے۔ اتفاق اور صلح کو قائم کر کے آنحضرت صلعم کی ایک پیش گوئی کو پورا کیا تھا۔ حضرت عباسؓ نے ضرور ابی طالب کی امداد کی تھی اور عقیل کو اپنے پاس رکھ کر پرورش کرتے تھے۔ لیکن ایسی باتوں کا زبان پر لانا اور طعنہ دینا شرفا کا کام نہیں۔ بلکہ اس قسم کے احسانات کو زبان پر لانا کمینہ پن کی علامت سمجھی جاتی ہے منصور نے ان باتوں کو زبان پر لا کر اپنی پرستارزادگی کا اظہار کر دیا ہے۔

محمد مہدی نے مدینہ کے انتظام سے فارغ ہو کر محمد بن حسن بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کو مکہ کی طرف روانہ کیا۔ قاسم بن اسحٰق کو یمن کی امارت پر اور موسیٰ بن عبداللہ کو شام کی امارت پر مامور کر کے

رخصت کیا۔ چنانچہ محمد بن حسن اور قاسم بن اسحٰق دونوں مدینہ سے ساتھ ہی روانہ ہوئے عامل مکہ نے مقابلہ کر کے شکست کھائی اور محمد بن حسن نے مکہ پر قبضہ کر لیا۔

منصور نے مندرجہ بالا خط روانہ کرنے کے بعد عیسٰی بن موسٰی کو محمد مہدی سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ عیسٰی کے ساتھ محمد بن سفاح۔ کثیر بن حصین عبدی اور حمید بن قحطبہ کو بھی روانہ کیا۔ روانگی کے وقت عیسٰی بن موسٰی اور دوسرے سرداروں کو یہ تاکید کر دی کہ اگر تم کو محمد مہدی پر کامیابی حاصل ہو جائے تو اُن کو امان دے دینا اور قتل نہ کرنا۔ اور اگر وہ روپوش ہو جائیں تو اہلِ مدینہ کو گرفتار کر لینا۔ وہ اُن کے حالات سے خوب واقف ہیں آلِ ابی طالب میں سے جو شخص تمھاری ملاقات کو آئے اُس کا نام لکھ کر میرے پاس بھیج دینا اور جو شخص نہ ملے اُس کا مال و اسباب ضبط کر لینا۔ عیسٰی بن موسٰی جب مقام فید میں پہنچا تو اُس نے خطوط بھیج کر مدینہ کے چند شخصوں کو اپنے پاس طلب کیا۔ چنانچہ عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب۔ اُن کے بھائی عمر بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب اور ابو عقیل محمد بن عبداللہ بن عقیل مدینہ سے نکل کر عیسٰی کی طرف روانہ ہو گئے۔ محمد مہدی کو عیسٰی کے آنے کی خبر پہنچی تو اُنھوں نے اپنے مصاحبوں سے مشورہ لیا کہ ہم کو مدینہ سے نکل کر مقابلہ کرنا چاہیئے یا مدینہ میں رہ کر مدافعت کرنی چاہیئے مشیروں میں اختلاف رائے ہوا تو محمد مہدی نے آنحضرت صلعم کی اقتدا و پیروی کے خیال سے اسی خندق کے کھودنے کا حکم دیا جس کو آنحضرت صلعم نے غزوۂ احزاب میں کھدوایا تھا۔ اسی اثناء میں عیسٰی بن موسٰی نے مقام اعوص میں پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ محمد مہدی نے مدینہ والوں کو باہر نکل کر مقابلہ کرنے سے منع کر دیا تھا۔ اور کوئی شخص مدینہ سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ لیکن جب عیسٰی بن موسٰی قریب پہنچا تو انھوں نے مدینہ سے نکلنے کی اجازت دے دی۔ یہ محمد مہدی کی غلطی تھی کہ پہلے امتناعی حکم کو منسوخ کر دیا۔ اہلِ مدینہ کا ایک جمِ غفیر معہ اہل و عیال نکل کر بغرض حفاظت پہاڑوں کی طرف چلا گیا اور مدینہ میں بہت ہی تھوڑے آدمی محمد مہدی کے پاس رہ گئے۔ اُس وقت اُن کو اپنی غلطی محسوس ہوئی اور اُن لوگوں کے واپس لانے کے لئے آدمی بھیجے مگر وہ واپس نہ آئے عیسٰی نے اعوص سے کوچ کر کے مدینہ منورہ سے چار میل کے فاصلہ پر قیام کیا اور ایک دستۂ فوج کو مکہ کے راستے پر متعین کر دیا کہ بعد شکست محمد مہدی مکہ کی طرف نہ جا سکیں۔ اس کے بعد محمد مہدی کے پاس پیغام بھیجا کہ خلیفہ منصور تم کو

امان دیتے اور کتاب و سنت کے فیصلہ کی طرف بلاتے ہیں اور بغاوت کے انجام سے ڈراتے ہیں۔ محمد مہدی نے جواب میں کہلا بھجوایا کہ میں ایک ایسا شخص ہوں جو قتل کے خوف سے کبھی نہیں بھاگا ہے۔ ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۵ھ کو عیسیٰ بن موسیٰ آگے بڑھ کر مقام جرف میں آکر خیمہ زن ہوا۔ ۱۴ رمضان المبارک کو اس نے ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا کہ "اے اہلِ مدینہ میں تم کو امان دیتا ہوں بشرطیکہ تم میرے اور محمد مہدی کے درمیان حائل نہ ہو اور غیر جانب دار ہو جاؤ"۔ اہلِ مدینہ اس آواز کو سن کر گالیاں دینے لگے۔ عیسیٰ واپس چلا گیا۔ دوسرے دن پھر اسی مقام پر لڑائی کے ارادے سے گیا اور اپنے سرداروں کو مدینہ کے چاروں طرف پھیلا دیا۔ محمد مہدی بھی مقابلہ کے لیے میدان میں نکلے۔ اُن کا عَلَم عثمان بن محمد بن خالد بن زبیرؓ کے ہاتھ میں اور اُن کا شعار احد احد تھا۔ محمد مہدی کی طرف سے ابو غلمش سب سے پہلے میدان میں نکلا اور للکار کر اپنا ہم نبرد طلب کیا۔ عیسیٰ کی طرف سے یکے بعد دیگرے کئی نامور بہادر اُس کے مقابلہ کو نکلے اور سب مارے گئے۔ اس کے بعد جنگ مغلوبہ شروع ہوئی طرفین سے بہادری کے نہایت اعلیٰ اور انتہائی نمونے دکھائے گئے۔ ان لڑنے والی دونوں فوجوں کے سپہ سالاروں نے بھی شمشیر زنی اور صف شکنی میں حیرت انگیز جواں مردی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد عیسیٰ کے حکم سے حمید بن قحطبہ نے پیادوں کو لے کر خندق کے قریب کی دیوار کا رُخ کیا محمد مہدی کے ہمراہیوں نے تیر باری سے اُس کو روکنا چاہا مگر حمید نے اس تیر باری میں اپنے آپ کو مستقل رکھ کر پیش قدمی کو جاری رکھا اور بڑی مشکل سے دیوار تک پہنچ کر اُس کو منہدم کر دیا اور خندق کو بھی طے کر کے محمد مہدی کی فوج سے دست بدست لڑائی شروع کر دی عیسیٰ کو موقعہ مل گیا اُس نے فوراً خندق کو کئی مقامات سے پاٹ کر راستے بنا دیے اور سواران لشکر خندق کو عبور کر کے محمد مہدی کی فوج پر حملہ آور ہوئے اور بڑے گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ محمد مہدی کی فوج بہت ہی تھوڑی تھی اور حملہ آور لشکر تعداد میں کئی گُنا زیادہ اور سامان حرب و اسلحہ جنگ سے خوب آراستہ تھا مگر صبح سے لے کر نماز عصر تک برابر تلوار چلتی رہی۔ محمد مہدی نے اپنے ہمراہیوں کو عام اجازت دے دی کہ جس کا جی چاہے وہ اپنی جان بچا کر چلا جائے۔ محمد مہدی کے ہمراہیوں نے بار بار اور باصرار کہا کہ اس وقت آپ اپنی جان بچا کر بصرہ یا مکہ کی طرف چلے جائیں اور پھر سامان و جمعیت فراہم کر کے میدانِ جنگ کریں مگر محمد مہدی نے

ہر ایک کو یہی جواب دیا کہ تم اگر اپنی جان بچانا چاہو تو چلے جاؤ لیکن میں دشمن کے مقابلے سے فرار نہیں ہو سکتا۔ آخر محمد مہدی کے ہمراہ کل تین سو آدمی رہ گئے اُس وقت اُن کے ہمراہیوں میں سے عیسیٰ بن خضیر نے جا کر وہ رجسٹر جس میں بیعت کرنے والوں کے نام درج ہوتے تھے جلا دیا اور قید خانہ میں آکر رباح بن عثمان اور اُس کے بھائیوں کو قتل کیا۔ محمد بن قسرنی نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر لیا تھا وہ بچ گیا۔ یہ کام کر کے عیسیٰ بن خضیر محمد مہدی کے پاس آکر پھر لڑنے لگا۔ اب محمد مہدی کے ہمراہیوں نے اپنی سواریوں کے پاؤں کاٹ ڈالے اور تلواروں کے نیام توڑ کر پھینک دیئے اور مرنے مارنے پر قسمیں کھا کر دشمنوں پر حملہ آور ہوئے یہ حملہ ایسا سخت اور ہیبت ناک تھا کہ عیسیٰ کی فوج شکست کھا کر میدان سے بھاگی مگر چند آدمی اُس کی فوج کے پہاڑ پر چڑھ گئے اور پہاڑ کے دوسری طرف اُتر کر مدینہ میں آگئے اور ایک عباسیہ عورت کی سیاہ اوڑھنی لے کر اُس کو مسجد کے منارہ پر پھریرہ کی طرح اڑایا۔ یہ حالت دیکھ کر محمد مہدی کے ہمراہیوں کے اوسان خطا ہو گئے اور یہ سمجھ کر کہ عیسیٰ کی فوج نے مدینہ پر قبضہ کر لیا ہے پیچھے کو لوٹے۔ عیسیٰ کے مفرور سپاہیوں کو موقعہ مل گیا۔ وہ ہمت کر کے پھر مقابلہ پر آئے اور اُس کے لشکر کی ایک جماعت بنو غفار کے محلہ کی طرف سے مدینہ میں داخل ہو کر مدینہ کی طرف سے محمد مہدی کے مقابلہ کو نکل آئی۔ یہ تمام صورتیں بالکل خلافِ اُمید واقع ہوئیں۔ محمد مہدی کو یہ بھی امید نہ تھی کہ بنو غفار دشمنوں کو راستہ دے دیں گے یہ دیکھ کر محمد مہدی نے آگے بڑھ کر حمید بن قحطبہ کو مقابلہ کے لئے للکارا لیکن حمید اُن کے مقابلہ پر نہ آیا۔ محمد مہدی کے ہمراہیوں نے پھر ان دشمنوں پر حملہ کیا۔ عیسیٰ بن خضیر بڑی بہادری اور جاں بازی سے لڑ رہا تھا۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے آگے بڑھ کر اُس کو پکارا اور کہا کہ میں تم کو امان دیتا ہوں تم لڑنا چھوڑ دو لیکن عیسیٰ بن خضیر نے اُس کی بات پر مطلق توجہ نہ کی اور برابر مصروفِ قتال رہا آخر لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو کر گر پڑا۔ محمد مہدی اُس کی لاش پر لڑنے لگے۔ عیسیٰ بن موسیٰ کے لشکری ہر چہار طرف سے اُن پر حملہ آور تھے اور وہ بڑی بہادری سے حملہ آوروں کو جواب دیتے اور پسپا کر دیتے تھے۔ محمد مہدی نے اس وقت وہ بہادری دکھائی اور اپنی شجاعت و سپہ گری کی وہ دھاک بٹھائی کہ عیسیٰ بن موسیٰ کے لشکر میں کسی کو اُن کے مقابلے کی تاب نہ تھی۔ آخر ایک شخص نے پیچھے سے لپک کر اُن کی کمر میں ایک نیزہ مارا اس زخم کے صدمے سے وہ جوں ہی ذرا جھکے تو حمید بن قحطبہ نے آگے سے لپک کر اُن کے سینہ میں نیزہ مارا۔ آگے اور پیچھے سے دو نیزے جب جسم کے پار ہو گئے تو وہ زمین پر گر پڑے قحطبہ نے فوراً گھوڑے سے اُتر کر اُن کا سر اُتار لیا

اور عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس لے کر آیا اس شیر نر کے قتل ہونے ہی مدینہ عیسیٰ بن موسیٰ کے قبضہ و تصرف میں تھا۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے محمد مہدی کا سر اور فتح کا بشارت نامہ محمد بن ابی الکرام بن عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن جعفر اور قاسم بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب کے ہاتھ منصور کی خدمت میں روانہ کیا۔ یہ حادثہ ۱۵ رمضان المبارک یوم دوشنبہ ۱۴۵ھ عصر و مغرب کے درمیان وقوع پذیر ہوا۔ محمد مہدی کی لاش کو عیسیٰ بن موسیٰ نے مدینہ و ثنیۃ الوداع کے درمیان سولی پر لٹکا دیا اُن کی بہن زینب نے اجازت حاصل کر کے اس لاش کو لے کر بقیع میں دفن کر دیا۔ اس لڑائی میں محمد مہدی کا بھائی موسیٰ بن عبداللہ حمزہ بن عبداللہ بن محمد بن علی بن حسین و علی پسران زید بن علی بن حسین بن علی و زید پسران محمد بن زید پسران حسن بن زید بن حسن محمد مہدی کے ساتھ تھے اور تعجب کی بات یہ ہے کہ آخر الذکر علی و زید کے باپ حسن بن زید بن حسن منصور کے مددگار تھے۔ اسی طرح بہت سے ہاشمی و علوی ایسے تھے کہ باپ ایک طرف مصروف جنگ ہے تو بیٹا دوسری طرف سے لڑ رہا ہے۔ غالباً بنو اُمیہ کے قتل اور اُن کی بربادی کے نظارے دیکھ کر بہت سے علوی سہم گئے تھے جیسا کہ علی بن حسین (زین العابدین) کربلا کا نظارہ دیکھکر اس قدر متاثر تھے کہ کبھی بنو اُمیہ کے خلاف کوئی کام نہیں کیا اور بنو اُمیہ کی حمایت و موافقت ہی کا اظہار فرماتے رہے۔ اسی طرح علویوں کے اکثر با اثر افراد بنو عباس کی مخالفت کو موجب تباہی جاننے لگے تھے۔ محمد مہدی کی شکست و ناکامی محض اس وجہ سے ہوئی کہ خود اُن کے خاندان والوں نے اُن کا ساتھ نہیں دیا اور اہلِ خاندان کے ساتھ نہ دینے کا یہ اثر ہوا کہ اور بھی بہت سے لوگ اُن سے الگ رہے۔ چنانچہ محمد مہدی نے جس وقت مدینہ میں لوگوں سے بیعت لی ہے اور رباح بن عثمان کو قید کر کے اپنی خلافت کا اعلان کیا ہے تو اسمٰعیل بن عبداللہ بن جعفر کو بھی جو معمر آدمی تھے بیعت کے لئے بُلوایا انھوں نے جواب میں کہلا بھجوایا کہ "بھتیجے تم مارے جاؤ گے میں تمھاری بیعت کیسے کروں"۔ اسمٰعیل بن عبداللہ کے اس جواب کو سُن کر بعض اشخاص جو بیعت کر چکے تھے پھر گئے اور حمادہ بنت معاویہ نے اسمٰعیل بن عبداللہ کے پاس آکر کہا کہ آپ کے اس کلام سے بہت سے آدمی محمد مہدی سے جدا ہو گئے ہیں مگر میرے بھائی ابھی تک اُن کے ساتھ ہیں مجھ کو ڈر ہے کہ کہیں وہ بھی نہ مارے جائیں۔ غرض رشتہ داروں اور خاندان والوں کی علیٰحدگی نے محمد مہدی کو زیادہ طاقتور نہ ہونے دیا ورنہ بہت زیادہ ممکن تھا

کہ خلافت پھر حسن علیہ السلام کی اولاد میں آجاتی۔ اگر محمد مہدی اس وقت طرح دے جاتے اور مدینہ سے بچ کر نکل جاتے یا ابھی خروج میں جلدی نہ کرتے اور اپنے بھائی ابراہیم کے خروج کا انتظار کر کے دونوں بھائی ایک ہی وقت میں نکلتے تو بھی کامیابی یقینی تھی۔ مگر منصور اور خاندانِ عباسیہ کی خوش قسمتی تھی کہ عباسی لشکر کو محمد اور ابراہیم دونوں کا مقابلہ یکے بعد دیگرے کرنا پڑا اور اُن کی طاقت تقسیم ہونے سے بچ گئی۔

ابراہیم بن عبداللہ کا خروج

منصور جس زمانے میں بغداد کی تعمیر کے معائنہ کو آیا تھا اُس زمانہ میں ابراہیم بن عبداللہ برادر محمد مہدی پوشیدہ طور پر اُس کے ساتھ تھے۔ وہاں سے وہ صاف بچ کر کوفہ چلے آئے اور منصور نے اُن کی گرفتاری کے لئے بڑی کثرت سے ہر شہر میں جاسوس پھیلا دیئے۔ منصور کو جب یہ معلوم ہوا کہ ابراہیم بصرہ میں ہیں تو اُس نے بصرہ کے ہر ایک مکان پر ایک ایک جاسوس مقرر کرایا حالانکہ ابراہیم بن عبداللہ کوفہ میں سفیان بن حبان قمی کے مکان پر مقیم تھے یہ بات بھی مشہور تھی کہ سفیان ابراہیم کا بہت گہرا دوست ہے۔ جاسوسی کی کثرت دیکھکر سفیان گھبرایا اور اُس نے ابراہیم کے صاف نکال دینے کی یہ تدبیر سوچی کہ منصور کے پاس پہنچا اور کہا کہ آپ میرے اور میرے غلاموں کے لئے پروانہ راہداری لکھ دیں اور ایک دستہ فوج میرے ہمراہ کر دیں میں ابراہیم کو جہاں وہ ہوگا گرفتار کر کے لے آؤں گا۔ منصور نے فوراً پروانہ راہداری لکھ کر دے دیا اور ایک چھوٹی سی فوج بھی اُس کے ساتھ کر دی۔ سفیان اپنے گھر میں آیا اور گھر کے اندر جا کر ابراہیم کو اپنے غلاموں کا لباس پہنا کر اور غلاموں کے ساتھ ہمراہ لے کر معہ فوج کوفہ سے چل دیا۔ بصرہ میں آ کر ہر ایک مکان پر دو دو چار چار لشکری مقرر کرتا گیا اس طرح تمام لشکر کے آدمی جب تقسیم ہو گئے اور آخر میں صرف سفیان اور ابراہیم رہ گئے تو ابراہیم کو اہواز کی طرف روانہ کر کے خود بھی روپوش ہو گیا بصرہ میں اُن دنوں سفیان بن معاویہ امیر تھا اُس کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو اس نے لشکریوں کو جو جا بجا منتشر و متعین تھے ایک جگہ جمع کیا اور ابراہیم بن عبداللہ و سفیان بن حبان کی جستجو شروع کی مگر کسی کو نہ پا سکا۔ اہواز میں محمد بن حصین امیر تھا۔ ابراہیم جب اہواز میں پہنچے تو حسن بن حبیب کے مکان میں نردکش ہوئے۔ امیر اہواز کو اتفاقاً جاسوسوں کے ذریعہ معلوم ہو گیا کہ ابراہیم اہواز میں آئے

ہوتے ہیں وہ بھی ان کی تلاش جستجو میں مصروف رہنے لگا۔ ابراہیم عرصہ دراز تک حسن کے مکان میں چھپے رہے اور لوگوں کو اپنی دعوت میں شریک کرتے رہے۔ ۱۴۵ھ میں بصرہ سے یحییٰ بن زیاد بن حیان نبطی نے ابراہیم کو اہواز سے بصرہ میں بلوایا اور بڑی سرگرمی سے لوگوں کو محمد مہدی کی بیعت کی طرف لوگوں کو بلانا شروع کر دیا اہل علم اور بااثر لوگوں کی ایک بڑی جماعت نے بیعت کر لی چار ہزار نام بصرہ والوں کے بیعت کے رجسٹر میں لکھے گئے۔ اسی عرصہ میں محمد مہدی نے مدینہ میں خروج کیا اور ابراہیم کو لکھا کہ تم بھی بصرہ میں خروج کرو۔ منصور نے چند سرداروں کو احتیاطاً بصرہ میں بھیج دیا تھا کہ اگر اس طرف کوئی خطرہ بغاوت کا پیدا ہو تو بصرہ کے عامل سفیان بن معاویہ کی مدد کریں۔ اگر ابراہیم محمد مہدی کے لکھنے کے موافق فوراً خروج کر دیتے تو یقیناً منصور کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے اور ابراہیم و محمد دونوں بھائیوں کو بہت تقویت حاصل ہوتی لیکن اس وقت ابراہیم بصرہ میں بیمار ہو گئے تھے اور بیماری کی وجہ سے انھوں نے خروج میں تامل کیا۔ منصور جب محمد مہدی کے مقابلے کو لشکر روانہ کر چکا تو یکم رمضان ۱۴۵ھ کو ابراہیم نے بصرہ میں خروج کیا اور سفیان بن معاویہ اور ان سرداروں کو جو اس کی مدد کے لیے آئے ہوئے تھے گرفتار کر کے قید کر دیا۔ جعفر و محمد پسران سلیمان بن علی یعنی منصور کے چچا زاد بھائی چھ سو آدمیوں کے ساتھ بصرہ سے باہر ٹھیرے ہوئے تھے یہ بھی منصور کے بھیجے ہوئے تھے ان دونوں بھائیوں نے ابراہیم کے خروج کا حال سنتے ہی حملہ کیا ان چھ سو آدمیوں کے مقابلہ پر صرف پچاس آدمی بھیجے اور ان پچاس آدمیوں نے چھ سو کو شکست دے کر بھگا دیا۔ ابراہیم نے تمام بصرہ پر قابض ہو کر لوگوں سے بیعت عام لی اور امان کی منادی کرادی۔ پھر بیت المال سے بیس لاکھ درم برآمد کرا کر پچاس پچاس درم ہر ایک ہمراہی کو تقسیم کیے۔ پھر مغیرہ کو ایک سو پیادوں کے ہمراہ اہواز کی طرف روانہ کیا۔ اہواز کا عامل محمد بن حصین چار ہزار فوج لے کر مقابلہ کو نکلا لیکن ان ایک سو پیادوں نے چار ہزار کے لشکر کو شکست فاش دی اور مغیرہ نے اہواز پر قبضہ کر لیا۔ ابراہیم نے عمرو بن شداد کو فارس کی طرف بھیجا وہاں کے گورنر اسمٰعیل بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب اور اس کے بھائی عبدالصمد نے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی اور عمرو بن شداد نے صوبۂ فارس پر قبضہ کر لیا اسی طرح ہارون بن شمس عجلی کو واسط کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ ہارون نے منصور کے گورنر ہارون بن حمید ایادی کو شکست دے کر واسط پر قبضہ کر لیا۔ غرض کہ جس روز مدینہ میں محمد مہدی اور عیسیٰ بن موسیٰ کے لشکروں میں لڑائی ہوئی اور محمد مہدی شہید ہوئے اس روز تک بصرہ، فارس، واسط اور عراق کا بڑا حصہ منصور کے قبضے سے نکل چکا تھا۔ شام کا ملک بھی بہت جلد قبضے سے نکلنے والا تھا۔ کوفہ والے بھی ابراہیم کے منتظر بیٹھے تھے اور منصور کی حکومت کے باقی رہنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ ابراہیم نے یکم رمضان کو بصرہ میں خروج کیا

تھا آخر رمضان تک برابر فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ رمضان کے ختم ہوتے ہی ابراہیم کے پاس خبر پہنچی کہ محمد مہدی قتل ہو گئے۔ ابراہیم نے عید الفطر کی نماز پڑھ کر عید گاہ میں اس خبر کا اعلان کیا۔ یہی خبر اُن لوگوں کے پاس بھی جو دوسرے علاقوں میں منصور کے عاملوں سے لڑنے اور اُن کو مغلوب و خارج کرنے میں مصروف تھے پہنچی اس خبر کا پہنچنا تھا کہ سب کے جوش سرد پڑ گئے اور منصور کے سرداروں اور عاملوں میں ایک تازہ ہمت پیدا ہو گئی۔ بصرہ والوں نے اس خبر کو سن کر محمد مہدی کی جگہ ابراہیم کو جو اُن میں موجود تھے خلیفہ تسلیم کیا اور پہلے سے زیادہ جوش و ہمت دکھانے پر آمادہ ہوئے۔ ابراہیم کے ہمراہیوں میں بہت سے لوگ بصرہ میں کوفہ والے بھی تھے۔ بصرہ والوں کی یہ رائے تھی کہ بصرہ ہی کو دارالخلافہ اور مرکزِ حکومت قرار دے کر اطراف میں فوجیں بھیجنے اور انتظام کرنے کا کام انجام دیا جائے مگر کوفیوں نے اس سے اختلاف کر کے یہ رائے ظاہر کی کہ ابراہیم کو فوج لے کر خود کوفہ کی طرف حملہ آور ہونا چاہیے کوفہ والے ان کے منتظر اور چشم براہ بیٹھے ہیں۔ ابراہیم نے کوفیوں کی رائے سے اتفاق کیا اور اپنے لڑکے حسن کو کوفہ میں اپنا نائب بنا کر کوفہ کی طرف روانگی کا عزم کیا۔ یہ خبر کوفہ میں منصور کو پہنچی تو وہ بہت مضطرب ہوا اور اُس نے فوراً تیز رفتار قاصد عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس روانہ کیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اپنے آپ کو کوفہ میں پہنچاؤ۔ ساتھ ہی مہدی کو خراسان میں لکھا کہ فوراً فارس پر حملہ کر دو۔ اسی طرح ہر ایک عامل کو جو خطرہ سے محفوظ تھا اپنی طرف بلایا۔ جس کے قریب ابراہیم کا کوئی سردار تھا اُس کو لکھا کہ تم مقابلہ میں ہمت سے کام لو۔ ہر طرف سے فوجیں بڑی سرعت کے ساتھ منصور کی طرف آنے لگیں۔ یہاں تک کہ ایک لاکھ فوج کوفہ میں آکر جمع ہو گئی۔ ابراہیم کے حملہ کی خبر سن کر منصور نے پچاس روز تک کپڑے نہیں بدلے اور اکثر مصلے ہی پر بیٹھا رہا۔ اُدھر ابراہیم بن عبداللہ ایک لاکھ فوج کے ساتھ کوفہ سے تیس چالیس میل کے فاصلہ پر پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ اُدھر عیسیٰ بن موسیٰ معہ اپنی ہمراہی فوج کے واردِ کوفہ ہوا۔ منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ کو ابراہیم کی لڑائی پر روانہ کیا اور حمید بن قحطبہ کو مقدمۃ الجیش بنایا۔ ابراہیم کو مشورہ دیا گیا کہ لشکر گاہ کے گرد خندق کھدوالو۔ مگر ابراہیم کے ہمراہیوں نے کہا کہ ہم مغلوب نہیں بلکہ غالب ہیں لہٰذا خندق کھودنے کی ضرورت نہیں۔ ہمراہیوں نے ابراہیم کو مشورہ دیا کہ دستہ دستہ فوج لڑانی چاہیے تاکہ ایک دستہ کے شکست خوردہ ہونے پر دوسرا تازہ دم دستہ مدد کو بھیج دیا جائے مگر ابراہیم نے اس کو ناپسند کر کے اسلامی قاعدہ کے موافق صف بندی کر کے لڑائی کا حکم دیا۔ لڑائی شروع ہوئی حمید بن قحطبہ شکست کھا کر بھاگا۔ عیسیٰ نے اُس کو قسم دے کر روکنا چاہا۔ مگر وہ نہ رکا۔ عیسیٰ بھی معہ لشکر مصروفِ جنگ ہوا اور اُس کے اکثر ہمراہی تاب مقاومت نہ لا کر فرار ہونے لگے۔ عیسیٰ ابھی تک میدان میں مقابلہ پر ڈٹا رہا مگر اُس کے شکست پانے یا مغلوب ہونے

میں کوئی کسر باقی نہ رہی تھی کہ یکایک جعفر و محمد پسران سلیمان بن علی ایک لشکر لئے ہوئے لشکر ابراہیم کے عقب سے آ پہنچے۔ ابراہیم کی فوج اس اچانک حملہ سے گھبرا کر ان تازہ حملہ آوروں کی طرف متوجہ ہوگئی عیسیٰ نے فوراً اپنی جمعیت کو سنبھال کر حملہ کیا اور اُس کی فوج کے فراری یہ حالت دیکھ کر سب کے سب لوٹ پڑے حمید بن قحطبہ بھی اپنے ہمراہیوں کو لے کر حملہ آور ہوا اس طرح ابراہیم کا لشکر بیچ میں گھر گیا اور حملہ آوروں نے اُس کے لئے میدان کو تنگ کر دیا جس کی وجہ سے ابراہیم کے بہت سے لشکری جی کھول کر مقابلہ بھی نہ کر سکے۔ آخر بے ترتیبی کے ساتھ نکل نکل کر بھاگنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابراہیم کے ساتھ صرف چار سو آدمی باقی رہ گئے ان لوگوں کو عیسیٰ و حمید و محمد و جعفر نے چاروں طرف محیط ہو کر نقطہ پرکار بنا لیا۔ آخر ابراہیم کے گلے میں ایک تیر آ کر لگا جو بہت کاری تھا ہمراہیوں نے اُن کو گھوڑے سے اُتار لیا اور چاروں طرف حلقہ کر کے مقابلہ اور مدافعت میں مصروف رہے حمید بن قحطبہ نے اپنی رکابی فوج کو پوری طاقت سے حملہ کرنے کا حکم دیا اور ابراہیم کے ہمراہیوں کو مغلوب و منتشر کر کے ابراہیم کا سر اُتار کر عیسیٰ کی خدمت میں پیش کیا۔ عیسیٰ نے منصور کی خدمت میں بھیج دیا۔ ۲۵ ذیقعدہ ۱۴۵ھ کو یہ حادثہ وقوع پذیر ہوا۔ اس کے بعد حسن بن ابراہیم بن عبداللہ کو بصرہ سے گرفتار کر کے قید کیا اس کے ساتھ ہی یعقوب بن داؤد کو بھی قید کر دیا گیا۔

مختلف واقعات

محمد مہدی اور اُن کے بھائی کے قتل سے فارغ ہو کر منصور نے بصرہ کی حکومت سالم بن قتیبہ باہلی کو دی اور موصل کی حکومت پر اپنے لڑکے جعفر کو بھیجا اور اُس کے ساتھ حرث بن عبداللہ کو سپہ سالار بنا کر روانہ کیا۔

امام مالکؒ نے مدینہ میں محمد مہدی کی بیعت کرنے کی لوگوں کو ترغیب دی تھی اُن کو کوڑوں سے پٹوایا گیا۔ امام ابو حنیفہؒ نے عراق میں ابراہیم بن عبداللہ کی حمایت میں فتویٰ دیا تھا اس لئے اُن کو منصور نے گرفتار کرا کر بلوایا اور بغداد میں لے جا کر اس کی تعمیر کا سلسلہ جاری تھا قید کر دیا۔ اس قید میں اینٹوں کے گنوانے کی خدمت بطور مشقت اُن سے لی جاتی تھی یہ بھی روایت ہے کہ منصور نے ان کو عہدہ قضا سپرد کرنا چاہا۔ اُنھوں نے جب انکار کیا تو منصور نے خشت شماری کا کام اُن کے سپرد کیا۔ اسی حالت میں ۱۵۰ھ تک مصروف و مقید رہ کر وہ فوت

ہو گئے۔ علاوہ ان کے اور علماء نے بھی مثلاً ابنِ عجلان اور عبدالحمید بن جعفر وغیرہ نے محمد مہدی اور اُن کے بھائی ابراہیم کی بیعت کے لئے فتوے دیئے تھے اُن سب علماء کو بھی اسی قسم کی سزائیں دی گئیں۔

۱۴۶ھ میں علاقہ خزر کے ترکوں نے علم بغاوت بلند کیا اور باب الابواب سے ارمینیا تک مسلمانوں کو قتل و غارت کرتے ہوئے چلے آئے۔ اسی سال جزیرہ قبرص پر مسلمانوں نے بحری حملہ کیا۔ سیستان کے علاقہ میں خارجیوں نے شورش و بغاوت کی تو منصور نے یمن کی گورنری سے تبدیل کر کے معن بن زائدہ کو سیستان کی حکومت پر بھیج دیا۔ وہاں معن بن زائدہ نے تمام شورش و فساد کو فرو کیا۔ ۱۵۱ھ تک وہاں رہا۔ آخر دھوکے سے خارجیوں نے اُس کو قتل کر دیا۔

عبداللہ اشتر ابن محمد مہدی

جب محمد مہدی نے خروج کیا ہے تو منصور کی طرف سے سندھ کا گورنر عمر بن حفص بن عثمان بن قبیصہ بن ابی صفرہ ملقب بہ ہزار مرد تھا۔ محمد مہدی نے خروج کر کے اپنے بیٹے عبداللہ معروف بہ اُشتر کو اُس کے چچا ابراہیم کے پاس بصرہ کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ یہاں پہنچ کر عبداللہ اشتر نے اپنے چچا کے مشورے سے ایک تیز رفتار اونٹنی لے کر سندھ کا قصد کیا کیونکہ عمر بن حفص حاکم سندھ سے اعانت و ہمدردی کی توقع تھی۔ عبداللہ اشتر نے سندھ میں پہنچ کر عمر بن حفص کو دعوت دی اور اُس نے اس دعوت کو قبول کر کے محمد مہدی کی خلافت کو تسلیم کر لیا اور عباسیوں کے لباس اور نشانات کو چاک کر کے خطبہ میں محمد مہدی کا نام داخل کر دیا۔ اسی عرصہ میں عمر بن حفص کے پاس محمد مہدی کے مارے جانے کی خبر پہنچی۔ اُس نے عبداللہ اشتر کو اس حادثہ سے اطلاع دے کر تعزیت کی۔ عبداللہ اُشتر نے کہا کہ اب تو مجھ کو اپنی جان کا خطرہ ہے۔ میں کہاں جاؤں اور کیا کروں۔ سندھ کی حالت اُس زمانہ میں یہ تھی کہ بہت سے چھوٹے چھوٹے راجہ جو عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں مسلمان ہو گئے تھے۔ وہ اپنی اپنی ریاستوں پر فرماں روائی کرتے تھے اور خلیفۂ وقت کی سیادت کو تسلیم کر کے تمام اسلامی شعائر کے پابند اور اپنے حقوق حکمرانی پر قائم تھے۔ عمر بن حفص نے عبداللہ اشتر کو مشورہ دیا کہ تم سندھ کے فلاں بادشاہ کی مملکت میں چلے جاؤ وہ آنحضرت صلعم کے نام پر قربان ہوتا ہے اور ایفائے عہد میں

مشہور ہے یقین ہے کہ تمھارے ساتھ بڑی عزت و محبت سے پیش آئے گا۔ عبداللہ اُشتر نے رضامندی ظاہر کی اور عمر بن حفص نے اُس بادشاہ سے خط وکتابت کر کے عبداللہ اشتر کی نسبت عہدنامہ لکھا کر منگوالیا اور عبداللہ کو اُس طرف روانہ کر دیا۔ سندھ کے اس بادشاہ نے اپنی بیٹی کی شادی عبداللہ اشتر سے کر دی ۱۵۱ھ تک عبداللہ اشتر اسی جگہ رہا اور اس عرصہ میں قریباً چار سو عرب اطراف و جوانب سے کھنچ کھنچ کر عبداللہ اشتر کے پاس آکر جمع ہو گئے۔ منصور کو اتفاقاً یہ حال معلوم ہو گیا کہ عبداللہ اُشتر سندھ کے ایک بادشاہ کے یہاں مقیم ہے اور ایک چھوٹی سی جمعیت عربوں کی اُس کے پاس موجود ہے۔ منصور نے ۱۵۱ھ میں عمر بن حفص کو سندھ کی گورنری سے بُلا کر مصر کی حکومت پر بھیج دیا اور سندھ کی گورنری پر ہشام بن عمرو تغلبی کو روانہ کیا رخصت کرتے وقت تاکید کی کہ عبداللہ اُشتر کو جس طرح ممکن ہو گرفتار کر لینا۔ اگر سندھ کا بادشاہ اُس کے دینے سے انکار کرے تو فوراً اُس پر چڑھائی کر دینا۔ ہشام بن عمر نے ہر چند کوشش کی مگر سندھ کا وہ بادشاہ عبداللہ اشتر کے دینے پر رضامند نہ ہوا۔ آخر طرفین سے لڑائی پر آمادگی ظاہر کی گئی۔ عبداللہ اشتر جس حصہ ملک میں مقیم تھا۔ اُس طرف ہشام بن عمر کے بھائی سفیح نے فوج کشی کی اتفاقاً ایک روز عبداللہ اُشتر صرف دس سواروں کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے سیر کرتا ہوا نکل گیا۔ وہاں سفیح کی فوج یکایک سامنے آگئی۔ سفیح نے عبداللہ کو گرفتار کرنا چاہا عبداللہ اشتر اور اُن کے ہمراہیوں نے مقابلہ کیا لڑائی ہونے لگی آخر عبداللہ اشتر اور ہمراہی سب کے سب مارے گئے۔ ہشام بن عمر نے اس کی اطلاع منصور کو دی۔ منصور نے لکھا کہ اُس بادشاہ کے مُلک کو ضرور پامال کر دیا جائے۔ چنانچہ لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہوا ہشام نے اُس کے تمام مُلک پر قبضہ کر لیا۔ عبداللہ اُشتر کی بیوی مع اپنے لڑکے کے گرفتار ہو کر منصور کے پاس بھیجی گئی۔ منصور نے عبداللہ اشتر کے لڑکے اور بیوی کو مدینہ بھیج دیا کہ ان کے خاندان والوں کے سپرد کر دیئے جائیں۔

مہدی بن منصور کی ولی عہدی

عبداللہ سفاح نے مرتے وقت منصور کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا اور منصور کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہد بنایا تھا۔ اب اس وصیت کے موافق منصور کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ خلیفہ ہونے والا تھا۔ منصور جب محمد مہدی و ابراہیم کے خطرات سے مطمئن ہو گیا اور عیسیٰ بن موسیٰ

کی امداد کا زیادہ محتاج نہ رہا تو اُس نے چاہا کہ بجائے عیسیٰ کے اپنے بیٹے مہدی کو ولی عہد بنائے۔ اول اس کا ذکر عیسیٰ سے کیا۔ عیسیٰ نے اُس کے قبول و منظور کرنے سے انکار کیا۔ منصور نے خالد بن برمک اور دوسرے عجمی سرداروں کو شریکِ مشورہ اور اپنی رائے کا موید بنا کر ۱۴۷ھ میں عیسیٰ بن موسیٰ کو جو سفاح کے زمانے سے کوفہ کا گورنر چلا آتا تھا کوفہ کی حکومت سے معزول کر کے محمد بن سلیمان کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ کوفہ کی گورنری سے معزول ہو کر عیسیٰ کی تمام قوت زائل ہو گئی اور اُس کو منصور کی مرضی کے خلاف اظہار رائے کی غلطی محسوس ہوئی۔ غرض عیسیٰ کو بے دست و پا کر کے منصور نے چالاکی و فریب اور دل جوئی و منافقت سے کام لے کر لوگوں سے مہدی کی ولی عہدی کی بیعت لے لی اور مہدی کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہد بنا کر اُس کے بھی آنسو پونچھنے کی کوشش کی۔ خالد بن برمک نے یہ شہرت دی کہ میرے سامنے عیسیٰ نے ولی عہدی سے دست برداری کا اظہار کیا تھا۔ اس لئے امیر المومنین نے اپنے بیٹے مہدی کو ولی عہد بنایا ہے۔ اس کام کے لئے منصور نے خلافِ عادت روپیہ بھی بہت صرف کیا اور لوگوں کو اس تقریب میں انعام و اکرام دے کر خوش کیا۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے منصور کی حکومت کے مضبوط و مستحکم بنانے اور قائم رکھنے میں سب سے زیادہ خدمات انجام دی تھیں۔ اُسی نے محمد مہدی اور ابراہیم کو شکستیں دے کر قتل کرایا اور منصور کو ایک بہت بڑی مصیبت سے بچایا تھا۔ ان خدمات جلیلہ کا اُس کو یہ اُلٹا صلہ ملا کہ وہ ولی عہدی سے بھی معزول کر دیا گیا اور مہدی بن منصور اُس پر سابق ہو گیا۔ عیسیٰ بن موسیٰ گورنری کوفہ سے معزول ہونے کے بعد موضع رحبہ علاقہ کوفہ میں سکونت پذیر ہو کر خاموش زندگی بسر کرنے لگا۔

رفتہ رفتہ منصور کے راستے کی تمام مشکلات دور ہو گئیں اور سوائے ایک ملک اندلس کے تمام ممالکِ اسلامیہ میں ۱۴۸ھ کے اندر منصور کی حکومت مستحکم طور پر قائم ہو گئی۔ ۱۴۹ھ میں شہر بغداد کی تعمیر بھی تکمیل کو پہنچ گئی۔ مذکورہ بالا واقعات وحادثات کے سبب رومیوں پر جہاد کرنے کا موقعہ مسلمانوں کو نہ ملا تھا۔ ۱۴۹ھ میں عباس بن محمد۔ حسن بن قحطبہ اور محمد بن اشعث نے رومیوں پر چڑھائی کی اور دور تک قتل و غارت کرتے ہوئے چلے گئے۔

خروج استاد سیس

۱۵۰ھ میں استاد سیس نامی ایک شخص خراسان میں مدعی نبوت ہوا۔ خراسان میں ہزارہا

اشخاص نے فوراً اُس کی نبوت کو تسلیم کر لیا۔ ہرات، باذغیس۔ اور سیستان وغیرہ کے لوگ اُس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے اور خراسان کے اکثر حصہ پر اُس نے قبضہ کر لیا۔ یہ خبر سُن کر منصور بہت فکر مند ہوا۔ مرو رود کا حاکم مسمیٰ جثم یہ حالت دیکھ کر اُستاد سیس پر اپنے پورے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا اور شکست فاش کھا کر مقتول ہوا۔ اس کے بعد خازم بن خزیمہ نے خدعہ حرب سے کام لے کر استاد سیس کی فوج کو بیچ میں لے کر دو طرف سے حملہ کیا۔ اُستاد سیس کے ستر ہزار ہمراہی میدانِ جنگ میں قتل ہوئے اور وہ ۱۴ ہزار ہمراہیوں کے ساتھ ایک پہاڑ میں محصور کر لیا گیا عرصہ تک محاصرہ جاری رہنے کے بعد اُستاد سیس نے اپنے آپ کو معہ ہمراہیوں کے خازم بن خزیمہ کے سپرد کر دیا۔ اُستاد سیس کی گرفتاری کے بعد منصور کو اطلاع دی گئی۔

تعمیر رصافہ

جس زمانہ میں اُستاد سیس نے خروج کیا تو خراسان کا گورنر مہدی تھا وہ مرو میں مقیم تھا خازم بن خزیمہ اُسی کے پاس مقیم تھا اور منصور کے حکم کے موافق حملہ آور ہوا تھا۔ اس فتنہ سے فارغ ہو کر مہدی منصور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت تک فوج کا عنصر غالب عربی قبائل تھے اور ہر ایک معرکہ میں عربوں ہی کی شمشیرِ خارا شگاف کے ذریعہ فتح و فیروزی حاصل ہوتی تھی عجمیوں اور خراسانیوں کو عربوں کی ہمسری کا دعویٰ نہ تھا۔ ان عربی قبائل سے ہمیشہ اندیشہ رہتا تھا کہ اگر یہ مخالفت پر متحد ہو گئے تو حکومت کو ذراسی دیر میں اُلٹ دیں گے۔ امام ابراہیم نے سب سے پہلے اس بات کو قبل از وقت محسوس کر کے عجمیوں کو طاقتور بنانے اور اُن سے کام لینے کی پالیسی ایجاد کی تھی۔ اُن کے جانشین بھی اسی خیال پر قائم رہے چنانچہ عبداللہ سفاح نے ابوسلمہ کو قتل کرا کر خالد بن برمک کو جو بلخ کے آتش کدہ نوبہار کا مغ زادہ نومسلم اور ابو مُسلم کا ایک فوجی سردار تھا۔ اپنا وزیر بنایا تھا چند روز کے بعد خالد بن برمک کسی ولایت کا والی بن کر چلا گیا اور ابو ایوب اُس کی جگہ وزیر ہوا اب منصور نے دوبارہ اُس کو وزارت کا عہدہ عطا کر دیا۔ فوجوں کی سرداریوں اور صوبوں کی حکومتوں پر بھی مجوسی النسل لوگ مامور ہوتے تھے اور بتدریج اُن کا اقتدار ترقی کر رہا تھا۔ لیکن عربوں کا فوجی عنصر ابھی تک غالب تھا۔ اس موقعہ پر بے اختیار اکبر بادشاہِ ہند کی وہ پالیسی یاد آجاتی ہے جو اُس نے پٹھانوں کی طاقت ور اور با اقتدار قوم سے محفوظ رہنے کے لئے ہندوستان میں اختیار کی تھی کہ پٹھانوں کے

خطرہ کو بے حقیقت بنانے کے لئے ہندوؤں کی مُردہ قوم کو زندہ کرنا اور اُن کو طاقتور بنانا ضروری سمجھا تھی کہ مان سنگھ کو ہندوستان کا سپہ سالار اعظم بنایا اور پٹھانوں کو ہر جگہ کمزور و ناتواں بنانے کی کوششوں کو جاری رکھا۔ عباسیوں نے بھی عربوں کی طاقت کو مٹا کر اُن کی جگہ مجوسیوں اور ایرانیوں کو طاقتور بنایا کہ کوئی عربی قبیلہ اور عربی قبائل کی مدد سے کوئی علوی خروج پر آمادہ نہ ہو سکے۔ مہدی کے خراسان سے آنے اور منصور کی خدمت میں حاضر ہونے کے موقعہ پر فوج والوں سے طلبِ انعام میں بعض ایسی حرکات سرزد ہوئیں جس سے آزاد مزاجی اور خود سری کا اظہار ہوتا تھا۔ یہ فوج والے سب عربی قبائل پر مشتمل تھے اور مجوسیوں کی طرح ضرورت سے زیادہ اپنے بادشاہ یا خلیفہ کی تعظیم و تکریم کے عادی نہ تھے اُن کی یہی بات عباسیوں کو خائف و ترساں رکھتی تھی اور غالباً اسی آزاد مزاجی کی وجہ سے وہ ہر ایک نئی تحریک اور نئے مُدعی خلافت کے ساتھ شامل ہو جانے میں شامل نہ ہوتے تھے۔ اس موقعہ پر لشکر کی یہ حالت دیکھ کر قثم بن عباس بن عبیداللہ بن عباس نے عربوں کے قبائل ربیعہ اور قبائل مضر کے درمیان ایک مناسب طریقے سے رقابت و مخالفت پیدا کر کے منصور کو مشورہ دیا کہ قبائل مضر اور قبائل ربیعہ میں چونکہ رقابت پیدا ہو گئی ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ فوج کے دو حصے کر کے قبائلِ مضر کو تو مہدی کے ماتحت رکھو۔ کیونکہ اہلِ خراسان قبائلِ مضر کے ہمدرد ہیں اور قبائل ربیعہ کو اپنے ماتحت رکھو۔ تمام یمنی ان کے ہوا خواہ ہیں۔ اس طرح دو جانب دو فوجی مرکز قائم ہو جائیں گے تو ایک کو دوسرے کا خوف رہے گا اور کوئی بغاوت کامیاب نہ ہونے پائے گی۔ منصور نے اس رائے کو پسند کیا اور اپنے بیٹے مہدی کے قیام کے واسطے بغداد کی مشرقی جانب رصافہ کی تعمیر کا حکم ۱۵۱ھ میں دیا کہ وہاں الگ ایک فوجی چھاؤنی قائم ہو جائے اسی سال یعنی ۱۵۱ھ میں محمد اشعث نے بلادِ روم کی طرف سے واپس آتے ہوئے راستے میں وفات پائی۔

۱۵۳ھ میں منصور نے حکم جاری کیا کہ میری تمام رعایا لمبی ٹوپیاں اوڑھا کرے۔ یہ ٹوپیاں بانس اور پتوں سے بنائی جاتی تھیں۔ اُس زمانہ میں حبشی ان ٹوپیوں کو اوڑھا کرتے تھے۔ ۱۵۴ھ میں زفر بن عاصم نے بلادِ روم پر حملہ کیا۔ ۱۵۵ھ میں قیصر روم نے مسلمانوں کے آئے دن کے حملوں سے تنگ آ کر صلح کی درخواست پیش کی اور جزیہ دینے کا اقرار کیا۔

وفاتِ منصور

۱۵۸ھ میں منصور نے عامل مکہ کو لکھا کہ سفیان ثوری اور عباد بن کثیر کو قید کر کے بھیج دو لوگوں کو سخت اندیشہ تھا کہ کہیں ان کو قتل نہ کر دے۔ حج کے دن قریب آگئے تھے۔ منصور نے خود حج کا ارادہ کیا اس سے اہلِ مکہ کو اور بھی تشویش ہوئی کہ یہاں آکر خدا جانے کس کس کو گرفتار و قید اور قتل کرے۔ مگر اہلِ مکہ کی دعائیں قبول ہوئیں اور منصور مکہ تک پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہوا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ منصور نے ماہ ذیقعدہ ۱۵۸ھ میں بغداد سے بعزم حج کوچ کیا۔ بغداد سے رخصت ہوتے وقت اپنے بیٹے مہدی کو بغداد میں اپنا نائب بنا کر چھوڑا اور وصیت کی کہ

"میری بیاضوں کے صندوقچے کی بہت حفاظت کرنا اور ضرورتوں کے وقت اپنی مشکلات کے حل کی تدبیریں ان بیاضوں میں تلاش کرنا۔ شہر بغداد کی خوب حفاظت کرنا اور میرے بعد کبھی دارالخلافہ کسی دوسری جگہ تبدیل نہ کرنا میں نے اس قدر خزانہ جمع کر دیا ہے کہ دس برس تک خراج کی ایک پائی بھی خزانہ میں داخل نہ ہو تو فوج کی تنخواہیں اور دوسرے تمام مصارف سلطنت کے لیے یہ خزانہ کفایت کرے گا۔ اپنے خاندان والوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا اُن کی عزت بڑھانا اور اُن کو بڑے بڑے عہدے دینا۔ میں تم کو خراسانیوں کے ساتھ بھی بہ حسنِ سلوک پیش آنے کی تاکید کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے قوتِ بازو اور ایسے مددگار ہیں کہ اُنھوں نے تمہارے خاندان میں حکومت وسلطنت قائم کرنے کے لئے اپنا جان و مال صرف کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ خراسانیوں کے دلوں سے تمہاری محبت کبھی نہ نکلے گی۔ اُن کی لغزشوں سے درگذر کرنا اُن کے نمایاں کاموں پر اُن کو انعام واکرام سے خوش کرنا جو قبیلۂ بنو سلیم کے کسی شخص سے کبھی مدد طلب نہ کرنا۔ عورتوں کو اپنے کاموں میں دخیل نہ بنانا۔ اُمتِ رسول اللہ کی حفاظت کرنا۔ ناحق خوں ریزی نہ کرنا۔ حدودِ الٰہی کی پابندی کرنا ملحدین پر حملہ آور بدعتوں کو مٹانا۔ عدل کو قائم کرنا۔۔ اعتدال سے آگے قدم نہ بڑھانا۔ مالِ غنیمت لشکریوں کے لئے چھوڑ دینا

کیونکہ تمھارے لیے میں کافی خزانہ چھوڑے جاتا ہوں۔ سرحدوں کی پورے طور پر حفاظت کرنا۔ راستوں میں امن قائم کرنا۔ رعیت کے مال پر نظر رکھنا۔ جماعت کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ سوار و پیادے جس قدر ممکن ہو تیار رکھنا۔ آج کا کام کل پر نہ اٹھا رکھنا۔ نزولِ حوادث کے وقت مستقل مزاج رہنا۔ سستی و کاہلی کو مزاج میں دخیل نہ ہونے دینا۔ لوگوں پر حاضریِ دربار کو آسان کرنا۔ دربانوں سے خبردار رہنا کہ وہ لوگوں پر سختی نہ کرنے پائیں۔"

بغداد سے روانہ ہو کر منصور کوفہ میں آیا۔ حج و عمرے کا احرام باندھا قربانی کے جانوروں کو آگے روانہ کیا۔ کوفہ سے دو تین منزل سفر کرنے پایا تھا کہ بیمار ہو گیا۔ اس بیماری کی حالت میں اپنے آزاد کردہ غلام ربیع کو جو اس کا حاجب اور افسر باڈی گارڈ تھا۔ اکثر اپنی مصاحبت میں رکھتا تھا ۶ ذالحجہ ۱۵۸ھ بمقام بطن کہ یہاں سے مکہ تین چار میل رہ گیا تھا فوت ہو گیا۔ ...... وفات کے وقت اس کے خاص خدام اور ربیع کے اور کوئی اس کے پاس موجود نہ تھا انھوں نے اس روز منصور کی وفات کو چھپایا۔ اگلے دن عیسیٰ بن علی۔ عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد ولی عہد دوم۔ عباس بن محمد۔ محمد بن سلیمان۔ ابراہیم بن یحییٰ۔ قاسم بن منصور۔ حسن بن زید علوی۔ موسیٰ بن مہدی بن منصور۔ علی بن عیسیٰ بن ماہان وغیرہ جو اس سفر میں ساتھ تھے۔ دربار میں بلائے گئے۔ ربیع نے خلیفہ کی وفات کی خبر سنائی ایک کاغذ جو منصور کا لکھا ہوا تھا پڑھ کر لوگوں کو سنایا۔ اس میں لکھا تھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عبداللہ منصور کی طرف سے پس ماندگان بنی ہاشم و اہلِ خراسان و عامۃ المسلمین کے نام اما بعد۔ میں اس عہد نامہ کو اپنی زندگی یعنی دنیا کے دنوں میں سے آخری دن میں اور آخرت کے دنوں میں سے پہلے دن میں لکھ رہا ہوں۔ میں تم کو سلام کہتا ہوں اور خدائے تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈالے اور نہ میرے بعد تم کو کئی فرقوں میں متفرق کرے اور نہ تم کو خانہ جنگی کا مزہ چکھائے۔ میرے بیٹے مہدی کی اطاعت کا تم اقرار کر چکے ہو اس پر قائم رہو اور بدعہدی و بے وفائی سے بچو۔"

ربیع نے یہ کاغذ سنا کر موسیٰ بن مہدی بن منصور کو اپنے باپ مہدی کی طرف سے

نیابتہً بیعت لینے کا اشارہ کیا اور سب سے پہلے حسن بن زید کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اٹھو بیعت کرو۔ حسن بن زید نے بیعت کی۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے سب نے بیعت کی۔ عیسٰی بن موسٰی نے بیعت کرنے سے انکار کیا۔ یہ سُن کر علی بن عیسٰی بن ماہان نے کہا کہ اگر تم بیعت نہ کرو گے تو میں تمھاری گردن تلوار سے اُڑا دوں گا۔ چنانچہ مجبوراً عیسٰی بن موسٰی نے بھی بیعت کر لی۔ اس کے بعد سردارانِ لشکر اور عوام الناس نے بیعت کی۔ پھر عباس بن محمد اور محمد بن سلیمان مکہ معظمہ گئے اور اُنھوں نے رکن و مقام کے درمیان لوگوں سے خلافت مہدی کی بیعت لی۔ اس کے بعد عیسٰی بن موسٰی نے نماز جنازہ پڑھائی اور حجون و بیرمیمون کے درمیان مقبرۂ معلاۃ میں منصور کو دفن کر دیا گیا۔ پھر ربیع نے منصور کی خبر وفات اور آنحضرت صلعم کی چادر و عصا اور خاتم خلافت مہدی کی خدمت میں روانہ کی۔ یہ خبر ۱۵ ماہ ذالحجہ ۱۵۸ھ کو بغداد میں مہدی کے پاس پہنچی۔ اہلِ بغداد نے بھی حاضر ہو کر مہدی کے ہاتھ پر بیعت کی۔

منصور نے ایک ہفتہ کم بائیس سال خلافت کی۔ سات بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ محمد مہدی۔ جعفر اکبر۔ جعفر اصغر۔ سلیمان۔ عیسٰی۔ یعقوب۔ سالم۔ بیٹی کا نام عالیہ تھا۔ جس کی شادی اسحٰق بن سلیمان بن علی کے ساتھ ہوئی تھی۔

خلیفہ منصور سے کسی نے پوچھا کہ کوئی ایسی تمنا بھی ہے جو آپ کی اب تک پوری نہ ہوئی ہو۔ منصور نے کہا صرف ایک تمنا باقی ہے۔ وہ یہ کہ میں ایک چبوترے پر بیٹھا ہوں اور اصحابِ حدیث میرے گرد بیٹھے ہوں۔ دوسرے روز جب وزراء کاغذات اور معاملات کی مثلیں اور قلم دان لے کر اُس کے پاس پہنچے تو اُس وقت وہ دریافت کرنے والا مصاحب بھی موجود تھا۔ اُس نے کہا لیجیے اب آپ کی یہ تمنا پوری ہو گئی۔ منصور نے کہا یہ وہ لوگ نہیں ہیں جن کی تمنا مجھے ہے اُن لوگوں کے تو کپڑے پھٹے ہوتے پاؤں برہنہ اور بال بڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور روایت حدیث اُن کا کام ہوتا ہے۔

منصور نے امام مالکؒ کو موطا کی تالیف پر آمادہ کیا تو اُن سے اس طرح مخاطب ہوا کہ "اے ابو عبداللہ تم جانتے ہو کہ اب اسلام میں تم سے اور مجھ سے زیادہ شریعت کا جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ میں تو ان خلافت و سلطنت کے جھگڑوں میں مبتلا ہوں تم کو فرصت حاصل ہے، لہٰذا تم لوگوں کے لیے ایک ایسی کتاب لکھو جس سے وہ فائدہ اٹھائیں۔ اس کتاب میں ابنِ عباس کے جواز اور ابنِ عمر کے تشدد و احتیاط کو نہ بھرو اور لوگوں کے لئے

تصنیف و تالیف کا ایک نمونہ قائم کرو۔" امام مالک کہتے ہیں بخدا منصور نے یہ باتیں کیا کہیں تصنیف ہی سکھادی۔

عبدالصمد بن محمد نے منصور سے کہا کہ آپ نے سزا دینے پر ایسی کمر باندھی ہے کہ کسی کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ آپ معاف کرنا بھی جانتے ہیں۔ منصور نے جواب دیا کہ ابھی تک آل مروان کا خون خشک نہیں ہوا اور آلِ ابی طالب کی تلواریں بھی ابھی تک برہنہ ہیں۔ یہ زمانہ ایسا ہے کہ ابھی تک خلفا کا رُعب اُن کے دلوں میں نہیں قائم ہوا اور یہ رُعب اُس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ عفو کے معنی بھول نہ جائیں اور سزا کے لئے ہر وقت تیار نہ رہیں۔ زیاد بن عبداللہ حارثی نے منصور کو لکھا کہ میری تنخواہ اور جاگیر میں کچھ اضافہ کر دیا جائے اور اس عرض داشت میں اپنی تمام بلاغت ختم کر دی۔ منصور نے جواب دیا کہ جب تونگری اور بلاغت کسی شخص میں جمع ہو جاتی ہے تو اُس کو خود پسند بنا دیتی ہے۔ مجھ کو تمھارے متعلق یہی خطرہ پیدا ہو گیا ہے مناسب یہ ہے کہ تم بلاغت چھوڑ دو عبدالرحمٰن زیاد افریقی منصور کا طالب علمی کے زمانہ کا دوست تھا۔ وہ ایک مرتبہ منصور کے خلافت کے زمانے میں اس سے ملنے آیا منصور نے پوچھا کہ تم بنو اُمیہ کے مقابلے میں میری خلافت کو کیسا پاتے ہو۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ جس قدر ظلم و جور تمھارے زمانہ میں ہوتا ہے اتنا بنو اُمیہ کے زمانے میں نہ تھا۔ منصور نے کہا کیا کروں مجھ کو مددگار نہیں ملتے عبدالرحمٰن نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے کہ اگر بادشاہ نیک ہوگا تو اُس کو نیک لوگ ملیں گے اور فاجر ہوگا تو اُس کے پاس فاجر آئیں گے۔ ایک مرتبہ منصور کو مکھیوں نے بہت تنگ کیا۔ اُس نے مقاتل بن سلیمان کو بُلایا اور کہا کہ ان مکھیوں کو خدا تعالیٰ نے کیوں پیدا کیا ہے؟ مقاتل نے کہا کہ ظالموں کو اِن کے ذریعہ ذلیل کرنے کے لئے۔

منصور کے زمانے میں سریانی اور عجمی زبانوں سے کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں ہونے لگا چنانچہ اقلیدس اور کلیلہ ودمنہ کا ترجمہ اسی کے عہد میں ہوا۔ سب سے پہلے منصور نے منجموں کو اپنا جلیس و مقرب بنایا۔ اسی کے عہد میں عباسیوں اور علویوں میں تلوار چلی۔ ورنہ اس سے پہلے علوی و عباسی متحد و متفق تھے۔

اپنے اخلاق و عادات اور اپنے اعمال و کارہائے نمایاں کے اعتبار سے منصور عباسی عبدالملک اموی سے بہت ہی مشابہ ہے۔ وہ بھی خاندان مروان میں دوسرا خلیفہ تھا اور منصور بھی خاندان عباسی کا دوسرا خلیفہ تھا۔ عبدالملک نے بھی خلافت امویہ کو برباد و فنا ہوتے ہوتے بچا لیا۔ اسی طرح منصور نے بھی محمد و ابراہیم کے مقابلہ میں خلافت عباسیہ کو برباد ہوتے ہوتے بچا لیا۔ عبدالملک بھی